۷۸۶

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَّ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا

اِس کتاب مین
ایشیا کے نامی شعرا کا کلام منتخب کرکے اور اُنکے کچھ مختصر حالات لکھکر
علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی
مولف و مصنف
ترجمۂ قرآن مجید۔ پارہ عم۔ تاریخ الاسلام۔ الاسلام۔ زاہدہ۔ المجاہد۔ محسنہ۔ فسانہ دلپذیر
نشتر سخن۔ فکر دنیا۔ حکمائے یونان۔ زبان اُردو۔ و دیگر کتب قانونی و مُلکی زبان انگریزی۔
نے
یہ دکھایا ہے کہ
ایشیائی شاعری یعنی عربی اور سنسکرت کی شاعری بہترین شاعری ہے اور اسکی خوشہ چینی نے اُردو
شاعری کو معراج کمال تک پہونچا دیا ہے اور اِس اعتبار سے کہ اسمین چیدہ کلام جو اصطلاح شاعری مین
نشتر کہے جاتے ہین مسلسل شمار کیے گئے ہین

نشتر سخن

اِس کا نام رکھا ہے

منشی سیتلا بخش شایق لکھنوی ثم خیرآبادی ثم گورکھپوری مصنف "دفتر حکمت" (زیر ترتیب) نے
سنہ ۱۹۱۱ء
مین
تیھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس لکھنؤ اول و آخر مطبع حکیم برہم گورکھپور مین چھپواکر
گورکھپور سے شایع کیا

قیمت فی جلد دو روپیہ (عگ)
طبع اوّل (۱۲۵۰) جلد

۷۸۶

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمۃً وَّاِنَّ مِنَ البَیانِ لَسِحرًا

اِس کتاب مین

ایشیا کے نامی شعرا کا کلام منتخب کر کے اور اُنکے کچھ مختصر حالات لکھکر

علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

مولف ومصنف

ترجمۂ قرآن مجید - پارۂ عم - تاریخ الاسلام - الاسلام - زاہدہ - المجاہد محسنہ - فسانۂ دلپذیر
نشتر سخن - فکر دنیا - حکمائے یونان - زبان اردو - ودیگر کتب قانونی و ملکی زبان انگریزی -

نے

یہ دکھایا ہے کہ

ایشیائی شاعری یعنی عربی اور سنسکرت کی شاعری بہترین شاعری ہے اور اسکی خوشہ چینی نے اردو
شاعری کو معراج کمال تک پہونچا دیا ہی اور اس اعتبار سے کہ اسمین چیدہ کلام جو اصطلاح شاعری مین
نشتر کہے جاتے ہین مسلسل شمار کیے گئے ہین

نشتر سخن

اس کا نام رکھا ہے

منشی سیتلا بخش شایق لکھنوی ثم خیرآبادی ثم گورکھپوری مصنف دفتر حکمت (زیر ترتیب) نے
سنہ ۱۹۱۱ع
مین
میتھوڈسٹ پبلشنگ ہوس لکھنؤ اول و آخر مطبع حکیم برہم گورکھپور مین چھپوا کر
گورکھپور سے شایع کیا

قیمت فی جلد دو روپیہ (عہ) طبع اول (۱۲۵۰) جلد

دیباچہ از شایع کنندہ

اصل مقصد اس کتاب مین نشترون کا جمع کرنا تھا - لیکن جو کتاب اس طرح مرتب ہوتی وہ مقبول نہوتی - اس لیے ابیات غزل بھی اُسکے ساتھ شامل کیے گئے اور حتی الوسع کوشش کی گئی کہ غزلیات - قصائد - قطعات - رباعیات - مثنویات - مرثیے وغیرہ اس طرح مختصر اور منتخب کر کے درج کیے جائین کہ صرف چوٹی کے اشعار اُنمین رہین - اساتذہ کا کلام جدا جدا بہ ترتیب حروف تہجی اس طرح درج کیا گیا - کہ ۱۹ اکلیات کے انتخاب الگ الگ نظر آتے ہین ہر اُستاد کے کلام کے ساتھ کچھ مختصر حالات لکھدیے گئے ہین - یہ کتاب اپنی نوعیت مین خاص قسم کی ہے اور مولف کی سی سالہ محنت کا نتیجہ ہے - زائد ترا سمین اُردو کلام کا انتخاب ہے مولف نے فارسی شعرا کا کلام بھی منتخب کیا گیا تھا اور اُسکی اشاعت جدا مقصود تھی - لیکن اس خیال سے کہ فارسی جاننے والے ہندوستان مین کم ہوتے جاتے ہین - سر دست اُسکی اشاعت کا خیال بدل گیا - اگر موقع ہوا تو اہل ایران کے سامنے یہ تحفہ پھر کبھی پیش کیا جائیگا - پھر بھی چند شعراے فارسی کا کلام اس خیال سے کہ اردو شاعری کا وہی ماخذ ہے - تبرکاً اس کتاب مین بھی جگہ پایا ہے - دل نے یہ قبول نہ کیا کہ جس شاعری کی خوشہ چینی ہندوستان کی شاعری کے لیے مایۂ ناز ہے وہ بالکل نظرانداز کر دی جائے -

یہ کتاب اپنے رنگ مین نرالی ہے - غزلین صرف ابیات غزل سے پوری کی گئی ہین - ایک ہی طرح مین کئی غزلین مختلف مقام پر تھین تو وہ سب یکجا کر دی گئی ہین - قصائد اور مثنویات سے اسطرح اشعار لیے گئے ہین کہ سلسلہ قائم رہے - مرثیون کے انتخاب مین تو کمال ہی کیا گیا ہے - نشترون کے چننے مین مولف نے ذرا سختی کی ہے مثلاً میر کے ۲ نشتر مشہور ہین مولف نے ۱۲ ہی لیے ہین لیکن وہ مواد جمع کر دیا ہے کہ جس سے ۲ نشتر پورے کر دیے جائین - مفصلۂ ذیل شعرا کا کلام اس کتاب مین ہے -

سیتلا بخش شائق لکھنوی

دیباچہ از مولف

ایک روز ایک بنگالی دوست نے مجھے ایک انگریزی پوئٹری کی کتاب سنانا چاہی اور
مین مخاطب نہوا میرے مذاق سے وہ واقف تھا متحیر ہوکر بولا آپ متوجہ نہین ہوتے مین نے
کہا۔ جسے ایشیائی شاعری کی چاٹ ہی وہ انگریزی شاعری نہین سنتا۔ اُسنے کہا اسکی زبان انگریزی
ہی۔ لیکن خیالات ایشیائی ہین۔ ایک بنگالی لیڈی [illegible] نے سنسکرت کی نازک خیالیون کو
زبان انگریزی کا پیکر پہناکر تمام انگلستان کو حیرت مین ڈالدیا ہی مین نے کہا سچ ہی لیکن جسے
شاعری کا مذاق صحیح ہی وہ اسکے سننے کی خواہش نکریگا گفتگو مین طوالت ہوئی تو بالآخر مجھے
یہ کہنا پڑا کہ مبدا فیاض نے یہ نعمت صرف فارسی زبان اور اسکے طفیل مین اردو زبان کے ساتھ
مخصوص کردی ہی۔ دوسری زبان کے شعرا شاعر نہین ہین محض جذبات دل کے مصور ہین۔
شاعری کچھ اور ہی چیز ہی جو خصوصیت زبان کے ساتھ فارسی اور اردو زبان کے شعرا کے حصہ
مین آگئی ہی۔ جہان علاوہ مصوری جذبات کے موزونی الفاظ نے عجیب کرشمہ دکھایا ہی۔ فارسی
شاعری کا مذاق صحیح تو ہندوستان مین بہت کم رہ گیا ہی لیکن اُردو شاعری کے قدردان اب بھی
ہین۔ جنکے سامنے کسی اور زبان کی شاعری کا پیش کرنا ویسا ہی ہی جیساکہ کہانیون مین کہا جاتا ہی
کہ ایک دہقان کسی بادشاہ کے پاس پیاز کے گٹھے تحفہ لے گیا تھا۔ ہمارے دوست نے ہنسکر یہ بات
یہ کہا کہ بے سروپا مبالغہ سے بھرے ہوے پراگندہ خیالات کے مجموعے کو آپ [illegible]

جانتے ہین تو بیشک مجھ مین اور آپ مین فیصلہ ہونا مشکل ہی۔

اُس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ ایسے غلط خیالات اورون کے دماغ مین بھی ہین۔ جنکے رفع کرنے کی بہترین تدبیر یہ ہی کہ اساتذہ کا منتخب کلام ایک جا کر کے شایع کیا جاے اور وہ میرے دعوے کی پوری دلیل ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید۔ اور اُسی وقت یہ بھی ارادہ ہوا کہ ایشیائی شاعری پر جو غلط اعتراضات غیر قومون سے کیے ہین وہ رد کیے جائین تو اور بھی اچھا ہی۔ کام تو بڑا مشکل تھا لیکن میرے لیے اس لیے آسان تھا کہ مین نے بدو شعور سے جتنا کلام دیکھا تھا سب پر میرے نشانات موجود تھے جو میری نگرانی مین بآسانی فراہم ہوسکتا تھا ارادہ تو مین نے فوراً قائم کیا اور کام اُسکے بعد ہی شروع ہوگیا۔ کتاب بھی تھوڑے دنون کے بعد زیر طبع مشتہر کردی گئی لیکن نمونہ طبع دو مرتبہ ناپسند آیا اور اِسلیے کام مین تعویق ہوئی۔ بالآخر منشی سیتلا بخش شائق لکھنوی میرے ہمراز قدیم پھر آکر جب میرے پاس دوبارہ آئے تو کام مستعدی سے شروع ہوا اور اتمام کو پہونچا

(ایشیائی شاعری)

انسان شاعر پیدا ہوتا ہی۔ اکتساب سے کوئی شاعر نہین ہوتا۔ شاعر کو جب مبداء فیاض سے الہام شروع ہوتا ہی تو پھر اُسکی نخوت کی حد نہین رہتی۔ لیکن یہ نخوت ایسی ہوتی ہی کہ کسی کو نقصان نہین پہونچاتی۔ خود شاعر کو نقصان پہونچاتی ہے۔ وہ خود کو سب سے بڑا فرض کرلیتا ہی اور کسی طرح اپنے آپ کو کسی سے چھوٹا نہین سمجھتا۔ شعر گوئی کو وہ ایسا ہی مہتم بالشان جانتا ہی۔ جیسا کہ بادشاہ وقت نفاذ اصول جہانداری کو اپنے بقا کے لیے ضروری تصور کرتا ہی۔ شاعر جب گوشۂ تنہائی مین بیٹھکر فانوس خیال کے اندر اپنی شمع تخیلات روشن کرتا ہی تو زبان حال سے وہ کہتا ہی کہ مین وہ کام کر رہا ہون کہ جسکے لیے مین پیدا ہوا ہون۔

عالم و جاہل مین شعر گوئی کا مذاق یکسان ہی۔ شعرا مشاعرے مین جو لطف پاتے ہین اُس سے کہین زیادہ مزا چورن بیچنے والے شارع عام پر یا میلے یا تماشے کے موقع پر اکٹھا ہوکر حاصل کرلیتے ہین۔ آلھا اودن کی لڑائی کی داستان پڑھنے والے چارپائی یا ٹاٹ پر بیٹھے ہوے خود کو

میدان جنگ کے رجز خوانون سے کہین بڑھا چڑھا ہوا پاتے ہین - مویشیون کے چرواہے سنسان جنگلون مین معشوق خیالی کو مخاطب کر کے اصلی معنون مین غزل خوانیان کرتے ہین - اور تمام دیوان کی غزلین جنمین دنیا بھر کے حشو و زوائد بھرے ہوتے ہین اُنکے سامنے مصنوعی جواہر کا درجہ رکھتی ہین - شاعری کیا ہی؟ جذبات دل کا مناسب لفاظ اور خوش گوار پیرایہ مین ایک خوش اسلوب سلسلہ سے بیان کرنا شاعری ہے - یورپ کی شاعری تو بالکل یہی ہی - عربی اشعار اور سنسکرت کے اشعار یورپ کے اشعار سے بدرجہا اچھے ہین - حتی کہ ہندی بھاشا کی شاعری نے سنسکرت کی شاعری کے تتبع سے ایک خاص درجہ پایا ہی - عوام الناس کے گیت مین بھی ایک رنگ [illegible] ہی لیکن ایران کی شاعری جسکا چربہ اردو زبان کی شاعری نے اُتارا ہی - اُسمین وزن قوافی کے قیود بڑھا کر اور زبان کی شیرینی شامل حال کر کے کچھ اور ہی رنگت پیدا کرتی ہی اور یہ کہنا پڑتا ہی کہ ایران اور ہندوستان کے ساتھ قسام ازل نے اُسی طرح شاعری کو مختص کیا جس طرح عربون کو بہادری دی اور چینیون کو رنگ آمیزیان سکھائین - مدراس کے رہنے والے جسطرح کشمیر اور گجرات سے حسن کا دعوی نہین کر سکتے - اُسی طرح دنیا کے پردہ کی کوئی مخلوق یہ نہین کہہ سکتی کہ شعر گوئی مین وہ ایران اور ہندوستان پر فوق لے جا سکتی ہی - اور اگر کوئی ایسا کہے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ ایشیائی شاعری کے کمال سے واقف نہین ہی - عربی اور سنسکرت زبان کے شعرا بھی ایشیائی شعرا مین شمار کیے جاتے ہین اور دیگر ممالک سے نسبتاً بہت اچھے ہین شاعری کا لفظ خصوصیت کے ساتھ عربی - فارسی - سنسکرت - اور اردو شاعری پر بولا جاتا ہی - میرے خیال مین شاعری انھین چار زبانون کے لیے مخصوص ہی جسمین اُردو زبان کی شاعری بقیہ تین زبانون کے طفیل مین عجب معجون مرکب ہو گئی ہی - انکے علاوہ شاعری کے خیالات جو دوسری زبانون مین ہین وہ محض دلی جذبات کا اظہار کرتے ہین - اشعار نہین ہین - مین جس زمانہ مین علی گڈھ مین پڑھتا تھا مسٹر سٹن ہیڈ ماسٹر جو وہان تازہ وارد تھے - ایک وزن لڑکون کو وہ پوئٹری پڑھاتے تھے - ایک لڑکا مرادآباد کا جو مدارج بے فکری بہت کچھ طی کر کے گھر سے چلا تھا اور شاعرانہ

مذاق رکھتا تھا بولا کہ انگریزی پوئٹری شعر نہین ہی - بڑہا ہی جو اس ملک کے مویشی چرنیوالے گاتے ہین - مسٹر سٹڈن کو جب یہ مثال سمجھائی گئی تو وہ چین بہ جبین ہوے لیکن جب اپنے بیان کی تائید مین فیضی کے دو شعر ؎

دل گفت کہ اے طبیب نادان رنجم مفزا اے با مدادان

آگاہ نئی تپ درون را نشتر چہ زنی رگ جنون را

پڑھکر اُس طالب العلم نے ایشیائی شاعری کا فوٹو اُتارا اور مفہوم سمجھا کر کہا یہ شاعری کی اصلی دیوی ہی جسکی صورت اور سیرت دونون دلفریب ہین - تو مسٹر سٹڈن حیرت مین آگئے - اور بولے کہ فارسی شعرا کی نازش بیجا نہین ہی -

خلاصہ یہ ہی کہ پہلے عربی اور سنسکرت وغیرہ یہی زبانون کی شاعری مستند تھی - لیکن انقلاب زمانہ کی بدولت عربی اور سنسکرت کی شاعری سے کہین بڑھکر فارسی شاعری نے اپنا جلوہ دکھایا - اب تینون زبانون کے میل سے جو زبان اُردوے معلی قائم ہوئی ہی اُسکے شباب کا یہ زمانہ ہی اور نونہال چمنستان شاعری اُسی طرح قدیم شاعری پر فوق لیگیا جسطرح باغ کے نئے درخت پُرانے درختون کے مقابلہ مین زائد تر دلکش اور دلفریب نظارہ پیدا کرتے ہین

(ایشیائی شاعری کا یورپ کی شاعری سے مقابلہ)

"جذبات کی مصوری" اور "بحر و قوافی کی موزونی" تو عام فہم الفاظ ہین لیکن اشعار اُردو و فارسی کو دلاویز کہنا اور وہ بھی اِس دعوے کے ساتھ کہ یورپ کی شاعری مین یہ دل آویزی نہین ہی - محتاج بیان ہی -

انسان تمام کائناتِ عالم مین اشرف المخلوقات ہی - انسان گوشت و پوست سے انسان نہین ہی بلکہ دل اور دماغ کی وجہ سے انسان ہی - کالبدِ انسانی مین دل نام ایک مضغۂ گوشت ہی اور اُسی کی تمام حکومت ہی - ع

بدن سا شہر نہین دل سا بادشاہ نہین

اِس دل کے اندر ایک نقطہ ہی جو تمام خواہشون کا مرکز ہی - ان تمام خواہشون مین ایک خواہش سب سے قوی تر اور جذبات سے بھری ہوئی محبت ہے جسے خاص خاص حالتون مین عشق کہتے ہین - دنیا مین عشق سے بڑھ کر کوئی زبردست چیز پیدا نہین ہوئی ہو - عشق کبھی مال و دولت کا ہوتا ہی اور کبھی جاہ و حشم کا ہوتا ہی - بعضون کو زیب و زینت کا بھی عشق ہوتا ہی - اسی طرح بہت سی چیزین ہین - جنکا عشق انسان کو ہی اور دنیا کے تمام کام جو انسان سے سرانجام پاتے ہین وہ سب اسی عشق کے نتیجے ہین - خلاصہ یہ کہ بقاے عالم اسی عشق پر ہی - ان تمام عشقون مین عشق آلہی کے بعد اُس عشق کا درجہ ہونا چاہیے جسمین اشرف المخلوقات ہون یعنی انسان کا انسان کے ساتھ عشق بہترین عشق ہی - اب اسمین مان کی محبت پسر کے ساتھ - بہن کی محبت بھائی کے ساتھ - مرد کی محبت عورت کے ساتھ خاص طور پر قابل ذکر ہوتی ہی -

ایک مرتبہ مجھسے ایک شخص نے کہا کہ محبت ایک جلوہ خدا ہی جو سب سے پہلے پستان مادر مین ظاہر ہوتا ہی - پھر کھلونے مین اور اُسکے بعد ہمسن ساتھیون اور کھانے پینے کی چیزون مین ظاہر ہوتا ہی - بعدازان مردون کے لیے عورتون کی جوانی مین اور عورتون کے لیے مردون کے مایہ الشباب مین نمایان ہوتا ہے - اسکے بعد وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ مین نے کہا - بس - اِسکی رفتار کی گاڑی کا پہیہ نکل پڑا - اب محبت یہان سے آگے نہین جاتی - اگر جاتی ہی تو اُسکی ہوا و ہوس جاتی ہی - فارسی اور اُردو شاعری مین زائد تر عورتون اور مردون کے باہمی جذبات کی مختلف صورتین دکھائی جاتی ہین - ناظرین خود انصاف کرین کہ ان جذبات کے مقابلہ مین پہاڑ - دریا - جنگل کی صورت کسی طور سے دکھائی جائے - خوش آیند نہین ہو سکتی جتنا فرق اصل چیزون مین ہی اُتنا ہی اُنکے بیان مین بھی ہو گا - جس طرح ایک حسین آدمی کے مقابلے مین حسین سا حسین درخت دل آویزی کا دعوی نہین کر سکتا - اسی طرح اول الذکر کے بیان کے مقابلے مین ثانی الذکر کا بیان سُننے کے قابل نہو گا - یہی قول فیصل ہی اور یہی عین نیچر ہی - یہ کون کہہ سکتا ہی کہ ایشیائی شاعری نیچرل نہین ہوتی - یہ کہیے کہ اسوقت کی

ایشیائی شاعری کی وجہ سے مزاج مین یکسوئی پیدا ہوتی ہی اور اُس کا اثر اخلاق پر اچھا نہین پڑتا تو مین تسلیم کرنے تو تیار ہون لیکن اِس سے بھی میرے کلام کی تائید ہوتی ہی۔ کہ ایشیائی شاعری مین جو دل آویزی اور دلفریبی ہی وہ کہین اور جگہ نہین ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ایشیائی شاعری مین سوائے مرد وزن کے راز و نیاز کے اور کچھ نہین ہی۔ میرا تجربہ تو یہ ہی کہ اخلاق کے متعلق بھی جسقدر مفید باتین ایشیائی شاعری مین ہین۔ دوسرے ملکون کی شاعری مین نہین ہین۔ واقعات نگاری مین بھی ایشیائی شاعر یورپین شاعرون سے بڑھے ہوے ہین۔ مین نے انتخاب کلام مین حُسن و عشق کے مضامین بہت کم رکھے ہین۔ زائدتر واقعہ نگاری اور تعلیم اخلاق کا خیال رکھا ہی۔ تاکہ معترضین کی غلط فہمیان رفع ہون اور وہ سمجھین کہ ایشیا کے شعرا ہر قسم کے خیالات کو خوش کر سکتے ہین اور مبدا فیاض نے جو چیز خصوصیت کے ساتھ اُنھین دی ہی۔ اُسے ہر پہلو سے خوشنما دکھانے کو تیار ہین۔ بعض کم فہم بد تہذیبی کا الزام فارسی اور اُردو شعرا پر دیتے ہین لیکن وہ غور نہین کرتے کہ بد تہذیب کلام کس گروہ کا ہی۔ ایسے موقع پر مستند شعرا کا کلام قابل ذکر ہی۔ نہ کہ عوام کا۔

رسم پردہ نے بھی شاعری پر اپنا اثر کیا ہی۔ شعرائے فارسی اور اُسکے تتبع سے زائدتر شعرائے اُردو اپنے معشوق کو مونث نہین باندھتے۔ زنِ بازاری کو مخاطب کرتے تو خلاف شرع ہوتا۔ اور گھر کی عورت مخاطب ہوتی تو خلاف حمیت اسلام ہوتا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شعرائے فارسی و اُردو معشوق خیالی مذکر لکھنے لگے اور اُسے قومی تہذیب کا مقتضا سمجھے اُنکے کلام سے یہ نہین چلتا کہ محبت کے مدارج جو اوپر بیان ہوے ہین اُن میز سے بیت کرنے والا خود کو کس درجہ مین رکھتا ہی۔ مثلاً جب ایک لڑکے کا سبزہ آغاز ہوا تو ماں باپ کی نظرون مین اُسکی بھولی بھولی صورت کی جگہ امید دلانے والی جوانی قائم ہو کر محبت فرزندی کے جذبات کی صورت مین ظاہر ہوئی۔ اور یہی عنفوان شباب اُسکی بی بی کے سلیے ایک دوسرے عالم کی خبر دیتا ہی۔ بہرحال معشوق کو مذکر باندھنا مسلمانون کی اعلی تہذیب

ہی کا نمونہ نہین ہی بلکہ فن شاعری مین ایک جدت ہی

یورپ کے شعرا مبالغہ گوئی کا الزام ایشیائی شاعرون پر لگاتے ہین۔ مبالغہ کو وہ غلط بیانی سمجھکر معترض ہین۔ حالانکہ تمثیل استعارات و تشبیہات کو کوئی بھی غلط نہین کہہ سکتا مثلاً ؎

جس خدا نے یہ تجھے چاند سی صورت دی ہی　　اُسی اللہ نے مجھکو تری الفت دی ہی

روے معشوق کو چاند سے تشبیہہ دینا اورون کے نزدیک جھوٹ ہو لیکن عاشق کے دل سے کوئی پوچھے کہ اُس نے اپنے خیال مین معشوق کے حُسن کو گھٹا کر یہ تشبیہہ بمجبوری دی ہی۔ ورنہ وہ حُسن معشوق کو چاند کے حُسن سے بدرجہا اچھا سمجھتا ہی۔ کسی نے اگر کہا کہ باران رحمت سے زائد تر فیض بادشاہ کے کرم مین ہی۔ تو کیا یہ جھوٹ ہوا ؟۔ کثرت باران سے کتنے گھر برباد ہو جاتے ہین۔ ملک تباہ ہو جاتا ہی۔ قحط پڑتا ہی۔ لیکن کثرت دولت سے کسی کو کبھی مالی نقصان نہین ہو نچتا۔ کبھی کبھی شعرا صریح جھوٹ بھی بولتے ہین۔ لیکن وہ جھوٹ نہین ہی تفنن ہی۔ جب سُننے والے جھوٹ کو جھوٹ سمجھتے ہین۔ تو وہ جھوٹ نہین رہا ؟۔ ناول کے قصے جھوٹ ہین۔ اپریل فول کی خبرین جھوٹ ہین۔ شاعرون کا مبالغہ عیب سے پاک ہی۔ ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ مین　　تڑپے ہی مرغ قبلہ نما آشیانہ مین

اس شعر کا ترجمہ شعراے یورپ کے سامنے پیش ہو تو وہ بول اُٹھین گے کہ یہ مبالغہ شاعری نہین ہی۔ اعجاز کلام ہی۔

(زبان اُردو اور اُسکی شاعری)

آرین فاتحین سنسکرت زبان اپنے ساتھ ہندوستان مین لائے۔ یا ایسی زبان لائے جو کچھ عرصہ مین مہذب اور با قاعدہ ہو کر سنسکرت کے نام سے موسوم ہوئی۔ اور عوام سے دور رکھکر عالمون کی زبان قرار دی گئی۔ یہان تک کہ عوام کو اُسکے سیکھنے اور بولنے تک کی اجازت نہ دی۔ قدیم زبان ہند کا پتہ لگنا آسان نہین ہی۔ لیکن اس قدر بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ ہند کے زمانہ عروج مین بگڑی ہوئی سنسکرت جو عوام کے لیے مخصوص کردی گئی تھی۔

یا عوام نے خود اختیار کر لی تھی - پراکرت کے نام سے موسوم تھی - اور مختلف حصص ہند مین مختلف پراکرت زبانین پیدا ہو گئی تھین - مگدہ دیس مین یعنی فیض آباد سے مونگیر تک ماگدی (پالی) تھی - سواحل مغربی کی طرف مہاراشٹری تھی - سواحل مشرقی کی جانب سوسینی تھی - انگریزی یا اُردو ناولون مین دیکھیے تو دہقانی یا بازاری آدمی جب شہری آدمی سے گفتگو کرتا ہی تو زبان بدلی ہوئی ہوتی ہی - اسی طرح راجہ بھوج کے عہد کے ناٹکون مین درباری زبان سنسکرت ہی - اور علما جہان عوام سے باتین کرتے ہین - پراکرت زبان بولتے ہین -

شاکی منی ملقب بہ بودھ نے جب اپنا وعظ ہندوستان مین شروع کیا تو وہ اپنے ملک یعنی مگدہ دیس کی پراکرت یعنی ماگدی (پالی) بولتا تھا - اِس سلئے بودھ مذہب کے عروج کے ساتھ سنسکرت کی بھی [illegible] بازاری شروع ہوئی - دربار - دفتر اور مذہب کی کتابین پالی زبان مین جاری ہوئین - شنکراچارج کی برکت سے جب برہمنون کے دن پھرے تو سنسکرت از سر نو زندہ ہوئی - لیکن اب وہ علما اور دربار کی بول چال مین نہ آسکی - صرف کتابون مین رہ گئی - زبانون پر پالی بدستور جاری رہی - اور وہ رفتہ رفتہ اُن زبانون کے پیدا کرنے کا سبب ہوئی - جو اِس وقت پنجابی - ہندی - بنگالی - مرہٹی - تلنگی وغیرہ وغیرہ نامون سے موسوم ہین -

گیارھوین صدی عیسوی مین جو پراکرت پنجاب اور بنگال کے درمیان مین بولی جاتی تھی وہ ہندی بھاشا - یا باعتبار اسکے کہ متھرا ایک باا ثر مقام تھا اور اُسکے قریب برج جائے پیدایش سری کرشن جی ہی - برج بھاشا کے نام سے موسوم ہوئی - اور یہی زبان پورب بہار کے قریب اسقدر متغیر ہو گئی کہ ایک ضمنی تقسیم سے اسکا نام پوربی بھاشا یا پوربی زبان ہو گیا - مسلمانون نے جب سنہ ۶۰۲ھ (سنہ ۱۲۰۶ء) مین دہلی کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا - تو برج بھاشا مین عربی - ترکی اور فارسی الفاظ کا میل جول شروع ہوا - اور یہی زبان آیندہ چلکر خوب سُدھری اور اُردو زبان سے موسوم ہو کر کُل ہندوستان کی زبان قرار پائی - جیسا کہ

آیندہ بیان کیا جائیگا۔ اسی اُردو زبان کو اصطلاح شعرا مین ریختہ اور کبھی کبھی ریختی کہتے ہین
اِس لیے کہ مختلف زبانون سے اسے ریختہ کیا ہی۔ یا اِس لیے کہ گری پڑی چیزون کو ریختہ
کہتے ہین۔ اور اسمین بہت سے الفاظ پریشان مختلف زبانون کے شامل ہین۔

غرضکہ مسلمانون کی آمد کے ساتھ ہی برج بھاشا مین عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ الفاظ
داخل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ حتی کہ ہندوون کی مذہبی کتب بھی اس اثر سے خالی
نہ رہے۔ مذہبی پیشوا الگ تھلگ رہنا پسند کرتے تھے۔ لیکن زمانہ کے اثر سے مجبور تھے
ہندوؤن اور مسلمانون کے میل جول کی ابتدا اور اغراض زبان ہندی کے لیے اول
جنوب ہند مین ہوئی۔ جیسا کہ آیندہ ذکر کیا جائیگا۔ شمالی ہند مین سکندر لودی کا عہد وہ
زمانہ ہی جسمین اول اول کایستھ فارسی پڑھ کر شاہی دفترون مین داخل ہونا شروع ہوئے
اور اِس ذریعہ سے شمالی ہند کی زبان برج بھاشا مین غیر زبان کو داخل ہونے کا خوب
موقع ملا۔ مثلاً سکندر لودی (سال جلوس ۸۹۴ھ مطابق ۱۴۸۸ع) کے زمانہ مین
ایک ہندی شاعر کبیرداس گذرا ہی۔ اسکا شاگرد گرو نانک شاہ متوفی ۹[illegible]ھ بھی
ہندی شاعر تھا۔ سترھوین صدی عیسوی مین بابا تلسی داس ضلع باندہ کا مشہور شاعر تھا
اُسی زمانہ مین سورداس بھی ایک مشہور شاعر گذرا ہی۔ ان سب کے مذہبی گیتون مین
فارسی۔ عربی اور ترکی الفاظ پائے جاتے ہین۔ اثر صحبت سے جو اثر زبان پر پڑا اس سے
یہ شعرا مبرا نہ رہ سکے۔ یہان پر یہ لکھنا بیموقع نہین ہی۔ کہ صحبت نے صرف ہندوؤن پر
اثر نہین ڈالا۔ مسلمانون پر بھی اثر پیدا پایا۔ شیر شاہ متوفی (۹۵۲ھ مطابق ۱۵۴۵ع)
کے عہد مین ملک محمد ساکن جائس ضلع رائے بریلی نے جو کتاب پدماوت لکھی وہ اسوقت
کے ہندی شاعرون کی زبان مین ہی۔

بعضون کا خیال ہی کہ امیر خسرو پہلا شاعر اُردو زبان کا ہی لیکن یہ صحیح نہین ہی۔ یہ
کہہ سکتے ہین۔ کہ وہ پہلا مسلمان شاعر ہی جس نے ہندی بھاشا مین بہت کچھ کہا ہی۔

امیر خسرو یا اُسکا باپ غیاث الدین بلبن کے عہد مین ہندوستان آیا تھا - اور محمد تغلق کے سال جلوس یعنی ۷۲۵ھ تک خسرو زندہ رہا - بہت سے اُسکے تصانیف اُردو بھاشا مین ہین - اسکی طباعی اور ذہانت قابل داد ہی - کہ اسنے غیر زبان پر پورا قابو حاصل کیا تھا - اسکی پہیلیان اور مکرنیان بہت مشہور ہین - خالق باری جو بچون کو پڑھائی جاتی ہی - اُس کی تصنیف ہی - اور ایک بڑی کتاب کا انتخاب ہی - خسرو کا ایک مطلع یہان لکھا ہی جس سے معلوم ہوگا کہ اُسوقت مین کیا عام زبان دہلی کی تھی ؎

سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھون تو کیسے کاٹون اندھیری رتیان
کسے پڑی ہی جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیان

رتیان کو راتین بتیان کو باتین کر دیجیے تو اِسوقت کی زبان ہو جاتی ہی - ایک لفظ اِس مین عربی یا فارسی کا نہین ہی - اُسوقت تک یہ میل شروع نہین ہوا تھا -

امیر خسرو کے مرنے پر تعمیر زبان اُردو کی بنیاد سلطان علاء الدین حسن بانی سلطنت بہمنی دکن کے عہد ۷۴۸ھ ہجری مین قائم ہوئی - محمد تغلق کے زمانہ مین جب اسکی بیعنوانیون کی وجہ سے سلطنت دہلی تباہ ہو رہی تھی اُسوقت جا بجا ہندوستان مین خود مختار ریاستین اُسی طرح قائم ہو چلی تھین - جس طرح مغلون کی سلطنت کی تباہی پر اودھ - بنگال اور دکن مین مسلمانون اور گجرات مین مرہٹون اور پنجاب مین سکھون کی سلطنتین قائم ہوئین - دکن کی خود مختار ریاست جو محمد تغلق کے آخر عہد مین قائم ہوئی تھی - اِسکا بانی سلطان علاء الدین حسن نامی ایک پٹھان تھا - محمد تغلق کا ایک منجم گنگو برہمن تھا - اُسکے تقرب سے علاء الدین حسن نے عروج پکڑا - زمانہ نے موافقت کی اور اُسے دکن کا خود سر رئیس بنا دیا - اسنے جب سلطنت کی بنا ڈالی - تو اپنے قدیم محسن کو سلطنت کا محاسب مقرر کیا - اِس برہمن نے تمام ریاست مین اپنے ہمقوم ملازم بھر دیے - اور اِس طرح ہندوؤن اور مسلمانون مین اختلاط بڑھا - اور مسلمانون کی فارسی اور ہندوؤن کی ہندی ملکر ایک نئی زبان کا قوام تیار ہونے لگا - ورنہ اسکے قبل مسلمان یا تو فوج کے افسر اور سپاہی ہوتے تھے یا بڑی بڑی ذمہ داریون کے عہدون پر

مامور ہوتے تھے۔ ہندی زبان سے وہ اسی طرح بے تعلق رہتے تھے جس طرح اسوقت
فوجی انگریز یا ہائیکورٹ کے بعض تازہ وارد یورپین۔ بیرسٹر۔ جج اور بہت سے عہدہ دارین
جنکو دیسیون سے بات چیت کرنے کی ضرورت نہین ہوتی۔ بعض ہندو اُردو زبان سے
اِس لیے نفرت کرتے ہین کہ اُسے مسلمانون نے قائم کی ہے۔ جب اُنکو معلوم ہوگا کہ گنگوہ برہمن
کے ساتھ جو عقیدت علاء الدین کو تھی۔ وہی اس زبان کی بانی ہوئی۔ تو اُن کو اپنے تعصب پر
افسوس ہوگا۔

اُردو زبان مین ہمیشہ تراش خراش ہوتی رہی۔ پہلے یہ خیال ہوا کہ اِس مین ہندی
الفاظ بکثرت لیے جائین۔ پھر یہ خیال ہوا کہ عربی اور فارسی الفاظ جتنے ہی زیادہ ہون گے
اُتنی زبان فصیح سمجھی جائے گی۔ اب اُردو کی فصاحت عربی اور فارسی کے غیر مانوس الفاظ
کے ترک کرنے پر منحصر ہے۔ بلکہ بعضون کا یہان تک اصرار ہے کہ عربی الفاظ کو تلفظ یا املا مین وہ
ہندی سانچے مین ڈھالنا پسند کرتے ہین۔ "فاحش غلطی" کو "فاش غلطی" کہتے ہین۔ تیاری کو
ت سے لکھنا صحیح جانتے ہین۔

ہندی بھاشا مین عربی۔ فارسی اور ترکی الفاظ شامل کر کے بخط فارسی اول اول
ایک کتاب خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز نے سلطان احمد شاہ بہمنی (متوفی ۱۴۲۲ء
مطابق ۸۳۱ھ) کے زمانہ مین لکھی تھی۔ یہی وقت زبان اُردو کے آغاز کا ہے۔ لیکن اُس
وقت تک اُردو شاعری نے رواج نہین پایا تھا۔ ۹۳۴ھ (۱۵۲۶ء) مین سلطنت
بہمینہ کے ختم ہونے پر جو پانچ اسلامی سلطنتین دکن مین قائم ہوئین۔ اُنہین سے ایک سلطنت
کا بانی یوسف عادل شاہ ترک پسر سلطان مراد سلطان ٹرکی تھا۔ جو کسی طرح انقلاب زمانہ سے
ہندوستان مین آگیا تھا اور بیجاپور مین اُس نے ایک مستقل خود مختار حکومت قائم کی تھی
اسی خاندان مین ابراہیم عادل شاہ اول متوفی ۱۵۵۷ء (۹۵۶ھ) نے اپنے عہد مین اُردو
کو درباری زبان قرار دیا۔ اور اُسمین دفتر کر دیے۔ اور پھر علی عادل شاہ ثانی متوفی ۱۵۸۰ء کے

عہد مین اُردو زبان کو بہت ترقی ہوئی - اور شاعری کا خوب چرچا پھیلا -

ابراہیم عادل شاہ اول کے عہد مین اُردو زبان کا پہلا مشہور شاعر سعدی تھا -
اسی سعدی کو ریختہ گوئی کا اُستاد کہتے ہین - اور اسی کو بعضون نے سعدی شیرازی سمجھ لیا ہی
جو فارسی مین غزل لکھنے کا موجد خیال کیا جاتا ہی - اسکی ایک غزل کے چند اشعار یہ ہین -

تشقہ چو دیدم بر رخش گفتم کہ یہ کیا دیت ہی | گفتا درا ے باورے اس ملک کی یہ ریت ہی
ہمنا من کو دل دیا - تم دل لیا اور دُکھ دیا | ہم یہ کیا تم وہ کیا - ایسی بھلی یہ پیت ہی
سعدی بگفتار ریختہ در ریختہ دُر ریختہ | شیر و شکر آمیختہ ہم شعر ہی ہم گیت ہی

سلطان علی عادل شاہ ثانی کے زمانہ مین نصرتی ملک الشعرا تھا - نظم مین اسکے
تصانیف بہت ہین - جو رتبہ فارسی شاعری مین رودکی کا ہی - عربی مین مہلل کا اور انگریزی
انگریزی مین چاسر کا ہی وہی درجہ نصرتی کا اُردو شاعری مین سمجھا جاے تو بیجا نہین ہی - ایک
شعر اُسکا یہان لکھا جاتا ہی تاکہ معلوم ہو کہ اُردو کا اُس زمانہ مین کیا درجہ تھا -

ہوا جب سے بار اُس کی خوبی کا باغ | پڑیا جب سے چندر کی چھاتی پو داغ

پڑا کی جگہ پڑیا اور چاند کی جگہ چندر اور پر کی جگہ پو - اُس زمانہ مین بولتے تھے -

اُسی زمانہ کا ایک شاعر ہاشمی تھا - اُسکے شعرون مین سے ایک آسان شعر چُن کر
لکھتا ہون - اسمین مانگتا کی جگہ منگتا - گناہین کی جگہ گناہان ہی

دن رات یہان وحیا منگتا ہون عاجز ہو کے مین | یعنی گناہان بخش دے - ہی آسرا غفار کا

غرضکہ اُردو شاعری دکن مین سلطان مغلیہ کے زمانہ سے پہلے رائج تھی مغلون
کے فتوحات نے اُسے دبا دیا تھا - مغلون کے عروج کے زمانہ مین پھر فارسی شاعری نے
زور پکڑا - اکبر اور اُسکے اُمرا - جہانگیر اور اُسکے امرا کے دربار کی قدردانی نے ایران کے تمام نامی
شاعرون کو ہند مین بھر دیا - فیضی اور ابوالفضل پسران شیخ مبارک ہندی نژاد تھے مگر فارسی کلام
انکا ایرانیون کے کلام پر سبقت لیجاتا تھا - مغلون کی سلطنت کا زوال جب شروع ہوا

تو پھر اُردو شاعری نے دکن مین زور پکڑا اور یہین کے فیض صحبت سے جب ولی اپنا اُردو دیوان مرتب کر کے دہلی لایا تو بڑی قدر ہوئی - اسباب کچھ ایسے جمع ہوے کہ روز بروز اسکے پیرو بڑھتے گئے اور پھر اُردو زبان نے وہ ترقی کی کہ ہر دور کے شعرا دور ماقبل پر سبقت لے گئے - میر و سودا - آتش و ناسخ - غالب و ذوق - انیس و دبیر - داغ و امیر ایسے مقلدین نے ولی کو اُردو شاعرون کا باوا آدم مشہور کرا دیا - ورنہ فی الواقع نصرتی کے لیے یہ خطاب زیادہ تر موزون تھا - یا سعدی کے لیے -

اُردو کی وجہ تسمیہ بیان کرنا لطف سے خالی نہین ہی - اردو ایک ترکی لفظ ہی بمعنی لشکر - لشکر کے قریب جو بازار ہوتا تھا اُسے اُردو بازار کہتے تھے - اُردو بازار قریب قریب تمام چھاونیون مین تھے - اکبر کے وقت مین یہ چھاونیان قائم ہوئین اور پورا عروج ان کا شاہجہان کے وقت مین ہوا - فوج مین ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی تھے - اور اہل بازار زائد تر ہندو تھے - اُنکے باہمی میل جول نے ایک لشکری زبان کشمیر سے اُڑیسہ تک اور ہمالیہ سے میسور تک قائم کر دی - لشکر کا ردو بدل لگا رہتا تھا - اِس لیے کل لشکری بازار یعنی اُردو بازار کی زبان ایک ہو گئی - اِس بازار کی ترقی شاہجہان کے وقت مین ہوئی تھی - اِس لیے شاہجہان کے عہد سے اس زبان کی ابتدا منسوب کی گئی - ان بازارون مین صرف زبان ہی کی ٹکسال نہین قائم ہوئی - بلکہ لب و لہجہ بھی ایک خاص قسم کا پیدا ہوا - فوج شاہی کو دکن مین رہنے کا زیادہ تر اتفاق ہوتا تھا - اور اِس لیے جو اُردو زبان یا دیسی بھاشا سلطنت بہمنی کے وقت مین وہان قائم ہوئی تھی - وہ بھی معین حال ہوئی - یہی وجہ ہی کہ دہلی سے پچاس کوس پچھم کے رہنے والے ایسی اچھی اُردو نہین بولتے - جیسی کہ دہلی سے تین چار سو کوس کے فاصلہ پر اہل دکن بولتے ہین - محمد شاہ بادشاہ کے بعد جب زوال سلطنت مغلیہ کا وقت آیا - اور شحنۂ معزول کی طرح تمام اہل قلم اور اہل تیغ فوجی چھاونیان چھوڑ کر دہلی مین آنے لگے - اور دربار شاہی کی وقعت بھی محض بازاریون

اور لشکریون کی آمد و رفت پر منحصر رہ گئی - تو عوام اور خواص شاعری کی چاٹ سے خاص طور پر اُس لڑکے کی تربیت پر متوجہ ہوے - جو اب اپنے پاؤن سے چلنے کے قابل ہوگیا تھا - اور پھر دہلی کو جب مرہٹون نے تباہ کیا تو لکھنؤ اس لڑکے کا جولان گاہ قرار پایا - جہان اسنے حیرت افزا ترقی کی - ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسے ۱۸۳۵ء مین بجاے فارسی کے درباری زبان قرار دیکر اسکے ساتھ بیحد احسان کیا -

میرے خیال مین بجاے شاہجہان کے ملکہ وکٹوریا قیصر ہند آنجہانی کے عہد سے اس زبان کو منسوب کرنا بھی بے موقع نہ ہوگا - اول الذکر کے عہد مین فوجی چھاونیون کے سپاہی جب ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ہوتے تھے تو صرف زبان ہی ساتھ نہین لے جاتے تھے لب و لہجہ بھی ساتھ ساتھ لے جاتے تھے - اور اس طرح تمام ہندوستان کے اُردو بازارون کا لب و لہجہ ایک سانچے مین ڈھل گیا - اور ثانی الذکر کے عہد مین مدارس کی تعلیم کے لیے قواعد بنے اور زبان کی تکمیل ہوئی -

تمام اُردو بازارون مین لب و لہجہ گفتگو کا ایک ہونا کچھ او رتصریح سے مین بیان کرنا چاہتا ہون - ۱۸۷۵ء سے ۱۸۸۰ء تک مین علیگڈھ مین پڑھتا تھا - وہان مراد آباد - آگرے - دہلی - شاہجہانپور اور بریلی کے لڑکے پڑھنے آتے تھے اور اُنکے بزرگ بھی کبھی کبھی ساتھ آتے تھے - اُسوقت مین نے دہلی کے معمر آدمیون کی زبان میر و سودا کی زبان سے ملتی ہوئی پائی اور اُنکے لہجہ مین ایک خاص قسم کی دلاویزی اور زور پایا - پھر بہت عرصہ کے بعد ۱۹۰۲ء مین ایک مرتبہ مین دربار دہلی سے واپس آتا ہوا الہ آباد اُترا - اور وہین ایک معمر شخص کوئی سو برس کی عمر کا ملا - جس کا لب و لہجہ مین نے بالکل اُن معمر اشخاص کا سا پایا جو دہلی سے میری طالب علمی کے زمانہ مین علیگڈھ آتے تھے - مجھے اُسکی باتین بہت پیاری معلوم ہوئین - دریافت سے معلوم ہوا - کہ اُس نے اسکے قبل کبھی دہلی دیکھی نہ تھی اُسکا باپ احاطۂ مدراس کے کسی لشکر مین پیدا ہوا - اور پھر سلطنت مغلیہ کے ضعف پر وہ ٹیپو

سلطان کا ملازم ہوا۔ ٹیپو سلطان کی حزیمت کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت ہاتھ آئی۔ اب ایک پنشن خوار ملازم کی حیثیت سے وہ دربار مین طلب ہوا ہی۔ ایک شخص دلی مین پیدا ہوا اور دوسرا مدراس مین پیدا ہوا۔ دونون کی زبان ہی یکسان نہین۔ بلکہ لب و لہجہ بھی یکسان ہین یہ صرف لشکری بازارون کا اثر ہو سکتا ہی۔ یہین یہ بھی سمجھ مین آسکتا ہی کہ ان تمام بازارون کی زبان جب یکسان تھی اور دوسرے قرب و جوار کے رہنے والون کی زبانون سے متاثر تھی تو خود بخود اردو زبان ہی اُسے موسوم ہونا چاہیے تھا اور ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح مین نے ۱۹۰۸ء مین کلکتے کا ایک ایسا گھر دیکھا جسمین چھوٹے بڑے سب صحیح اُردو بولتے تھے اور لب و لہجہ بھی دہلی والون کا سا رکھتے تھے۔ مجھے اُنکی صورتون سے حیرت ہوئی کہ اگر یہ اہل دہلی کی نسل سے ہین تو آبنوسی رنگت کیسی؟ اور اگر صحبت کا اثر ہی تو زبان پر اثر پڑ سکتا ہی نہ کہ لب و لہجہ پر اور وہ بھی تمام گھر والون کے لب و لہجہ پر۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ خاص بنگال کے رہنے والے ہین اور زبان پر جو اثر ہی وہ اُردو بازار کا ہی۔

زبان اُردو کو مسلمانون کی زبان سمجھنا غلطی ہی۔ مسلمانون کے میل جول نے اسپر ضرور اثر ڈالا۔ لیکن وہ اثر مسلمانون تک محدود نہین رہا۔ بڑے بڑے شہر جیسے دہلی۔ آگرہ۔ لکھنو۔ بریلی اور مراد آباد وغیرہ مین ہندو اور مسلمان یکسان طور پر صحیح اُردو بولتے ہین۔ اور چھوٹے چھوٹے شہرونمین ہندو اور مسلمان دونون غلط اُردو بولتے ہین۔ اور اُسی غلط اُردو کو اور دور جاکر ہندی پنجابی۔ بنگالی وغیرہ مختلف نام سے پکارتے ہین۔ کلکتہ۔ مدراس۔ بمبئی مسلمانون نے آباد نہین کیے۔ اسلامی سلطنت کے وقت انکا وجود بھی نہ تھا۔ یہان نسبتاً مسلمان بہت کم آباد ہین۔ لیکن ان شہرون مین بازار کی زبان اُردو ہی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اُردو ایک ایسی زبان ہے کہ وہ خود بخود ہندوستان مین پھیل گئی ہی۔ جتنے لوگ براہ خشکی ہندوستان مین آتے ہین وہ اُردو بولنا آسانی سے سیکھتے ہین۔ انگریز بھی ہندوستان مین آکر اُردو بولنے کی طرف پہلے رغبت کرتے ہین۔ دوسری قومون کے تجار ہندوستان کی بندرگاہون پر اُردو بولنے کی

خواہش رکھتے ہین۔ ہماری ہر دلعزیز ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند آنجہانی نے بھی ہندوستان کی زبانون مین اُردو ہی منتخب کی تھی۔ بنگالی۔ پنجابی۔ مرہٹی وغیرہ وغیرہ کہنے کو تو مختلف زبانین ہین۔ لیکن اگر کوئی اُردو جاننے والا اِن زبانون کو جانتا ہو تو وہ ایک ہفتہ مین دوسرون کو بہ قدر ضرورت بنگالی۔ پنجابی۔ مرہٹی سمجھا سکتا ہی۔ سو پچاس الفاظ سے زیادہ الفاظ نہ ہون گے جنکے سمجھنے کے بعد اُردو الفاظ کو پنجابی یا بنگالی زبان مین ڈھالنا یا بنگلہ اور پنجابی زبان کو اُردو زبان کردینا رفع ضرورت کے لیے کافی ہوتا ہی۔ جس طرح دہلی کے گرد نواح کے گانوٗن مین اُردو زبان غلط بولی جاتی ہی اُسی طرح دہلی سے بہت دور پنجاب اور بنگال مین جاکر اُس غلط اُردو کے مختلف نام رکھ دیے گئے ہین۔ لیکن جو ترقی اُردو زبان مین ہی اُس سے یہ امید کی جاتی ہی کہ ہندوستان کے تمام حصون مین اُردو ہی قائم ہوجائے گی۔ اُردو اُسی وقت تک اُردو ہی۔ جب تک فارسی حرفون کے لباس مین ہی۔ اِس لیے فارسی حرفون کا بھی کچھ بیان ہونا چاہیے۔ تاریخون سے یہ پتہ لگانا آسان نہین ہی کہ حروف فارسی کس زمانہ مین ایجاد ہوے۔ میرے نزدیک یہ صورت قرین قیاس ہی کہ ایرانیون کے پاس پہلے لکھنے پڑھنے کے حروف مثل ناگری کے تھے۔ یورپین۔ ہندو۔ ایرانی ایک نسل سے ہین۔ تینون کی زبانین باہم ملتی جُلتی ہین۔ انگریزون اور ہندوٗون کی تحریر کی کشش بائین سے داہنی جانب ہی تو قیاس چاہتا ہی کہ ایرانیون کی تحریر کی روش بھی یہی ہوگی۔ اپنی ترقی کے زمانہ مین اُنھون نے موجودہ فارسی تحریر ایجاد کی اور یہ فارسی تحریر اِس درجہ مرغوب اور آسان نظر آئی۔ کہ پچھلے طریقے ایران سے بالکل مسدود ہوگئے۔ ہم اپنے اِس خیال کی تائید مین انگریزی طریقہ شارٹ ہینڈ رائٹنگ پر نظر کرتے ہین۔ موجودہ انگریزی طرز تحریر جب زود نویسی کے لیے کافی سمجھا گیا تو مختصر نویسی کا ایک قاعدہ نکالا گیا۔ یعنی علامات سے تھوڑا تھوڑا پیوند لیکر الفاظ کے بنائے جانے کا ڈھنگ ڈالا گیا۔ جو طریقہ اس طرح نکلا اُسمین پورے طور پر کامیابی نہ ہوئی۔ ورنہ موجودہ طرز تحریر انگریزی بالکل معدوم ہوجاتا۔ ایرانیون کے طریقہ

مختصر نویسی کو سرا ہیے کہ وہ اتنا معقول اور پاکیزہ نکلا کہ عام طور پر مقبول ہوا اور گزشتہ صورت معدوم ہوگئی - چین اور جاپان مین دیکھیے کہ وہان ہر لفظ یا ہر جزو لفظ کے لیے جدا جدا صورتین ہین - انگریزی اور ناگری مین ہر آواز کے لیے ایک حرف ہی اور ہر حرف کو پورا لکھنا پڑتا ہی فارسی کا یہ اعجاز ہی کہ ہر آواز کے لیے حروف اور ہر لفظ پیدا کرنے کے لیے حروف کے شوشے کافی ہوتے ہین - مثلاً معتبر پانچ حروف کا لفظ ہی مگر اُسکے لکھنے مین اتنی جگہ نہین گھرتی ہی - جتنی کہ انگریزی کے M یا ہندی म لکھنے مین - ایران کو جس ایجاد پر ہزارون برس سے ناز تھا اور جس کا نظیر دنیا مین نہ تھا - آج بعض حضرات اُس کو مٹانے کی کوشش کرتے ہین اور اس ترقی معکوس کو سعی مشکور سمجھتے ہین - اور یہ نہین سمجھتے کہ فارسی حروف جس نے ایجاد کیے اُسنے لٹریچر پر بڑا احسان کیا ہی -

مسلمانون کے عہد سلطنت مین فارسی زبان مین خط و کتابت ہوتی تھی - لکھے پڑھے لوگ اُردو زبان مین خط و کتابت کرنا ننگ سمجھتے تھے - کوئی خصوصیت مسلمانون کے ساتھ نہ تھی ہندوؤن مین کایستھ اسپر زیادہ سختی سے پابند تھے - مسلمانون مین اہل سیف - اہل قلم - تجارت پیشہ - مزدوری پیشہ - گدائی پیشہ - سبھی طرح کے لوگ تھے - اور کایستھون مین بجز لکھنے پڑھنے کے اور کوئی پیشہ نہ تھا - اور اِس لیے کایستھون کو فارسی زبان سے بہت زیادہ مناسبت تھی - اُردو زبان جاری ہونے پر ایک عرصہ تک اُردو زبان مین فارسی الفاظ کا مسرفانہ استعمال کایستھون نے قائم رکھا - آج کایستھون مین جو حالت فارغ البالی ہی وہ اِس لیے بھی ہی کہ عدالتی زبان سے اُنکو زیادہ مناسبت تھی - اور اگر فارغ البالی مین اب کوئی کمی آچلی ہی تو صرف اِس لیے کہ انگریزی اور اُردو کی اشاعت سے اُنکے رزق مین اور بھی حصہ دار ہوگئے ہین اور ناگری حرفون کی ترقی سے اغلب ہی کہ اُن حصہ دارون مین اور بھی اضافہ ہو -

جس طرح دنیا مین سیکڑون زبانین خود بخود معدوم ہوگئین اور سیکڑون خود بخود قائم ہوگئین

اُسی طرح ہندوستان مین اُردو زبان خود بخود قائم ہوئی۔ مسلمانون نے کوئی مداخلت نہ کی۔ بلکہ مسلمانون کے زوال کے ساتھ اسکی ترقی شروع ہوئی۔ مسلمانون کا اُردو زبان کا سرپرست نہ ہونا اِس سے بھی ظاہر ہی کہ انگریزون کے عہد مین مرزا نوشہ غالب پہلا وہ شخص ہوا ہی جس نے اُردو مین خط و کتابت کرنا ایجاد کیا اور دوسرون نے اُسکا تتبع کیا۔ جناب میور صاحب لفٹنٹ گورنر نے اُردو کتابون کے لکھنے پر انعام دیے۔ اور مرزا نوشہ کو وقتاً فوقتاً سراہا۔ انگریزی اسکولون کے لیے اُردو زبان کے قاعدے تصنیف ہوے۔ علمی کتابین بھی اُردو مین ترجمہ ہوئین۔ ہم جناب منشی نولکشور صاحب مرحوم کی ذات کو بھی نہین بھول سکتے۔ کہ اُنکی وجہ سے بہت سی اخلاقی اور مذہبی کتابین عربی۔ فارسی اور سنسکرت سے اُردو مین ترجمہ ہوئین۔ پھر کیا تھا لوگون کی توجہ ادھر ہوئی۔ اب دیکھیے سیکڑون اخبار۔ ناول۔ گلدستہ۔ دیوان چھپنے لگے اور اُردو بھی ایک مستند زبان ہوگئی۔ آج وہ کونسا خیال ہی جو اُردو زبان مین ادا نہین ہو سکتا۔ آج اُردو دانون کو اپنی نظم و نثر لکھنے مین وہی دعوی ہی جو اور مہذب ملکون کے فصحا اور بلغا کو ہی ہماری قوم کے لکچرار لاکھون ہزارون آدمیون کے سامنے اظہار مدعا عمدہ سے عمدہ پیرایہ مین کر سکتے ہین۔

دلّی اور لکھنؤ کے شعرا

محمد شاہ کے زمانہ مین جب سلطنت تباہ ہونے لگی تو بیکاری کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ تلوار کمر سے کھل گئی اور قلم کے معمولی مشاغل جاتے رہے۔ جو شخص جہان تھا بیکار تھا۔ جو کوئی گھبرا کر دلی چلا آیا وہ وہان سے بیفکرون کی جماعت مین اضافہ کرنے کے سوا اور کچھ نکر سکا وہان ہنسی مذاق گانے بجانے کے سوا اور کوئی شغل کسی کا نہ تھا حتی کہ مذہبی پیرایہ مین بھی اسی شغل کو زائد تر رونق تھی۔ رندون مین ڈوم اور ڈومنون کی عزت تھی۔ اور مذہبی گروہ مین قوالون کی چاہ تھی۔ اُس وقت تک صرف فارسی کے کلام اور بھاشا کے گیت قوالون اور رنڈیون کی زبان پر تھے۔ اسی زمانہ مین شمس ولی اللہ متخلص بہ ولی اپنا دیوان ساتھ لیکر

دکن سے دہلی آیا۔ اِس دیوان نے صرف ہندی بھاشا کی بیخ کنی نہین کی بلکہ فارسی کی بھی
کساد بازاری کا یہ سبب ہوا۔ اِس نے اُردو کلام مین فارسی کا مزاد کھایا۔ عوام کو اِس کے
سمجھنے مین آسانی ہوئی۔ اور اُردو شاعری نے دفعتًا اپنا نقشہ دہلی مین جمالیا۔ ہر شخص اُردو
شعر کہنے کی طرف مائل ہوا۔ حتیٰ کہ دہلی کے پادشاہون نے بھی جو نام کے پادشاہ رہ گئے
تھے یہی شغل اختیار کیا۔ جب مشاعرون مین بادشاہ کی غزلین پڑھی گئین تو مشاعرہ مین
شریک ہونا مُغتنم شرافت ہوگیا۔

محمد شاہ کے وقت سے شاہ عالم بادشاہ کے عہد تک یعنی ۱۱۳۱ھ سے ۱۲۲۱ھ
تک (۱۷۱۹ء سے ۱۸۰۶ء تک) آرزو۔ فغان۔ مظہر جانجانان وغیرہ وغیرہ بہت سے
نامی شعرا دہلی مین گزرے ہین۔ مگر انکے کلام نے فارسی شاعری کی برابری نہ کی۔ البتہ حاتم
کے شاگرد سودا کے کلام کو یہ رتبہ ملا کہ اہل مذاق بھی فارسی کلام کی طرح اُردو زبان مین
لطف پانے لگے۔ اور میر نے تو گویا فارسی کی بنیاد ہی ہلادی۔ سودا کے قبل کسی کا کلام
اس قابل نہین ہی کہ اہل مذاق کے سامنے پیش کیا جاے۔ لیکن اِس خیال سے کہ وؔلی
نظم اُردو کی نسل کا آدم ہی۔ اُسکی ایک غزل تبرکًا یہان نقل کردی جاتی ہی۔ اِسکا دیوان
لندن اور پیرس مین بھی چھپا ہی۔

بیوفائی نہ کر خدا سے ڈر	جگ ہنسائی نہ کر خدا سے ڈر
ہی جدائی مین زندگی مشکل	آ جدائی نہ کر خدا سے ڈر
آرسی دیکھکر نہ ہو مغرور	خود نمائی نہ کر خدا سے ڈر
اے وؔلی غیر آستانۂ یار	جبہہ سائی نہ کر خدا سے ڈر

اِس غزل مین مین نے اتنا ہی تصرف کیا ہی کہ " خدا سون " کو خدا سے کردیا۔ میر۔ سودا
اور انشا کی زبان ولی کی زبان سے کہین اچھی ہی۔ لیکن اُس وقت کے بعض الفاظ بھی اب
متروک ہوگئے ہین۔ اُنکا کلام نقل کرنے مین بھی مین نے ایسے تصرفات جائز رکھے ہین۔

مفصلۂ بالاباتین اُردو شاعری کی بنیاد قائم ہونے کا سبب ظاہر کرنے کو کافی ہین۔ لیکن اسکی ترقی کے اسباب کا بیان کسی قدر وضاحت سے لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہی کیا معنی کہ شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ مین جب سلطنت مرہٹون سکھون۔ انگریزون اور فرانسیسون کے ہاتھ مین آئی تو شرفاے ہند جہان تھے بیکار تھے۔ تلوار ہاتھ سے جاتی رہی۔ نظم مملکت مین انکو کوئی دخل نہ تھا اور نہ انکو دنیا کا کوئی کام تھا۔ تجارت سے کوئی مناسبت نہ تھی کہ اُسمین اوقات گذاری کرتے۔ صرف بے شغلی اور بیکاری رہ گئی اور اُسکے ساتھ کچھ دنون تک فارغ البالی سے بسر کرنے کا ذریعہ بزرگون کے وقت کی دولت اور اثاثہ خانہ رہ گیا تھا۔ ہان ایک چیز اور بھی قائم رہی۔ یعنی قومی اعزاز۔ یہان تک کہ دہلی کا شاہ معزول بھی کئی پشت تک غیر قومون کے طفیل مین خود کو شہنشاہ ہند سمجھتا رہا۔ اس اعزاز نے مسلمانون کو دنیاوی ترقی سے اور بھی باز رکھا اور میرے لفظون مین اُنکی بے فکری کا یہ بھی ایک سبب تھا۔

غرضکہ شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک ایک ہی رنگ کے بھکرے لکھے پڑھے مسلمان ہوشیار طباع دفعتاً شحنۂ معزول کی صورت مین آ گئے۔ ہنسی۔ مذاق دل لگی۔ عیش پسندی کے سوا اور کوئی کام اُنکو نہ تھا۔ دفعتہً تمام تر رجحان اُنکا اسباب ترقی دماغ جمع کرنے کی طرف ہوا۔ اور اس بیکاری مین جتنے مشاغل اُنکے تھے۔ یا ظاہر ہو سکتے تھے۔ اُنکی مثال دنیا کی تاریخ مین مشکل سے ملے گی۔ صرف شاعری اُس وقت کی یادگار یا ایک نمونہ باقی رہ گیا ہی۔ شاعری کی یہ کیفیت تھی کہ جسکی طبیعت اِس سے زائد تر مناسب ہوئی۔ وہ اُستاد گنا جاتا تھا۔ سیکڑون ہزارون اُسکے شاگرد ہوتے تھے۔ مکتب سے نکلکر نوجوانون کا یہی مشغلہ تھا۔ نہ گھوڑا دوڑانے کا شوق تھا۔ نہ ہتھیار چلانے کا مشغلہ تھا۔ کھانے پینے یا دیگر اسباب تعیش سے جسے ذرا فرصت ملتی تھی ایک ہاتھ مین قلم اور دوسرے مین کاغذ لیکر سرنگون فکر سخن مین مشغول رہتا تھا۔ ہفتہ وار مشاعرے ہوتے تھے

بڑے بڑے شہرون اور چھوٹے چھوٹے قصبات مین بھی اپنی اپنی ٹکڑیان جُدا ہوتی تھین
جب اُستاد کسی مشاعرے مین جاتا تو سیکڑون شاگرد پیچھے پیچھے ساتھ ہوتے تھے۔ ہر ایک
شاگرد کو یہ خیال رہتا تھا کہ اُسکا اُستاد مشاعرے مین بالا رہے۔ اُستاد کے مُنھ سے ایک
مصرع نکلا نہین کہ شاگردون نے واہ واکی صدا بلند کی۔ یہ واہ وا رفتہ رفتہ ایک قومی مذاق
ہو گیا۔ اور اُسکے ذریعے سے دل توڑ توڑ کر ایسے مضامین اساتذہ پیدا کرنے لگے کہ بڑے
بڑے دور سابق مین بھی یہ صورت ترغیب کی پیدا نہین ہوئی تھی۔ فوجی جنرلون کو اپنے سپاہیون
پر وہ حکومت نصیب نہین ہوئی تھی۔ جو ان اساتذہ کو اپنے شاگردون پر نصیب تھی۔ جب
باہر سے اساتذہ دہلی کی طرف رجوع ہوے تو دہلی والون نے اُنکا خیر مقدم اس جوش و
خروش سے کیا کہ بادشاہون کو بھی رشک آیا۔ دہلی مین اساتذہ پہونچے نہین کہ ہزارہا شاگرد
اُنکے گرد جمع ہو گئے۔ اس طرح دہلی اُردو شاعری کا مرکز بن گیا۔ خود شاہان دہلی بھی شاگردون کے
زمرہ مین داخل ہوے اور شاہی رجحان دیکھکر اور بھی عوام کو رغبت ہوئی اور شعرگوئی نہایت
شریف فن اور بہترین مشغلہ سمجھا گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ بادشاہون کو بھی اُن اساتذہ کی عام
مقبولیت پر رشک آیا اور یہ رشک دہلی کے افلاس کے ساتھ ملکر اُن اساتذہ کے پھر نقل مکان اور
لکھنؤ کو ایک دوسرا مرکز شاعری قرار دینے کا سبب ہوا۔ زمانۂ حال مین مرثیہ گوئی نے اُس عام مقبولیت
کو ایک دوسرے رنگ مین نمایان کیا ہے اور اب شاعرون کا اعزاز اُنکے شاگردون تک محدود نہین
ہے۔ بلکہ اس دائرے کی وسعت نے مرثیہ گو شاعرون کے لیے وہ تحریک زبردست پیش کی جسکا
نمونہ سلاطین اسلام کے عہد مین بھی پایا نہین جاتا۔ عام خلقت کی واہ وا کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاقہ مست
شاعرون کے کلام صدی دو صدی کے اندر اتنے جمع ہوے کہ گزشتہ صدیون کے تمام بلاد
اسلام کے کلام ایک جا کیے جائین تو یہ شاید اُن سے کم نہ ہون گے۔ لیکن زمانہ اپنا اثر سب پر
غالب رکھتا ہے۔ رفتہ رفتہ زمانہ نے یہ تعلیم دی کہ دنیا مین کوئی قوم بیفکر نہین رہ سکتی۔ فکر معاش
اور فکر سخن دو متضاد باتین یکجا نہین ہو سکتین۔ اُمرا کے جی بہلانے کے لیے شعرا محدود

ہوتے جاتے ہین - لیکن اِس تھوڑے سے زمانہ مین اُردو شاعری نے اپنا درجہ کمال حاصل کرلیا - میرا خیال یہ ہی کہ آمیر و داغ پر اُردو شاعری کا خاتمہ ہوگیا - وہ اسباب جو اسکی ترقی کے سبب تھے زائل اور معدوم ہوگئے ہین - مگر جو شاعری مرثیہ گوئی کے پیرایہ مین پچھلے زمانہ مین قائم ہوئی اُسکی بابت کوئی پیشینگوئی نہین کی جاسکتی ہی -

زبان فارسی اور اُسکی شاعری

اُردو اگر سنسکرت کا پسر صلبی ہی تو فارسی کا پسر متبنیٰ ہی - بظاہر اُسے فارسی کی خو بو سے زائد تر مناسبت ہی - اِس لیے کچھ حال زبان فارسی کا بیان کرنا نامناسب نہ ہوگا -

تاریخون سے پتہ لگتا ہی کہ قدیم زمانہ مین جن لوگون نے ہندوستان فتح کیا اُنھین کے بھائی بندون نے ایران بھی فتح کیا - فاتحان ایران کی تہذیب و شایستگی کے زمانہ مین جو زبان مہذب و باقاعدہ ہوکر ایران مین ملکی زبان قرار پائی اُسے ژند اوستا کہنے لگے سنسکرت اور ژند کا مخرج ایک ہی - لیکن تغیرات زمانہ سے سنسکرت اور ژند دو زبانین ہوگئین - آج سے ۲۴ برس پہلے یونانیون کی چڑھائی سے ایران مین ژند پر ویسا ہی اثر پڑا جیسا کہ بودھ مذہب کے عروج کا سنسکرت پر پڑا - اور چھ سو برس کے بعد ساسانیون نے ایرانیون کے اثر دور کرنے مین وہی کام ایران مین کیا جو شنکر اچارج نے ہندوستان سے بودھ مذہب کا اثر مٹانے مین کیا تھا - ژند تو واپس نہ آسکی - لیکن ساسانیون کی کوشش سے اسکی جگہ پہلوی قائم ہوگئی اور مسلمانون کی چڑھائی تک تھوڑے بہت تغیرات کے ساتھ قائم رہی - خلیفۂ دوم نے ایران فتح کرکے کاغذات سرکاری ملکی زبان مین رہنے دیے اور ولید کے شروع عہد تک ایسا ہی رہا - ولید کے زمانہ مین حجاج گورنر خراسان نے عربی زبان مین دفتر قائم کیا - جو محمود غزنوی کے عہد تک قائم رہا - خلفاے عباسیہ کے زمانہ عروج مین کل کاغذات سرکاری عربی زبان مین تھے - باوجود اسکے کہ خلیفۂ دوم کے عہد سے ولید بن عبد الملک کے زمانہ تک ملکی زبان مین کوئی دست اندازی نہین ہوئی تھی - لیکن اس زمانہ کے شعرا عربی لٹریچر کی

طرف مائل تھے اور ایران کے اہل کمال بھی عربی ہی مین اشعار کہتے تھے۔ خراسان کے قیام سے مامون رشید زبان فارسی سمجھنے لگا تھا۔ اسکے لیے ابوالعباس مروزی نے کچھ اشعار فارسی مین تصنیف کیے تھے لیکن اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ فارسی اشعار مامون رشید کے زمانہ مین رواج پذیر ہوے۔ ابوالعباس مروزی کا کلام فارسی مین وہی درجہ رکھتا ہی جو خسرو کا کلام اُردو یا ہندی مین رکھتا ہی۔ اسلام کے قبل زبان پہلوی کے بڑے بڑے شاعر موجود تھے۔ لیکن زمانۂ اسلام مین شعرائے زبان عربی کے مقابلہ مین اُنکا کہین پتہ نہ تھا۔

تیسری صدی ہجری مین سلطنت عباسیہ کی کمزوری کے ساتھ ملکی زبان نے زور پکڑا لیکن عربی اور ترکی زبان کے میل نے اسمین بڑا تغیر پیدا کیا اور اب یہ زبان فارسی زبان مشہور ہوئی۔ سلاطین طاہریہ اور صفاریہ نے فارسی شاعری کو اسی طرح زندہ کیا جس طرح بہمنی اور عادل شاہی سلطنتون نے اُردو شاعری کی بنیاد دکن مین ڈالی تھی۔ اسکے بعد سامانیون نے فارسی شاعری کو خاص طور پر رواج دیا۔ نصر بن احمد سامانی کے وقت مین بہت سے فارسی شعرا دربار شاہی مین رسوخ رکھتے تھے۔ انمین رودکی خاص طور پر قابل ذکر ہی۔ اسکو فارسی شاعری کا باوا آدم اسی طرح کہتے ہین جس طرح ولی کو اُردو شاعری کا رواج دینے والا ہند مین سمجھتے ہین۔ اسکے بعد جب محمود غزنوی نے ملکی دفتر فارسی زبان مین قائم کیا اور فردوسی سے شاہان ایران کا تذکرہ فارسی نظم مین لکھوایا۔ اُس وقت پورے طور پر فارسی زبان عربی کی قید سے آزاد ہوئی۔ گو اُسکے احسانات سے سبکدوش نہ ہوسکی۔ فارسی شاعری مین اول عربی شاعری کا رنگ تھا۔ اشعار جوشیلے ہوتے تھے۔ اور شاعرون کو خودداری کا پاس ہوتا تھا۔ لیکن کفار مغل کے زمانہ مین جو تباہی مسلمانون پر آئی اُسکے اثر سے شعرا کے دل بجھ گئے اور اُسکے بعد شاعرون مین جوشیلے مضامین کی قابلیت نرہی اور پھر متاخرین نے انھین کا تتبع کیا۔ اور ایک نئے طرز کی شاعری جاری ہوئی۔ جسکا نمونہ اُردو شاعری مین موجود ہی۔

شاعری کی بھلائیان اور برائیان

ہر قوم اور ہر زمانے مین شاعری کا رواج پایا جاتا ہی۔ ہر سخن مین اثر سحر اسی طرح مخفی رہتا ہی جس طرح ہوا مین برق چھپی رہتی ہی اور جب وہ موزون ہوتا ہی تو اُس کا اثر قوی تر ہو جاتا ہی۔ شاعری نے دنیا مین بڑے بڑے کارہاے نمایان کیے ہین۔ تمام کارنامون کا بیان کرنا یہان مقصود نہین ہی۔ اُسکے لیے ایک جدا کتاب درکار ہی۔ صرف چند واقعات کے تذکرے سے ناظرین پر یہ ظاہر کیا جاتا ہی کہ شاعری جس حالت سے سردست ہندوستان مین ہی اس سے کہین بلند تر مقام اُسکا پہلے تھا۔

یورپ کے پولٹیکل معاملات مین بھی شاعری نے مداخلت کی ہی۔ مثلاً زمانۂ قدیم مین یونانیون نے جزیرہ سیلس کے لیے مگارا کے مقابلہ مین اتنی شکستین کھائین کہ دل چھوٹ گیا اور آیندہ محرک جنگ کے لیے قتل سزا تجویز کی۔ اُس وقت یونان کے مشہور مقنن شاعر سولن نے تحریک جنگ پیش کرنے کے لیے خود کو دیوانہ مشہور کیا۔ اور ایک روز پرانے کپڑے پہن کر گلے مین رسی ڈال کر اور اوپر سے ایک بوسیدہ چادر اوڑھ کر اس طرح گھر سے برآمد ہوا کہ بہت سے لوگ براہ ہمدردی جمع ہو گئے۔ جب اُس نے مجمع کثیر اپنے گرد دیکھا تو ایک نظم جو اسی موقع کے لیے اُسنے کہی تھی نہایت پر درد لہجہ مین پڑھی۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ اس وقت تمام دنیا کے علم اور حکمت سے سرا سینہ پر ہی لیکن پیشانی پر یہ لکھا ہوا ہی کہ سیلس کی لڑائی سے بھاگنے والا اور اتھینز کا رہنے والا سولن یہی ہے۔ اِس نظم نے اس درجہ جوش پیدا کیا کہ تمام لوگ چلا اُٹھے کہ ہم قوم کی پیشانی کا داغ دور کرین گے۔ اور پھر فوراً ماہی گیرون کی کشتیون پر سوار ہوے۔ اور سیلس پہونچکر ایسی زبردست لڑائی لڑے کہ ہمیشہ کے لیے سیلس یونان کے زیر حکومت ہو گیا۔

اُنیسوین صدی عیسوی مین لارڈ بائرن کی ایک نظم نے فرانس۔ انگلستان۔ اٹلی۔ آسٹریا اور روس کو اِس درجہ یونان کا ہمدرد اور ترکون کا مخالف بنا دیا۔ کہ ۱۸۲۷ء مین یورپ کی متفقہ قوت سے ترک شکست پاکر یونان کے آزاد کرنے پر مجبور ہوے۔

عرب کے زمانۂ جاہلیت مین فن حرب سے واقف ہونے کی طرح شاعر ہونا بھی لوازم سرداری مین داخل تھا۔ چنانچہ کفار عرب پیغمبر خدا کو اُنکی کامیابیان دیکھکر شاعر کہتے تھے اور قرآن شریف کی نسبت یہ خیال کرتے تھے کہ آنحضرت کی کامیابی اسی نظم کی بدولت ہی مسلمانون کی ابتدائی لڑائیان کتب سیر مین دیکھی جائین تو مسلمانون اور کافرون دونون کی جانب عورتون کا گلا بانسری اور اُنکا دف جنگی باجون کا کام دیتا تھا اور اشعار جو عورتین جوش دلانے کے لیے پڑھتی تھین یا مرد میدان خود رجز خوانی کرتی تھی۔ اُس سے بعینہ وہی غرض حاصل ہوتی تھی جو اسوقت یورپ کی فوجون مین الکوہل پلانے سے حاصل ہوتی ہی۔ یہ اشعار دوران خون تیز کرنے اور دل مین جوش پیدا کرنے مین برانڈی سے بڑھکر با اثر تھے۔ اسلام پھیلنے پر بھی عرب کے شعرا عموماً فنون رزم سے واقف ہوتے تھے متنبی کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مصر۔ شام۔ اور عراق کے تمام امرا کے پاس تلاش روزگار مین یہ چکر لگاتا رہا۔ لیکن صورت ملازمت پیدا نہ ہوئی۔ امرا بڑی قدر و منزلت سے آؤبھگت کرتے تھے لیکن دے لا کر بہت جلد رخصت کر دیتے تھے۔ ٹھہرنے نہ دیتے تھے کہ مبادا اسکے مقابلے مین امیر کا رنگ پھیکا پڑجائے پہلے شعرا دلیر ہوتے تھے۔ خود داری کا شوق رکھتے تھے۔ امیرون کی بیجا تعریف سے احتراز کرتے تھے مسلمانون مین شاعرون کی بیقدری چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوئی جب اُنھون نے دربار شاہی مین رسوخ حاصل کرنے کے لیے شعر گوئی اختیار کی اور پھر رفتہ رفتہ شاعرون کی حالت جس حد تک پہونچی ہی ظاہر ہی۔

اسلامی نظر سے شاعری دیکھی جاے۔ تو سب کے پہلے آیہ قرآنی "والشعراء یتبعھم الغاؤن" (گمراہ لوگ شعرا کی تبعیت کرتے ہین۔) پر نظر پڑے گی۔ زمانۂ جاہلیت مین شاعری کی بدولت ہجو گوئی اور ہجو گوئی کے ذریعے سے نفاق قومی قائم تھا۔ تعشق کے ناجائز جذبات کو بھی اِس سے ترقی تھی پیغمبر خدا نے اُن بُرائیون کی وجہ سے یا اِس خیال سے کہ قوم کو ایک دوسری راہ پر لیجانا تھا۔ شاعری کی کبھی طرفداری نہ کی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی وہ قصیدہ جو حسان بن

ثابت نے پیغمبر خدا کی تعریف اور اسلام کی خوبیون کے بابت لکھا تھا۔ اس خیال سے کہ اشاعت
اسلام مین وہ معین تھا پسند کیا گیا اور ایک قول بھی انکی طرف منسوب کیا جاتا ہی۔ "ان من الشعر
لحکمتہ وان من البیان لسحرا" (بعض شعر حکمت ہی اور بعض بیان جادو ہی) حضرت عمر فاروق رض
کو مذاق شاعری صحیح تھا۔ گو اُنھون نے شاعرون کی بہت عزت نہ کی ماحصل یہ ہوا کہ شاعری
مین عموماً لغویات ہوتے ہین لیکن اگر عمدہ باتین اُسمین بیان کیجائین تو عیب نہین ہنر ہی۔

بلاد اسلام مین عرصہ تک شاعری اور مردانگی کا ساتھ رہا۔ لیکن قومی زوال کے ساتھ
شاعری کی بُرائیان بڑھتی گئین اور دنیاوی کام سے شاعری انسان کو باز رکھنے لگی اس
لیے دنیا کے بڑے بڑے کام کرنے والے باوجود مذاق شاعری رکھنے کے لوگون کو
شعرگوئی سے نفرت دلانے لگے۔ اور ہندوستان مین اُنیسوین صدی عیسوی خصوصیت
کے ساتھ اُن بُرائیون کی یادگار رہی جو شاعری سے پیدا ہو سکتی ہین۔ آخر آخر محض بیفکرون کا
مشغلہ شاعری تھا۔ مجھے اپنی طالب علمی کا زمانہ یاد ہی۔ کہ جتنے ذہین اور طباع لڑکے علی گڈھ
مین دہلی۔ مرادآباد۔ اور آگرہ سے آتے تھے وہ سب شعر کہتے تھے۔ شعر موزون کرنے
سے اُنھین فرصت نہین ملتی تھی کہ ریاضی کے سوالات حل کرین۔ شاعری کی بدولت
وہ اُردو نثر تو بہت صحیح لکھتے تھے۔ اور اس طرح لٹریچر کا مذاق عام اُنھین انگریزی لٹریچر
مین بھی بُرا نہین رکھتا تھا۔ لیکن علم ریاضی کی کمی اکثر امتحان کے بعد اُنھین مفتون مایوس
رکھتی تھی۔ ممالک متحدہ جو علم و فن مین تمام ہندوستان پر فائق تھا اخیر اخیر اس شعرگوئی کی
بدولت علم مغربی سے محروم رہا اور اہل ملک کے سامنے اُسے نیچا دیکھنا پڑا۔ شروع شروع
انگریزی سے مسلمانون کا تنفر بھی کچھ سدراہ تھا۔ لیکن بہت بڑا مرض شاعری اور شاعرون
کی صحبت تھی جو سنِ رشد کے بعد ذہین اور طباع لڑکون کو وارستہ مزاجی کی طرف مائل
کردیتی تھی اور اسکے ساتھ ہی استغنا کا سبق دیتی تھی۔ اور اس طرح دنیا کے جولان گاہ مین
وہ پیچھے رہتے تھے۔

شاعری کے عیب و صواب جانچنے کے لیے محض زمانۂ موجودہ پر غور کرنا مناسب نہین ہی۔ گزشتہ زمانہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔ یہ شریف فن ہر زمانہ مین شریف رہا ہی ابتداے اسلام مین بیشک شعرا کی قدردانی جیسا کہ چاہیے نہین ہوئی۔ خالد ابن ولید کا واقعہ مشہور ہی کہ اُن کے معاتب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایک شاعر کو انھون نے حیثیت سے زیادہ انعام دیا تھا۔ اُسوقت مقتضاے حکمت یہی تھا۔ تمام عرب شاعر تھے اور اُن کی دلبستگی سب سے زیادہ شعرگوئی مین تھی۔ اُنکو ایک دوسرے کلام کی طرف رجوع کرنیوالے اصحاب اگر شعرگوئی سے اُنکے دل نہ پھیرتے تو وہ اہم امور جو اُس زمانہ مین پیش نظر تھے اور جنکی نظیر دنیا مین اُسکے قبل یا اُسکے بعد نہین ملتی۔ انجام نہ پاتے۔ اسلامی سلطنت کے مستحکم ہونے اور اسلامی تہذیب کے پھیلنے کے بعد کوئی ایسا دور نہین آیا جس مین شعرا باعزت نہ ہوں اور شعرگوئی ایک شریف فن نہ سمجھا گیا ہو۔ کسی دور کا کوئی حکمران یا کوئی امیر اس شریف فن سے بے بہرہ نہ تھا۔ بادشاہون کے دربار مین ندیمون کا ایک خاص جلسہ ہوتا تھا جسمین شعراے نامی صدرنشین ہوتے تھے۔ اس فن کے جاننے والے دنیاوی ترقی مین کسی کی سفارش کے محتاج نہ تھے۔ بنوامیہ اور بنوعباس اور اُنکے بعد بھی جتنے خاندان عجم یا عرب کے حکمران ہوئے۔ سب نے شاعرون کی قدر کی۔ شاعرون کے ذریعہ سے اخلاق حسنہ ملک مین پھیلے۔ مذہبی کتابون کے بعد کلام شعرا موعظت حسنہ تعلیم کرتے رہے۔

اسلام کے ساتھ کوئی خصوصیت نہین ہی۔ اور اقالیم مین بھی شعرا نے بڑی بڑی قومی خدمتین کی ہین۔ انگلستان مین شکسپیر کا کلام بائبل کے بعد اپنا درجہ رکھتا ہی۔ مسلمانون مین قرآن اور حدیث کے بعد بہت سے شاعرون کے کلام کا درجہ ہی۔ فردوسی نے تمام ایران کے بڑے بڑے لوگون کے نام اس طرح روشن کر دیے کہ کسی تاریخی کتاب نے دنیا کی کسی گزشتہ قوم کے ساتھ یہ سلوک نہین کیا۔ ہندوستان مین سنسکرت اور بھاشا کے شعرا نے عوام پر جس قدر اچھے اثر ڈالے وہ یہان کی مذہبی کتابون سے بھی نہ پڑ سکے۔

شاہ عالم کے زمانہ سے شعرا مفلس ہونے لگے۔ اور اسی لیے فن شاعری منحوس مشہور ہوگیا۔ یہ نحوست شاعری کی بدولت نہ تھی پچھلی غفلتون اور بدکاریون کا نتیجہ تھی۔ پھر بھی حالت افلاس کو وہ شعرا جس خوبصورتی سے بنا ہتے تھے وہ محض شعرگوئی کی برکت تھی۔ دہلی کے برائے نام بادشاہون یا اودھ کے کم اختیار بادشاہون کی مصاحبت سے شاعری ذلیل نہین ہوسکتی۔ اِن بادشاہون کے دربار کی عزت۔ حرمت۔ شایستگی انھین شاعرون کی بدولت تھی۔ جو وقت اُنکا شاعرون کی صحبت مین گزرتا تھا وہ اُن وقتون سے کہین اچھا ہوتا تھا جو وہ دیگر مزخرفات مین صرف کرتے تھے۔ بیشک اُس زمانے کے تمام شعرا قابل تحسین نہین ہین۔ لیکن قوم کی حالت انقلاب زمانہ نے جس حد تک پہونچا دی تھی۔ اُسپر لحاظ کیا جائے تو شاعرون کی حالت بہت غنیمت تھی۔ شاعری خاندان مغلیہ کے عروج کے زمانہ مین بھی تھی۔ لیکن اُس وقت زمانہ موافق تھا تو اُسکی حالت بھی اچھی تھی۔ واجد علی شاہ اور محمد شاہ کے دربار مین اُتنے شاعر نہ تھے۔ جتنے اکبر اور جہانگیر کے زمانہ مین تھے۔ اکبر اُمّی محض تھا۔ لیکن کبھی کبھی شاعرون کے کلام پر تنقید کرتا تھا۔ جہانگیر شعرا کے ایک ایک لفظ پر ایسی غامض نظر ڈالتا تھا کہ شعرا اُسے اُستاد سمجھتے تھے۔ جس وقت امور ملکی سے بادشاہان سلف کے دماغ تھک جاتے تھے تو بزم شعرا اُنکے دماغ کے لیے مفرحات جالینوسی کا کام دیتی تھی۔

محمود جس کا زمانہ زیادہ تر لوٹ مار کے لیے مشہور ہے۔ اُسکا دربار بھی شاعرون سے خالی نہین تھا۔ بلکہ اُسی کے عہد مین فارسی شاعری کی نشو ونما ہوئی ہے۔ اور اُسکے عہد کے شعرا سے اگر برابری کر سکتے ہین۔ تو دربار اکبری و جہانگیری یا شاہان صفویہ کے شعرا۔

خلاصہ یہ کہ ہر قرن مین جذبات انسانی پر شاعری کی حکومت رہی ہے۔ واجد علی شاہ اور اُسکے ماقبل اور مابعد زمانہ کی شاعری بدنام ہے۔ لیکن اُس زمانہ مین بھی شرفا نے شاعری سے امتیاز قائم رکھا۔ جو شاعر نہ تھے وہ کمینون مین ملکر تمغہ شرافت کھو بیٹھے۔ متاخرین مین

دبیر۔ اور انیس کی شاعری نے گو اُسمین کتنا ہی مبالغہ تھا۔ قومی حالت سنبھالنے مین وہ کام کیا جو اُسوقت کے واعظون سے ممکن نہ تھا۔

معذرت

سب جانتے ہین کہ مین شاعر نہین ہون۔ محض کلام موزون کرلینا شاعری نہین ہی میرے قلم سے کبھی ایک مصرعہ بھی ایسا نہ نکلا۔ کہ قلم سے نکلتا اور زبانون پر روان ہوجاتا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی مذاق سخن رکھتا ہون۔ اسی نے تمام عمر مجھ سے اچھے اشعار پر نشانات بنوائے اور اسی نے مجھ سے یہ کتاب لکھوائی۔ اگر میرے انتخاب مین کوئی لغزش ہو تو شعرا سے امید ہی کہ چشم پوشی کرین گے۔ مین نے اشعار منتخب کرنے مین ہر مذاق کا خیال رکھا ہی۔ گو نشترون پر نمبر لگاتے وقت صرف اپنا ہی مذاق مدنظر رکھا ہی۔

اختلاف مذاق ایک ایسی چیز ہی کہ اِس سے کوئی ہدف ملامت نہین ہوسکتا مثلاً کلیات غالب فارسی مین ایک بہترین رباعی میری نظر سے گذری۔ لیکن اسکا مطلب صحیح اگر وہ ہی جو مولف یادگار غالب نے لکھا ہی تو وہ بدترین رباعی ٹھہرتی ہی۔ یادگار غالب مین جو معنی درج ہین غلط نہین ہین۔ لیکن اختلاف مذاق نے دو معنی پیدا کردیے۔ ناظرین اول وہ معنی پڑھین جو یادگار غالب مین درج ہین۔ اسکے بعد میرے مطلب پر غور کرین۔ اور پھر اختلاف مذاق کا فرق دیکھین۔

غالب نے ایک گداے مے کی تصویر بیان مین کھینچی ہی۔ گداے مے وہی ہوگا جس نے ابتداے عمر عیش مین گذاری ہے۔ جب وہ درِ میکدہ پر جائے گا تو پیر خرابات اُسے دور ہی سے رخصت کرنا چاہے گا۔ گداے میخانہ طالب زر نہین ہی۔ اُسے ٹالنے کے لیے ساقی دُردتہ جام لیکر جائے گا اور کہے گا "اوک لگاؤ مین ڈھالتا ہون" گدا اس خیال مین ہی کہ وہ اُنگلیان باہم چپکا کر تکلف کے ساتھ ہونٹھ تک لائے۔ اور آہستہ آہستہ آب انگور حلق کے نیچے اُتارے۔ ساقی کو اس قدر اعتنا اور رفصت کہان؟ گدا ہونٹھ تک

ہاتھ لایا۔ اُنگلی سے اُنگلی ملنے نہ پائی تھی کہ ساقی نے ایک دم سے سب کی سب ڈھالدی شراب مُنھ مین نہین گئی۔ اُنگلیون کے جوف سے گدڑی (خرقہ) پر گر پڑی۔ گدا کا حلق تر نہ ہوا۔ اور اُسکی رسوائی کے سامان جمع ہو گئے۔ گدا اپنی اُنگلیون کو الزام نہ دیگا۔ ساقی ہی پر تمام الزام رکھ کر کہے گا۔ "پیالے مین لائے تھے یا غربال (چلنی) مین؟" رباعی یہ ہے

آنرا کہ زدستِ بے زری پامال است　　رسوائی نیز لازم احوال است
من تشنہ لبم و خرقہ آلودہ بہ مے　　ساقی مگرت پیالہ از غربال است

اِس رباعی مین نہ کوئی استعارہ ہی اور نہ کوئی تشبیہہ ہی محض واقعات کی مصوری ہی۔

بہت سے نامی اساتذہ کا کلام اِس کتاب مین نہین ہی۔ کوئی یہ خیال نہ کرے۔ کہ مجھے اُن سے عقیدت نہین ہی۔ جتنے شاعرون کے کلام پر پہلے میری نظر پڑ چکی تھی انھین کا یہ انتخاب ہی۔ اس کتاب کے لیے مین نے بجد یہ محنت گوارا نہین کی۔

محمد احسان اللہ عباسی

گورکھپور　　۱۲- دسمبر ۱۹۱۰ء

انتخاب

از

کلیاتِ آتش

دیوان اوّل و دوم

۳۹ نشتر

حیدر علی نام۔ اور آتش تخلص۔ باپ کا نام خواجہ علی بخش۔ دہلی وطن۔ کچھ عرصے تک فیض آباد مین بھی قیام رہا۔ پھر وہان سے یہ لکھنؤ آئے اور یہین رہ گئے۔ سنہ ۱۲۶۳ھ مین انتقال کیا۔

انھون نے مسند فقیری چھوڑ کر شاعری مین قدم رکھا تھا اسلیے خیالاتِ فقر دماغ مین تھے۔ یہ رند مشرب۔ آزاد۔ بے تکلف اور منکسر المزاج تھے۔ عوام مین انکی بڑی قدر تھی اور انکے شاگردون کی تعداد بھی زائد تھی۔

دربار لکھنؤ سے اسّی روپیہ مہینہ انکو ملتا تھا۔ مگر خرچ کو کافی نہین ہوتا تھا شاگرد مدد کرتے تھے پھر بھی عسرت سے بسر ہوتی تھی۔

شیخ امام بخش ناسخ انکے معصر تھے۔ اُنکا سا علم اِنکے پاس نہ تھا اور نہ اُنکی سی تمکنت اِنکے مزاج مین تھی۔ انکے کلام مین بول چال کا مزہ زیادہ تھا اور اخلاق اِنکا بہت بڑھا ہوا تھا۔ اسیلیے یہ کہا جاتا ہے کہ باوجود اپنے علم و فضل کے انکو ناسخ دبا نہ سکے۔

غزلیات وابیات

غبارِ راہ ہوکر چشمِ مردم مین محل پایا — نہالِ خاکساری کو لگاکر ہم نے پھل پایا
گھڑی بھرکے کوئے یار مین یون تنگ دل کھویا — کہ کپڑا جیسے مفلس نے کھڑے گھاٹ کے کل پایا
غمِ فرقت سے عمرِ رفتہ گزری بیقراری مین — تری امداد سے آرام ہم نے اے اجل پایا
شکستہ دل نہ ہو انسان عوض ہر شی کا ملتا ہی — ہوا فرزند گر تو داغِ دل نعم البدل پایا
ہمیشہ جوشِ گریہ سے رہا پانی مین ای آتش! — کبھی تازہ نہ لیکن اپنے اِس دل کا کنول پایا

دل چھوٹ کے جان سے گور کی منزل مین رہ گیا — کیسا رفیق ساتھ سے مشکل مین رہ گیا
آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اُٹھ بھی کھڑے ہوئے — مین جا ہی ڈھونڈھتا تری محفل مین رہ گیا
آتش کو دستِ تیغ سے ممکن ہوا نہ زخم — بیچارہ مر کے حسرتِ قاتل مین رہ گیا

سُن تو سہی جہان مین ہی تیرا فسانہ کیا؟ — کہتی ہی تجکو خلقِ خدا غائبانہ کیا؟
زیرِ زمین سے آتا ہی جو گل سو زر بکف — قارون نے راستے مین لُٹایا خزانہ کیا؟
چارون طرف سے صورتِ جانان ہو جلوہ گر — دل صاف ہو ترا تو ہی آئینہ خانہ کیا؟
طبل و علم ہی پاس نہ اپنے نہ ملک و مال — ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا؟
آتی ہی کس طرح سے مرے قبضِ موت کو — دیکھون تو موت ڈھونڈھ رہی ہی بہانہ کیا؟
یون مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے — آتش غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا؟

جگر کو داغ مین مانندِ لالہ کیا کرتا؟ — لبالب اپنے لہو کا پیالہ کیا کرتا؟
ملا نہ سرو کو کچھ اپنی راستی سے پھل — کلاہ کج جو نہ کرتا تو لالہ کیا کرتا؟
کسی نے مول نہ پوچھا دلِ شکستہ کا — کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا؟
مہِ دو ہفتہ بھی ہوتا تو لطف تھا آتش — اکیلے پی کے شرابِ دو سالہ کیا کرتا؟

دم نکلتا ہی نہین اے حسرتِ دیدارِ یار — کاش عزرائیل ہی تیری سی صورت مانگتا

یار کے دل مین کدورت آئی ہی ملتی تو مین   دو گھڑی دِل کھول کر رونے کی فرصت مانگتا

کام کرتی رہی وہ چشمِ فسون ساز اپنا   لبِ جان بخش دکھایا کیے اعجاز اپنا
روٹھ کر ملنے جو جاتا ہون، تو کہتا ہی وہ شوخ   کل خفا تم تھے، مزاج آج ہی ناساز اپنا
خبرِ اوّل و آخر نہین مطلق ہمکو   نہ تو انجام ہی معلوم نہ آغاز اپنا

ادب تا چند، اے دستِ ہوس قاتل کے دامن کا   سنبھل سکتا نہین اب دوش سے بوجھ اپنی گردن کا
غضب ہی جان کو پہلو مین رہنا دل سے دشمن کا   محلِ خوف ہی ہمسایہ قصّاب و برہمن کا
جو سویا ساتھ بھی قاتل تو خنجر درمیان رکھکر   ہمارے اُسکے پردہ رہگیا دیوارِ آہن کا
اندھیری مین جو ڈر کر مجھسے وہ خورشید رو لپٹا   شبِ تاریک مین ہاتھ آیا مضمون روزِ روشن کا
کیا اک آن مین تیغِ قضا نے صاف دو ٹکڑے   گمان ہی رہگیا دشمن کو آتش اپنے جوشن کا

حشر کو بھی دیکھنے کا اُسکے ارمان رہ گیا   دن ہوا پر آفتاب آنکھون سے پنہان رہ گیا
دوستی نبھتی نہین ہرگز فرومایہ کے ساتھ   روح جنت کو گئی جسمِ گلی یان رہ گیا
حال ہی مجھ ناتوان کی مرغِ بسمل کی تڑپ   ہر قدم پر ہی تقلین، یان رہ گیا، وان رہ گیا
کر کے آرایش، جو دیکھی اُس صنم نے اپنی شکل   بند آنکھین ہوگئین، آئینہ حیران رہ گیا
کھینچ کر تلوار قاتل نے کیا مجکو نہ قتل،   شکر ہی گردن تک آتے آتے احسان رہ گیا
شامِ ہجران صبح بھی کر کے نہ دیکھا روزِ وصل   سانپ کو کچلا پر آتش، گنج پنہان رہ گیا

رتبہ پہنچا ہی خموشی سے یہ مجھ دلگیر کا   جو کوئی دیکھے، اُسے شک ہوگا تصویر کا
زندۂ جاوید ہین قربانیانِ تیغِ عشق   سر کا کٹنا جانتے ہین پھوٹنا نکسیر کا

برہنہ آیا تھا یان عدم سے، برہنہ یان سے چلا عدم کو   نہ بو سے کافور مین نے سونگھی، نہ داغ مجکو لگا کفن کا
خراب ہٹی نہو کسی کی، نہ کوئی مردودِ دوستان ہو   جدا ہوا خاک سے جو پتّا، غبارِ خاطر ہوا چمن کا

کرم کیا جو صنم نے، ستم زیاد کیا   شبِ فراق مین مین نے خدا کو یاد کیا
کہون جو حالتِ دل یار سے تو کہتا ہی   جو کچھ کہ تو نے کہا مین نے اعتماد کیا

یہی کہونگا خدا سے مین روزِ محشر کو　　فراقِ یار نے ناشاد و نامراد کیا
گردن مین شکرِ الٰہی کہان تلک آتش　　درون صاف دیا پاک اعتقاد کیا

اگرچہ پاسِ محبت سے ترکِ شیون تھا　　برنگِ شمع خموشی مین حال روشن تھا
جسے مین نیک سمجھتا تھا مجھ سے بدظن تھا　　یقین خضر تھا جسپر مجھے وہ رہزن تھا
یقینِ مرگ جو عشقِ بتان مین تھا آتش　　ہر اک صنم مری آنکھون مین سنگِ مدفن تھا

تن سے بارِ سر آمادۂ سودا اُترا　　شکر ہے خنجرِ قاتل کا تقاضا اُترا
دردِ سر مین جو ہوا وان، تو بدن یان ٹوٹا　　تپ چڑھی مجکو اگر یار کا چہرا اُترا
شاخِ گل کو بھی نہ آتش نے چھوا تھا اسپر　　خون تری آنکھون مین اے بلبلِ شیدا اُترا

فریبِ حسن سے گبر و مسلمان کا چلن بگڑا　　خدا کی یاد بھولا شیخ، بُت سے برہمن بگڑا
امانت کی طرح رکھا زمین نے روزِ محشر تک　　نہ اک مُو کم ہوا اپنا، نہ اک تارِ کفن بگڑا
لگے منھ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان صاحب　　زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا
بناوٹ کیفِ مے سے کھل گئی اُس شوخ کی آتش　　لگا کر منھ سے پیمانے کو وہ پیمان شکن بگڑا

نہ چھوٹے گا چھڑا کر اسکو اے قاتل نہ بن لڑکا　　وفاداروں کے خون کا داغ کیا دھبا ہے کیچڑ کا
زوالِ حسن ہے عاشق کنارہ کرتے جاتے ہین　　بہارِ باغ ہوتی ہے خزان، موسم ہے پت جھڑ کا
روا رکھ کلفتِ ایام مین بھی قدر نیکون کی　　چھٹے کپڑون مین بھی انکو سمجھ لے لعل گودڑ کا
سمجھ لیتے ہین مطلب اپنے اپنے طور پر سامع　　اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا

اُن انکھڑیون مین اگر نشۂ شراب آیا　　سلام جھک کے کرونگا، جو پھر حجاب آیا
عدم مین ہستی سے جا کر یہی کہون گا مین　　ہزارون حسرتِ زندہ کو گاڑ داب آیا
محبتِ مے و معشوق ترک کر آتش　　سفید بال ہوئے، موسمِ خضاب آیا

کوچۂ یار مین کس روز مین نالان نہ گیا؟　　بلبلِ مست سے سودائے گلستان نہ گیا
واہ رے لوہے کبھی سلن کے اوپر چڑھنے　　تیغِ ابرو نہ گئی خنجرِ مژگان نہ گیا

یار کے دل مین کدورت آئی ہی ملتی تو مین — دو گھڑی دِل کھول کر رونے کی فرصت مانگتا

کام کرتی رہی وہ چشمِ فسون ساز اپنا — لبِ جان بخش دکھایا کیے اعجاز اپنا
روٹھ کر ملنے جو جاتا ہون، تو کہتا ہی وہ شوخ — کل خفا تم سے تھے، مزاج آج ہی ناساز اپنا
خبرِ اوّل و آخر نہین مطلق ہمکو — نہ تو انجام ہی معلوم نہ آغاز اپنا

ادب تا چند، اے دستِ ہوس قاتل کے دامن کا — سنبھل سکتا نہین اب دوش سے بوجھ اپنی گردن کا
غضب ہی جان کو پہلو مین رہنا دل سے دشمن کا — محلِّ خوف ہی ہمسایہ قصّاب و برہمن کا
جو سویا ساتھ بھی قاتل تو خنجر درمیان رکھکر — ہمارے اُسکے پردہ رہگیا دیوارِ آہن کا
اندھیری مین جو ڈر کر مجھ سے وہ خورشید رو لپٹا — شبِ تاریک مین ہاتھ آیا مضمون روزِ روشن کا
کیا اک آن مین تیغِ قضا نے صاف دو ٹکڑے — گمان ہی رہگیا دشمن کو آتش اپنے جوشن کا

حشر کو بھی دیکھنے کا اُسکے ارمان رہ گیا — دن ہوا پر آفتاب آنکھون سے پنہان رہ گیا
دوستی نبھتی نہین ہرگز فرومایہ کے ساتھ — روح جنت کو گئی جسمِ گلی یان رہ گیا
چال ہی مجھ ناتوان کی مرغِ بسمل کی تڑپ — ہر قدم پر ہی یقین، یان رہ گیا، وان رہ گیا
کرکے آرایش، جو دیکھی اُس صنم نے اپنی شکل — بند آنکھین ہوگئین، آئینہ حیران رہ گیا
کھینچ کر تلوار قاتل نے کیا مجکو نہ قتل — شکر ہی گردن تک آتے آتے احسان ہو گیا
شامِ ہجران صبح بھی کرکے نہ دیکھا روزِ وصل — سانپ کو کچلا پر آتش گنجِ پنہان رہ گیا

رتبہ پہنچا ہی خموشی سے یہ مجھ دلگیر کا — جو کوئی دیکھے، اُسے شک ہو گلی تصویر کا
زندۂ جاوید ہین قربانیانِ تیغِ عشق — سر کا کٹنا جانتے ہین پھوٹنا نکسیر کا

برہنہ آیا تھا یان عدم سے، برہنہ یان سے چلا عدم کو — نہ بوے کافور مین نے سونگھی نہ داغ مجکو لگا کفن کا
خراب ہٹی نہ ہو کسی کی، نہ کوئی مردودِ دوستان ہو — جدا ہوا خاک سے جو پتّا، غبارِ خاطر ہوا چمن کا

کرم کیا جو صنم نے، ستم زیاد کیا — شبِ فراق مین مین نے خدا کو یاد کیا
کہون جو حالتِ دل یار سے تو کہتا ہی — جو کچھ کہ تو نے کہا مین نے اعتماد کیا

یہی کہونگا خدا سے مین روزِ محشر کو — فراقِ یار نے ناشاد و نامراد کیا
گرون مین شکرِ الٰہی کہان تلک آتش — درون صاف دیا پاک اعتقاد کیا

اگرچہ پاسِ محبت سے ترکِ شیون تھا — برنگِ شمع خموشی مین حال روشن تھا
جسے مین نیک سمجھا تھا مجھ سے بدظن تھا — یقین خضر تھا جسپر مجھے وہ رہزن تھا
یقینِ مرگ جو عشقِ بتان مین تھا آتش — ہر اک صنم مری آنکھون مین سنگِ مدفن تھا

تن سے بارِ سر آمادہ سودا اُترا — شکر ہے خنجرِ قاتل کا تقاضا اُترا
دردِ سر مین جو ہوا وان، تو بدن یان ٹوٹا — تپ چڑھی مجکو اگر یار کا چہرا اُترا
شاخِ گل کو بھی نہ آتش نے چھوا تھا اسیر — خون تری آنکھون مین اے بلبلِ شیدا اُترا

فریبِ حسن سے گبر و مسلمان کا چلن بگڑا — خدا کی یاد بھولا شیخ، بُت سے برہمن بگڑا
امانت کی طرح رکھا زمین نے روزِ محشر تک — نہ اک مُو کم ہوا اپنا، نہ اک تارِ کفن بگڑا
لگے منھ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان صاحب — زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا
بناوٹ کیفِ مے سے کھل گئی اُس شوخ کی آتش — لگا کر منھ سے پیمانے کو وہ پیمان شکن بگڑا

نہ چھوٹے گا چھڑا کر اسکو اے قاتل نہ بن لڑکا — وفاداروں کے خون کا داغ کیا دھبا ہے کیچڑ کا
زوالِ حسن ہے عاشق کنارہ کرتے جاتے ہین — بہارِ باغ ہوتی ہے خزان، موسم ہے پت جھڑ کا
روا رکھ کلفتِ ایام مین بھی قدر نیکون کی — پھٹے کپڑون مین بھی انکو سمجھ لے لعل گودڑ کا
سمجھ لیتے ہین مطلب اپنے اپنے طور پر سامع — اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا

اُن انکھڑیون مین اگر نشۂ شراب آیا — سلام جھک کے کرونگا، جو پھر حجاب آیا
عدم مین ہستی سے جا کر یہی کہون گا مین — ہزارون حسرتِ زندہ کو گاڑ داب آیا
محبتِ مہ و معشوق ترک کر آتش — سفید بال ہوئے، موسمِ خضاب آیا

کوچۂ یار مین کس روز مین نالان نہ گیا؟ — بلبلِ مست سے سودائے گلستان نہ گیا
واہ رے لوہے کبھی سلن کے اوپر چڑھنے — تیغِ ابرو نہ گئی خنجرِ مژگان نہ گیا

پھوٹ کر آبلوں نے خشک زبانیں تر کیں
تم سے شرمندہ میں اے خارِ مغیلاں نہ گیا

عاشق اُس غیرتِ بلقیس کا ہوں ای آتش
بام تک جسکے کبھی مرغِ سلیماں نہ گیا

عذابِ گور سے واعظ نہایت ہی ڈراتا ہے
ہمارے ساتھ پیوندِ زمیں کیا آسماں ہوگا؟

ہوائے دہر اگر انصاف پر آئے تو سن لینا
گل و بلبل چمن میں ہونگے باہر باغباں ہوگا

فرو غصہ کیا جس نے پچھاڑا دیو کو اُس نے
اُسے رستم کہیں گے ہم جو ایسا پہلواں ہوگا

نہیں اسرار سے آتش یہ تپلا خاک کا خالی
یہی وہ گرد ہے جس سے سوار آخر عیاں ہوگا

کمرِ یار سے کھنچ کر ہوئی تلوار جدا +
بے گنا ہوں سے کھڑے ہوویں گنہگار جدا

یہی رونا ہے جواں خانہ خراب آنکھوں کا
بام سے در ہے جدا، در سے ہے دیوار جدا

زندے کو قتل کیا مُردے کو زندہ آتش
فتنۂ محشر سے ہے یار کی رفتار جدا

خدا سر دے تو سودا لے تری زلفِ پریشاں کا
جو آنکھیں دے تو نظارہ ہو ایسے سنبلستان کا

دلِ صد پارہ کو سودا ہے اک گیسوئے پیچاں کا
نگہباں افعیِ مشکیں ہے اس گنجِ شہیداں کا

بہار آئی ہے سائل ساغرِ مے کا ہے ساقی سے
چمن سرسبز ہیں آتش کرم ہے ابرِ باراں کا

بلبل کو سانحہ وارد ہے موسمِ بہار کا
عہدِ شباب مجھکو مبارک ہو یار کا

گیسو نے قربِ آئینۂ روئے یار سے
ڈانڈا ملا دیا ہے حلب سے تتار کا

آتش نہ پوچھ ہجر میں اک نونہال کے
سوزِ درون سے حال ہے کہنہ چنار کا

گیا ہوں بعد مدت کے جو میں دیوانہ صحرا میں
پڑی ہے آبلوں کی آنکھ نوکِ خار پر کیا کیا

شبِ فرقت میں اُس کانِ ملاحت کے تصور نے
نمک چھڑکا ہے زخمِ دیدۂ بیدار پر کیا کیا

ستانے یادگاروں کو ترے خنجر کی آیا تھا
مرے زخموں نے تھوکا مرہمِ زنگار پر کیا کیا

ہوا جو گوش زد افسانہ حسنِ یار کا آتش
ہماری رال ٹپکی شربتِ دیدار پر کیا کیا

ناز و ادا کو ترک مرے یار نے کیا
غمزہ نیا یہ ترکِ ستمگار نے کیا

ہکلا کے مجھ سے بات جو اُس دلربا نے کی
کس حسن سے ادا اُسے تکرار نے کیا

دیوان حسن یار کی آتش جو سیر کی ۔۔ دیوانہ بیت ابروے خمدار نے کیا

ہشیاری رنج دیتی ہی قید فرنگ کا ۔۔ دیوانگی نشانہ بناتی ہی سنگ کا
غیرت کا کوے عشق وجنون مین گزر نہین ۔۔ ہوتا ہی تنگ حوصلہ یان عار وننگ کا
صوفی ہین، دور جام ہی، جوش بہار ہی ۔۔ خرتے ہین اور داغ مے لالہ رنگ کا
زور کمان ہی ابروے خمدار یار مین ۔۔ ہو ے مژہ مین تو ہی تیر خدنگ کا
اس گنبد سپہر کو مین کیا کرون گا یاد ۔۔ آتش ہمیشہ رنج رہا گور تنگ کا

باغ مین، مین بلبلون کو جو اڑا کر رہ گیا ۔۔ خندہ زن گل ہو کے غنچہ مسکرا کر رہ گیا
ٹپ چلے تجھے دست گستاخ اس کمر کے درمیان ۔۔ شوق وصل یار دل کو گدگدا کر رہ گیا
شہر خوبان مین رہا کرتا ہون مین خانہ بدوش ۔۔ شب ہوئی جس کوچے مین، بستر لگا کر رہ گیا
شمع سان اظہار کا یارا نہ آتش کو ہوا ۔۔ سرگزشت اپنی زبان تک اپنی لا کر رہ گیا

سنبل مین تری زلف کا عالم نہین ہوتا ۔۔ یہ پیچ نہین ہوتے ہین، یہ خم نہین ہوتا
اک جام مین کھلتا ہی طلسمات جہان کا ۔۔ مستی مین کسے مرتبۂ جم نہین ہوتا؟
تا چند، بہار آتی نہین، دیکھیے آتش ۔۔ کب تک شرف نیر اعظم نہین ہوتا

طریق عشق مین مارا پڑا، جو دل بھٹکا ۔۔ یہی وہ راہ ہی جسمین ہی جان کا کھٹکا
نہ بوریا بھی میسر ہوا بچھانے کو ۔۔ ہمیشہ خواب ہی دیکھا کیے چھپر کھٹ کا
شب فراق مین اُس غیرت مسیح بغیر ۔۔ اُٹھا اُٹھا کے مجھے، درد دل نے دے ٹپکا
پری سے چہرہ کو اپنے وہ نازنین دکھلائے ۔۔ حجاب دور ہو ٹوٹے طلسم گھونگھٹ کا
شراب پینے کا کیا ذکر، یار بے تیرے ۔۔ پیا جو پانی بھی ہم نے تو حلق مین اٹکا
چمن کی سیر مین سنبل سے بہلوانی کی ۔۔ چڑھا کے پیچ یہ اُن گیسوؤن نے دے ٹپکا
کبھی تو ہوگا ہمارے بھی یار پہلو مین ۔۔ کبھی تو قصد کرے گا زمانہ کروٹ کا
بس اپنی مستی کو گردش ہی چشم ساقی کی ۔۔ ہمارا پیٹ نہین ہی شراب کا مٹکا

نہ پھول، بیٹھ کے بالاے سرو واے قمری — چڑھے جو بانس کے اوپر یہ کام ہی نٹ کا
عجب نہین ہی جو سودا ہو شعر گوئی سے — خراب کرتا ہی آتش زبان کا چٹکا

رعد کا شور ہو، موروں کی صدا سے پیدا — جھومتا ابر بہاری ہو، ہوا سے پیدا
اے جنون! خار ہون صحرا کی ہوا سے پیدا — آبلے ہوتے ہین اپنے کف پا سے پیدا
نہ تو بھوکے ہوئے تھے ہم نہ پیاسے پیدا — ہو گئے روگ یہ دنیا کی ہوا سے پیدا
چاہیے اشک بھی ہون نالے کے پیچھے پیچھے — آمدِ قافلہ ہی بانگِ درا سے پیدا
غور ہو موسم سرما ہی قریب اے آتش — کیجیے ربط کسی مہر لقا سے پیدا

بیمارِ عشق رنج و محن سے نکل گیا — بیچارہ منھ چھپا کے کفن سے نکل گیا

لحدِ تیرہ مین مجھ پر جو لگا ہونے عذاب — پھر گیا آنکھون مین عالم شبِ تنہائی کا

ہر سے بیماریون کے حال یہ ظاہر ہوا ہمکو — مقدر مین جو دوا ت ہو، تو ہو زرخاک سے پیدا

آہ و نالہ سے سوا چرچا خموشی کا ہوا — پاس رسوائی نے ہم کو اور رسوا کر دیا

مین جو روتا ہون مرے زخمِ جگر ہنستے ہین — شادی و غم سے کیا ہی مجھے توام پیدا

دوستون سے اسقدر صدمے ہوئے ہین جان پر — دل سے، دشمن کی عداوت کا، گلہ جاتا رہا

بڑا شور سنتے تھے پہلو مین دل کا ۹ جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

آتش، نہ پوچھ حال تو مجھ دردمند کا — سینے مین داغ، داغ مین ناسور پڑ گیا

تختۂ بیت فراقِ یار مین معراج ہی — دھی آنا جانتا ہون موت کے پیغام کا

خوشی ہوتے ہین نادان پہنکر کمخواب کا جوڑا ۱۰ کفن ہی عاقبت، اس عالمِ اسباب کا جوڑا

آنکھین عاشق کو، نہ تو اے گلِ رعنا دکھلا — پتلیون کا کسی نادان کو، تماشا دکھلا

نزع مین یار نے صورت نہ دکھائی مجکو — دشمن و دوست کو ہنگامِ سفر دیکھ لیا

رونے کے بدلے حال پہ اپنے ہنسا کیے — پیدا ہوا نہ فاش ہمارے ملال کا

راحت سے ایک دن نہ ہوا عشق مین بسر — غم پر غم، اپنے دل کو، الم پر الم ہوا

چل نہین سکنے کا ہرگز تیری اٹھکیلی کی چال — پاؤن مین موچ آنے کی کبک ایسی ٹھوکر کھاگیا

صندل کو مول لیکر کس کی بلا رگڑتی؟ — مین دردِ سر کی خاطر یہ دردِ سر نہ کرتا

آنکھون سے جاے اشک ٹپکنے لگا لہو — آتش جگر کو دل کی مصیبت نے خون کیا

کھون کیا، ہوئی عمر کیون کر بسر؟ ۱۱ مین جاگا کیا، بخت سویا کیا

اے پری پیکر! نہ جب تک مین ترا دیوانہ تھا — یہ جو روشن ہے چراغِ حسن بے پروانہ تھا

پیری مین جوانی کے کہان چیچے آتش؟ — اب اپنی غزلخوانی ہے گلبرگ خزان کا

تری مستانہ آنکھون کی نہ گردش کا اثر دیکھا ۱۲ مئے گلرنگ سے سو سو طرح پیمانہ بھر دیکھا

رہا بہار و خزان مین یہ حال سوئے کا — بڑھا تو زلف ہوا، گھٹ گیا تو خار ہوا

وحشت نے ہمین جبکہ گلستان سے نکالا — غیرت نے قدم پھر نہ بیابان سے نکالا

ظلم سے اپنے پشیمان وہ ستمگر ہو گیا — دل ہمارا صبر کرتے کرتے پتھر ہو گیا

گاہ گریان، گاہ خندان، گاہ نالان گہ خموش — عشق کے نیرنگ سے حال اپنا گوناگون ہوا

بوسہ جب مانگون تو منھ کو پھیر لیتے ہین یہ بت — صورت انکی ہے سخی کی دل مگر منحوس کا

مے سرِ بازار پی کر، ہو نہ رسوا اے صنم — توڑنا اچھا نہین ہے شیشۂ ناموس کا

احسان مانو حسنِ خداداد کا تو — پتھر تھے تم کو شیشے سے نازک بنا دیا

اسقدر اہل جہان کو ہے محبت زر سے ۱۳ پیٹ مین مارتے سونے کا جو خنجر ہوتا

کام رہنے کا نہین بند اپنا ۱۴ بندہ پرور ہے خداوند اپنا

ساقی زلال وردِ جو توفیق ہو سوئے — مستون کو تیرے ہوش کہان امتیاز کا ۹

عشق نہفتہ ہووے گا اشکون سے آشکار — یہ طفل کھیل کھیلین گے افشاے راز کا

بہارِ گل مین پیالہ لگا لیا منھ سے — شراب پینے کو مین استخارہ کیا کرتا ۹

ساقی ہون تیس روز سے مشتاق دید کا — دکھلا دے جام مے مین مجھے چاند عید کا

لبون پہ آئی ہوئی بات پی گئے سَو بار — زبان کو دل نے نہ اذنِ بیانِ حال دیا

بہت مرے دلِ صدچاک سے الجھتی تھی ۱۵ تمھاری زلف کا شانے نے بل نکال دیا
گل پھولے سماتے نہین ہین جامہ مین اپنے | ادنیٰ یہ شگوفہ ہی نسیمِ سحری کا
موسم ہوا بہارِ چمن سے سرور کا | آیا زمانہ داغِ جنون کے ظہور کا
شب کو دم دے دے کے لیجاتا ہی کوے یار مین | مین تو تھا ہی، مجھ سے بھی مرشد مرا دل ہوگیا
قوی دماغ رہے بلبلِ خوش الحان کا | قفس مین بھی ہو وہی چہچہا گلستان کا
آمدِ یار کی کانون سے سُنی ہو خبر | چھپ کے پہلو سے ہی آنکھون کی طرف دل جاتا
باران کی طرح لطف وکرم عام کیے جا | آیا ہو جو دنیا مین تو کچھ نام کیے جا
صحراے مغیلان کا اگر مرحلہ آیا ۱۶ پھوٹی ہوئی قسمت کو لیے آبلہ آیا
بندِ خط اُس نے پھاڑ کر پھینکا | ہم نے جب کھول کر لکھا مطلب
قطع ہو جاے اگر سلسلۂ مہر و وفا ۱۷ پھر گرفتار نہین ہی کوئی آزاد ہین سب
مژگانِ چشمِ یار کی تعریف کیا کرون | جانکاہ، جانخراش، دل آزار، دلفریب
بل کھائین گے نہ صورتِ گیسوے یار سانپ | توڑے مروڑے اپنے بدن کو ہزار سانپ
۱۸ تا صبح نیند آئی نہ دم بھر تمام رات | لو چٹکیان چلین مرے سر پر تمام رات
اللہ رے صبح عید کی اُس حور کی خوشی | شانہ تھا اور زلفِ معنبر تمام رات
کھوے بغل کہین لحدِ تیرہ روزگار | سویا نہین کبھی مین لپٹ کر تمام رات
کنڈتی چڑھا کے شام سے وہ شوخ سو رہا | ٹپکا کیا مین سر کو پسِ در تمام رات
راحت کا ہوش ہی کسے آتش بغیر یار | بالین ہین خشتِ خاک ہی بستر تمام رات

روز و شب ہنگامہ برپا ہی میانِ کوے دوست | ہڈیون پر میری لڑتے ہین سگانِ کوے دوست
حور کی تعریف گویا یار کی تعریف تھی | ذکر کو جنت کے مین سمجھا بیانِ کوے دوست
ہمنشین کہتے ہین افسانہ سے آجاتی ہی نیند | ہجر کی شب مین سنونگا داستانِ کوے دوست
قاصدون کے پائون توڑے بدگمانی نے مری | خط دیا لیکن نہ بتلایا نشانِ کوے دوست

فرش گل بستر تھا اپنا سوتے ہیں اب خاک پر ۱۸	خشت زیر سر نہیں یا تکیہ تھا زانوے دوست
دو دم نہ لگے زخم کاری سے تو حسرت سے ہزار	چاہ تلواروں میں شل ہوجائیگا بازوے دوست
اس بلائے جان سے آتش دیکھیے کیونکر بنے	دل سوا شیشے سے نازک دل سے نازک خوے دوست

آئے بہار جائے خزاں ہو چمن درست	بیمار رسال بھر کے نظر آئیں تندرست
حال شکستہ کا جو کبھی کچھ بیاں کیا	نکلا نہ ایک اپنی زباں سے سخن درست
رکھتے ہیں آپ پاؤں کہیں پڑتے ہیں کہیں	رفتار کا تمھاری نہیں ہے چلن درست
جو پہنے اسکو جامۂ عریانی ٹھیک ہو	اندام پر ہر اک کے ہے یہ پیرہن درست
آرائش جمال کو مشاطہ چاہیے	بے باغباں کے رہ نہیں سکتا چمن درست
آئینہ سے بنے گا رخ یار کا بناؤ	شانے سے ہوگی زلف شکن در شکن درست
کم شاعری بھی نسخۂ اکسیر سے نہیں	مستغنی ہو گیا جسے آیا یہ فن درست
آتش! وہی بہار کا عالم ہے باغ میں	تا حال ہے دماغ ہوائے چمن درست

دہن یار میں نہ آئی بات	شاعروں نے بہت بنائی بات

دولت حسن کی بھی ہے کیا لوٹ؟	آنکھوں کو پڑ گئی ہے لوٹا لوٹ
صف مژگاں سے کہہ رہی ہے وہ چشم	دل ملیں جتنے بے تحاشا لوٹ
کام مردوں کا ہے یہ اے آتش	رکھتی ہے جان کا بھی کھٹکا لوٹ

بادشاہ وقت ہے اپنا دل دیوانہ آج	داغ سودا ہم کو دیتا ہے جنوں نذرانہ آج

بلا اس زلف پیچاں کا ہے پیچ	خم اندر خم ہے ہر مو پیچ در پیچ
الٰہی خیر کیجو کھا رہی ہے	ادھر وہ زلف، ادھر نازک کمر پیچ
جواب خط خبرداری سے لانا	نہ پڑنے پائے کچھ اے نامہ بر پیچ

رہا کرتی ہے فکر شعر گوئی	کیا کرتے ہیں ہم خون جگر خرچ
چمن کی سیر کو مے پی کے چلیے	بہار آئی، لدی پھولوں سے ہر شاخ

قدم سے تیرے اے ابرِ کرامت — پھلے پھولے برابر خشک و تر شاخ
جوانی کو غنیمت جان' غافل! — ہری ہوتی نہین پھر سوکھ کر شاخ

پری پسند طبیعت نہ ہے' نہ حور پسند، — تمھارے بندے ہین ہم' ہمکو ہین حضور پسند
نہ طفل بن، نہ دلا محوِ حسنِ صورت ہو' — کھلونے مٹی کے کرتے ہین بے شعور پسند
دل اک نگاہ کے اوپر ہے بیچتا آتش — کرین جو آپ اسے بے حرف و بیقصور پسند

ساری رونق ہے یہ دیوانون کے دم کی آتش — طوق و زنجیر سے ہوتا نہین زندان آباد

کون سی شام نہین صبح ہوئی اے مغرور — ایک دن ہوتی ہے یہ زلفِ سیہ فام سفید

تمام رات ہوئی گر گیا کنارا چاند — لو اُترو بام سے' تم جیتے اور ہارا چاند

گوشِ عارف سے سُنے تو تو ہر اک قبر سے ہے — نعرۂ "فاعتبروا یا اولی الابصار" بلند

جذبۂ دل سے پریرویون کو تسخیر کیا — نہ تو گاڑا' نہ جلایا' نہ بہایا' تعویذ

اے جنون رکھیو بیابان کو سواری تیار — آج کل چلنے کو ہے بادِ بہاری تیار
دل کو کہتا تھا نکل چلنے کو پر چلتے وقت — پیشتر دل سے ہوئی جان ہماری تیار
سرمہ اندھیر، حنا قہر، قیامت مستی — فتنہ انگیزی کی ترکیبین ہین ساری تیار
تختِ تابوت کہان بنکے غبار اُڑ جاؤن — باد کے گھوڑے کی آتش ہے سواری تیار

باغ مین آکر کہان جاتا ہے' اے شبابِ بہار — گل کو خندان چھوڑ کر' بلبل کو نالان چھوڑ کر

شاخِ گلبن پر یہ طفلِ غنچہ سے ظاہر ہوا — نے سوارانِ چمن ہین مردِ میدانِ بہار
کیا سمجھ کر روندتے ہین مجھکو سیّارِ چمن ۱۹ — سبزۂ بیگانہ ہون لیکن ہون مہمانِ بہار

وہ رنگ و بوِ بدنِ یار مین جو ہے سو کہان؟ — شگوفے ایسے کھلایا کرے ہزار بہار

پابوس کو ہر روز گیا یار کے گھر مین — ٹپکا کیے سر کو پسِ دیوار در انداز

مجھکو دربانی کی خدمت ہو تو اے خانۂ یار — سایہ کو آنے نہ دون مین تری دیوار کے پاس
فکرِ مرغانِ چمن کی ہے بہار آئی ہے — چھوڑ اللہ الٰہی صیاد نے گلزار کے پاس

نہین قرار زمانے کو ایک حالت پر | جو دو پہر ہون مین نالان تو دو پہر خاموش
چمن مین کون سا غنچہ نہین شگفتہ ہوا | ہمارا غنچۂ دہن کیون ہی اسقدر خاموش

سخت گوئی سے تجھے چاہیے ای یار لحاظ | بات بڑھ جاتی ہی کھو دیتی ہی تکرار لحاظ

محبت کوڑیون کے ہو اگر مول ۲۰ بنی آدم نہ لے یہ دردِ سر مول
عجب دولت ہی یہ احسان اس سے | بشر کو بھی ہی لے لیتا بشر مول
بھروسا زندگانی کا نہین کچھ | کفن لے رکھے اے آتش بشر مول

باہر نہ پائینچے سے ہون اس گلبدن کے پاؤن | پھیرین یا چھری نہ پنجۂ قصاب بن کے پاؤن
یک سالہ راہ سے چلی آئی ہی باغ مین | شبنم دھلا رہی ہی بہارِ چمن کے پاؤن
کوشش سے راہِ عشق کی باز آئینگے نہ ہم | ہر چند سوج سوج کے ہون لاکھ من کے پاؤن
صحرا مین خاک چھانتا پھرتا ہون ہر طرف | چھلنی ہوئے ہین خارِ مغیلان سے چھن کے پاؤن
آتش! زمین شعر ہو ہر چند سنگلاخ | لغزش سے آشنا نہین اہلِ سخن کے پاؤن

موسمِ گل ہی جنون ہی شور و شر پر اندلون | جن چڑھا رہتا ہی دیوانون کے سر پر اندلون
موم آہن کرتی تھی یا دل پگھل سکتا نہین | آہ کیا پتھر پڑے تیرے اثر پر اندلون
کون فصلِ گل مین ای آتش نہین پیتا شراب | بھیڑ سی ہی بھیڑ میخانہ کے در پر اندلون؟

بنا رِ لالہ و گل سے لگی ہی آگ گلشن مین | گریبان پھاڑ کر چل بیٹھیے صحرا کے دامن مین
خزان مین بلبلون سے رکھیے بحثِ نالۂ گلشن | شرکت کیجیے ماتم زدون کی چل کے شیون مین
نہین روزن جو قصرِ یار مین پروا نہین ہمکو | نگاہِ شوخ رخنہ کرتی ہی دیوارِ آہن مین
شریفِ کعبہ کو کعبہ مبارک ہم تو ای آتش | بتون کے گھورنے کو جاتے ہین دیرِ برہمن مین

رہا کرتا ہی درد اک رات و دن بے یار پہلو مین | دلِ نالان ہوا ہی خانۂ بیمار پہلو مین
کھڑا رہ کر جو مین حسرت سے در یار کو تکتا ہون | بٹھا لیتی ہی قصرِ یار کی دیوار پہلو مین
بدن سا شہر نہین دل سا بادشاہ نہین ۲۱ حواسِ خمسہ سے بہتر کوئی سپاہ نہین

موت کے آتے ہی ہمکو خود بخود نیند آگئی ۲۲ کیا اسی کی یاد مین کرتے تھے شب بیداریان

مری ضد سے ہوا ہی مہربان دوست مرے احسان ہین دشمن پر ہزارون

خار مطلوب جو ہووے، تو گلستان مانگون بجلی گرنے کو جی چاہے تو باران مانگون

روے گل پر دیکھ کر شبنم کو کہتا ہی وہ گل کیا ہی پھبتی ہی یہ کیڑا الگ گیا بانات مین

رہا کرتا ہی نظمِ شعر کا سودا مرے سر مین عروسِ فکر ان روزون لدی رہتی ہی زیور مین

کیا بادۂ گلگون سے مسرور کیا دل کو آباد رکھے داتا ساقی، تری محفل کو

بے طرح پھنسا ہی تو اس زلف کے پھندے مین اللہ کرے آسان اے دل، تری مشکل کو

جو چاہے سو مانگ آتش! درگاہِ الٰہی سے محروم کبھی پھرتے دیکھا نہین سائل کو

دلایا یاد شب اُسنے جو تیری ساقِ سیمین کو رُولایا صبح تک ہنس ہنس کے مینے شمعِ بالین کو

ہزار افسوس ہی اے بیمروت تو نہین آتا غش آجاتا ہی اکثر تیرے بلبلانے کی تسکین کو

پری سے چہرہ پر لہرا کے سو سو بار آتی ہی ہوا ہی آجکل سودا تمھاری زلفِ مشکین کو

بشر کو بعدِ نعمت کے ہی ہوتی قدر نعمت کی ۲۳ غنیمت جانتا ہی لنگ اپنے پاے چوبین کو

ہماری یار کی رہتی ہی جنگِ زرگری آتش نہین کچھ دخل اس قصّہ مین عقلِ مصلحت بین کو

صورت کوئی صفائی کی اب اے صنم! نہین جب تک ہمارے تیرے خدا درمیان نہو

صاف دل خاک ہوا اُس کافرِ کینہ جُو سے نکلے جب صلح کی باتون مین بھی شر کا پہلو

اونچا ہوا کھ تاڑ سے بھی سر و چار ہاتھ رتبہ بلند ہے ترے قد کا ہزار ہاتھ

کوچۂ دلبر مین مین، بلبل چمن مین مست ہی ۲۴ ہر کوئی یان اپنے اپنے پیرہن مین مست ہی

دورِ گردون ہی خداوندا کہ یہ دورِ شراب؟ ۲۵ دیکھتا ہون جسکو مین اس انجمن مین مست ہی

وحشتِ مجنون اور آتش مین ہی بس اتنا فرق کوئی بن مین مست ہی کوئی وطن مین مست ہی

کون سے دل مین محبت نہین جانی تیری؟ جسکو سنتا ہون وہ کہتا ہی کہانی تیری

غنچۂ دمی سے کوئی میری زبانی کہدے خوش نہین آتی ہی یہ بے دہانی تیری

کیا تری شان ہی قربان ہون ای عفو کریم ۲۶ آس رکھتا ہی ہر اک فاسق وزانی تیری
شکلِ گل ہنس کے کسی روز تو دل کو خوش کر خون رُلاتی ہی ہمین غنچہ دہانی تیری
مصرعِ تیغ ہی ہر مصرعِ موزون، آتش دیکھ لی یار مرے سیف زبانی تیری

صدمہ ہی دوش پہ سر و گردن کے بوجھ سے ہر اک گناہ بھاری ہی سَو من کے بوجھ سے
ہوش و خرد ہی باعثِ تکلیف آدمی ۲۷ دیوانہ آشنا نہین دامن کے بوجھ سے
آتش یہ سارے رنج ہین اس زندگی کے ساتھ مُردے کو کیا خبر گلِ مدفن کے بوجھ سے

غم نہین، کوے بتان مین جو نہین جا خالی باغ فردوس مین ہی پہلوے تھوڑا خالی
شکر کس منھ سے کرون گوشۂ تنہائی کا مجکو دل کھول کے رونے کو ملی جا خالی
سمجھے آتش نہ کوئی آدمِ خاکی کو حقیر ۲۸ نہین اسرار سے یہ خاک کا پتلا خالی

موت مانگون تو رہے آرزوئے خواب مجھے ڈوبنے جاؤن تو دریا ملے پایاب مجھے
دہنِ گرگ سے جیتا جو بچون صحرا مین ذبح کرنے کے لیے مول لے قصاب مجھے
اے فلک رہنے دے عریان ہی پس از مرگ بھی تو سونپتا کیا ہی کفن دزد کا اسباب مجھے؟
دل غنی چاہیے، گو مین ہون فقیر، ای آتش شیر کی کھال ہی ہی قاقم و سنجاب مجھے

دل پُر داغ کو مدفونِ بیابان کرتے کسی ویرانے مین اس گنج کو پنہان کرتے
اور کوئی طلبِ ابنائے زمانہ سے نہین مجھپہ احسان نکرتے، تو یہ احسان کرتے
بے وفائی کا اگر عیب نہ ہوتا، تم مین، اے بتو! سجدہ خدا کو نہ مسلمان کرتے
دم فنا کرتے چمک اپنی دکھا کر، آتش، کارِ الماس، وہ الماس سے دندان کرتے

وہی چتون کی خونخواری جو آگے تھی سو اب بھی ہی تری آنکھون کی بیماری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
وہی سر کا پٹکنا ہی وہی رونا ہی دن بھر کا وہی راتون کی بیداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
رواجِ عشق کے آئین وہی ہین کشورِ دل مین رہ و رسمِ وفاداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
وہی بازار گرمی ہی محبت کی ہنوز، آتش وہ یوسف کی خریداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی

اے صنم جس نے تجھے چاند سی صورت دی ہے ۲۹ اُسی اللہ نے مجھکو بھی محبت دی ہے
فرقتِ یار مین رو رو کے بسر کرتا ہون ۳۰ زندگانی مجھے کیا دی ہے، مصیبت دی ہے
کمرِ یار کے مضمون کو باندھو، آتش ۱ زلفِ خوبان سی رسا تمکو طبیعت دی ہے

کوئی اچھا نہین ہوتا ہے، بُری چالون سے ۔۔۔ لب بام آکے کھڑے ہونہ کھلے بالون سے
کچھ تو ہلکا کرین خارِ رہِ صحرائے جنون ۔۔۔ بوجھ لنگر کا ہوئے ہین کفِ پا چھالون سے
اُنکے بوسون کی تمنا ہے لبون کو آتش ۔۔۔ آئینہ کسب صفا کرتی ہین جن گالون سے

یہ کس رشکِ مسیحا کا مکان ہے؟ ۔۔۔ زمین یان کی، چہارم آسمان ہے
تکلف سے بری ہے حسنِ ذاتی ۴۱ قبائے گل مین گل بوٹہ کہان ہے
شگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ، ۴۲ قناعت بھی بہارِ بے خزان ہے
الٰہی! ایک دل کس کس کو دون مین ۔۔۔ ہزارون بت ہین یان، ہندوستان ہے
سعادتمند قسمت پر ہین شاکر ۔۔۔ ہما کو مغزِ بادام استخوان ہے
قدِ محبوب کو شاعر کہین سرو، ۔۔۔ قیامت کا، یہ اے آتش نشان ہے

موت کو سمجھے رہین گبر و مسلمان آئی، ۴۳ روح قالب مین ہے دو روز کو مہمان آئی
آئینہ نے رُخِ انور پہ اجارہ باندھا، ۔۔۔ شانہ کے حصے مین وہ زلفِ پریشان آئی
گلشنِ دہر بھی ہے کوئی سرائے ماتم ۔۔۔ شبنم اس باغ مین جب آئی تو گریان آئی
عشقِ بلبل مین اثر ہے، تو قفس مین آتش ۔۔۔ بوئے گل پھاند کے دیوارِ گلستان آئی

شیشے شراب کے رہین آٹھون پہر کھلے ۔۔۔ ایسا گھرے کہ پھر نہ کبھی ابرِ تر کھلے
کوتہ ہے اس قدر مرے قد پر ردائے عیش ۔۔۔ ڈھانکون جو پاؤن کو تو یقین ہے کہ سر کھلے
قاتل ہے جزائے خیر ملے تیری تیغ کو ۔۔۔ زخمون کے مُنھ کھلے نہین جنت کے در کھلے
مطلب نہ سرنوشت کا سمجھا، تو شکر کر ۔۔۔ دیوانہ ہو، جو حالِ قضا و قدر کھلے
چلنا پڑے گا یار کی خدمت مین سر کے بل ۔۔۔ سمجھے ہو کیا جو بیٹھے ہو، آتش کمر کھلے

دِل بہت تنگ رہا کرتا ہے رنگ بے رنگ رہا کرتا ہے
عار سے عار ہے مجھ مجنون کو ننگ سے ننگ رہا کرتا ہے
عالمِ وجد ترے مستون کو بے دف وچنگ رہا کرتا ہے
بندشِ چست سے تیری آتش قافیہ تنگ رہا کرتا ہے

چمنستان کی، گئی نشو ونما، پھرتی ہے رُت بدلتی ہے کوئی دن مین ہوا پھرتی ہے
خاک چھنوا رہی ہے کوچۂ قاتل کی تلاش ساتھ ساتھ اپنے خراب اپنی قضا پھرتی ہے
صبحِ محشر کے سوا صبحِ شبِ ہجر نہین یہ بلا وہ نہین آتش جو بلا پھرتی ہے

جبین سائی کو سنگِ آستانِ یار بہتر ہے کمر تکیے کو قصرِ دوست کی دیوار بہتر ہے
اطبا دیکھ کر بیمار کو تیرے یہ کہتے ہین ہم پہنچے تو اسکو شربتِ دیدار بہتر ہے
سوالِ بوسہ پر ہنسکر وہ بُت کہتا ہے اے آتش خیال بد اگر گزرے تو استغفار بہتر ہے

عنابِ لب کا اپنے مزہ کچھ نہ پوچھیے کس درد کی ہین آپ دوا کچھ نہ پوچھیے
نازونیازِ عاشق ومعشوق کیا کہون عجز وغرورِ شاہ وگدا کچھ نہ پوچھیے
آتش گناہِ عشق کی تحریر کیا کہون شفق جو کچھ ہے اس کی سزا کچھ نہ پوچھیے

کہتے ہین! ذکرِ لیلی ومجنون جو چھیڑیے چُپ رہیے بس، نہ گور کے مُردے اُکھیڑیے
تدبیر سے تو کام نہ تقدیر کا ہوا تکیہ خدا پہ کیجیے دروازہ بھیڑیے
آتش قمارِ عشق مین تیرے حضور یار چالون کو اپنی بھول گئے ہین کھیڑیے

مگر اسکو فریبِ نرگسِ مستانہ آتا ہے اُلٹتی ہین صفین، گردش مین جب پیمانہ آتا ہے
خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہین سکتی گریبان پھاڑتا ہے، تنگ جب دیوانہ آتا ہے
فراقِ یار مین دل پر نہین معلوم کیا گزری جو اشک آنکھون مین آتا ہے سو بیتابانہ آتا ہے
سمجھتے ہین مرے دل کی وہ کیا نافہم نادان ہین حضورِ شمع بے مطلب نہین پروانہ آتا ہے
ہمیشہ فکر سے یان عاشقانہ شعر ڈھلتے ہین زبان کو اپنی بس اک حُسن کا افسانہ آتا ہے

خدا کا گھر ہی بت خانہ ہمارا گھر نہین آتش — مقامِ آشنا ہی یان نہین بیگانہ آتا ہے

دہن پر ہین اُنکے گمان کیسے کیسے — کلام آتے ہین درمیان کیسے کیسے
زمینِ چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا — بدلتا ہو رنگ آسمان کیسے کیسے
بہار آئی ہی نشہ مین جھومتے ہین — مریدانِ پیرِ مغان کیسے کیسے
نہ مڑ کر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا — تڑپتے رہے نیم جان کیسے کیسے
نہ گورِ سکندر نہ ہی قبرِ دارا — مٹے نامیون کے نشان کیسے کیسے
غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرمان — ہمارے بھی ہین مہربان کیسے کیسے
تری کلکِ قدرت کے قربان آنکھین — دکھائے ہین خوش رو جوان کیسے کیسے

وہ راہ جو سالک کے پیشِ پا آئی — [illegible] ہوے آشنا آئی
بہارِ گل مین ہین دیوانے جامہ سے باہر — پری کا [illegible] ہوئے بلا آئی
لیا جو بوسہ تو ہنس کر یہ اس صنم نے کہا — خدا سے شرم [illegible] بندہ کہ خدا آئی

گدا نواز کوئی شہسوار راہ مین ہے — بلند آج نہایت غبار راہ مین ہے
شباب تک نہین پہنچا ہی عالمِ طفلی — ہنوز حسنِ جوانیِ یار راہ مین ہے
عدم کے کوچ کی لازم ہی فکر ہستی مین — نہ کوئی شہر نہ کوئی دیار راہ مین ہے
نہ بدرقہ ہی نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے — فقط عنایتِ پروردگار راہ مین ہے
نہ جائین آپ ابھی دوپہر ہے گرمی ہی — بہت سی گرد بہت سا غبار راہ مین ہی
جنون مین خاک اُڑاتا ہی ساتھ ساتھ اپنے — شریکِ حال ہمارا غبار راہ مین ہے
کوئی تو دوش سے بارِ سفر اُتارے گا — ہزار راہزن امیدوار راہ مین ہے
پیادہ پا ہون روان سوے کوچۂ قاتل — اجل مری مرے سر پر سوار راہ مین ہے
[illegible] توچل سر کے بل نہ ٹھہر آتش — گلِ مراد ہی منزل مین خار راہ مین ہے

گیسوے مشکین رخِ محبوب تک آنے لگے — چشمۂ خورشید مین بھی سانپ لہرانے لگے

صبح بہار ہے مجھے ساقی! پلا شراب سب جانتے ہین عید کا روزہ حرام ہے

دیکھیے کرتا ہے کیونکر یار سے گستاخیان شوق کے بھی حوصلے کو آزمایا چاہیے

زاہدِ سالوس کے ماتھے کے گھٹے سے کھلا لگ ہی رہتا ہے جو تقدیر بشر مین داغ ہے

وہ صیدِ سخت جان ہون جسپر ہزار بار خالی ہوئے ہین تیرون کے ترکش بھرے ہوئے

دینے مین جام کے ہے تامل کا کیا سبب ساقی! شراب سے ہین قرابے بھرے ہوئے

لڑنے آئے تھے آنکھین غزالانِ چین و ختن شکست انکو تری چشمِ سرمہ سا نے دی

گھورتی ہے تمکو نرگس، آنکھ پھوڑا چاہیے گل بہت ہنستے ہین کان انکے مروڑا چاہیے

فصلِ بہار آئی پیو صوفیو، شراب بس ہو چکی نماز مصلا اٹھائیے

تجھ سا حسین ہو یار، تو کیونکر نہ اسکے پھر نازِ بجا و غمزۂ بیجا اٹھائیے

چپ ہو کیون کچھ منھ سے فرماؤ خدا کیواسطے آدمی سے بت نہ بنجاؤ خدا کے واسطے

ٹھیک آئی تن پر اپنے قبائے برہنگی ۳۹ باقی لباس چھوٹے ہوئے یا بڑے ہوئے

عدم سے جانبِ ہستی تلاشِ یار مین آئے ہوائے گل مین، ہم کس وادیِ پرخار مین آئے

انتخاب

ہر دو

دیوانِ امیر

(صنمخانۂ عشق)

و

(مراۃ الغیب)

۹۳ نشتر

امیر

امیر احمد نام۔ امیر تخلص۔ شاہ مینا لکھنوی کی نسل مین ہونے سے امیر مینائی مشہور ہوئے۔ متاخرین مین یہ بڑے نامور گزرے ہین۔ شاگردون کی کثرت پر لحاظ کرکے جگت اُستاد کا لفظ انکے لیے موزون معلوم ہوتا ہی۔ لکھنؤ انکا مسکن تھا لیکن زائد تر یہ رامپور مین رہے۔ نواب کلب علی خان والی رامپور انکو اپنے شعر دکھاتے تھے۔ اخیر عمر مین خاک گور نے انکو حیدرآباد دکن کھینچا۔ نظام نے بڑے اصرار سے بلایا تھا مگر موت نے جلدی کی۔ وفات ۱۳۱۹ھ۔

انکا پایہ شاعری مین کیا ہی؟۔ یہ سوال مجھ سے کیا جائے تو مین جواب دونگا کہ جسطرح شعراے فارس مین حافظ اور سعدی کے درمیان محاکمہ کرنا مشکل ہی اُسی طرح شعراے ہند مین اسد اللہ خان غالب کو امیر مینائی پر فوق دینا یا امیر مینائی کو اسد اللہ خان غالب سے بڑھا ہوا سمجھنا مشکل ہی۔ غالب کی جدت سخن ایک طرف پکار رہی ہی کہ اسپر اردو شاعری ختم ہوگئی۔ دوسری طرف امیر کا کلام کہتا ہی کہ یہ تراش خراش اور شیرینی سخن غالب کو کہان نصیب تھی۔ ہان اسقدر مین کہسکتا ہون کہ غالب کا کلام عام پسند ہی اور امیر کے کلام سمجھنے کے لیے خاص مذاق کی ضرورت ہی۔ ناظرین امیر کے نشترون کا غالب کے نشترون سے مقابلہ کرکے خود فیصلہ کرلین۔ مین صرف اتنا ہی جانتا ہون کہ ایشیا مین صرف چار شاعر ہوئے ہین۔ سعدی، حافظ، غالب اور امیر۔ امیر کی خصوصیات سے یہ ہی کہ گو وہ بڑے ثقہ اور باشرع آدمی تھے لیکن اُنکے کلام مین رندانہ اور عاشقانہ مضامین بھی ہوتے تھے۔ انکا کلام سننے کے بعد جو لوگ انسے ملنے جاتا تھا وہ اُنکی صورت دیکھکر اور اُنکے اوقات سے واقف ہوکر متحیر ہوتا تھا۔

غزلیات وابیات

یہ آفتاب ہی گرم، اُسکی کبریائی کا　　کہ ذرہ ذرہ ہی آئینہ خودنمائی کا

پکارتا ہی یہ انداز و نازِ توبہ شکن　　کہ آئے وہ، جسے دعویٰ ہو پارسائی کا

دکھا کے تیغ وہ ناآشنا یہ کہتا ہے　　یہ گھاٹ ہی مرے دریاے آشنائی کا

سمجھ رہا ہی جسے حشر و نشر، تو زاہد　　کرشمہ وہ بھی ہی ایک اُسکی خوشنوائی کا

جو بندہ ہی، تو مزہ بندگی مین پیدا کر　　نہین وہ بندہ جسے ذوق ہو رہائی کا

بشر سے حمد الٰہی، امیر کیا ممکن،　　پہاڑ اُٹھائے کہان حوصلہ یہ رائی کا

دل کا حاکم جان کا مالک غمِ جانانہ تھا　　میہمان جسکو مین سمجھا تھا، وہ صاحب خانہ تھا

بے تعلق کیا ہمین اُسکے تصور نے کیا　　جب جھکایا سر گریبان اپنا خلوت خانہ تھا

باغِ عالم کا تماشا باعثِ غفلت ہوا　　دیکھنا آنکھون کا، کانون کے لیے افسانہ تھا

ہم غلط فہمی سے سمجھے قتل کرنے کو شتاب　　اور وہان اک چھیڑ تھی اک نازِ معشوقانہ تھا

وعظ کی مجلس مین بھی آئے تو یون ہستانِ عشق　　دُکی بوتل تھی بغل مین، ہاتھ مین پیمانہ تھا

جگمگھٹے لیلی وشون کے دیکھنے تھے شہر مین　　جا کے جنگل مین بسا مجنون، بڑا دیوانہ تھا

یار اُدھر بدمست، مین بیخود، تکلف برطرف　　ایسی صحبت مین جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا؟

نیند کے جھونکے چلے آتے تھے کیون ہنگامِ ذبح　　تیغِ قاتل کی زبان پر کونسا افسانہ تھا

آج جس دل کا کوئی گاہک نہین، کل تک یہی　　حور کا آئینہ تھا، زلفِ پری کا شانہ تھا

حال میرا سُنکے وہ بولے، کہ جی دُکھنے لگا　　ہاے کس کمبخت کس بیدرد کا افسانہ تھا

آزما دیکھا اُسے سو بار ہم نے، اے امیر　　آشنا سے آشنا، بیگانے سے بیگانہ تھا

ترے بندون سے کرتے ہین یہ بیت اے خدائی کا　　تماشا دیکھتا ہون تیری شانِ کبریائی کا

یہ شکوہ بیوفائی کا یہ رونا کج ادائی کا　　مزا ہی دل لگانے کی، مزہ ہی آشنائی کا

نیا افسانہ کہہ واعظ، تو شاید گرم مجلس ہو — قیامت تو پُرانا حال ہی روزِ جدائی کا
الٰہی کون سے محرم کی آمد ہی قیامت مین — ہوا ہی حکم رحمت کو، یہ کسکی پیشوائی کا
قفس مین ہون، مگر سارا چمن آنکھون کے آگے ہی — رہائی کے برابر، اب تصور ہی رہائی کا
امیر اک بات بھی واعظ نہین کہتا خدا لگتی — خدا جانے بکا کرتا ہی کیا جھوٹا خدائی کا

اِن شوخ حسینون پہ جو مائل نہین ہوتا ۲ کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ، دل نہین ہوتا
آتا ہی جو کچھ منھ مین وہ کہہ جاتا ہی واعظ — اور اُسپہ یہ طرّہ ہے کہ قائل نہین ہوتا
جب دردِ محبت مین یہ لذت ہی تو یارب ۴ ہر عضو مین، ہر جوڑ مین، کیون دل نہین ہوتا
دیوانہ ہی دنیا مین جو دیوانہ نہین ہے — عاقل وہی ہوتا ہی جو عاقل نہین ہوتا
تمکو تو مین کہتا نہین کچھ، حضرتِ ناصح — پر جسکو ہو تاب ایسی وہ عاقل نہین ہوتا
یہ شعر وہ فن ہی کہ امیر اسکو جو برتو — حاصل یہی ہوتا ہی کہ حاصل نہین ہوتا

دامنون کا نہ پتا ہی، نہ گریبانون کا — حشر کہتے ہین جسے، شہر ہی عریانون کا
خاطرِ رنج و غم و درد سے فرصت ہی نہین — میزبان ہو کے، ہوا مین انھین مہمانون کا
قحط روزی یہ جہان مین ہی، کہ کہتے ہین ہنود — رمضان خوب مہینہ ہے مسلمانون کا

روبرو آئینے کے، تو جو مری جان ہوگا — آئینہ ایک طرف، عکس بھی حیران ہوگا
اے جوانی، یہ ترے دم کے ہین سارے جھگڑے ۵ تو نہ ہوگی، تو نہ یہ دل، نہ یہ ارمان ہوگا
دستِ وحشت تو سلامت ہی، رفو ہونے دو — ایک جھٹکے مین نہ دامن نہ گریبان ہوگا
آگ دل مین جو لگی تھی، وہ بجھائی نہ گئی — اور کیا تجھ سے، بھرا اے دیدۂ گریان ہوگا
اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہین، یہ غم ہی امیر — چارہ گر مفت مین بیچارہ پشیمان ہوگا

میرے بس مین، یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا — یہ نہ تھا، تو کاش دل پر مجھے اختیار ہوتا
وہ مزہ دیا تڑپ نے، کہ یہ آرزو ہی یارب — مرے دونون پہلوؤن مین، دلِ بیقرار ہوتا
جو نگاہ کی تھی ظالم، تو پھر آنکھ کیون چرائی — وہی تیر کیون نہ مارا، جو جگر کے پار ہوتا

ہیں زبان سے، تمکو سچا، کہو، لاکھ بار کہدون — اسے کیا کرون، کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا
مری خاک بھی لحد مین، نہ رہی امیر باقی — اُنھین مرنے ہی کا اتبک، نہین اعتبار ہوتا

جھونکا اِدھر نہ آئے نسیم بہار کا — نازک بہت ہی پھول چراغِ مزار کا
آئیں وہ یا نہ آئیں، ترس کھائیں یا نہ کھائیں — کیا اختیار گریۂ بے اختیار کا
شاخون سے برگِ گل نہین جھڑتے ہیں باغ مین — زیور اُتر رہا ہی عروسِ بہار کا
مری لگی بجھانے کو آتا ہے بار بار — ممنون ہون مین گریۂ بے اختیار کا
ہلتی نہین ہوا سے چمن مین یہ ڈالیان — مُنھ چومتے ہین پھول عروسِ بہار کا
پھولوں سے، فرشِ خاک پہ تارے چھٹک گئے — دھاگا کبھی جو ٹوٹ گیا اُنکے ہار کا
اُٹھتا ہی نزع مین وہ سرہانے سے ای امیر — مِٹتا ہی، آسرا، دلِ امیدوار کا

جمالِ یار کو کہتے ہو تم، کہان دیکھا — کلیم ہوش مین آؤ، ابھی کہان دیکھا
وہی چراغ، وہی گل، وہی قمر، وہی برق — نئے لباس مین دیکھا اُسے جہان دیکھا
نہین ہی دخترِ رز سا بھی کوئی حسن پرست — ٹپک پڑی یہ جہان کوئی نوجوان دیکھا
کہین تو دیکھے چکے ہین، یقین ہی دل کو — مگر یہ یاد نہین ہی، تمھین کہان دیکھا
فنا ہی حسن کو، دولت کو، زندگانی کو — جہان مین نہ کوئی باغ، بیخزان دیکھا
پھنسی جو دام مین بلبل، تو کن نگاہون سے — کبھی چمن کو، کبھی سوے آشیان، دیکھا
نکیلی چتونین، آنکھون مین کیا ختجر سی چبھین — امیر آج عجب نوک کا جوان دیکھا

ایک دلِ ہمدم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا — سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا
سب کرشمے تھے جوانی کے جوانی کیا گئی — وہ اُمنگین مِٹ گئین وہ ولولا جاتا رہا
درد باقی، غم سلامت ہی، مگر اب دل کہان — ہائے وہ غم دوست وہ درد آشنا جاتا رہا
آنے والا، جانے والا، بیکسی مین کون تھا — ہان مگر اک دم، غریب آتا رہا جاتا رہا
آنکھ کیا ہی، موہنی ہی، سحر ہی، اعجاز ہے — اک نگاہِ لطف مین سارا گلا جاتا رہا

جب تلک تم تھے کشیدہ، دل تھا شکووں سے بھرا / تم گلے سے مل گئے سارا گلا جاتا رہا
کھو گیا دل کھو گیا، رہتا تو کیا ہوتا امیر / جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

پرسش کو مری، کون مرے گھر نہیں آتا / تیور نہیں آتے ہیں، کہ چکر نہیں آتا؟
تم لاکھ قسم کھاتے ہو ملنے کی عدو سے / ایمان سے کہہ دوں، مجھے باور نہیں آتا
قاتل ہی کے کھنچنے کی، شکایت نہیں ہمدم / خنجر بھی تو پہلو کے برابر نہیں آتا
کہتے ہیں یہ ایسی ہے تڑپ دل کی تمھاری / سینے سے تڑپ کر کبھی باہر نہیں آتا
دشمن کو بھی ہوتی ہے مرے حال پہ رقت / پر دل یہ ترا ہے کہ کبھی بھر نہیں آتا
غیروں سے اشارے ہیں مرے آگے سر محفل / پھر آپ کہیں گے کہ مجھے شر نہیں آتا
کب آنکھ اٹھاتا ہوں کہ آتے نہیں تیور؟ / کب بیٹھ کے اٹھتا ہوں کہ چکر نہیں آتا؟
غربتکدۂ دہر میں، صدمے سے ہیں صدمے / اسیر بھی کبھی یاد ہمیں گھر نہیں آتا
ہم جسکی ہوس میں ہیں امیر آپ سے باہر / وہ پردہ نشین گھر سے بھی باہر نہیں آتا

ناوک ناز سے مشکل ہے بچانا دل کا / درد اٹھ اٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا
آج اس شوق سے پیکان ترے دل میں آیا / آگیا یاد کسی شوخ پر آنا دل کا
جی لگے آپ کا ایسا کہ کبھی جی نہ بھرے / دل لگا کر جو سنیں آپ فسانا دل کا
دل مرا لیکے، دکھا دی مجھے مٹھی خالی / پھر کہا، دیکھ لیا ہاتھ سے جانا دل کا؟
ہر نگہ وصل میں، اس شوخ کی، کہتی ہے امیر / ہو جسے حکم، اڑا دے وہ نشانا دل کا

درد الفت نے وہاں سے بھی نکالا ہوتا / قید اگر عرش کی زنجیر میں نالا ہوتا
اور ساماں، جنوں میں ہمیں درکار نہیں / کوئی نشتر، کوئی کانٹا، کوئی چھالا ہوتا
منحصر ساغر جم ہی پہ نہیں بادہ کشی / ٹوٹا پھوٹا کوئی مٹی کا پیالا ہوتا
مجھ پہ آنکھیں جو نکالیں، تو ہوا کیا حاصل / کوئی ارمان مرے دل کا نکالا ہوتا
فکر دوڑیں مجھے کھانے، میں عدم کو بھاگا / لاکھ منھ، ایک میں کس کس کا نوالا ہوتا

لطف حسرت کی نگاہون کا تو جب تھا کہ امیر ان نگاہون کا کوئی دیکھنے والا ہوتا

جی ہی لے گا غمِ جانان میرا مجکو کھا جائے گا ارمان میرا

تجھ سے دامن ہی ترا چین پہ جبین تنگ ہی مجھ سے گریبان میرا

رحم کر رحم کر اے دستِ جنون پاؤن پڑتا ہی گریبان میرا

کیا دورنگی ہی زمانے کی، امیر مین حزین، زخم ہی خندان میرا

میری تربت پہ اگر آئیے گا ۹ عمر رفتہ کو بھی بلوائیے گا

سب کی نظرون پہ نہ چڑھیے اتنا دیکھیے دل سے اتر جائیے گا

آئیے نزع مین بالین پہ مری کوئی دم بیٹھ کے اٹھ جائیے گا

وصل مین بوسہ لب دے کے کہا منھ سے کچھ اور نہ فرمائیے گا

ہاتھ مین نے جو بڑھایا تو کہا بس، بہت پاؤن نہ پھیلائیے گا

زہر کھانے کو کہا، تو، بولے ہم بھی کھا لین گے جو مر جائیے گا

حسرتین نزع مین بولین مجھ سے چھوڑ کر ہم کو کہان جائیے گا

آپ سنیے تو کہانی دل کی، ۱۰ نیند آ جائے گی سو جائیے گا

اتنی گھر جانے کی جلدی کیا ہی؛ بیٹھیے جائیے گا، جائیے گا

کہتے ہین، کہ تو دیا، آئیں گے اب یہ کیا چرخ ہی کہ کب آئیے گا

ڈبڈبا آئے مرے آنسو، تو، کہا روئیے گا تو ہنسے جائیے گا

رات اپنی ہی ٹھہریے تو ذرا آئیے بیٹھیے گھر جائیے گا

جس طرح عمر گزرتی ہی امیر آپ بھی یونہی گزر جائیے گا

اٹھو گلے سے لگا لو مٹے گلہ دل کا - خدا اسی بات مین ہوتا ہی فیصلہ دل کا

دم آ کے آنکھون مین اٹکے تو کچھ نہین کھٹکا اٹک نہ جائے الٰہی معاملہ دل کا

تمھارے غمزون نے کھوئے ہین ہوش و صبر و قرار انھین لٹیرون نے لوٹا ہی قافلہ دل کا

خدا ہی ہے جو کڑی چیتونون سے جان بچے — ہے آج دلشکنون سے مقابلہ دل کا

امیر بھول بھلیان ہے کوچۂ گیسو — تباہ کیون نہ پھرے اس مین قافلہ دل کا

میری طرح نہ اک دن ابر بہار رویا — وہ ایک بار رویا مین لاکھ بار رویا

مجنون سے مین نے پوچھا کل حال بیخودی کا — کچھ کہہ سکا نہ منھ سے پر زار زار رویا

پوچھی امیر کل مین نے جو دل کی حالت — سینے پہ ہاتھ رکھ کر بے اختیار رویا

لائے ساقی کہ بھی متوالی گھٹا — کچھ مزا دیتی نہین خالی گھٹا

دختر رز کو لاتی ہے مستون کے پاس — کرتی ہے در پردہ دلالی گھٹا

جان کو مستون کے تھی توبہ عذاب — یہ بڑی تو نے بلا ٹالی گھٹا

آپ اچھے وقت پر آئے امیر — خوب آنے پہ جب چھائی گھٹا

مزہ عاشق کے ایسے ہی مین خلد بریان کا — تماشا دیکھنے والون کی آنکھون سے چراغان کا

اچھلتا ہے کلیجہ ڈوبتا ہے دل خدا حافظ ۱۱ سمندر تیز ہے جھیلنا شبہائے ہجران کا

جگر کو دون کہ دل کو دون بتا تو ہی اے قاتل ۱۲ کہ دو پیاسون مین ہے یہ ایک قطرہ آب پیکان کا

تمہارے بانکپن کی شان ابرو سے ٹپکتی ہے ۱۳ کھچے تو دوڑ کر منھ چوم لون شمشیر بران کا

کہین ضبط فغان سے عشق کے اسرار چھپتے ہین — لب خاموش سے پیدا ہے صدمہ درد پنہان کا

کہان سامان تھا وحشت مین نامہ کیا کو لکھتا — دیا قاصد کو پرزہ پھاڑ کر مین نے گریبان کا

رہے شوق شہادت تھی ان کو ذبح ہونے مین — قدم بڑھتے ہی ہاتھون بڑھ گیا دل مرد میدان کا

وہ زخمی ہین ... پر قاتل — زبان زخم سے ہم چوم لیتے منھ نمکدان کا

زمین ہے ایک خشت خاک صحرائے محبت کی — فلک چھوٹا سا اک میدان ہے دل کے بیابان کا

ذرا سی چھیڑ مین کیون بڑھتے ہو تم ... چھا لو ۱۴ اسی سے چھیڑتا ہے تمکو سر کا شانہ جانان کا

امیر! ایسا شگفتہ ہے ہجوم داغ سے پہلو — کہ ہے ناسور دل رخنہ ہم دیوار گلستان کا

ہم سے بگڑ کے غیر کا تو یار ہو چکا — ہونا جو تھا وہ اے بت عیار ہو چکا

اب عفو وہ کرین نہ کرین اختیار ہی ۱۵ امیدِ عفو مین مین گنہگار ہو چکا
باقی ہی کسکو حوصلہ اخفاے عشق کا رسوا امیرؔ کوچہ و بازار ہو چکا

پوچھا نہ جاے گا جو وطن سے نکل گیا بیکار ہی جو دانت دہن سے نکل گیا
ٹھہرین کبھی کجون مین نہ دم بھر کو راست رو آیا کمان مین تیر تو سن سے نکل گیا
پہلو مین میرے دل کو نہ اے درد کر تلاش ۱۶ مدت ہوئی غریب وطن سے نکل گیا
مرغانِ باغ تم کو مبارک ہو سیرِ گل ۱۷ کانٹا تھا ایک مین سو چمن سے نکل گیا
مین شعر پڑھکے بزم سے کیا اُٹھ گیا امیرؔ بلبل چہک کے صحنِ چمن سے نکل گیا

کی نظر ردِّ کتابی پہ تو کچھ دل ٹھہرا مکتبِ شوق بھی قرآن کی منزل ٹھہرا
علم اک نقطہ جو مشہور تھا ای جوشِ جنون ۱۸ غور سے کی جو نظر نقطۂ باطل ٹھہرا
ہم بڑی دور سے آئے ہین تمھارا ہی چال ۱۹ گھر سے دروازے تک آنا کئی منزل ٹھہرا
ابتک آتی ہی صدا تربتِ لیلی سے امیرؔ ساربان اتو خدا کے لیے محمل ٹھہرا

وہ ہون جانباز مقتل پر گمان ہی مجکو گلشن کا ترانہ بلبلون کا جانتا ہون بولنا رن کا
نہ گل ہنستے نہ غنچے مسکراتے دونون رو دیتے ۲۰ تمھین کو بلبلو آتا نہین انداز شیون کا
اُٹھاون سختیان لاکھون کڑی بات اُٹھ نہین سکتی ۲۱ مین دل رکھتا ہون شیشے کا جگر رکھتا ہون آہن کا
ہلال و بدر دونون مین امیرؔ اسکی تجلی ہی یہ خاکہ ہی جوانی کا وہ نقشہ ہے لڑکپن کا

کچھ نہ پوچھو دلربا مجھسے جدا کیونکر ہوا؟ دیکھو دل سا آشنا نا آشنا کیونکر ہوا؟
ناز اُٹھائے ہین مئے یا امین نے حضرت کون ہین دل اگر میرا نہین ہی آپ کا کیونکر ہوا؟
لوٹنا دیکھا نہین جاتا ہے ہو نرم دل؟ ذبح کرتے وقت اتنا جی کڑا کیونکر ہوا؟
داورِ محشر کو بھائی میری اسکی چھیڑ چھاڑ چھیڑ کر پوچھا مکرر کیا ہوا کیونکر ہوا؟
الفت گیسو بلا تھی مر گیا پھنس کر امیرؔ ۲۲ ہی بڑا جھگڑا نہ پوچھو فیصلہ کیونکر ہوا؟

صاف کہتے ہو مگر کچھ نہین کھلتا کہنا بات کہنا بھی تمھارا ہی معمّا کہنا

رو کے اُس شوخ سے قاصد مرا رونا کہنا ۲۳ ہنس پڑے اسپہ تو پھر حرفِ تمنّا کہنا
مثلِ مکتوب شب کہنے مین ہی کیا کیا کہنا   نہ مرا طرزِ خموشی نہ کسی کا کہنا
دمِ آخر تو بتو یادِ خدا کرنے دو   زندگی بھر تو کیا مین نے تمھارا کہنا
جستیِ طبع سے اُستاد کا ہی قول امیر   ہو زمین سست مگر چاہیے اچھا کہنا

بختِ واژون سے جلے دل کیون نہ مجھ محرور کا   مرہم کافور سے مُنھ آگیا ناسور کا
بارِ دنیا جسکے سر پر ہی اُسے زحمت کہان   چور رہتا ہی مشقت سے بدن مزدور کا
دردمندی اسکو کہتے ہین کہ روزِ حشر بھی   رو دیا مین دل بھر آیا سُن کے نالہ سور کا
میکشی مفلس ہون پہلے مجکو دے ساقی شراب ۲۴ دل بہت ہوتا ہی تھوڑا مردِ بے مقدور کا
قصرِ تن بگڑا کسی کا گورکن کی بن پڑی   گھر کسی کا گر پڑا گھر بن گیا مزدور کا
پوچھ لینا سب وطن کا حال اے اہلِ عدم ۲۵ بیٹھ لینے دو ذرا، آتا ہون اُٹھا دور کا
موذیون کو حادثون سے دہر کے کیا خوف ہی ۲۶ بارشِ باران سے گھر گرتا نہین زنبور کا
جلوۂ معشوق ہر جا ہی بصیرت ہو اگر   کرمکِ شب تاب مین عالم ہی شمعِ طور کا
مر کے یارانِ عدم کے پاس پہنچونگا امیر   چلتے چلتے جان جائے گی سفر ہی دور کا

یہ رفتہ رفتہ ضعف سے احوالِ تن ہوا   سائے کی بھی نگاہ سے غائب بدن ہوا
آوارہ مین ہوا جو جگہ دل مین تم نے کی   تم آئے اپنے گھر، مین غریب الوطن ہوا
رو مین لپٹ کے خوب مرے دل کی حسرتین   غربت مین میہمان جو خیالِ وطن ہوا
کیا دون جواب شکوۂ دل کا تمھین کہو؟   تم سے تو جو سلوک ہوا، دل شکن ہوا
اب کا سفر، وہ ہی کہ نہ دیکھون گا پھر وطن   یون تو مین لاکھ بار غریب الوطن ہوا
باغِ جہان مین، طائرِ مضمون تھے امیر   جس دام مین پھنسے وہی اپنا وطن ہوا

حسن، اِس شوکت پہ مجرائی ہی اُس درگاہ کا   رتبہ دیکھو عشق کی سرکارِ عالی جاہ کا
رندِ مشرب کب کے پہنچے یار کے گھر زاہدا   تو پتہ ہی پوچھتا ہی اب تک اُسکی راہ کا

کچھ نہ سمجھے ہو، نہ بوجھے ہو، کہ وہ کیا چیز ہے؟ نام تم نے سُن لیا ہے، زاہدو! اللہ کا
آج سے کھینچون، تو آتے آتے مدت چاہیے ضعف مین مشکل ہے، دل سے لب تک آنا آہ کا
اسقدر دل پر تصرف، کیا سبب، یہ کیون بتو بک گیا ہے، کیا بتون کے ہاتھ گھر اللہ کا
حق رسی چاہے تو ہفتاد و دو ملت سے گزر منزلین طے ہون تو حج حاصل ہو بیت اللہ کا
ذکر حق مین سب حوادث سے ہون محفوظ اے امیر ہے حصار امن، گنبد مجھ کو بسم اللہ کا

وصل کی شب بھی خفا وہ بتِ مغرور رہا حوصلہ دل کا جو تھا دل مین بدستور رہا
عمر رفتہ کے تلف ہونے کا آیا تو خیال لیکن اس دم، کہ تلافی کا نہ مقدور رہا
گردشِ بخت، کہان سے ہمین لائی ہے کہان منزلون وادیِ غربت سے وطن دور رہا
زلف و رُخ دونون ہین جانے سے جوانی کے خراب مُشک وہ مشک، نہ کافور وہ کافور رہا
ہم بھی [illegible] محفلِ جانان مین امیر رات کو دیر تلک آپ کا مذکور رہا

آسرا زیرِ زمین اے دل ہے جہان کس کا؟ شہر بیگانہ ہے، یان کون ہے پُرسان کس کا؟
حوصلہ قیس کا فرہاد کا دل پیدا کر پھر تو یہ کوہ ہے کس کا یہ بیابان کس کا؟
ہو رہی تھی تری رفتار سے پامال جو خلق تو نے سیکھا یہ چلن، کبک خرامان کس کا؟
اس زمانہ مین نہین نام سخاوت کا امیر کون محسن ہے؟ اُٹھائے کوئی احسان کس کا؟

جب تلک ہست تھے، دشوار تھا پانا تیرا مٹ گئے ہم، تو ملا ہم کو ٹھکانا تیرا
نہ جہت تیرے لیے ہے نہ کوئی جسم ہے تو چشمِ ظاہر کو ہے مشکل نظر آنا تیرا
شش جہت چھان چکے ہم تو کھلا ہم پہ یہ حال رگِ گردن سے ہے نزدیک ٹھکانا تیرا
اب تو پیری مین نہین پوچھنے والا کوئی کبھی اے حسن جوانی! تھا زمانا تیرا
اے صدف چاک کریگا یہی سینہ اکدن تو یہ سمجھی ہے کہ گوہر ہے یگانا تیرا
دور اگلے شعرا کا تھا کبھی اور امیر اب تو ہے ملکِ معانی مین زمانا تیرا

قلق ہوا نہ مجھے صیاد کی جدائی کا یہ پوچھیے نہین افسوس ہے رہائی کا

مین طولِ روزِ قیامت کو سن کے ڈرتا ہون — کہ ون نہ ہو وہ کہین یار کی جدائی کا
بغیر کھینچے ہوئے یار تک نہین رہتا — مین مٹ کے نام مٹا دونگا نارسائی کا
خدا نے دل کو بنایا تھا جامِ استغنا — ۲۷ ہوس نے کاسہ اُسے کر دیا گدائی کا
بہار آئی ہی پھر، خیر ہو خداوندا! — جنون کے ہاتھ مین دامن ہی پارسائی کا
اُٹھا جو درد تو گھبرا کے میرے دل نے کہا — کہ تو بھی داغ مجھے دے گا کیا جدائی کا
شبِ وصال بہت کم ہی آسمان سے کہو — ۲۸ کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا
گزر نہین ہی حرم مین تو دیر کو چلیے — ۲۹ امیر کام کہین بند ہی خدائی کا

کیون ہوا عاشق؟ جفا پر گر نہ تجکو صبر تھا — اے دلِ بیتاب، کیا تجھ پر کسی کا جبر تھا
تجکو بھی اک سنگدل معشوق سے پالا پڑا — یہ مرے دل کے پھپھولے تھے، یہ میرا صبر تھا
بار بار اُسکی گلی مین کیون نہ جاتا اے امیر — کیا کرون بے اختیاری تھی، کہ دل بے صبر تھا

فتنہ تھا، قہر تھا، جلوہ ترا اے یار نہ تھا — جب تلک دل کو سنبھالون مین دلِ زار تھا
جب کہا اُس سے، شبِ غم کوئی غمخوار نہ تھا — درد نے اُٹھ کے کہا، کیا یہ گنہگار نہ تھا؟
کیا ملا تھی نگہِ ہوش رُبا ساقی کی — اُٹھ گئی آنکھ تو کوسون کوئی ہشیار نہ تھا
بات رکھ لی مرے قاتل نے گنہگارون مین — اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا
وہ کھچا گر تو کھچا، شان تھی معشوقی کی — مجھ سے کھنچنا تجھے اے خنجرِ خونخوار نہ تھا
وقتِ بد مین نہ ہوا کوئی امیر آکے شریک — یار سمجھا تھا مین جسکو وہ مرا یار نہ تھا

بندہ نوازیون پہ خدائے کریم تھا — کرتا نہ مین گنہ، تو گناہِ عظیم تھا
کیا کیا نہ آفتون کے رہے ہمکو سامنے — ۳۰ یارب، شباب تھا کہ بلائے عظیم تھا
دنیا مین کچھ قیام نہ سمجھو کرو خیال — اس گھر مین تم سے پہلے بھی کوئی مقیم تھا
دنیا کا حال، اہلِ عدم، ہے یہ مختصر — ۳۱ اک دو قدم کا کوچۂ امید و بیم تھا
ہم اپنے دل مین سمجھے کیا جانین حشر مین — کس سمت کو جنان تھا، کدھر کو جحیم تھا

سامانِ عفو، کیا مین کہون مختصر ہی یہ — بندہ گناہگار تھا، خالق کریم تھا
گلگشت مین نقاب اُلٹتے وہ رخ سے کیا — شرم آتی تھی صبا سے لحاظِ نسیم تھا

دامانِ گل کو خود نہ چھوا، ورنہ ای امیر — کچھ ڈر صبا کا ہم کو، نہ خوف نسیم تھا

ہر جگہ جوشِ محبت کا نیا عالم ہوا — آنکھ مین آنسو، جگر مین داغ، دل مین غم ہوا
میرے مرتے ہی زمانہ درہم و برہم ہوا — یہ خوشی پھیلی کہ شادی مرگ اک عالم ہوا
آنسوؤن سے بیقراری مین ذرا تسکین تھی — بڑھ گیا اور اضطرابِ دل جو رونا کم ہوا
روز کی فریاد سے تنگ آ گئے تھے اسقدر — خلق کو مژدہ ہمارا نالۂ ماتم ہوا
کیا دوا کی بیٹھ کر پہلو مین اُسکے تیر نے — دردِ دل بھی گھٹ گیا دردِ جگر بھی کم ہوا
لذتِ شرمِ گنہ تھی کب فرشتون کو نصیب — یہ مزہ چکھنے کو پیدا خلق مین آدم ہوا
میرے زخمون کی ہنسی پر مجکو رونا آ گیا — یہ خوشی بھی کچھ خوشی تھی جسکا ایسا غم ہوا
نوکِ خنجر ہو کہ اے سفاک، پیکانِ تیر کا — جو مرے پہلو مین آ بیٹھا مرا ہمدم ہوا
جان قالب مین ہی مضطر، دم خفا، دل بیقرار — موت ہی آئی، مزاجِ یار کیا برہم ہوا
ہوش کی بھی اب تو کوئی بات کرتے ہین امیر — کچھ تو وحشت نے کمی کی، کچھ تو سودا کم ہوا

وہ کون تھا، جو خرابات مین خراب نہ تھا — ہم آج پیر ہوئے، کیا کبھی شباب نہ تھا
شکایت اُن سے کوئی گالیون کی کیا کرتا؟ — کسی کا نام، کسی کی طرف خطاب نہ تھا
نہ پوچھ عیشِ جوانی کا ہم سے پیری مین — ملی تھی خواب مین وہ سلطنت شباب نہ تھا ۳۲
دماغ بحث تھا کسکو وگرنہ اے ناصح — دہن نہ تھا کہ دہن مین مرے جواب نہ تھا
وہ کہتے ہین شبِ وعدہ مین کس کے پاس آتا — تجھے تو ہوش ہی اے خانمان خراب نہ تھا
فلک نے افسرِ خورشید سر پہ کیون رکھا — سبو سے بادہ نہ تھا، ساغرِ شراب نہ تھا
ذرا سے صدمے کی تاب اب نہین، وہی ہم ہین — کہ ٹکڑے ٹکڑے تھا دل اور اضطراب نہ تھا
لپٹ کے چوم لیا منھ مٹا دیا انکار — نہین کا اُنکی سوا اسکے کچھ جواب نہ تھا

غضب کیا کہ اسے تو نے محتسب توڑا — ارے یہ دل تھا مرا، شیشۂ شراب نہ تھا
امیر اب ہین یہ باتین جب اُٹھ گیا وہ شوخ — حضور یار کے مُنھ مین ترے جواب نہ تھا

دیکھ اے درد، جدا ہو نہ دلِ محزون سے ۴۳ — اور اُلجھے گا یہ بیمار جو تنہا ہوگا

ایسا تری رحمت پہ بھروسا ہے کہ مجھ سے — احسان اُٹھایا نہین جاتا ہے دعا کا

بظاہر رہا مجھ سے غافل مگر — کنکھیون سے وہ دیکھے بھالے گا

اے غمِ یار مین نہین مٹتا — نام مٹتا ہے ناتوانی کا
زیست کا اعتبار کیا ہے امیر ۴۴ — آدمی بلبلا ہے پانی کا

جب دیکھ لوگے پاس بھری میری شکل، تم — پھر تم سے میرے دل کو، دُکھایا نہ جائیگا
چہرہ چھپالین، آنکھ چرالین، حیا سے وہ — جوبن اُبھار پر ہے چھپایا نہ جاے گا
مجھ روسیہ کو قبر مین رہنے دے اے کریم — یہ مُنھ کسی کو مجھ سے دکھایا نہ جاے گا

کیا کہتے ہو، بس دیکھ لیا حال تمھارا — دیکھو گے ابھی تم نے مریجان نہین دیکھا
جان آنکھون سے، دم تن سے نکلتے ہوئے دیکھا — پر دل سے نکلتے ہوئے ارمان نہین دیکھا

اس سرا مین، مین مسافر نہین رہنے آیا — رہ گیا تھک کے اگر آج تو کل جاؤن گا

تڑپ کے مُنھ سے کلیجا نکل پڑے نہ امیر ۴۵ — بہت جو درد اُٹھے، دل پہ ہاتھ دھر لینا

ہم سے دلِ دردِ محبت کا دُکھایا نہ گیا — زخم کھایا کیے ٹانکا کبھی کھایا نہ گیا
لاش، بے گور و کفن وادیِ غربت مین رہی — مر کے بھی غیر کا احسان اُٹھایا نہ گیا

وہ ہنس ہنس کے نشتر چبھویا کیے — مین رو رو کے دامن بھگویا کیے
عجب، قدرتِ حق کے، ای بت ہین کھیل — کہ مٹی کے پتلے کو، گویا کیے
بُرا خوابِ غفلت کا ہو، وقتِ کوچ — گئے میرے ساتھی مین سویا کیے

وقفہ نہین اب بزم سے ہوتا ہے یہ رخصت — منھ دیکھ رہا ہون مین چراغِ سحری کا

موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا ۴۶ — بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا

شکوہ کسی سے دل شکنی کا کرون مین کیا؟ یہ شیشہ چوٹ کھانے سے پہلے ہی چور تھا

خامشی مین بھی کیا حلاوت ہی ۳۷ کہ کبھی لب سے لب جدا نہ ہوا

فتنے کہتے ہین اُن نگاہون سے چشم بد دور تم سے کیا نہ ہوا

کھیت لاکھون رہے مگر قاتل سبزۂ شمشیر کا ہرا نہ ہوا

دمِ رقص ہاتھون کو آنا نہ ہلپیو کہین، یار، دل پسیج جائے کسی کا

ان ہونٹھون مین کھیلنا ہنسی کا ۳۸ کھلنا دکھلا گیا کلی کا

اس کڑی کا تحمل تھا کہان شیشۂ دل ع ۳۹ وہ کہی بات کہ دل تو نے صنم توڑ دیا

اِس غمکدہ مین کٹ گئی یون اپنی زندگی ۴۰ قیدی کو جیسے روز گزر جائے عید کا

پچھتا رہے ہین خون مرا کرکے کیا حضور ع ۴۱ اب اسپہ خاک ڈالیے، جو کچھ ہوا ہوا

مٹائے دیدہ و دل دونون میرے اشکِ خونین نے عجب یہ طفلِ ابتر تھا، نہ گھر رکھا، نہ در رکھا

نہ کی کس نے سفارش میری وقتِ قتل قاتل سے کمان نے ہاتھ جوڑے، تیغ نے قدمون پہ سر رکھا

تری گردن پہ ہوگا خون حسرت ہاے بسمل کا نگاہِ یاس بس کر، دل بھر آتا ہی قاتل کا

نکیرین، اک ذرا دم لینے دو پھر لڑ جھگڑ لینا ابھی تو مین تھکا ماندہ چلا آتا ہون منزل کا

خدا کی راہ مین دیتا ہی، گھر کا بھر لینا ادھر دیا، کہ اُدھر داخلِ خزانہ ہوا

امیر، لاکھ اِدھر سے اُدھر زمانہ ہوا وہ بُت وفا پہ نہ آیا، مین بے وفا نہ ہوا

عبث ہی ناز متمول پہ اِن امیرون کو اُٹھا کے لائے ہین کوڑا فقیر کے گھر کا

احسان کسی کا اِس تنِ لاغر سے کیا اُٹھے سو من کا بوجھ سایۂ دیوار ہوگیا

اے ترک، تیری تیغ ہمارا گلا کہان ع اک یہ بھی اتفاق قضا و قدر ہوا

کیا ہماری گور پر ہے احتیاج روشنی چار جگنو جب چمک نکلے چراغان ہوگیا

دل، نہ مجروحون کے تڑپانے سے قاتل کا بھرا چٹکیان رہ رہ گئین خالی نمکدان ہوگیا

قریب ہی یار، روزِ محشر چھپے گا کشتون کا خون کیونکر جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستین کا

حضرتِ منعم دلِ مضطر اگر آپ کا ہے، آ سیجئے — پر مین بے سامان بہت ہو گئے کیا یا مین آپ؟

جھانک کر روزنِ دیوار سے وہ تو بھاگے — رہ گیا کھول کے آغوش مین در کی صورت

خوشا امیر، وہ منعم، کہ ہو کے دولتمند — جھکائے سر شجرِ میوہ دار کی صورت

بات کرتے مین تو جاتی ہے ملاقات کی رات — کیا بڑی بات ہے رہ جاؤ یہین رات کی رات

شام سے صبح تلک چلتے ہین جامِ مئے عیش — خوب ہوتی ہے بسر اہلِ خرابات کی رات

نامہ بر مین جانتا ہون پر بتا سکتا نہین — دل مین ہے لب تک نہین آتا نشانِ کوے دوست

چین، اب کسی پہلو، کسی کروٹ، نہین آتا، — سچ ہے کہ گلے کی بھی ہوتی ہے بری چوٹ

بندہ ہون تیری محبت کا مین جاؤنگا کہان؟ — بند کرتا ہے قفس مین مجھے صیاد عبث؟

شاید، کسی دلبر پہ امیر، آ ہی گیا دل — کیون ہاتھون سے تھامے ہوئے پھرتے ہو جگر آج

ساتھ پیکان کے لپٹ کر دل نہ کھینچ آئے کہین — دیکھ او ظالم زرا آہستگی سے تیر کھینچ

یہ میکدہ ہے، کہ کوئی طلسم ہے ساقی، ۴۲ جو آئے پیر کی صورت گئے جوان کیطرح

ہجر کی شب ایک تو یون ہی نہین آتی ہے نیند — اور بک بک سے تری، ناصح اڑی جاتی ہے نیند

دردِ دل کہتا ہون مین جب رات کو کہتے ہین وہ — ختم کیجے یہ کہانی اب ہمین آتی ہے نیند

تیرے [illegible] ین کو بندھتا ہے خیال — کرمکِ شبتاب بنکر صاف اڑ جاتی ہے نیند

غفلتِ پیری ہے اب، تھی نوجوانی تک ترنگ — رات کے جاگے ہوئے کو جیسے آ جاتی ہے نیند

ڈرتی ہے میرے سرہانے مین جو آتے ہوئے — موت کو ہمراہ لے لیتی ہے تب آتی ہے نیند

مین تو کیا محفل مین اسکی جا کے سو جاتے ہین پاؤن — نرم بستر پا کے کیسے پاؤن پھیلاتی ہے نیند

ہجرِ جانان مین جو سو غمزدون سے آ گئی ہے امیر — خفتگانِ خاک کی صورت سلا جاتی ہے نیند

سچ کہ ملبند کسکی ہے، اے خوبرو پسند؟ — تجکو عدو پسند ہے، مجکو ہے تو پسند،

کھل کر کہو کہ بوسۂ گیسو نہ دینگے ہم — یہ الجھی الجھی ہمکو نہین گفتگو پسند

سب آرزوون سے چھوٹ گیا کرکے ترکِ حرص ۴۳ کیونکر نہ ہو مجھے دلِ بے آرزو پسند

یہ جھک پڑا جہان دہن دریا بہادیا ساقی مجھے ہی ہمتِ دستِ سبو پسند
دن رات ذکر شعر و سخن سے ہی کام امیر باتین یہی پسند یہی گفتگو پسند

کون اُٹھائیگا، تمھاری یہ جفا میرے بعد یاد آئیگی بہت میری وفا میرے بعد
ہی وصیت مری، مرقد پہ یہ لکھدین احباب کہ کرے کوئی کسی سے نہ وفا میرے بعد

خنجرِ قاتل نہ کر اتنا روانی پر گھمنڈ سخت کمظرفی ہی اک دو بوند پانی پر گھمنڈ
شمع کے مانند کیا آتش زبانی پر گھمنڈ؟ صورتِ پروانہ کر سوزِ نہانی پر گھمنڈ
گور مین کہتی ہی عبرت قیصر و فغفور سے کیون نہین کرتے ہو اب صاحبقرانی پر گھمنڈ؟
ہی یہی تاثیر آبِ خنجرِ جلاد مین چشمۂ حیوان نہ کر تو اپنے پانی پر گھمنڈ
حال پر اجداد و آبا کے تفاخر کیا امیرؔ ہین وہ نادان جنکو ہی قصہ کہانی پر گھمنڈ

چوٹی مین اگر ہے بار تعویذ لا میرے ہی سر سے مار تعویذ
جاتی نہین ہجر کی تپ حار ناحق ہے گلے کا ہار تعویذ
اللہ رے امیرؔ سوزِ فرقت جل جاتا ہی برق وار تعویذ

تیر کھانے کی ہوس ہی تو جگر پیدا کر سر فروشی کی تمنا ہی تو سر پیدا کر
کوہکن، کوہ کنی شیوۂ عشاق نہین ہے جو عاشق، دلِ معشوق مین گھر پیدا کر
آخرت مین عملِ نیک ہی کام آئینگے پیش ہی تجھکو سفر، زادِ سفر پیدا کر
عشقبازی کا اگر حوصلہ رکھتا ہی امیرؔ دل جو لوہے کا تو پتھر کا جگر پیدا کر

ساقیا ابر ابھی آیا نہین میخانے پر کیون قدح نوش گرے پڑتے ہین پیمانے پر
دل خدا دے جسے وہ داغِ محبت لے مول عشقِ بلبل پہ ہی موقوف نہ پروانے پر
ہی وہی دوست جسے جس سے محبت ہوجاے نہ یہ اپنے پہ ہی موقوف نہ بیگانے پر
مجھ سے رخصت جو ہوا یار شبِ وصل امیرؔ چھا گئی کیسی اُداسی مرے کاشانے پر

یہی سوزِ دل ہی تو محشر مین جل کر جہنم اُگل دیگا مجھکو نگل کر

جو شامِ شبِ ہجر دیکھی تو سمجھے
قضا سر پہ آئی ہے صورت بدل کر

یہ میری طرف پاؤں محفل میں کیسے؟
زرا آدمیت سے بیٹھو سنبھل کر

بشر کیوں نہ ہو بے وطن ہو کے مضطر
تڑپتی ہے دریا سے مچھلی نکل کر

مرا دل بھی آئینۂ انجمن ہے
دکھاتا ہے سو رنگ صورت بدل کر

قدم جب خوشی سے درِ دل پہ رکھا
صدا غم نے دی دیکھ ظالم سنبھل کر

نکالا جو پیرِ مغاں نے تو کیا غم
بلا لے گی پھر دخترِ رز مچل کر

یہی سوزِ غم ہے تو شمعوں کی صورت
کسی روز بہ جاے گا دل پگھل کر

اٹھا اے دل آنکھوں سے اتنا نہ طوفان
کوئیں بیٹھ جاتے ہیں اکثر ابل کر

امیر اہلِ مسجد سے اظہارِ تقوے؟
ابھی آئے ہو میکدے سے نکل کر

جورِ ہفت افلاک ہیں انساں کے جسمِ زار پر
بوجھ ان ساتوں چھتوں کا ہے اسی دیوار پر

یہ مرے بیت الحزن پر چھائی ہے بوسیدگی
ڈرتے ڈرتے سایہ رکھتا ہے قدم دیوار پر

وار کرنے کی نہ قاتل کو ملی کاوش میں بار
دوڑ کر خود رکھ دیا میں نے گلا تلوار پر

باغ سے پہنچے ہیں وحشی بے تکلف سوئے دشت
پاؤں بھی رکھا نہ مثلِ بوئے گل دیوار پر

شمع ساں گریاں ہے قاتل میرے بالیں پر امیر
موت کو روتے ہوئے دیکھا اسی بیمار پر

اور بھی تیر لگا دل پہ مری جان دو چار
ساتھ پیکاں کے نکل جاتے ہیں ارماں دو چار

جب نکلتے ہیں مکاں سے وہ بدل کر کپڑے
چاک ہو جاتے ہیں رستے میں گریباں دو چار

مجلسِ گورِ غریباں نہیں رہتی خالی
روز آ رہتے ہیں اس میں نئے مہماں دو چار

ہوں وہ بسمل مرے زخموں کو مزہ درد کا ہے
نہ بھرے جی جو نہ خالی ہوں نمکداں دو چار

امتحاں مردمِ دنیا کا کیا ہم نے امیر
دیو خصلت جو ہزاروں ہیں تو انساں دو چار

نہ کور باطن ہوا سے برہمن، ذرا تو چشمِ تمیز وا کر
خدا کا بندہ، بتوں کو سجدہ، خدا خدا کر خدا خدا کر

جو اٹھ کے پہلو سے انجمن میں، وہ دور بیٹھے ہیں مجھ سے جا کر
تڑپ نے دردِ جگر کی دل کو بٹھا دیا ہے اٹھا اٹھا کر

قدم کو لغزش، زبان کو لکنت، ہی رعشہ ہاتھون کو، سر کو چکر — ہہہ کدھر گئی ہا نوجوانی، ان آفتون مین ہمین پھنسا کر

جو آنکھ کھولی، تو کچھ نہ دیکھا، سحر کو سنسان سب سرا تھی — ہوا نہ پھر اہیو کن سے اتنا کہ ساتھ لیتے مجھے جگا کر

نہ بھول سن زندگی پہ غافل، نہین ہی کچھ اعتبار اسکا — کہ راہ لے گی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ تجھے بتا کر

بپا ہی طوفان بے ثباتی، رواروی مین ہین گرم پوین — ہوا مین ناحق بھرا ہوا ہی، حباب دریا مین گھر بنا کر

نہین ہی کوئی جہان مین باقی چلیگی اب تیغ ناز کس پر — مگر تری قتل گہ مین لائین مسیح مردے جلا جلا کر

یہ ظلم سارے ہین چند روزہ، ہی ایکدن انتقام کا بھی — امیر حمام گرم کرلین، فقیر کا جھونپڑا جلا کر

خدا ہی باندھے ہوا کچھ ایسی کہ دل ہو اُس گرم خو کا پانی — کیا ہی لوگون نے آگ اسکو، لگا لگا کر بجھا بجھا کر

امیر میری رگ گلو پر یہ تیغ قاتل کی آرزو تھی — ملی وہ آکر جو بعد مدت تو خوب روئی گلے لگا کر

امیر قسمت مین جو لکھا ہی اسی کا ہر روز سامنا ہی — خدا ہی مالک، خدا ہی رازق، کسی سے ہرگز نہ التجا کر

منھ پھیر کر وطن کی طرف یون وطن کو چھوڑ — چھوٹے جو بوے گل کی طرح سے چمن کو چھوڑ

اے روح کیا بدن مین پڑی ہی بدن کو چھوڑ — میلا بہت ہوا ہی اب اس پیرہن کو چھوڑ

ہی روح کو ہوس کہ نہ چھوڑے بدن کا ساتھ — غربت پکارتی ہی کہ غافل، وطن کو چھوڑ

کہتی ہی بوے گل سے صبا آکے صبحدم — اب کچھ ادھر ادھر کی ہوا کھا چمن کو چھوڑ

تلوار چل رہی ہی کہ یہ تیری چال ہی — اے بت خدا کے واسطے اس بانکپن کو چھوڑ

شاعر کو فکر شعر مین راحت کہان **امیر** — آرام چاہتا ہی تو مشق سخن کو چھوڑ

مرے پھولون مین یون آؤ چمن قدسے ہو جوبن پر — ملو ہاتھون مین مہندی خون اسکا میری گردن پر

ہجوم ایسا نگاہون کا ہوا ہے انکی چلمن پر — کہ دُہرے پردے جالی کے پڑے ہین روے روشن پر

الہی وہ بھی دن آئے کہ میرا ہاتھ محشر مین — کبھی جیب کفن پر ہو کبھی قاتل کے دامن پر

دورنگی سے نہین خالی ہی کوئی بات اس بت کی — پیام صلح لب پر جنگ کے آثار چتون پر

کدورت کب جگہ پاتی ہی دلمین صاف طینت کے — نہ دیکھا گرد کو جمتے کبھی دریا کے دامن پر

امیر ایسا کیا ویران اجل نے قصر شاہی کو — کہ آنکھین رکھ کے روئی بیکسی ایک ایک روزن پر

خدا کو دل ہی مین ڈھونڈھو ادھر ادھر نہ پھرو　　نہین کتاب کا مطلب کتاب سے باہر

بادۂ سرخ پیون ساغر و مینا بھر کر　　ہوس گل مین کرون کیا مین خزینا بھر کر

دل یہ ہی بحر محبت مین ہجوم غم و یاس　　خوف ہی بیٹھ نہ جائے یہ سفینا بھر کر

حال کیا پوچھتے ہو میرے دل پرخون کا　　دیکھ لو بادۂ گلرنگ سے مینا بھر کر

نشۂ دولت دنیا ہی خمار عقبے　　مست منعم ہی عبث زر سے خزینا بھر کر

خراب عشق لاکھون تاک مین ہین چشم ساقی کی　　زمانے کے شرابی آگرے ہین ایک ساغر پر

گڑے مردے اکھڑ جائین گے پھر ردکاری کو　　زمانے بھر کے جھگڑے اٹھ رہے ہین روز محشر پر

سیہ کاری سے جی بھرتا نہین پر شرم آتی ہی　　کہانتک بوجھ رکھیے کاتب اعمال کے سر پر

اجل نے سارے جھگڑے سے چھڑایا　　فراغت ملگئی تربت مین گڑ کر

حیا آتی ہی کیا منزل پہ جاؤن　　کہ کانٹے روکتے ہین پاؤن پڑ کر

یہ جنگ زرگری در پردہ ہی صلح　　ملا دیتے ہین دل کو آنکھ لڑ کر

جدا سر ہو تو اپنا درد سر جائے　　کرین کیا درد سر صندل رگڑ کر

سنبھل سکتا نہین ہی سر دفور ناتوانی سے　　اگر تکیے سے اٹھتا ہی تو آ رہتا ہی زانو پر

آستین سے جو ہوا دست ستمگر باہر　　مین یہ سمجھا کہ ہوا میان سے خنجر باہر

داغ الفت مرے دلمین کوئی چھپ سکتا ہی　　شمع فانوس کا نور ایک ہی اندر باہر

ہون وہ دیوانہ جو رکھتا ہون زندان مین قدم　　غل یہ زنجیر مچاتی ہی کہ باہر باہر

سرکشی اہل تواضع سے کوئی چلتی ہی　　پست دروازہ سے خود آتا ہی انسان جھک کر

مرتبہ پیش خدا ہوتا ہے اتنا ہی بلند　　جس قدر چلتا ہی انسان سے انسان جھک کر

جل گیا اگتے ہی دانا جو مری قسمت کا　　آسیا رہ گئی انگشت بدندان ہو کر

جلتا ہی دل فراق مین کیونکر خوش آئے ابر　　پرکالے آگ کے ہین مجھے لکہ ہاے ابر

ہم بیکسون کا کون عزادار ہی امیر　　ہان نیلگون ہی دشت ہوا پر رداے ابر

تھا وہ دیوانہ کہ زندان کی محبت نہ گئی — رہ گیا چار قدم سوے بیابان چل کر

ملا نام خدا وہ مرتبہ تجھکو حسین ہوکر — فلک کرتا ہے مجرا تیری چوکھٹ کو زمین ہوکر

نہ بچے گی آبرو دنیا مین تو عزلت نشین ہوکر — صدف مین بیٹھ رہنا چاہیے دُرِ ثمین ہوکر

نوجوانی ہے نہ پوچھو رُخِ جانان کی بہار — کچھ عجب موسمِ گل مین ہے گلستان کی بہار

باغبان سے کہو پھولے نہ بہت پھولون پر — چار دن ہے یہ گل و لالہ و ریحان کی بہار

عجب لذت بھری تلوار سے قاتل نے مارا ہے — مرا خون اسکے سر پر اسکا احسان میری گردن پر

گلا کٹوا مزے لے لے کے پھر اے دل کہان یہ دن — کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر

مین اس ادا کا ہون تیری کشتہ مین اے نہالِ کمسن سنبھل — لگائی تلوار جب چمک کر تو کھا گئی بل کمر لچک کر

جو تیرے احسان ہین ضعفِ پیری مین شکر اسکا ادا کرون کیا — دعائین دیتی ہے ہڈی ہڈی مرے بدن کی چٹک چٹک کر

مین وہ ہون نازک مزاج بلبل نہین مجھے تابِ نکہتِ گل — دماغ کرتی ہین کیون پریشان چمن مین کلیان یہ چٹک چٹک کر

بوسے کوئی مانگے تو نہین، کہتے ہین ہنسکر — انکار مین بھی صاف ہین اقرار کے انداز

یون دل مرا ہے اُس صنمِ دلربا کے پاس — جس طرح آشنا کسی ناآشنا کے پاس

بولا وہ بت سرہانے مرے آکے وقتِ نزع — فریاد کو ہماری چلے ہو خدا کے پاس؟

توفیق اتنی دے مجھے افلاس مین خدا — حاجت نہ لے کے جاؤن کبھی اغنیا کے پاس

رہتے ہین ہاتھ باندھے ہوئے گلرخانِ دہر — یارب ہے کس بلا کا فسون اس حنا کے پاس

پیچھے پڑا ہے افعیِ گیسو کے دل امیر — جاتا ہے دوڑ دوڑ کے یہ خود قضا کے پاس

ذبح ہوکر بھی پیاس کم ہو تشنۂ دیدار کی — اسقدر پانی کہان قاتل ترے خنجر کے پاس؟

یون عیان ہین ضعف سے پہلو مین میرے استخوان — جیسے صفحے پر خطِ مسطر خطِ مسطر کے پاس

کرتے ہو کیا لباس سے آرایشِ بدن — اک روز فرشِ خاک ہے مسند، کفن لباس

ہون وہ گدا، ہے مجتمع، گھر مین مرے خلقِ خدا — گویا کہ نقشِ بوریا ہے نقشِ حب عامل کے پاس

جب تک کہ ہے سر دوش پر جائیگا کیونکر دردِ سر — صحت کہان عیسیٰ کے گھر چلیے کسی قاتل کے پاس

آنکھین تری سفاک ہین، خونریز ہین، چالاک ہین — دو ساحرِ بیباک ہین بیٹھے ہین دونون مل کے پاس

کٹ بھی چکے کہین کہ ہر یان سر وبالِ دوش — قاتل کو بھی ہر تیغ دو پیکر وبالِ دوش

اے تیغ یار جلد سبکدوش کر کہین، — ناطاقتی سے ہر مجھے اب سر وبالِ دوش

پی جاؤن ایک سانس مین دو محکو سبکدوش — کب تک سبوے بادۂ احمر وبالِ دوش؟

فلک نے جب کوئی چکر بڑا دیا ہمکو — نظر مین پھر گئی تیری نگاہ کی گردش

تمھاری سیدھی نظر نے تو یہ دیے چکّر — خدا دکھائے نہ ترچھی نگاہ کی گردش

یہ ایک حسن لاکھ شرافت سے بڑھ کے ہی — نادان ہی دے کے دل جو کرے ذات کی تلاش

پیری مین چاہیے نہ جوانی کی آرزو — بے عقل ہی جو دن کو کرے رات کی تلاش

سیدھی نگاہ مین ہین ترے تیر کے خواص — ترچھی ذرا ہوئی تو ہین شمشیر کے خواص

ہوتا ہی محکو روز جو عارضہ نیا مرض — لکھ رکھی ہی میرے مرض کی دوا مرض

اسکو غمِ وصال ہی اور مجکو تپِ فراق — دل کو جدا مرض ہی جگر کو جدا مرض

جھنجھلا کے بولے اٹھے جو لیٹا مین دوبار — پیدا ہوا ہی آج یہ تمکو نیا مرض

ہر وقت اوڑھنا ہی بچھونا ہی بستر عمر بھر — سچ ہی اسیر تمکو ہوا یہ برا مرض

مکان سے ہی نہ کچھ ہم کو لامکان سے غرض — جہان حضور ملیں ہم کو ہی وہان سے غرض

حرم سے کام، نہ مطلب ہی دیر سے ہم کو — سرِ نیاز کو ہی تیرے آستان سے غرض

کسے ہی فکرِ مضمون تازہ کی فرصت؟ — اسیر ہے مجھے شیرینیِ زبان سے غرض

کرتا ہون مین تو روز روانہ ادھر سے خط — لکھا نصیب کا، نہین آتا اُدھر سے خط

چڑھیے نہ ماہتابی پہ اُلٹے ہوے نقاب — لکھوائیے غلامی کا پہلے قمر سے خط

مین تھام لون جگر کو بہت ہی یہ بے قرار — قاصد، ٹھہر، نہ کھول ابھی تو کمر سے خط

پڑھنے دیا نہ دل کی تڑپ نے مجھے اسیر — ایسے ہجومِ شوق مین آیا اُدھر سے خط

بھیجا جو کبھی ہم نے دیکھا بھی نہ سارا خط — عینک کی طرح اُسنے نظرون سے اُتارا خط

قسمت کا لکھا دیکھو بھیجا بھی اگر قاصد — اک حرف نہ سمجھے وہ گو پڑھ گئے سارا خط
یاں ہم مشتاق رہے برسوں اک دن نہ کہا اُس نے — لکھوائیں گے کچھ ہم بھی دیکھیں تو تمھارا خط

کیا شوق ہے بنا کے کبوتر کو نامہ بر — ایک ایک پر میں باندھ دیے چار چار خط
بھیجا جو یار تک نہیں پہنچا یہ کیا ہوا — ڈوبا کہ جل گیا مرے پروردگار خط

جان، بزمِ مے و معشوق، غنیمت، واعظ — خلد میں ہاتھ نہ آئے گی یہ صحبت واعظ
تو جو رندوں کی حقیقت نہیں سمجھا، نہ سمجھ — رند سمجھے ہیں تری خوب حقیقت واعظ
جام مے دیکھ کے جامے سے ہوا تو باہر — پی لے دو گھونٹ تو کیا ہو تری صورت واعظ
ایسے پڑھنے سے تو اچھا تھا کہ جاہل رہتا — نہ حیا تجھ میں ہے باقی نہ مروت واعظ
اپنی کچھ کہہ، مری کچھ سن تو مزہ بھی اُٹھے — تا کجا تذکرۂ دوزخ و جنت واعظ
فصلِ گل میں بھی ہے محروم مئے گلگوں سے — دن ترے اچھے ہیں بری ہے تری قسمت واعظ
مست ہم دخترِ رز کے ہیں، وہ جو رو کے امیر — کبھی سمجھے گا نہ رندوں کی حقیقت واعظ

چپ بھی ہو کب رہا ہے کیا واعظ — مغز رندوں کا کھا گیا واعظ
ہجو مے کر رہا تھا منبر پر — ہم جو پہنچے تو پی گیا واعظ
دخترِ رز کو برا مرے آگے — پھر نہ کہنا کبھی سنا واعظ
آج کرتا ہوں وصفِ مے میں امیر — دیکھوں کہتا ہے اس میں کیا واعظ

پہلے اُسی سے ہوں گے سارے سوالِ محشر — خود بھی ڈرے نہ تنہا ہمکو ڈرا گئے واعظ

میرے دل میں نہیں ہیں ارماں جمع — گھر میں اللہ کے ہیں مہماں جمع
سیکڑوں عیش کے ہیں ساماں جمع — پر نہیں خاطرِ پریشاں جمع
جوشِ سودا، خیالِ خط، غمِ زلف — ہیں پریشانیوں کے ساماں جمع
آرزو، داغ، بیکسی، حسرت — کیسے کیسے ہیں دل میں مہماں جمع
آج اٹھیں گے زخمیوں کو مزے — ہو رہے ہیں وہاں نمکداں جمع

اب ملے گی سخن کی داد امیر — آج محفل میں ہیں سخندان جمع

جب گنہگاروں پہ تیرے رحم فرماتی ہے تیغ ۴۵ — ابرِ رحمت بنکے مقتل میں برس جاتی ہے تیغ

واہ رے شوقِ شہادت ایک پر گرتا ہے ایک — عمر گزری ہے کہ دم لینے نہیں پاتی ہے تیغ

چین پیشانی پہ، ابرو پر شکن اچھی نہیں — دیکھیے بیکار ہو جائے گی بل کھاتی ہے تیغ

روحیں قالب سے نکل آتی ہیں مارے شوق کے — میان سے اُس کے نکلنے بھی نہیں پاتی ہے تیغ

یہ لگاوٹ یہ کھنچاوٹ یہ چلیں یہ بانکپن، — قہر کی چالیں تجھے اے ترک سکھلاتی ہے تیغ

سخت جانی نے خجل کس کس کو مقتل میں کیا — اس سے شرماتا ہوں میں اور مجھ سے شرماتی ہے تیغ

بسملوں کا جذبۂ شوقِ شہادت دیکھنا — میان سے بیتاب ہو کر خود نکل آتی ہے تیغ

ہے بہ بازارِ جزا لے تیغ زن اپنی خبر — دیکھ وہ تیری قضا کھینچے ہوئے آتی ہے تیغ

سخت عاجز ہے ہماری سخت جانی دیکھ کر — پیستی ہے دانت، سر پتھر سے ٹکراتی ہے تیغ

ہے پری آنے میں، بجلی سے سوا جانے میں تیز — ناز سے آتی ہے اور انداز سے جاتی ہے تیغ

خضرِ رہ بھی ہے، فقط رہزن نہ اسکو جانیے — جان لیتی ہے تو منزل پر بھی پہنچاتی ہے تیغ

اور میری تشنہ کامی پر کسے آتا ہے رحم؟ — حلق میں دو بوند پانی آ کے ٹپکاتی ہے تیغ

رعب ایسا آ گیا ہے سخت جانی کا امیر — موت میری دور ہی سے مجکو دکھلاتی ہے تیغ

نہ آئے شب کو میسر اگر، نہ آئے چراغ — کہ داغ سینے کے روشن ہیں یاں بجائے چراغ

نقاب ڈال کے آئے ہیں وہ تو کیا پروا — چھپے نہ پردۂ فانوس میں ضیائے چراغ

لنڈھے شراب کے ساغر، جو محتسب آیا — ہوا غضب کی چلی یک قلم بجھائے چراغ

عبث ہے سامنے جاہل کے شعر کا پڑھنا — وہ بے تمیز ہے اندھے کو جو دکھائے چراغ

خدا ہے دل جو بچے حادثوں کے جھونکوں سے — کہاں تلک تہِ دامن کوئی چھپائے چراغ

رہے نہ داغِ جوانی امیر پیری میں — جلائے شب کو سحر ہو گئی بجھائے چراغ

نورِ عرفان کے لیے آنکھوں میں آنسو ہیں ضرور — نور تب دیتا ہے، جب روغن سے مملو ہو چراغ

شمع کافوری مبارک منعمون کی بزم کو | ہین ہمارے خانۂ تاریک مین جگنو چراغ
سینۂ پر داغ، اشکون مین ہین لختِ دل امیر | باغ مین گویا کہ روشن ہین کنارِ جو چراغ

زلفین آئی ہین لٹک کر روے جانان کی طرف | پاؤن پھیلائے ہین اس کافر نے قرآن کیطرف
گھر سے اُٹھتے تھے کہ جائین گے گلستان کیطرف | وحشتِ دل لے چلی ہمکو بیابان کی طرف
دل کے اک اک گور سے ہم دیر تک رویا کیے | ۴۶ لے گئی عبرت جو کل گورِ غریبان کی طرف
کچھ تو تمکو چاہیے اپنے اسیرون کا خیال، | روز آنکلا کرو دم بھر کو زندان کی طرف
آپ سے جاتا نہین ہر بار مین مجبور ہون | دل کھچا جاتا ہے میرا کوے جانان کی طرف
چاہتا ہون وصل اُس سے جو دو عالم مین نہین | مجکو دیکھو اور میرے دل کے ارمان کی طرف
اب کہین یارانِ رفتہ کا نشان ملتا نہین | شوقِ دل لے چل مجھے گورِ غریبان کیطرف
جا کے اب یارون کی تنہائی مین دیکھون گا امیر | لے چلی ہے بیکسی گورِ غریبان کی طرف

شوخیان کہتی ہین ہم ہین اُسکی چتون کیطرف | چتونین کہتی ہین ہم ہین چشمِ پرفن کی طرف
سیر دیکھو دل بھی ہے اُس شوخ پرفن کی طرف | دوست ہو کر بولتا ہے میرے دشمن کی طرف
تیرِ مژگان، تیغِ ابرو، دونون حامی ہین مرے | ایک سینہ کی طرف ہے ایک گردن کی طرف
لاابالی جب نکل چلتے ہین پھر رکتے نہین | ۴۷ بوئے گل کب دیکھتی پھر کے گلشن کی طرف
لاکھ اُچھالے وحشتِ دل کوے جانان سے امیر | مین نہ صحرا کی طرف جاؤن نہ گلشن کی طرف

ہین نہ زندون مین نہ مُردون مین کمر کے عاشق | نہ اِدھر کے ہین الٰہی، نہ اُدھر کے عاشق
جتنے ناوک ہین کماندار ترے ترکش مین، | کچھ مرے دل کے ہین کچھ میرے جگر کے عاشق
برہمن دیر سے، کعبے سے پھر آئے حاجی، | ترے در سے نہ سرکنا تھا نہ سرکے عاشق
آنکھ دکھلاؤ اُنھین مرتے ہون جو آنکھون پر | ہم تو ہین یار محبت کی نظر کے عاشق
بیکسی، درد، الم، داغِ تمنا، حسرت، | چھوڑے جاتے ہین پس مرگ یہ ترکے عاشق
بے سبب سیرِ شبِ ماہ نہین ہے یہ امیر | ہو گئے تم بھی کسی رشکِ قمر کے عاشق

ہم تھے اور چہرۂ محبوب کا نظارہ امیر　　شعلۂ حسن تھا جس روز نہ پروانۂ عشق
بیخودی تا بکجا ؟ آپ مین آؤ بھی امیر　　دیر سے بیٹھے ہین احباب تمھارے مشتاق

آئی جو کھل کے زلف رسا سر سے پاؤن تک　　لینے لگی بلائین ادا سر سے پاؤن تک
لاغر ہوں اسقدر مجھے پہچانتی نہین　　رہ رہ کے دیکھتی ہے قضا سر سے پاؤن تک
گنڈا نظر گذر کا پنھائے گی آپ کو　　قد ناپتی ہے زلف رسا سر سے پاؤن تک
پہنچا ئے کربلا مین جو بخت رسا امیر　　ملیے بدن مین خاک شفا سر سے پاؤن تک

کتنے بدبخت تھے جو چھوڑ گئے رسم ستم　　مر چکے پھر بھی لکھے جاتے مین عصیان ابتک

مین ہون وہ ناتوان جب آہ کھینچی　　تو ٹھہری سو جگہ دل سے زبان تک
کڑی ہے اسقدر منزل عدم کی　　کہ مر مر کر پہنچتے ہین وہان تک
ہزارون حسرتون کا ہو گیا خون　　کہان تک پاس رسوائی کہان تک

مرے ہر عضو کو ہے اُس بت خونخوار سے لاگ　　دل کو ہے تیر سے گردن کو ہے تلوار سے لاگ
ہم نہ ہین دوست کسی کے نہ کسی کے دشمن　　یار سے ہمکو لگاوٹ ہے نہ اغیار سے لاگ
تارے گن گن کے شب ہجر بسر کرتا ہون　　کیا کرون خواب کو ہے دیدۂ بیدار سے لاگ
بے طرح حال تمھارا جو مین پاتا ہون امیر　　ہو گئی کیا کسی معشوق طرحدار سے لاگ

واہ کیا خوب پر و بال نکالے بلبل　　اُڑتے ہی پڑ گئی صیاد کے پالے بلبل
نو گرفتار ہے صیاد کا سمجھے تو مزاج　　تھوڑی تھوڑی ابھی آواز نکالے بلبل
خوش بیانی ہے تری سارے چمن مین مشہور　　کچھ تو صیاد کو باتون مین لگالے بلبل
دھیان صیاد کا گلچین کا خطر خوف خزان　　ہو بلا ایک تو سر سے اُسے ٹالے بلبل
پھول گلشن مین نہ آئے تھے کہ صیاد آیا　　دل کے ارمان کہو خاک نکالے بلبل

اُنھین در کار ہے اک چلبلا دل　　یہ سُنتا تھا کہ بجلی بن گیا دل
اُسے دیکھا تصدق کر دیا دل　　کسی کو کیا مری آنکھین مرا دل

جگہ دے غیر کو بھی ساتھ تیرے — کب اس پہلو پہ آتا ہے مرا دل
وہ بوسے واہ بوسہ دین تو دل لین — نئے دل دینے والے تم نیا دل
پٹک کر دل مرا جھنجلا کے بولے — بڑا اوچھا ہی تو لے جا اُٹھا دل
تمھین افسردہ پایا بجھ گیا جی — ہمین دیکھا شگفتہ کھل گیا دل
امیر اِس ناز سے ظالم نے دیکھا ۴۸ نگاہین بول اُٹھین وہ لے لیا دل

دلِ مُربا تیری نظر مین ہی اگر بیکار دل — لا مجھی کو پھیر دے پھر مرے ہی سر مار دل

جب یار رہا جفا کے قابل — تب ہم نہ رہے وفا کے قابل
ہے خوف سے سارے تن مین رعشہ — اب ہاتھ کہان دعا کے قابل
کلفت سے امیر صاف کر دل — یہ آئینہ ہی جِلا کے قابل

ہوا کہ زندہ رہا ہمہ پر نہین معلوم — کچھ آج تک ہمین اُسکی خبر نہین معلوم
مکانِ دل مین ہی کس کا گزر نہین معلوم — یہ بیخودی ہی کہ گھر کی خبر نہین معلوم
مین جسکو دیتا ہون اُس فتنہ گر کے نام کا خط — وہ ٹالتا ہی کہ مجکو تو، گھر نہین معلوم
تری گلی ہی کہ میدانِ حشر ہی؟ قاتل — یہان کسی کو کسی کی خبر نہین معلوم
بھٹکتے پھرتے ہین ہم مثلِ گردِ راہ امیر — ہوا یہ قافلہ راہی کدھر نہین معلوم

تیرے جور و ستم اُٹھائین ہم — یہ کلیجہ کہان سے لائین ہم
اے لبِ یار کیا ترے ہوتے — لبِ ساغر کو مُنھ لگائین ہم
زندگی مین ہی موت کا کھٹکا — قصر کیا، مقبرہ بنائین ہم

خط دے کے تجھے کوچۂ جلاد مین بھیجین — کچھ خیر ہے قاصد ترے دشمن تو نہین ہم

ہوئے چو رنگ وصلِ یار مین ہم — اچھے پھولے پھلے بہار مین ہم

ہجومِ آرزو نے مار ڈالا — کہان پائین دلِ بے آرزو ہم

کیا دیر ہے امیر کے عفوِ گناہ مین ؟ ۴۹ اللہ کیا کمی ہے تری بارگاہ مین

آئے ہو تیغ کھینچ کے تم قتل گاہ مین ، ۵۰ تولو تو پہلے موے کمر کو نگاہ مین
پیری مین قدِ نگون جو ہوا دانت بھی چلے / بھاگڑ پڑی شکستِ علم سے سپاہ مین
کشتی ضرور ساتھ رہے تیرے ای فقیر / ڈوبے نہ قلزمِ کرمِ بادشاہ مین
بے قصدِ مدّ سے بھی کبھی ہوتا ہی کارِ نیک / شب کو چراغ غول جلاتے ہین راہ مین
دعوی بہت تھا سنگدلی کا حضور کو / کیون دل پکڑ کے بیٹھ گئے ایک آہ مین
ہی نقش دل پہ صورتِ توحید ای امیر / ہون محوِ ذکرِ "اشہد ان لا الٰہ" مین

گلے مین ہاتھ تھے شب اُس پری کے راہین تھین / سحر ہوئی تو وہ آنکھین نہ وہ نگاہین تھین
کیا یہ شوق نے اندھا مجھے نہ سوجھا کچھ / وگرنہ ربط کی اُس سے ہزار راہین تھین
حسین زر کے ہین طالب کہ اب ہین گردِ امیر / غریب ہم تھے، تو یہ پیار تھا نہ راہین تھین

واکردہ چشمِ دل صفتِ نقشِ پا ہون مین / ہر رہ گذر مین راہ تری دیکھتا ہون مین
مطلب جو اپنے اپنے کہے عاشقون نے سب / وہ بت بگڑ کے بول اُٹھا کیا خدا ہون مین
ای انقلابِ دہر، مٹاتا ہی کیون مجھے ۵۱ نقشے ہزارون مٹ گئے ہین تب بنا ہون مین
محنت یہ کی کہ فکر کا ناخن بھی گھس گیا / عقدہ یہ آجتک نہ کھلا مجھ پہ کیا ہون مین
رسوا ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا؟ / جو کچھ کیا وہ دل نے کیا بیخطا ہون مین
مقتل ہی میری جان کو وہ جلوہ گاہِ ناز / دل سے ادا یہ کہتی ہی تیری قضا ہون مین
مانندِ سبزہ اُس چمنِ دہر مین امیر / بیگانہ وار ایک کنارے پڑا ہون مین

جب خوبرو چھپاتے ہین عارض نقاب مین / کہتا ہی حسن مین نہ رہون گا حجاب مین
بے قصد لکھ دیا ہی گلہ اضطراب مین / دیکھون کہ کیا وہ لکھتے ہین خط کے جواب مین
دو کی جگہ دیئے مجھے بوسے بہک کے چار / تھے نیند مین، پڑا اُنھین دھوکا حساب مین
سمجھا ہو تو جو غیبتِ پیرِ مغان حلال، / واعظ، بتا یہ مسئلہ ہی کس کی کتاب مین؟
دامن مین آ تکے خون کی چھینٹین پڑین امیر / بسمل سے پاس ہو نہ سکا اضطراب مین

خنجر بکف جو اپنے قاتل کو دیکھتے ہین، — دل ہم کو دیکھتا ہی، ہم دل کو دیکھتے ہین

واماندہ دور سے یون منزل کو دیکھتے ہین — کشتی شکستہ جیسے ساحل کو دیکھتے ہین

آنکھون کو بند کر لین، خالق سے لو لگائین — کیون غرق ہونے والے ساحل کو دیکھتے ہین

کیون مُنہ بنا رہے ہو؟ بوسے کے مانگنے پر — خوش ہوتے ہین سخی جب سائل کو دیکھتے ہین

دنیا، امیرؔ ساری ہی محفل مشائخ — دیتا ہی جان اُس پر جس دل کو دیکھتے ہین

عروسِ مرگ پہ جو دل نثار کرتے ہین — لپٹ کے خنجرِ قاتل کو پیار کرتے ہین

ہزار شکر گئین بدگمانیان اُنکی، — وہ میری بات کا اب اعتبار کرتے ہین

دل و جگر کو نکالو بھی میرے سینے سے — تڑپ تڑپ کے مجھے بیقرار کرتے ہین

خدا نے اِن حسینون کو دی ہی او ہی کیا — بس اتنی بات پہ یہ افتخار کرتے ہین

چلو امیرؔ چلو تا کجا اقامتِ دہر — مسافرانِ عدم انتظار کرتے ہین

پھکتے ہین اعضا یہ گرمی ہی تنِ محرور مین — جائے ہیزم، استخوان جلتے ہین اِس تنور مین

سچ ہی اہلِ درد سے ہوتا نہین رونے کا ضبط — اشک رہتے ہین لبالب دیدۂ ناسور مین

سب کو لنگر خانۂ خالق سے حصّہ مل چکا — کیا مری قسمت کی روٹی جل گئی تنور مین

سینۂ پُر درد مین کیا روح کو آرام ہو — کون سو پا چین سے ہمسایۂ رنجور مین

کیسے موسیٰ، لنترانی کی صدا کیسی امیرؔ — حُسن کے نیرنگ تھے خلوت سرائے طور مین

سہواً کسی سے اپنی کہانی اگر کہون — طاقت جواب دے سکے بارِ دگر کہون

طولِ شبِ فراق کا قصّہ نہ پوچھیے، — محشر تلک کہون مین اگر مختصر کہون

قاصد یہ کوے یار سے کہتا ہوا پھرا، — اپنی خبر نہین مجھے کسکی خبر کہون

سُنتے ہین آپ سارے زمانے کا دردِ دل — کہیے تو مین بھی قصّۂ سوزِ جگر کہون

حاصل صفائے قلب ہی آئینے کی طرح — کیون مُنہ پہ صاف صاف نہ اپنے ہنر کہون

وقفہ بہت قلیل ہی حُسنِ شباب کا — بڑھ کر کہون تو جلوۂ برقِ شرر کہون

ہرگز نہ فرق آئے مری بات مین امیر — اک بار جو کہا ہے وہی عمر بھر کہون

وطن کی یاد ہے لیل و نہار غربت مین — یہی ہے ایک بڑی غمگسار غربت مین

شگفتگی کے ہون سامان ہزار غربت مین — پر ایک سی ہے خزان و بہار غربت مین

گلِ وطن کی جو بو بے چلی اُڑ کے مجھے — لپٹ گئے مرے دامن سے خار غربت مین

امید و بیم و غمِ بیکسی و دردِ فراق — یہی رفیق ہین دو تین چار غربت مین

بچھا کے مین نے مصلا پڑھا دوگانۂ شکر — اگر ملا شجرِ سایہ دار غربت مین

قرار گھر مین، بیابان مین اضطراب ہے کیون؟ — وہی وطن ہے وہی کردگار غربت مین

امیر جاتی جوانی یہ مجھ سے کہتی ہے — خزان نہ سمجھو مجھے آخری بہار ہون مین

کیا مست نگاہون نے مجھے دکھلا گئین آنکھین — دو جام تھے لبریز کہ چھلکا گئین آنکھین

اورون سے تو بیباک سرِ بزم لڑا گئین — عاشق سے ہوئین چار تو شرما گئین آنکھین

اس ناز سے دیکھا کہ سہم کٹ گئے عاشق — ایک ایک کو ایک ایک سے لڑوا گئین آنکھین

تا چند امیر اس چمنستان کا نظارہ — دل سیر سے اُکتا گیا، پتھرا گئین آنکھین

یہ چرچے یہ صحبت یہ عالم کہان؟ — خدا جانے، کل تم کہان، ہم کہان؟

الٰہی ہے دل جائے آرامِ غم — نہو گا جو یہ جائے گا غم کہان؟

کہون اُسکے گیسو کو سنبل مین کیا — کہ سنبل مین یہ پیچ یہ خم کہان؟

زمانہ ہوا غرقِ طوفان امیر — ابھی روئی یہ چشمِ پُرنم کہان؟

ظاہر مین ہم فریفتہ حسنِ بتان کے ہین — پر کیا کہین نگاہ مین جلوے کہان کے ہین؟

یارانِ رفتہ سے کبھی جا ہی ملین گے ہم — آخر تو پیچھے پیچھے اسی کاروان کے ہین

ٹھکرا کے میرے سر کو وہ کہتے ہین ناز سے — لو ایسے مفت سجدے مرے آستان کے ہین

شکوہ شبِ وصال مین تا چند؟ چپ بھی ہو — اے دل! نکالے تو نے یہ جھگڑے کہان کے ہین؟

دنیا مین بھی سفر، ہمین عقبیٰ مین بھی سفر — ہم لوگ رہنے والے الٰہی، کہان کے ہین؟

خنجر کو جو مِسّی سے کہتے ہین میرے زخم ۵۲ ظالم منھ بھرے ہوئے سمجھے ہین کہان کے ہین؟
وہ اور وعدہ وصل کا، قاصد! نہین، نہین! ۵۳ سچ سچ بتا! یہ لفظ انھین کی زبان کے ہین؟
بلبل کو شوقِ گل تھا، نہ قمری کو عشقِ سرو ۵۴ سارے یہ گل کھلائے ہوئے باغبان کے ہین
اُن ابروؤن سے، حضرتِ دل! روز سامنا — کہیے تو ایسے آپ بہادر کہان کے ہین؟
اُس طفلِ تندخو سے جو ملتا ہون مین امیر — کہتے ہین لوگ، ڈھنگ بُرے اِس جوان کے ہین

نہان رہتا ہے آئینہ سے وہ بیگانہ خو برسون — حیا دیکھو نہین آتا ہے اپنے روبرو برسون
تڑپ کر دل نے میرے مدتون رسوا کیا مجکو — بہا کر اشک آنکھون نے ڈبوئی آبرو برسون
مزہ یہ ذبح مین پایا کہ کرتا ہے دعا بسمل — رہے یون ہی الٰہی، ربطِ شمشیر و گلو برسون
کوئی میرے برابر کیا کرے گا ضبطِ الفت کو — نہین آتا زبان تک دل سے حرفِ آرزو برسون
کبھی ہمکو بھی تھا اے درد، دعویٰ ضبطِ الفت کا — پلٹ جاتے تھے نالے دل سے آ کر تا گلو برسون
پسیجا دل نہ اُسکا بھی کبھی تیری طرح قاتل — کیا خنجر سے ہم نے شکوۂ دردِ گلو برسون
کہان ہونگی؟ امیر ایسی ادائین حور و غلمان مین — رہے گا خلد مین بھی یاد ہمکو لکھنؤ برسون

بے حجابانہ مرے گھر جو وہ آ جاتے ہین — ایک تصویر درِ دل پہ لگا جاتے ہین
دم کے دم کو مرے پہلو مین جو آ بیٹھتے ہین — دل لگانے کی جگہ تیر لگا جاتے ہین
تیلیان تک بھی تو پھر جاتی ہین دیکھو دمِ نزع — وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہین
حسن کی شان کو ہے بوقلمونی لازم — کیا کہون کیسے وہ نیرنگ دکھا جاتے ہین؟
ملک الموت کبھی بن کے سُلا دیتے ہین — فتنۂ حشر کبھی بن کے جگا جاتے ہین
کیا بلا ہو کے وہ گیسو مجھے لپٹے ہین امیر — آنکھ ہو بند تو دل پر مرے چھا جاتے ہین

مین الفت کے، وہ حُسن کے جوش مین — نہ مین ہوش مین ہون، نہ وہ ہوش مین
نہ اٹھو ابھی بزم سے میکشو، — ہمین بھی تو آ لینے دو ہوش مین
قدم پر جو گرنے لگا غش مین مین — کہا ہٹ کے آؤ ذرا ہوش مین

پلا وصل مین مے نہ اُن کو امیر — مزہ کیا؟ رہے جب نہ وہ ہوش مین

شیشے کے دل کے راز کسی پر عیان نہین — شیشے کو دیکھ لو کہ دہن ہی زبان نہین

سو جو خشتِ خم ہے اگر نردبان نہین، — اتنی تو مے فروش کی اونچی دکان نہین؟

مردہ جو مجھ غریب کا بے گور رہ گیا — ۵۵ دو گز بھی کیا زمین نہ آسمان نہین؟

کیا کیا کرین گے قتل سنور نے تو دو انھین — پنہان ہے تیغ زنگ مین جوہر عیان نہین

مرقد مین بھی نصیب کی گردش ہی رہی — سمجھے تھے ہم زمین کے تلے آسمان نہین

زندان چمن ہے وحشیِ نازک مزاج ہون — پھولون کی ہدھیان ہین مری بیڑیان نہین

پیری مین اور بھی مجھے زینت ہوئی نصیب — اُتو قبا سے تن پہ ہے، یہ جھریان نہین

ایذا کا خوف صاحبِ تمکین کو کیا؟ امیر — نشتر سے آشنا رگِ سنگِ گران نہین

مرتبہ تیغِ ادا کا وہی بسمل سمجھین، — زیست کو مرگ مسیحا کو جو قاتل سمجھین

قاتلون سے کہو سر کاٹ کے مغرور نہ ہون — اپنے سر کو بھی نہ خنجرِ قاتل سمجھین

یون تو ہر غنچۂ گل شکلِ صنوبر ہے امیر — جس مین کچھ درد کی بو آئے اُسے دل سمجھین

دامنِ رحمت اگر آیا ہمارے ہاتھ مین — پھول ہو جائین گے دوزخ کے شرارے ہاتھ مین

پوچھتے ہو کس سے؟ جو چاہو کرو، مختار ہو — دل تمھارے ہاتھ مین ہے یا ہمارے ہاتھ مین

لطف اُٹھے سیرِ ساحل کا شبِ مہتاب مین — ہاتھ اُسکا ہو جو دریا کے کنارے ہاتھ مین

ہم وہ مجرم ہین کہ دوزخ ہمکو خس خانہ ہوا — حورین دوڑین لیکے جنت سے ہرارے ہاتھ مین

ہم بہت لاغر ہین پہنا دو نہ ہمکو ہتھکڑی — ڈال دو چھلا کوئی اپنا ہمارے ہاتھ مین

حلقۂ گیسوے جانان وہ بلا ہے اے امیر — چھپ رہی ہین مچھلیان وحشت کے مارے ہاتھ مین

ہم جو مستِ شراب ہوتے ہین، — ذرے سے آفتاب ہوتے ہین

کیا کہین کیسے روز و شب ہم سے — عمل ناصواب ہوتے ہین؟

وہی رہ جاتے ہین زبانون پہ — شعر جو انتخاب ہوتے ہین

آنسوؤں سے امیر ہیں رسوا	ایسے لڑکے عذاب ہوتے ہیں

وصل بُت ہوتا نہیں ہے، یا خدا ملتا نہیں؟ | ڈھونڈھنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہیں؟
ذبح کرتا ہے تو میرے دست و بازو کھول دے | رحم کر قاتل کہ بے تڑپے مزا ملتا نہیں
حسرتیں گھیرے ہیں اس کثرت سے بسمل کو ترے | روح نکلے تن سے اتنا راستہ ملتا نہیں
اک مجھی سے رہگیا سارے زمانے کا حجاب | کون ہے؟ جس سے وہ عالم آشنا ملتا نہیں
اتنی تیزی کر نہ قاتل ذبح کرنے میں مرے، | دم تو لینے دے تڑپنے کا مزا ملتا نہیں
جس لحد میں دیکھیے سُنتے ہیں مُردے اے امیر | خاک کے نیچے بھی کنجِ انزوا ملتا نہیں

مے پئیں کیا کہ کچھ فضا ہی نہیں | ساقیا، باغ میں گھٹا ہی نہیں
خضر کیا جانیں مرگ کی لذت؟ | اس مزے سے وہ آشنا ہی نہیں
کس طرح جائیں؟ انکی محفل میں، | جنکے دل میں ہماری جا ہی نہیں
مرنے والوں سے کہتے ہیں وہ امیر | کیا تمھاری کبھی قضا ہی نہیں؟

مرے مرقد کو ٹھکرانے قیامت بنکے آتے ہیں | پڑا ہوں میں یہاں آکر تو یوں مجکو ستاتے ہیں
ہماری بیخودی شاہد ہے تیری نمائش کی | شاکر نقش اپنا ہم ترا نقشہ جماتے ہیں
محبت کا بُرا ہو، دل کو روکوں، یا جگر تھاموں؟ | مرے قابو سے یہ دونوں کے دونوں نکلے جاتے ہیں
شعاعِ مہر کس کس شوق سے آکر لپٹتی ہے، | کبھی کوٹھے پہ چڑھ کر وہ جو بال اپنے سکھاتے ہیں
وہ اٹھی ہے گھٹا وہ برق چمکی وہ بہار آئی | اُٹھو رندو چلو، واعظ تو یوں ہی سر پھراتے ہیں
نہیں ہے بیار بھی در پردہ ہم انکا چھیڑ سے خالی | رُلا دیتے ہیں اتنا وصل کی شب گدگداتے ہیں
امیر افسردہ ہو کر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہے | وہ میلے ہم کو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہیں

گو کہ دیکھے خواب اچھے سب نے تعبیریں کہیں | وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں؟
نیچی نظروں سے لگے آخر مجھے وہ دیکھنے | اوپر اوپر جاتی ہیں آہوں کی تاثیریں کہیں؟
وہ بُت آئے گا تو بُت بن جائیں گے وعظ بھی | حاکموں کے سامنے چلتی ہیں تقریریں کہیں

لاغری سے اپنی زندان مین یہ مجکو خوف ہی — پاؤن سے بیرے اُتر جائین نہ زنجیرین کہین
اُسکے کوچے مین ٹھہرنے کو جگہ چاہی اگر — بولے دربان جاؤ کیا بٹتی ہین جاگیرین کہین؟
لاکھ محنت کی نہ نکلی وصل کی صورت امیر — سامنے تقدیر کے چلتی ہین تدبیرین کہین؟

ہم لوٹتے ہین وہ سو رہے ہین — کیا ناز و نیاز ہو رہے ہین
پہنچی ہی ہماری اب یہ حالت — جو ہنستے تھے وہ بھی رو رہے ہین
پیری مین بھی ہم ہزار افسوس — بچپن کی نیند سو رہے ہین
روئین گے ہمین رُلانے والے — ڈوبین گے وہ جو ڈبو رہے ہین
کیون کرتے ہین غمگسار تکلیف — آنسو مرے مُنھ کو دھو رہے ہین
زانو پہ امیر سر کو رکھے ۵۶ — پھر دن گزرے کہ رو رہے ہین

اُسکی حسرت ہی جسے دل سے مٹا بھی نہ سکون — ڈھونڈھنے اُسکو چلا ہون جسے پا بھی نہ سکون
اُنکے مٹنے کے مٹانے کی ہین سو تدبیرین — لاگ کی آگ نہین ہی کہ بجھا بھی نہ سکون
چٹکیان لینے سے دل مین وہ کرین تو انکار — داغ کچھ درد نہین ہین کہ دکھا بھی نہ سکون
ناز کرنے سے تجھے منع نہین کرتا مین، — پر نہ اتنے کہ اُٹھاؤن تو اُٹھا بھی نہ سکون
اے امیر اپنی غزل ہی، کوئی آیت یہ نہین — کہ گھٹا بھی نہ سکون اور بڑھا بھی نہ سکون

ہاے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شب باتون مین — اب نہ باتون مین مزہ ہی، نہ ملاقاتون مین
چار ہی دن مین وہ بُت دیکھیے کیا چل نکلا — کیسی قینچی سی زبان چلنے لگی باتون مین
دل دیا مین نے تو بولے کوئی کم چھوٹی ہی — دل ہی دل روز چلے آتے ہین سوغاتون مین
یہ سمجھ کر کبھی ناصح کی بھی سُن لیتا ہون — اک نہ اک بات نکل آتی ہی سو باتون مین
کچھ اشارے جو کیے مین نے تو جھنجھلا کے کہا — تم رہا کرتے ہو دن رات انھین گھاتون مین
واعظا اب چھیڑ کے رندون سے ہنسا کرتے ہین — کچھ مزہ ملنے لگا ہی انھین صلواتون مین
بُت نہ بولین، جو نہین بولتے ہین ہم سے امیر — اپنے اللہ سے باتین ہین مناجاتون مین

وصل کیسا تیرے نادیدہ خریداروں مین ہون
واہ ری قسمت کہ اسپر بھی گنہگارون مین ہون

کس طرح فریاد کرتے ہین بتا دو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس مین نو گرفتارون مین ہون

بیگناہون مین چلا زاہد جو اسکو ڈھونڈھنے
مغفرت بولی ادھر آ مین گنہگارون مین ہون

اونچے اونچے مجرمون کی ہوگی پرسش حشر مین
کون پوچھے گا مجھے مین کن گنہگارون مین ہون

سوزِ فرقت، دردِ دل، زخمِ جگر، ناسورِ چشم
کچھ نہ پوچھو مبتلا مین کتنے آزارون مین ہون

پھول مین پھولون مین ہون کانٹا ہون کانٹون مین امیر
یار مین یارون مین ہون، عیار عیارون مین ہون

ضبط کرنا دلِ حزین نہ کہین ۵۵ چوٹ لگ جائے گی کہین نہ کہین

چین مُردون کو قبر مین بھی نہین
آسمان ہو تہِ زمین نہ کہین

آگ ہو جائے گا وہ شوخ امیر
کھینچنا آہِ آتشین نہ کہین

کیا دخل جاسکے کوئی اس جلوہ گاہ مین
غمزہ چھری لیے ہوئے بیٹھا ہے راہ مین

خنجر کچھ اس ادا سے کھنچا قتلگاہ مین
لپٹا لیا گلے سے ترے اشتباہ مین

آفت کی شوخیان ہین تمھاری نگاہ مین
محشر کے فتنے کھیلتے ہین جلوہ گاہ مین

بھاگا خیالِ یار یہ کہکر شبِ فراق
دشمن مرے شریک ہون حالِ تباہ مین

تیرے جلال مین بھی مزہ ہے جمال کا
چشمِ کرم چھپی ہے غضب کی نگاہ مین

تیری نکیلی پلکون سے اللہ کی پناہ
کیا دل مین پیر جاتی ہے چبھ کر نگاہ مین

ہم ہین سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش
مے پیتے ہین تو سایۂ ابرِ سیاہ مین

سودا و میر دونون تھے کامل مگر امیر
ہے فرق واہ واہ مین اور آہ آہ مین

وہ بیکس ہون نہین ہے کوئی میرے غمگسارون مین
فقط اک دل ہے سو وہ بھی تمھارے جان نثارون مین

کھونا ہے پیے مے رنگ تو برسات کا دیکھے
تماشا اودی اودی بدلیان ہین سبزہ زارون مین

نگاہِ یار کیا بدلی، جہان بدلا، ہوا بدلی
وہ دشمن جان کے ہین، جو تھے آگے جان نثارون مین

جدا ہو دخترِ رز کا نام پھر صحبت مین اے ساقی
پری ہے شیشون مین، حور ہے پرہیزگارون مین

خدا جانے کہاں دلِ جان کس جلسہ مین ہی اپنی — بظاہر مت سے بیٹھے ہین ہم ہر چند یارون مین
چلے ساقی، ہنسے بولے، اگر آئی ہی یار دنین — دلھن بنکر نہ بیٹھے دخترِ رز بادہ خوارون مین
بہار آئی، گھٹا چھائی، کھلے بوتل، چلے ساغر — نہ تم پرہیزگارون مین، نہ ہم پرہیزگارون مین
امیر کیسے نہ بچتی دختِ رز آنکھو نہین پی جاتے — جوانی کا گزر شاید نہین پرہیزگارون مین

دِل جو کہتا ہی مجھے ضبط کی طاقت ہی نہین — ضبط کہتا ہی تڑپنے کی اجازت ہی نہین
غم سے چھوٹون تو مین کچھ عیش کا ساماں کرون — آہ اس غمکدۂ دہر مین فرصت ہی نہین
طلب جامِ عبث کرتے ہو منہ پھوڑ کے تم — میکشو آنکھ مین ساقی کے مروت ہی نہین
دین کی فکر کرون ہاے مین کس وقت امیر — کبھی دنیا کے بکھیڑون سے فراغت ہی نہین

کیا عارف مجھے پیرِ مغان نے اک پیالے مین — کرامت یہ نہین دیکھی کسی اللہ والے مین
ہزارون خارِ پیاسے وادیِ الفت مین ہین یارب — ۵۸ پلاؤن کس کو کس کو، بوند بھر پانی ہی چھالے مین
ادھر بھی اک نگاہِ لطف، خم کی خیر، اے ساقی — ہمین بھی ایک چلو می کسی ٹوٹے پیالے مین
تڑپتے عمر گزری، یار آئے یا اجل آئے — خداوندا کوئی تاثیر تو پیدا ہو نالے مین
امیر اُس نازنین پر ہی گران بیلا چنبیلی تک — پہنتا ہی پرو کر پھول وہ جو ہی کے بالے مین

زینتِ گوشِ حسینان ہون، وہ گوہر مین ہون — جامہ زیبون ہی کا زیور ہون، اگر زر مین ہون
بوسہ لینے کا نہ مجرم نہ گنہگارِ وصال — پھر سزاوارِ سزا کواسے مقدر مین ہون
جلوۂ حسن یہ اُس شوخ کا کہتا ہی امیر — بزم مین شمع ہون گلشن مین گلِ تر مین ہون

دِل جدا، مال جدا، جان جدا لیتے ہین — ۵۹ اپنے سب کام بگڑ کر وہ بنا لیتے ہین
مجلسِ وعظ مین جب بیٹھتے ہین ہم میکش — دخترِ رز کو بھی پہلو مین بٹھا لیتے ہین
درد آگین جو کوئی دل نظر آتا ہی کہین — دوڑ کر ہم اُسے چھاتی سے لگا لیتے ہین
دھیان مین لا کے ترا سلسلۂ زلفِ دراز — ہم شبِ ہجر کو کچھ اور بڑھا لیتے ہین؟
ایک بوسے کے عوض مانگتے ہین دل کیا خوب — ۶۰ جی مین سوچین تو وہ کیا دیتے ہین کیا لیتے ہین؟

اپنی محفل سے اُٹھاتے ہین عبث ہمکو حضور ٦١ چپکے بیٹھے ہین الگ آپ کا کیا لیتے ہین
شاخ مرجان ہین جواہر نظر آتے ہین امیر ٦٢ کبھی انگلی جو وہ دانتون مین دبا لیتے ہین

فراق یار مین شب ہو کہ دن تمام نہین — جو اُسکی صبح نہین ہے تو اسکی شام نہین
گرہ سے کچھ نہین جاتا ہے پی بھی لے زاہد — ملے جو مفت تو قاضی کو بھی حرام نہین
فقیر گوشہ نشین ہین خدا کے درباری ٦٣ کسی امیر کا مجرا نہین سلام نہین
کریم جان کے تجکو خطائین کین یارب — مرے گناہ سزاوار انتقام نہین
جو میکشی سے ہو فرصت تو دو گھڑی کو چلو — امیر مسجد جامع مین آج امام نہین

پڑ گئی کیا لوٹ یارب گلشن ایجاد مین ٦٤ دست گلچین مین ہے گل، بلبل کف صیاد مین
ہو گئی کچھ اور آ کر خانۂ صیاد مین — یہ مزہ آگے نہ تھا بلبل تری فریاد مین
اپنے اپنے ہین نصیب، اے ہم صفیران چمن — پھنس گئے تم دام مین، ہم گیسوے صیاد مین
فی الحقیقت دل سے دلکو راہ ہوتی ہے امیر — ہم ہین اُنکی یاد مین، وہ ہین ہماری یاد مین

گذشتہ خاک نشینون کی یادگار ہون مین — مٹا ہوا سا نشان سر مزار ہون مین
کچھ آج مین نے نئی پی ہے حضرت واعظ؟ — ازل کا مست ہون پرانا شرابخوار ہون مین
بڑے مزے سے گزرتی ہے بیخودی مین امیر ٦٥ وہ دن خدا نہ دکھائے کہ ہوشیار ہون مین

لیا مین نے تو بوسہ خنجر قاتل کا مقتل مین — اجل شرما گئی سمجھی کہ مجکو پیار کرتے ہین
مرا خط پھینک کر قاتل کے منھ پر طنز سے بولے ٦٦ خلاصہ سارے اس طومار کا یہ ہے کہ مرتے ہین
ابھی اے جان تو نے مرنے والون کو نہین دیکھا — جیے ہم تو دکھا دینگے کہ دیکھو اس طرح مرتے ہین
قیامت دور تنہائی کا عالم روح پر صدمہ ٦٧ ہمارے دن لحد مین دیکھیے کیونکر گزرتے ہین
جو رکھدیتی ہے شانہ آئینہ تنگ آ کے مشاطہ — ادائین بول اُٹھتی ہین کہ دیکھو یون سنورتے ہین
چمن کی سیر ہی چھوٹی تو پھر جینے سے کیا حاصل؟ — گلا کاٹین مرا صیاد ناحق پر کترتے ہین
قیام اس بحر طوفان خیز دنیا مین کہان ہمدم — حباب آسا ٹھہرتے ہین تو کوئی دم ٹھہرتے ہین

ملا کر خاک مین بھی ہاے شرم آنکھ نہین ملتی
نگہ نیچی کیے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہین

ٹھہرے ہی قدردان کانٹے ہین صحراے محبت کے
کہین لٹکے گریبان کے کہین دامن کے بیٹھے ہین

ہوا آمادہ سلونے پر، ہم آمادہ ہین مرنے پر
اُدھر وہ بنکے بیٹھے ہین، ادھر ہم تن کے بیٹھے ہین

امیر اچھی غزل ہی داغ کی، جسکا یہ مصرع ہی
بھوین تنتی ہین، خنجر ہاتھ مین ہی تن کے بیٹھے ہین

۶۸ نیم جان کرکے مجھے سر پہ کھڑے ہین چپکے
ہاتھ اُٹھاتے بھی نہین، ہاتھ لگاتے بھی نہین

جی دھڑکتا ہی کہ چوری نہو دل کی ثابت
منھ سے انکار بھی ہی آنکھ ملاتے بھی نہین

ہنس ہی دین دیکھ کے رونا، نہ کرین ہمدردی
مجکو رونا تو یہی ہی کہ رُلاتے بھی نہین

لطف مرنے کا دکھائین کسے فرقت مین امیر؟
نہین آتے وہ، تو ہم جان سے جاتے بھی نہین

۶۹ ناز، انداز، ادا، غمزہ، کرشمہ، شوخی،
لے کے آیا ہی پری خانہ پریدہ دل مین

۷۰ ناوکِ نازِ اداکا ترے اللہ رے ادب
حسرتین جتنی ہین بیٹھی ہین دوزانو دل مین

حکم ہی ضبطِ محبت کا کہ ہو راز نہ فاش
آکے آنکھون مین پلٹ جاتے ہین آنسو دل مین

نکل اے یاس، کہ ہی وصل مین ارمان کا ہجوم
اب جگہ اتنی نہین ہی کہ رہے تو دل مین

ایک ایک اُن مین شرارہ تھا جہنم کا امیر
آگ لگ جاتی جو رہ جاتے یہ آنسو دل مین

وہ تو سُنتا ہی نہین، مین دادخواہی کیا کرون؟
کس کے آگے جا کے سر پھوڑون الٰہی کیا کرون؟

مجھ گدا کو دے نہ تکلیفِ حکومت اے ہوس
چار دن کی زندگی مین بادشاہی کیا کرون؟

جب کبھی اُسکو نئی شان سے ہم دیکھتے ہین
دل ہی واقف ہی جس ارمان سے ہم دیکھتے ہین

شمشیر ہی، سنان ہی، کسے دون کسے نہ دون؟
اک جان ناتوان ہی، کسے دون کسے نہ دون؟

دربان ہزار اُسکے یہان ایک نقدِ جان
مال اسقدر کہان ہی، کسے دون کسے نہ دون؟

تڑپتا ہی دلِ صیاد بھی اسکے تڑپنے پر
قیامت کا اثر ہی اضطرابِ مرغِ بسمل مین

یہ بیماری محبت کی کوئی نیرنگ ہی اے دل
جہان آیا مسیحا درد دونا ہو گیا دل مین

بے خبر دیکھ کے مردون کو یہ کہتی ہی زمین
جو یہان آتے ہین مستِ مۓ خواب آتے ہین

عملِ بد جو ہوئے ہم سے سیہ کاری میں — گور میں بھی وہی مارِ عذاب آتے ہیں
کیوں نہ ہو، دیدۂ تر، یار کو رحم آ ہی گیا — خوب چھینٹے مجھے اے خانہ خراب آتے ہیں
جوشِ وحشت مجھے ہر سال بناتا ہے جوان — جب بہار آتی ہے ایامِ شباب آتے ہیں

ہٹاؤ آئینہ، امیدوار ہم بھی ہیں — تمہارے دیکھنے والوں میں یار ہم بھی ہیں
کہاں تک آئینہ میں دیکھ بھال، اِدھر دیکھو — کہ اک نگاہ کے امیدوار ہم بھی ہیں

عشقِ گیسو میں ملی دنیا کی گردش سے نجات — نیند بھر کر پاؤں سوئے خانۂ زنجیر میں
نیند تیرے وحشیوں کو صبح تک آتی نہیں — رت جگا رہتا ہے شب بھر خانۂ زنجیر میں
دیر سے سوئے حرم پیری میں جا کر کیا کروں؟ — تھا جو طاعت کا زمانہ کھو چکا تقصیر میں
جمعِ زر ممسک جو کرتا ہے ہوا ثابت ہمیں — اُس کی قسمت میں نہیں ہے غیر کی تقدیر میں

گم گشتہ دل کی تا کجا جستجو کریں — ہاں اور دل ملے تو تری آرزو کریں

بڑھتی ہے عقل جتنی ہوتی ہے عمر افزوں — ہر دم نیا مزہ ہے اِس بادۂ کہن میں
ہے باغ باغ بلبل جس طرح تو چمن میں — پھرتے تھے یوں ہی خوش خوش ہم بھی کسی [illegible]
آزادہ کئے ہم نے ایامِ عمر کاٹے — دو چار دن سفر میں دو چار دن وطن میں

کوچۂ یار میں اول تو گزر مشکل ہے — جو گزرتے ہیں، زمانے سے گزر جاتے ہیں
زاہدو تم کو جنان، ہم کو درِ یار پسند — خیر جاؤ تم اُدھر کو، ہم اِدھر جاتے ہیں

تمام تن میں ہیں چھالے، اگرچہ زار ہوں میں — کرو جو خوب نظر آنسوؤں کا تار ہوں میں
بجا ہے سر سے قدم تک جو داغدار ہوں میں — کہ ہجر میں ہمہ تن چشمِ انتظار ہوں میں

عیش کا نام ہی سنتا ہے امیر — ڈھونڈھ مارا، جہان بھر میں نہیں

نظر جو آئے ترے بال بال میں موتی — گمان ہوا کہ حسین جھولتے ہیں جھولوں میں

دیکھی مجنون کی تشبیہ آج جو تصویروں میں — ٹھ یاں سو کھی سی دو چار تھیں زنجیروں میں

اللہ رے ناز، دیکھ کے کہتے ہیں آئینہ — ہم نازنین نہیں تو کوئی نازنین نہیں

اے اہلِ بزم مجکو اُٹھاؤ نہ بزم سے ۱؎ شمعِ سحر ہون، عمر بپایان رسیدہ ہون
ابتک کسی پہ میری حقیقت نہین کھلی حرفِ نگفتہ ہون، سخن ناشنیدہ ہون
پیدا کیے کی شرم الٰہی ضرور ہے ۲؎ تو آفریدگار ہے، مین آفریدہ ہون

داغ اے بہار جیسے ہمارے بدن مین ہین اس رنگ و بو کے پھول بھی تیرے چمن مین ہین
پیاسی ہین آبِ خنجرِ قاتل کی دیر سے جتنی رگین امیرؔ ہمارے بدن مین ہین

کہان انگورِ شیرازی، کہان یہ پیکشِ ہندی پہنچ رہتے ہین وہ دانے جو قسمت مین اُترتے ہین

بخت ایسے کہان ہین جو کرون یار سے باتین کرتا ہون مین شب بھر در و دیوار سے باتین
کیا دھیان امیرؔ آیا کہ وہ ہٹ گئے پیچھے جھک جھک کے جو کرنے لگے ہم پیار سے باتین

قابلِ عفو مین آلودۂ عصیان ہو لون ۳؎ اے اجل، صبر کر اتنا کہ پشیمان ہو لون

دِل نہیے کس طرح حسینون سے دِل کے سب چھین چھان لیتے ہین،
میری ہر بات پر ہین سو سو عذر غیر کی خوب مان لیتے ہین،
ہاے کیا دلبری کی ہین گھاتین دم دلاسے مین جان لیتے ہین،

تنگ میری مین جوانی کے ہون ممکن ہی نہین پھول لینے پھانسنے کے اب ان ہی نہین سن ہی نہین

بولے وہ، آئے جو ناصح مرے سمجھانے کو کون ہو تم نہ ستاؤ مرے دیوانے کو
چھیڑ ہر بات مین اچھی یہ نہین ای ناصح، چٹکیان لینے کو آیا ہے کہ سمجھانے کو
بجلیان جان پہ توبہ کے گرانے کے لیے بدلیان گھیرے ہوئے ہین مرے میخانے کو
جا بجا گل نہین چھلنے کے بدن پر یہ امیرؔ کیاریان پھولون کی ہین جی مرا بہلانے کو

اے تیغِ یار دِل کے گلے سے جدا نہو اب زود چھٹنے کا وقت نہین ہے خفا نہو
میری نگاہِ یاس کی اک چوٹ کھا تو لے بے درد پھر مین دیکھون کہ درد آشنا نہو
حسرت سے دیکھتا ہون جو اُنکی طرف امیرؔ کہتے ہین دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا نہ ہو

کیسے الفت مین پڑے جان کے لاے دل کو اس مصیبت سے اب اللہ نکالے دل کو

ہون مین بیکس کوئی ہمدم ہے نہ غمخوار مرا
درد ہی آٹھ کے سنبھالے تو سنبھالے دل کو

ناوکِ ناز پہ ایسا ہی بھروسا مجکو
مفت بھی لے تو کرون اُسکے حوالے دل کو

وہ دمِ رقص جو ہر بار لگائین ٹھوکر
پھر کہان تک کوئی سینے مین سنبھالے دل کو

کہتے ہین، شوق سے آئین مری محفل مین امیر
ساتھ لائین نہ مگر لوٹنے والے دل کو

حُسن کس کام کا جو آن نہ ہو
کیا وہ معشوق جسمین شان نہو

اے جنون، لے چل اب تو ہان کہ جہان
یہ زمین اور آسمان نہو

ہم رہین، تم رہو، وصال رہے
غم نہین ہے جو یہ جہان نہو

مین جو آیا کہا یہ اُس نے امیر
دیکھنا یہ وہی جوان نہ ہو

صورتِ غنچہ کہان تابِ تکلم مجکو
مُنھ کے سو ٹکڑے ہون آئے جو تبسم مجکو

مین تو کیا عکس سے وہ آئینہ رو کہتا ہے
پیار کی آنکھ سے دیکھا نہ کرو تم مجکو

دھوکا کھائے ہوئے آدم کو زمانہ گزرا
دیکھ کر ہنستے ہین اب تک لبِ گندم مجکو

دیکھ لون اُنکو ذرا نزع مین آلینے دے
رحم، اے بیخبری، کر نہ ابھی گم مجکو

اسنے جنت سے جہنم مین مجھے پھینکدیا
زہر کی گانٹھ ہوا دانۂ گندم مجکو

وائے قسمت کہ یہان قتل کی حسرت ہے امیر
اور وہ سمجھے ہین سزاوارِ ترحم مجکو

پہلے تم اپنی چتون، اپنی نظر کو دیکھو ۴،
پھر جس نے دل دیا ہے اُسکے جگر کو دیکھو

ملتا نہین ہے، نالے مُدت سے ڈھونڈتے ہین
بیٹھا ہے مُنھ چھپا کر کیسا اثر کو دیکھو

لٹیا جو قبر مین مین مُنھ سے کفن ہٹا کر ۵،
بولی یہ مجھ سے غربت لو اپنے گھر کو دیکھو

حالت مریضِ غم کی کچھ تم بھی جانتے ہو؟
ایک ایک غش کو دیکھو، درد و پہر کو دیکھو

آخر ہے وصل کی شب افسردہ کیون نہون ہم
رنگت اُڑی ہوئی ہے شمعِ سحر کو دیکھو

رکھتے ہی خط کمر مین پر لگ گئے ہین گویا
جاتا ہے کس خوشی سے وان نامہ بر کو دیکھو

کیا وصل ہو، وہ کافر، تم اے امیر مومن
کتنے جُدا جُدا ہین شام سحر کو دیکھو

گلے کٹین گے نہ یون پیترے بدل کے چلو — چلے گی تیغ سر رہ، زرا سنبھل کے چلو

سر مزارِ غریبان ہین جا بجا پتھر، — لگے نہ پاؤن کو ٹھوکر زرا سنبھل کے چلو

بدل نہ جائین کہین راہ مین مرے تیور — چلو جو ساتھ، نہ تیوری بدل بدل کے چلو

قضا کا گرم ہی ہنگامہ کوے قاتل مین — امیر، خیر ہی، مُنھ مین نہ تم اجل کے چلو

آہ مین کھینچون، تو کھینچین آپ بھی شمشیر کو — بانکپن کی نوک رکھنے کاٹیے اِس تیر کو

اپنے بسمل کا زرا شوق شہادت دیکھیے — دے رہا ہی کیا گلے مِل مِل کے دم شمشیر کو

جانتے ہو، لوٹتا ہی خاک پر نخچیر کیون؟ — ڈھونڈھتا پھرتا ہی مقتل مین تمھارے تیر کو

ڈال دی عشاق کی آنکھون پہ حیرت کی نقاب — واہ کس پردے مین رکھا حُسن کی تصویر کو

لب پہ آئی آہ، اُدھر سے جب اُٹھی اُسکی نظر — دیکھنا کیا تیر پر روکا ہی ہم نے تیر کو

پوچھتی ہی شمع پروانون سے تیری داستان — گل سُنا کرتے ہین بلبل سے تری تقریر کو

لوٹتا ہی خاک پر اے ترک، مدت سے امیر — ذبح بھی کر ڈال تڑپاتا ہی کیا نخچیر کو

یادِ زلف آئی دمِ نزع ستانے ہمکو — کس بُرے وقت مین گھیرا ہی بلا نے ہم کو

آج محفل سے تم آئے ہو اُٹھانے ہمکو — ہاے وہ دِن کو جو اُٹھتے تھے بٹھانے ہم کو

مسجدون مین کبھی بھیجا کبھی بتخانون مین — ٹھیک ٹھیک اُسنے بتائے نہ ٹھکانے ہم کو

لے چلے داغ ہزارون چمنِ ہستی سے — زندگی لائی تھی کیا سیر دکھانے ہمکو

وہ پرِ کاہ تھے اس گلشنِ ہستی مین امیر — دوش سے پھینک دیا بادِ صبا نے ہمکو

لٹکاؤ نہ گیسوے رسا کو — پیچھے نہ لگاؤ اِس بلا کو

ظالم تجھے دِل دیا خطا کی — بس لبس مین پہنچ گیا سزا کو

اے حضرتِ دل بتون کو سجدہ — اتنا تو نہ بھولیے خدا کو

اتنا بکیے کہ کچھ کہے وہ — یون کھولیے قفل مدعا کو

کہتی ہی امیر اُس سے شوخی — اب مُنھ نہ دِکھایئے حیا کو

وصال پر ہو جو وصل امتحان کر دیکھو — امیر یون ہی سہی، چند روز مر دیکھو
چھپا چھپا کے نظر بازیان ہین غیرون سے — ہمین سے آنکھ چراتا ہے؟ ذرا اِدھر دیکھو
امیر جلوۂ وحدت سے آشنا ہو جو دل — وہی ظہور، وہی شان ہے، جدھر دیکھو

دل ہے وابستہ کسی زلف رسا سے کچھ ہو — اب تو سر مین یہی سودا ہے بلا سے کچھ ہو
نہ محبت کی وہ آنکھین نہ وہ الفت کی نگاہ — حال دل کس سے کہون، تم تو خفا سے کچھ ہو
عالم فقر مین تکلیف گوارا ہے امیر — نہ ملین گے نہ ملین گے امرا سے کچھ ہو

پہلے تو مجھے کہا نکالو — پھر بولے، غریب ہے بُلا لو
بے دل رکھنے سے فائدہ کیا — تم جان سے مجھکو مار ڈالو
آیا ہے وہ مہ، بُجھا بھی دو شمع — پروانون کو بزم سے نکالو
اورون پہ امیر تکیہ کب تک — تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو

الفت مین برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو — ہر بات مین لذت ہے اگر دل مین مزا ہو

دیکھو کیا ڈھیٹ ہوا ہے، یہ دلِ خانہ خراب — پوچھتا تم سے ہے رستے مین تمھارے گھر کو
جب مین اُٹھتا ہون کوے قاتل سے — روک کر کہتی ہے اجل بیٹھو

ہاے وہ لوگ جو رکھتے تھے مدام آنکھون مین — اب لحد مین بھی جو ڈھونڈھین تو نپائین مجکو
سیکشو، اُلجھو نہ واعظ سے عبث، جانے بھی دو — مُنھ کی کھائے گا جو آئے تم یہ مُنھ آنے بھی دو
مین جہان بیٹھ کے روتا ہون ہنسی ہوتی ہے — ہر جگہ کرتے ہین رسوا مرے آنسو مجکو
تو ہو کچھ درد سے آگاہ، مین بیدرد سہی — دل مرا تجکو ملے، اور ترا دل مجکو
یاد اُس شوخ کی تڑپاتی ہے اسکو جو امیر — چین لینے نہین دیتا ہے مرا دل مجکو

نزع مین جاتے تو ہو بالین سے مجھ بیمار کے — اک نظر، آنکھون کا صدقہ اور پھر کر دیکھ لو
مین اُٹھتا ہون تو کانٹے پاؤن پڑ کر کہتے ہین — اجی بیٹھو بھی، کیون ویران کرتے ہو بیابان کو
فکر کس بات کی ہے تمکو امیر؟ — کیا سبب ہے کہ سر بزانو ہو؟

ذکر رخصت کا ابھی سے نہ کرو بیٹھو بھی
جانِ من، رات گزرنے دو سحر ہونے دو

کیونکر ہو دلِ شگفتہ جو عزلت نشین نہ ہو
پھولے پھلے نہ دانہ جو زیرِ زمین نہ ہو

مانندِ بوے گل چمنِ دہر سے نکل
اس باغِ بے ثبات مین عزلت نشین نہ ہو

ہستی جہان کی ہستی حق پر دلیل ہے
کیون کر جہان ہو جو جہان آفرین نہ ہو

کیون نہین بھاتی عدو کو میری نظمِ طبعزاد
دوست رکھتی ہے عقیمہ غیر کی اولاد کو

کچھ عار نہین تیری خوشامد سے برای یار
مجبور ہون مین اس سے کہ آتی نہین مجکو

کتنی ہے گرم دخترِ رز کی ادا تو دیکھ
واعظ، زراسی پی کے تو اسکا مزا تو دیکھ

ڈھکا نہ بار بار مرے پاس لا کے ہاتھ
دے ڈال جام کھینچ نہ ساقی بڑھا کے ہاتھ

دبنے کی وجہ جنگ مین کیا ہے؟ تمھین کہو
کیا میرے دو ہین؟ اور رقیبون کے چار ہاتھ

تڑپا مین بحرِ خون مین تو قاتل نے یہ کہا
بیڑا ہے پار، اور لگاتے ہین چار ہاتھ

تیر پر تیر لگا دیکھ کے او صید افگن
لوٹ جائے نہ قضا بھی کہین نخچیر کے ساتھ

ہون وہ دیوانہ رہا ہو کے بھی زندان سے رہا
کٹ گئے پاؤن بھی شاید مرے زنجیر کے ساتھ

دیکے بوسہ مجھے وہ وصل مین کہتے ہین امیر
سچ بتا دل مین ترے اور بھی ارمان ہے کچھ

لاکھ ہون سامانِ دولت ایک بھی ہے نا گزیر
دونون خالی پائے بعد مرگ اسکندر کے ہاتھ

پھولون مین اگر ہے بو تمھاری
کانٹون مین بھی ہوگی خو تمھاری

دو دن مین گلو بہار کیا کی؟
رنگت نہ رہی نہ بو تمھاری

مشتاق سے دور بھاگتی ہے
اتنی ہے اجل مین خو تمھاری

آنکھون سے کہو کمی نہ کرنا
اشکون سے ہے آبرو تمھاری

تنہا نہ پھر و امیر شب کو
ہے گھات مین ہر عدو تمھاری

وہ تیغ آنکھون ہے سنان پر لگی ہوئی
دل کی بجھے گی آج مقرر لگی ہوئی

افتادہ کوئی مجھ سا کمان بلاء عشق مین
قدمون سے میرے رہتی ہے ٹھوکر لگی ہوئی

جلتا ہے سینہ بہتے ہیں آنکھوں سے اپنے اشک | باہر ہے آب، آگ ہے اندر لگی ہوئی
غم سے لگا ہے دل ہے تو دل سے لگا ہے غم | دونوں طرف ہے شرط برابر لگی ہوئی
عالم ہے کیا شراب کا میناے صاف میں | تصویر ہے یہ شیشے کے اندر لگی ہوئی
ساقی بکمال پیاس سے جلتا ہے یاں جگر | لاحلبہ برف میں مے احمر لگی ہوئی
آب خضر ملا نہ سکندر کو اے امیر | ہر سعی میں ہے شرط مقدر لگی ہوئی

اک بلا سر سے ٹلی دوسری آفت آئی | شب فرقت جو گئی دوسری آفت آئی
حال بیمار محبت کا یہ آخر کو ہوا | ملک الموت کو بھی دیکھ کے رقت آئی
تھی بتو کچھ دل میں کھٹک درد کی پہلے سے مگر | پاس سے آپ کا جانا کہ قیامت آئی
ہوں وہ مایوس کہ دنیا سے جو اٹھا میں امیر | گور تک پیٹتی روتی مجھے حسرت آئی

نگہ ناز کام کرتی ہے | دم میں ترکی تمام کرتی ہے
آکے محفل میں دخت رز شب بھر | نیند سب کی حرام کرتی ہے
شیخ صاحب اٹھا کے دیکھو آنکھ | دختر رز سلام کرتی ہے
چلتی ہے جس جگہ کہ تیغ اسکی | خود قضا اہتمام کرتی ہے
الفت اسکی مٹا مٹا کے مجھے | اے امیر، اپنا نام کرتی ہے

کیوں وہ صیاد کسی صید پہ توسن ڈالے | خود بخود صید چلے آتے ہیں گردن ڈالے
بل جو تیوری پہ نزاکت سے وہ پرفن ڈالے | ذبح سے پہلے لہو ہر رگ گردن ڈالے
آبرو خاک ہوئے پر بھی نہ کی عاشق کی | چار آنسو بھی نہ تم نے سر مدفن ڈالے
خون ناحق کہیں چھپتا ہے چھپائے سے امیر | کیوں وہ بیٹھے ہیں مری لاش پہ دامن ڈالے

مجھ مست کو مے کی بو بہت ہے | دیوانے کو ایک ہو بہت ہے
موتی کی طرح جو ہو خدا داد | تھوڑی سی بھی آبرو بہت ہے
کیا وصل کی شب میں مشکلیں ہیں | فرصت کم، آرزو بہت ہے

کیا غم ہے امیر، اگر نہیں مال — اس وقت میں آبرو بہت ہے

ہم اگر قتل ہوئے خیر، یہ تقدیر اپنی — آپ بدنام نہ ہون دھوئیے شمشیر اپنی

حاجتِ تیر و کمان کیا ہے تجھے چل تو سہی — گردنین کاٹ کے خود لائین گے نخچیر اپنی

تمکو پھولون کے چھپرکھٹ ہین کانٹے ہین نصیب — خیر قسمت وہ تمھاری ہے، یہ تقدیر اپنی

اے امیر اُٹھ نہ سکے ضعف سے ہم تادمِ مرگ — جس جگہ بیٹھ گئے ہو گئی جاگیر اپنی

ترا کیا کام اب دل مین غمِ جانانہ آتا ہے — نکل اے صبر اس گھر سے کہ صاحب خانہ آتا ہے

لگی دل کی بجھائے بیکسی مین کون اب ہے — مگر اک گریۂ حسرت کہ بیتابانہ آتا ہے

وہ بت ہے مہربان سب اپنا اپنا حال کہتے ہیں — لبِ خاموش تجکو بھی کوئی افسانہ آتا ہے

اُدھر ہین حسن کی گھاتین، اِدھر ہین عشق کی باتین — تجھے افسون تو مجکو اے پری افسانہ آتا ہے

امیر اور آنے والا کون ہے گورِ غریبان پر — جو روشن شمع ہوتی ہے تو ہان پروانہ آتا ہے

تیغِ قاتل یہ ادا لوٹ گئی — رقصِ بسمل پہ قضا لوٹ گئی

ہنس پڑے آپ تو بجلی چمکی — بال کھولے، تو گھٹا لوٹ گئی

اس روش سے وہ چلے گلشن مین — بچھ گئے پھول صبا لوٹ گئی

خنجرِ ناز نے کشتون سے امیر — چال وہ کی کہ قضا لوٹ گئی

عشقِ بتان سے ہاتھ نہ مر کر اُٹھائیے — جب تک اُٹھے یہ داغ جگر پر اُٹھائیے

کہتے ہین مجھ گدا کو وہ کوچے مین دیکھ کر — للہ جان چھوڑیے بستر اُٹھائیے

غیرت کا حکم ہے کہ گلا گھونٹ گھونٹ کر — مر جائیے نہ منتِ خنجر اُٹھائیے

آسان نہین ہے عشقِ بتِ سنگدل امیر — یہ بوجھ اُٹھائیے تو سمجھ کر اُٹھائیے

بیجا نہین خزان مین یہ نالے ہزار کے — مظلوم داد خواہ ہین خونِ بہار کے

رکھا نہ مجکو ساتھ دلِ بیقرار کے — ہو اور اک مزار برابر مزار کے

گلشن سے بلبلون کو اڑاتا ہے باغبان — صدقے اُتر رہے ہین عروسِ بہار کے

صوفی، خدا کے گھر میں یہ ہو حق ہے کیا ضرور / سامع اگر ہو دور تو کہیے پکار کے

دوزخ میں مجھکو جھونک چکے تھے مرے عمل / قربان شانِ رحمتِ پروردگار کے

اس ہیپارِ زمین نے کھینچا بغل میں تنگ / یاد آ گئے مزے مجھے آغوشِ یار کے

کلیاں جنھیں گلوں کی سمجھتی ہے عندلیب / وہ بند ہیں نقابِ عروسِ بہار کے

منکر بگڑتے ہیں جو گھروندے ہزار ہا / ہیں کھیل امیر صنعتِ پروردگار کے

ضعف سے گو ٹھوکریں کھاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے / پر ترے در تک پہنچ جاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

جن جوانوں کے سرِ افلاک پڑتے تھے قدم / اب زمیں پر ٹھوکریں کھاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

آ گئے سو سو شعر اک جلسے میں کہتے تھے، امیر / چار مصرع اب کہے جاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

توڑ کر پہلو جو چل نکلا دلِ نخچیر سے / خوب رو دیکھیں حسرتیں دل کی لپٹ کر تیر سے

اے گلِ تر تیرے جذبِ حسن کی تاثیر سے / رنگ خون ہو کر ٹپکتا ہے مری تصویر سے

بوسہ لینے پر جو وہ بگڑے تو پھر بوسہ لیا / معصیت کا ذوق دونا ہو گیا تعزیر سے

وصفِ گیسو میں جو کرتا ہوں، تو کہتا ہے وہ شوخ / دم اُلجھتا ہے تری اُلجھی ہوئی تقریر سے

کھو چکے قاصد کو خط اس شوخ کو لکھ کر امیر / رو چکے لکھے کو اپنی خوبیِ تقدیر سے

وعدۂ وصل اور وہ؟ کچھ بات سے / ہو نہ ہو اس میں بھی کوئی گھات ہے

بوسۂ چاہِ زنخدان غیر لیں / ڈوب مرنے کی یہ اے دل بات ہے

بعد مدت بخت جاگے ہیں مرے / بیٹھیے سونے کو ساری رات ہے

گر جگہ دل میں نہیں، پھر اس سے کیا؟ / یہ دو شنبے کی یہ بدر کی رات ہے

صاف کہہ دے، تو یہاں آیا نہ کر / یار، یہ سو بات کی اک بات ہے

لختِ دل ہیں میرے کھانے کو امیر / بس انھیں ٹکڑوں پہ اب اوقات ہے

ساقیا، دور میں صاف نہیں بیٹھ گئی / شرع جو تاک تھی یہ زیرِ نگیں بیٹھ گئی

اندلوں دخترِ رز کا نہیں لگتا ہے پتہ / کہیں قاضی کے تو گھر جا کے نہیں بیٹھ گئی

کشتیِ عمر کا انجام ہمین یاد آیا — کھا کے چکر کوئی کشتی جو کہین بیٹھ گئی
دور سے بھی جو نظر آئی مجھے شکلِ امید — پاس آ کر مرے پہلو کے قرین بیٹھ گئی
شعرِ پُر درد جو لکھنے پہ طبیعت آئی — سامنے آ کے مرے روحِ حزین بیٹھ گئی
ادّعا آنکھ سے اُس شوخ کی ہمچشمی کا — کیون تری آنکھ نہ اُس آہوئے چین بیٹھ گئی
سخت جانی کے دکھائے کسے جوہر امیر — کہ تری بارھ تو اے خنجرِ کین بیٹھ گئی

جان تن سے جو تڑپ کر شبِ فرقت نکلی — دل نے خوش ہو کے کہا ایک تو حسرت نکلی
بہرِ نظارہ جو قرآن مین بھی دیکھی فال — لن ترانی کے سوا اور نہ آیت نکلی
ہاتھ تک مفتی و قاضی کو لگانے نہ دیا — دخترِ رز تو بڑی صاحبِ عصمت نکلی
بڑھ گئی حسن پرستی کی مجھے حرص امیر — ہائے پیری تو جوانی سے بھی آفت نکلی

شبِ وصل کیا مختصر ہو گئی — کہ آتے ہی آتے سحر ہو گئی
شبِ وصل اِدھر سے اُدھر ہو گئی — بدلتے ہی کروٹ سحر ہو گئی
کسی کروٹ آیا شبِ غم نہ چین — تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی
الٰہی شبِ غم مین اتنا تو ہو — کوئی جھوٹ کہدے سحر ہو گئی
ہمین سر پٹکتے ہی گزری امیر — یون ہی عمر ساری بسر ہو گئی

لذّت جو ملی مرے لہو کی — خنجر نے بلائین لین گلو کی
روئے مری قبر پر وہ آ کر — ہم خاک ہوئے تو آبرو کی
مُنھ اپنا نہ آرسی مین دیکھو — سنبھلے گی نہ چوٹ روبرو کی
دل ہی نہ رہا امید کیسی — جڑ کٹ گئی نخلِ آرزو کی
کلفت نہ مٹی امیر دل سے — اشکون نے ہزار شست و شو کی

بیعتِ پیرِ مغان طرفہ مزا دیتی ہے — سلسلہ ساقیِ کوثر سے ملا دیتی ہے
بڑھ کے جب بولتی ہے موسمِ گل مین بلبل — چل کے پھولون مین صبا آگ لگا دیتی ہے

جان پر صدمۂ شبِ ہجر ہی سونا کیسا؟ — آنکھ لگتی ہی تڑپ دل کی جگا دیتی ہی
ہم برہنہ فقط اس دور مین ہین ورنہ بہار — ٹوپیان غنچون کو پھولون کو قبا دیتی ہی
کیجیے غور تو دولت بھی ہمیہ ہی امیر — کہ کریمون کو خدا سے یہ ملا دیتی ہی

سوچ چلے مد عہد وقت انکار کے — دو لون لب ہین دو گواہ اقرار کے
مر کے جب پہنا کفن سمجھے یہ ہم — زیبِ تن کپڑے کیے دربار کے
حادثون سے بے خطر ہین خاکسار — کب دبا سایہ تلے دیوار کے
شمعِ بالین سے یہ کہدے ای صبا — سر یہ روتا ہی کوئی بیمار کے
ذلت و خواری و رسوائی امیر — سب ہین دھبّے دامنِ پندار کے

جو بحرِ عشق مین ہی وہ آفت رسیدہ ہی — گرداب مثل موج گریبان دریدہ ہی
پایا کسی نے سرِ محبت نہ آج تک — افسانہ عشق کا خبرِ نارسیدہ ہی
گلزارِ تن سے طائرِ دل اُڑ گیا امیر — سینہ اب آشیانہ مرغِ پریدہ ہی

جو چہرہ ارغوانی تھا وہی اب زعفرانی ہی — شکن چہرے پہ نقشِ پای طاؤسِ جوانی ہی
عبث برباد کرتی ہی اُڑا کر کوے جانان سے — صبا کیا میری مشتِ خاک پر نا مہربانی ہی
خدا نے نیک صورت دی تو سیکھو نیک باتین بھی — بُرے ہوتے ہوا چھے ہو کے یہ کیا بدزبانی ہی
ہوا ہون زندہ در گور انتہاے ضعف سے یارب — مری چھاتی پہ سِل اب تک سنگِ سخت جانی ہی
امیر اِس عاشقی کا لطف ہی فصلِ جوانی مین — اندھیری رات مین سکنے کے قابل یہ جوانی ہی

بتون کے عشق مین ہم جان نثار کھو بیٹھے — عجب امانتِ پروردگار کھو بیٹھے
سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل — کہ آسرا تری امیدوار کھو بیٹھے
نہ ہوش ہی نہ خرد ہی نہ صبر ہی ہم کو — یہ ہمنشین تھے جو دو تین چار کھو بیٹھے
گلون نے خندۂ بیجا کا یہ ثمر پایا — کہ چار دن بھی نہ گزرے بہار کھو بیٹھے
ادا وہ کون تھی جس سے ہوے امیر فقیر؟ — زرا سی بات پہ صبر و قرار کھو بیٹھے

کبھی سمجھا نہ آگے کیا ہم اُس خود سر کو سمجھاتے
سمجھ جاتا اگر اتنا کسی پتھر کو سمجھاتے

نصیحت کرنے والون کو اگر کچھ بھی سمجھ ہوتی
جو کچھ سمجھاتے مجکو وہ مرے دلبر کو سمجھاتے

کوئی کہتا نہ آتے باز میرے قتل سے ہرگز
جو دُنیا اُنکو سمجھاتی وہ دُنیا بھر کو سمجھاتے

خدا ہمت اگر دیتا تو اپنے قتل کی جالین
کبھی قاتل کو سمجھاتے کبھی خنجر کو سمجھاتے

تڑپ کر رو کے اُس محفل مین ہم لوگون نے کیا رسوا
دلِ نادان کو سمجھاتے کہ چشمِ تر کو سمجھاتے

امیر اِنکی ہی سودا جوش پر ہم کو اگر ملتا
بنانا بیڑیان بھاری یہ آہن گر کو سمجھاتے

باندھی جو روزِ حشر ہوا ہم نے آہ کی
اُڑتی پھرے گی فرد ہمارے گناہ کی

شرکت نہ کی ملال مین کس دادخواہ کی
دِل پر کسی کے چوٹ پڑی ہم نے آہ کی

بھاری بہت ہی لاؤنگا روزِ جزا مین رند
رکھوا کے سر پہ شیخ کے گٹھری گناہ کی

کہدونگا سب گناہ مرے مجکو یاد ہین
کیون فرد کاتبانِ عمل نے سیاہ کی

سر قتلگہ مین دے کے عدم کو گیا امیر
لی گھر کی راہ پھینک کے گٹھری گناہ کی

مر کے چھوٹا کوہکن آزار سے
پائی چھٹی روز کی بیگار سے

کر چکے قتل اب کہین رسوا نہو
جاؤ دھو ڈالو لہو تلوار سے

چشمِ جانان کو ہے دُنبالہ گران
اُٹھ نہین سکتا عصا بیمار سے

لاش ہی اُٹھے یہان سے تو اُٹھے
اُٹھ چکے ہین آستانِ یار سے

مین اُسے پیرِ مغان سمجھا امیر
مست جو نکلا درِ خمار سے

صلح کل مین ہے ابھی شرکتِ کین تھوڑی سی
اور اے پیرِ خرابات نشین، تھوڑی سی

مدد اے شوقِ سجود، المدد اے شوقِ سجود،
سر نہ اُٹھے ابھی باقی ہے جبین تھوڑی سی

ایک قطرہ بھی نہ پینا اگر اے جانِ جہان
اُسی انداز سے کہہ دے کہ نہین تھوڑی سی

کوچۂ یار مین ہون لاکھ تپش کے سامان
پھر جو تسکین ہے دل کو تو وہین تھوڑی سی

ہدیۂ دوست سمجھ کر مین ہوا شکر گزار
رُوکھی سوکھی جو ملی نانِ جوین تھوڑی سی

تنگ آئے ہین بہت بیٹھے رہین ویران جا کر — اس جہان سے جو الگ پائین زمین تھوڑی سی

خم چڑھا جائین تو سمجھے کہ کوئی گھونٹ پیا — کیا یہین ہم سے خرابات نشین تھوڑی سی

جو بعدِ مرگ مرے دل مین کچھ غبار آئے — عجب نہین ہے کہ آندھی تہِ مزار آئے

وہ لیکے تیر و کمان جب پئے شکار آئے — سلام کرنے ہرن باندھ کر قطار آئے

عجیب خوابِ گران مین ہین خفتگانِ زمین — کسی نے بھی نہ سُنا، ہم بہت پکار آئے

گڑھے مین گور کے پھینک آئے اقربا مجکو — سلوک خاک کیا سر کا بوجھ اُتار آئے

فلک نے ساتھ مصیبت کے خجلتین بھی دین — جو گھر مین فاقہ ہوا میہمان ہزار آئے

ہم ایک بار بُلانے پہ لاکھ بار گئے، — وہ لاکھ بار بلانے پہ ایک بار آئے

جلا رہے ہین شبِ غم مین اور بھی جگنو — کہان سے اُڑ کے جہنم کے یہ شرار آئے

لہو نچوڑ کے بھر دون وہ رند مےکش ہون — نظر جو شیشۂ خالی دمِ خمار آئے

جنون کی فکر اِحبا نے کی امیرؔ، تو کیا؟ — یقین ہے آج ہی کل موسمِ بہار آئے

کون بیماری مین آتا ہے عیادت کرنے؟ — غش بھی آیا تو مری روح کو رخصت کرنے

اُسکو سمجھاتے نہین جا کے کسی دن ناصح — روز آتے ہین مجھی کو یہ نصیحت کرنے

تیر کے ساتھ چلا دل، تو کہا مین نے، کہان؟ — حسرتین بولین کہ مہمان کو رخصت کرنے

آئے میخانے مین، تھے پیرِ خرابات امیرؔ — اب چلے مسجدِ جامع کی امامت کرنے

بدقت بحرِ غم سے کشتیِ جانِ حزین نکلی — کبھی بیٹھی، کبھی اُچھلی، کہین ڈوبی، کہین نکلی

عجب انداز سے مقتل مین اُسکی تیغِ کین نکلی — کہ دل سے مرحبا نکلا، جگر سے آفرین نکلی

خدا کا شکر وہ بُت نزع کے دم دیکھنے آیا — نظارے کی جو حسرت تھی وہ وقتِ واپسین نکلی

تصور بس کہ تھا دل مین امیرؔ، اُس روئے زیبا کا — پری بنکر ہمارے مُنہ سے آہِ آتشین نکلی

غیرون سے ہین باتین بھی، عنایت کی نظر بھی، — پر دیکھتے جاتے ہین کن انکھیون سے اِدھر بھی

ہے شوق جو بالون کے بڑھانے کا تو اے جان — پیدا کرو اِس بوجھ اُٹھانے کو کمر بھی

پہلو مین مرے رہتے ہین جی دیتے ہین اُن پر — دل ہو کہ جگر، دونون اِدھر بھی ہین اُدھر بھی

ڈرتا ہون شبِ وصل، کہ تقدیر بُری ہے — آئے نہ کہین شام کے ہمراہ سحر بھی

فرقت مین امیرؔ ایسی برستی ہے اُداسی — روتے ہین مرے حال پہ دیوار بھی در بھی

نہ سُنئے دردِ دل مرا نہ سُنئے — مین کہون گا سُنے وہ یا نہ سُنے

بہت اے دل، وفا وفا نہ پکار — کہین وہ دشمنِ وفا نہ سُنے

جو کوئی دردآشنا ہو امیرؔ — اِدھر آئے مرا فسانہ سُنے

اک ذرا دیکھ تو کیا کہتے ہین مرنے والے — او غریبون کے مزارون پہ گزرنے والے

اُٹھے اور کوچۂ محبوب کو پہنچے عاشق — یہ مسافر نہین رستے مین ٹھہرنے والے

موت کہتی ہے کہ دیتے تو حسینون پہ ہین جان — اور مجھے مفت لیے مرتے ہین مرنے والے

قابلِ رحم، قیامت مین نہ ٹھہرین گے امیرؔ — رحم دُنیا مین غریبون پہ نہ کرنے والے

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لیے — لوٹتی ہین بجلیان اِن کے لیے

مہ نہ دی قرض اُسنے دو دن کے لیے — جس نے توڑے ہم سے گن گن کے لیے

وصل کا دن اور اِتنا مختصر ۷۸ — دِن گنے جاتے تھے اِس دن کے لیے

صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیرؔ — بھیجتے تحفہ موذن کے لیے

عجب عالم ہے اُسکا وضع سادی شکل بھولی ہے ۷۹ — کبھی جاتی ہے دل مین، کیا رسیلی نرم بولی ہے

وہ اُٹھین کھیلتی ہین رنگ، تلوار اُسنے کھولی ہے — لہو کی چلتی مین پچکاریان مقتل مین ہولی ہے

بہار آئی، چمن ہوتا ہے مالامال دولت سے — نکالا چاہتے ہین زر گرہ غنچون نے کھولی ہے

عجب ملبوس ہے ہم وحشیون کا رختِ عریانی — گریبان ہے، نہ پردہ ہے، نہ دامن ہے، نہ چولی ہے

صراحی دور مین آتی ہے، زاہد ہون جو محفل مین ۸۰ — جھکا لین اپنی آنکھین، دخترِ رز کی یہ ڈولی ہے

امیرؔ اس بیوفا دنیا کی صورت پر نہ تم جاؤ — بڑی عیار ہے، مکار ہے، ظاہر مین بھولی ہے

آنکھ اُسکو کھولنی بھی دشوار ہوگئی ہے — چلیے چمن مین نرگس بیمار ہوگئی ہے

کچھ فکرِ دخترِ رز کی، پیرِ مغان سے ہے لازم   بیہوش اب نہین ہے، ہشیار ہو گئی ہے
انگور مین تھی یہ مے پانی کی چار بوندین ۸۱ جس دن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے
اک بات سہل سی ہے مرگ اے امیر لیکن ۸۲ دشوار سمجھے ہین سب، دشوار ہو گئی ہے

وہ کہتے ہین، نکلنا اب تو دروازے پہ مشکل ہے   قدم کوئی کہان رکھے؟ جدھر دیکھو اُدھر دل ہے
کہین ایسا نہ ہو تجھ پر بھی کوئی وار چل جائے   قضا ہٹ جا، کہ جھنجھلایا ہوا اِس وقت قاتل ہے
طنابین کھینچ دے یا رب، زمینِ کوے جانان کی   کہ مین ہون ناتوان، اور دن ہے آخر، دور منزل ہے
مرے سینے پہ رکھ کر ہاتھ کہتا ہے وہ شوخی سے   یہی دل ہے جو زخمی ہے، یہی دل ہے جو بسمل ہے
نقاب اُلٹی تو کیا حاصل، حیا اُٹھے تو آنکھ اُٹھے   بڑا گہرا تو یہ پردہ ہمارے اُنکے حائل ہے
الٰہی بھیج دے تربت مین کوئی حورِ جنت سے ۸۳ کہ پہلی رات ہے، پہلا سفر ہے، پہلی منزل ہے
جدھر دیکھو اُدھر سوتا ہے کوئی پاؤن پھیلائے   زمانے سے الگ گورِ غریبان کی بھی محفل ہے
عجب کیا گر اُٹھا کر سختیِ فرقت ہوا ٹکڑے   کوئی لوہا نہین، پتھر نہین، انسان کا دل ہے
سخی کا دل ہے ٹھنڈا گرمیِ روزِ قیامت مین   کہ سر پر چترِ رحمت سایۂ دامانِ سائل ہے
امیرِ خستہ جان کی مشکلین آسان ہون یا رب ۸۴ تجھے ہر بات آسان ہے، اُسے ہر بات مشکل ہے

پوچھو پیکانِ تیرِ قاتل سے   مشورے ہو رہے ہین کیا دل سے؟
لے چلے دل، تو ہنس کے فرمایا   پیار اب کیجیے گا کس دل سے؟
اِس ادا سے وہ آئے وصل کی رات   کہ نکل آئین حسرتین دل سے
ہو زمین لاکھ سہل، لیکن امیر   ہوتے ہین اچھے شعر مشکل سے

مر چلے ہم مر کے اُس پر مر چلے   کام اپنا نام اُسکا کر چلے
حشر مین اجلاس کس کا ہے کہ آج   لیکے سب اعمال کا دفتر چلے
خونِ ناحق کر کے اک بے جرم کا   ہاتھ ناحق خون مین تم بھر چلے
یہ ملی کس جرم پر دم کو سزا؟   حکم ہے دن بھر چلے شب بھر چلے

شیخ نے میخانے میں پی یا نہ پی دختر رز کو تو رسوا کر چلے
گل گیا آخر تہ تربت کفن ۸۵ ایک جوڑا حشر تک کیونکر چلے؟
رہنے کیا دنیا میں آئے تھے امیرؔ! سیر کر لی اور اپنے گھر چلے

خبر ہے نعش پہ کس بیوفا کے آنے کی؟ کہ جان ابھی سے ہے مشتاق جا کے آنے کی
شب وصال میں اُس شوخ کو پلا کے شراب میں راہیں روک رہا ہوں حیا کے آنے کی
نہ چوک وقت کو پا کر کہ ہے یہ وہ معشوق کبھی امید نہیں جس سے جا کے آنے کی
گھٹا میں برق جو چمکی تو یاد آئی امیرؔ ادا کسی کی وہ پردہ اٹھا کے آنے کی

جو کچھ سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے میں روتا ہوں اُن کو ہنسی سوجھتی ہے
یہ آتا ہے جی میں کہ کوثر پہ چلیے خرابات میں دور کی سوجھتی ہے
کہا میں نے پاس آؤ تو ہنس کے بولے اجی آج تو دور کی سوجھتی ہے
امیرؔ ایسے ویسے تو مضمون ہیں لاکھوں نئی بات کوئی کبھی سوجھتی ہے

گھبرائی ہوئی تیغ بکف پھرتی ہے ہر سمت کیا جانے دیا برق کو کیا حکم قضا نے
اُس دست نگارین کو کیا ہے جو بھبھوکا دل میں مرے اک آگ لگا دی ہے حنا نے
معشوق جفا کار ہیں، عشاق وفادار ہر ایک کو حکمت سے بنایا ہے خدا نے
بے موت مجھے تیغ تغافل ہی نے مارا پوچھا نہ جفا نے، نہ قضا نے، نہ ادا نے
خاموش چلے جاتے ہیں دنیا سے ہزاروں ۸۶ کیا جانیے کیا کہہ دیا چپکے سے قضا نے
دکھلا کے ادا مجکو امیرؔ اُسنے کیا قتل پیدا اثر درد کیا میری دوا نے

اندھیری رات میں بجلی کو بھی ترس آیا غریب کے چراغ آئی آشیان کے لیے
ہزار شکر کہ پیکان سے دل ہوا آباد خدا نے بھیج دیا وارث اس مکان کے لیے
خدا جو پوچھے گا کیون جان دی جوانی میں دکھا کے تجکو کہونگا کہ اس جوان کے لیے
کھلی زبان مری کسکی داستان کے لیے اُچھل کے دل نے جو بوسے مری زبان کے لیے

زمین کو ہم سے غبار، آسمان کو ہم سے خلاف   نہ ہم زمین کے لیے ہین نہ آسمان کے لیے

امیر، نالہ بھی ہو ساتھ ساتھ اشکون کے   جرس بھی شرطِ سفر مین ہی کاروان کے لیے

شبِ غم کیسی ہی چھوٹی ہو واعظ ۸۷،   مگر تیری قیامت سے بڑی ہی

نہین رکتی چلی جاتی ہی دن رات   مری عمرِ روان بھی اک گھڑی ہی

نکیلی بھی، سجیلی بھی ہی، وہ آنکھ   مگر دیکھا تو شرمیلی بڑی ہی

نہ توڑو نرگسِ بیمار کی آس   عصا ٹیکے ہوئے کب سے کھڑی ہی

امیر، اپنی نظر مین قصرِ شاہی   فقیرون کی سی ٹوٹی جھونپڑی ہی

سرِ راہِ عدم گورِ غریبان طرفہ بستی ہی   کہین غربت برستی ہی، کہین حسرت برستی ہی

حقیقت دخترِ رز کی کیا ہی کیا رندون کی ہستی ہی   ترے دم سے یہ ساقی گرمیِ بازارِ مستی ہی

ہمین شاہد پرستی سے سمجھ معذور اے واعظ   جوانی کا ہی نشہ، بیخودی ہی، جوشِ مستی ہی

وہ مستی مژہ کی اشکباری دیکھ اے ساقی   گھٹا ہلکی سی ہی پر جھوم کر کیا کیا برستی ہی

بلائین لیتے لیتے مست ہو جاتی ہی مشاطہ   وہ چوٹی اور گجرے کے عطر مین جس وقت بستی ہی

نئے بانکے بنے ہو تم، نئی شمشیر باندھی ہی   نگاہِ حسرت آلودہ نہین دیکھی ہی بسمل کی

بھلا دیکھون تو وہ کیونکر نہین آتے ہین گھر میرے   اگر ہی عشقِ کامل، کھینچ لائے گی کشش دل کی

گریبان پھاڑ کر سیرِ چمن کو مثلِ گل چلیے   جنون انگیز پھر آئی ہین آوازین عنادل کی

جہان بدلا مزاج اس ترک کا چڑھنے لگی تیوری   ذرا قاتل کھنچا، کھنچنے لگی شمشیر قاتل کی

نہ سمجھو کھیل، امیر، الفت کی بازی جان لیتی ہی   کہے دیتے ہین ہم، اچھی نہین ہی دل لگی دل کی

مین وہ سیاہکار ہون جب سے ہوا ہون دفن   چلاتی ہی زمین مری مٹی خراب کی

اللہ رے قدر میرے گناہون کی روزِ حشر   تعظیم کو کھڑی ہوئی میزان حساب کی

قالب مین روح بند فرشتون نے کی عبث   بے فائدہ غریب کی مٹی خراب کی

لختِ دلِ برشتہ نکلتے ہین چھید کے ساتھ   ہر تارِ آہ سیخ ہی گویا کباب کی

وہ مستِ بیخبر ہے نہ سمجھے گا واعظو — کیسے امیر سے نہ ثواب و عذاب کی

جو چشمِ غور سے آئینۂ توحید کو دیکھا — تو سب کچھ تو ہی ٹھہرا ہم نہ کچھ اے خود نما ٹھہرے
صفین آراستہ ہونے لگین جب اہلِ محشر کی — جما کر ایک ٹکڑی حسرتون کی ہم جُدا ٹھہرے
زہے حسرت نکالے ہم گئے جب کوے جانان سے — بہت مُڑ مُڑ کے دیکھا دیر تک رو بر قفا ٹھہرے
جفا دیکھو جنازے پر مرے آئے تو فرمایا — کہو تم بیوفا ٹھہرے کہ اب ہم بے وفا ٹھہرے

مقتل مین اُسکے دوڑ کے پہنچے جو تھے قوی — قیدی جو ناتوان تھے وہ زندان مین رہ گئے
دوڑے تلاشِ دولتِ دنیا مین جو حریص — ۸۸ آخر کو تھک کے گورِ غریبان مین رہ گئے
لوٹا ستمگرون نے مگر اب بھی اے **امیر** — مضمون ہزار ہا مرے دیوان مین رہ گئے

تیغِ قاتل کی چمک آنکھون مین پھر جاتی ہے — اور بھی برق تڑپ کر مجھے تڑپاتی ہے
سرنگون بحرِ حوادث مین ہون مانندِ حباب — آنکھ کھُل جاتی ہے جسدم کوئی لہر آتی ہے
دل کو تسکین ہین اے قافلے والو کیا دون — اب تو آواز جرس کی بھی نہین آتی ہے

کیا باغ مین دیکھتی ہے شبنم — ۸۹ جو گُل کی ہنسی پہ رو رہی ہے
نرگس کو صبا نہ چھیڑ اتنا — سونے دے غریب سو رہی ہے
ہم جاگ رہے ہین ہجر کی شب — تقدیر ہماری سو رہی ہے

خیال ہی مین مزے وصلِ دلربا کے لیے — لیے جو بوسے تو ہونٹھون سے بھی چھپا کے لیے
یہ ہچکیان نہین آتی ہین نزع مین پیہم — بٹھائی جاتی ہے ڈاک آمدِ قضا کے لیے
وہ آئین نزع مین چلتی نہین زبان نہ چلے — نگاہِ یاس تو ہے عرضِ مدعا کے لیے

زیور سے بڑھ کے تجکو تری چال ہو گئی — موجِ خرام پاؤن مین خلخال ہو گئی
کیسا سلوک مجھ سے کیا اشکِ شرم نے — زائل سیاہیِ خطِ اعمال ہو گئی

ابھی مزار پہ احباب فاتحہ پڑھ لین — ۹۰ پھر اس قدر بھی ہمارا نشان رہے نہ رہے
پسِ شباب ہے کیا اعتبارِ جمعِ حواس — کہ ایک شب سے سوا کاروان رہے نہ رہے

دردِ پہلو کی یہ شدت ہی کہ رنگت فق ہی — زخم وہ دل مین ہی کاری کہ کلیجہ شق ہے
ذکرِ گنجینہ سے ہوتا نہین کوئی منعم — ذوق جب تک نہ ہوا سے شیخ، عبث ہو حق ہی

طولِ فرقت سے مزے وصل کے سب بھول گئے — نہ وہ باتین، نہ وہ راتین، نہ وہ دن یاد رہے
کانٹے اُلجھین نہ کہین دامنِ آزادی مین — دامن اس ڈر سے سمیٹے ہوئے شمشاد رہے

آبنی جان پہ اپنی تو مروّت کیسی؟ — پھینک دون چیر کے پہلو جو کہین دل آئے
اب کسی سے نہ رہی ملنے کی حسرت باقی — آج جی بھر کے گلے تیغ سے ہم مِل آئے

مدت ہوئی کہ جی مرا جینے سے سیر ہے — ای جان، تیرے مُنہ سے نکلنے کی دیر ہے
آئے جو نزع مین تو یہ کہکر وہ اُٹھ گئے — ہم جاتے ہین یہان ابھی رخصت مین دیر ہے

نازکی کہتی ہی تسمہ تو لگا رہنے دے — ناز کہتا ہے لگی میری بلا رہنے دے
عشق کے راز کو پنہان کوئی کیا رہنے دے — داغ کچھ درد نہین ہی کہ چھپا رہنے دے

روز تکیون مین جا کے دل میرا — دوستون کو پکار آتا ہے
تم کو آتا ہے پیار پر غصہ — مجکو غصے پہ پیار آتا ہے

باتین ناصح کی سُنین یار کے نظّارے کیے — آنکھین جنت مین رہین کان جہنم مین رہے
اُنکے تڑپانے کی طاقت جو نہین ہم مین نہو — کاش اپنے ہی تڑپنے کی سکت ہم مین رہے

محتسب، پوچھ نہ تو شیشہ مین کیا رکھا ہی — پارسائی کا لہو اس مین بھرا رکھا ہے
ہم چلے دیر سے کعبہ کو تو وہ بت بولا — جاکے لے لیجیے کعبے مین خدا رکھا ہے

شام ہوتے ہی شبِ وصل بجاتا ہی گجر — ہاتھ ٹوٹین ترے گھڑیال بجانے والے
ہم جو پہنچے تو قیامت مین ہوا غل آئے — دھجیان دامنِ محشر کی اُڑانے والے

چشمِ واعظ پہ ہی عینک، دستِ واعظ مین عصا — ضعفِ پیری مین یہ دو باقی سہارے رہ گئے
موت آئے یا وہ آئے یا قیامت ہو امیر — اب یہی دو تین جینے کے سہارے رہ گئے

اے چرخ حسینون کی جفا اور ہی کچھ ہے — معشوق کی چھیڑ دن مین مزا اور ہی کچھ ہے

قاصد، یہ زبان اسکی، بیان اسکا نہین ہی　　دھوکا ہی تجھے، اُسنے کہا اور ہی کچھ ہے

مغفرت کا تو جو طالب ہی تو زاہد، آ اِدھر　　پیار کرتی ہی وہ میخوارون کو میخوارون مین ہے

ڈھونڈھتا ہی اُسکو ای زاہد، تو اپنے دلمین ڈھونڈھ　　چھت مین کعبے کی نہ وہ کعبہ کی دیوارون مین ہے

جھانک تاک اغیار سے دِن رات ہی　　اب یہ کچھ چوری چھپے کی بات ہے؟

اتنی باتین کیون سُناتے تم مجھے　　پیار کرتا ہون مین اتنی بات ہے

تجھ سے مانگون مین تجھی کو کہ سبھی کچھ مِل جائے　　سو سوالون سے یہی ایک سوال اچھا ہی

اسکا انجام فراق، اُسکا ہی انجام وصال　　کون کہتا ہی کہ فرقت سے وصال اچھا ہی

ترے اِنکار نے ایجان، دل کو کر دیا چھلنی　　انی برچھی کی نکلی، جب ترے منھ سے نہین نکلی

نہ چھوڑا ساتھ اُنکا میری تربت پر بھی آنے مین　　بڑی پابند اپنی وضع کی چینِ جبین نکلی

چڑھا جاتے تھے ہم کے خم کبھی حلقے مین مستون کے　　وہی ہم ہین کہ پھر جاتا ہی سر اک دورِ ساغر سے

بندون کو چشم شوق، بتون کو دیا جمال　　واقف ہی کون مصلحتِ ذو الجلال سے؟

آئے جو میکدے مین کرے مست کیون کمی　　شیشے کی طرح چاہیے مے تا گلو پیے

مقامِ وجد ہی اے دِل کہ بزم یار مین آئے　　بڑے دربار مین آئے بڑی سرکار مین آئے

دُکھے کیونکر نہ دل آوازِ نے سے　　صدا ہے یہ کسی درد آشنا کی

واماندگی سے جا نہ سکے کاروان تلک　　کھائی تھین ٹھوکرین جو بقدر مین رہ گئے

نہ جیتنے مین گزارہ، نہ ہارنے مین رفاہ　　پھر اُس سے کھیل کوئی کس گمان پر کھیلے؟

مٹے تو خاک ہوے، ہم مٹے تو خاک مٹے　　ابھی تلک تو نشانِ مزار باقی ہے

مرا احوال کر سکتا نہین اُن سے بیان کوئی　　دہن مین میرے قاصد کے مری رکھدے زبان کوئی

حسنِ روز افزون بھلا دیتا ہی پہلے قاعدے　　روز ہو جاتے ہین اُس محفل مین جاکر ہم نئے

کچھ میری سنو، کہو کچھ اپنی　　باتین نہ کرو اِدھر اُدھر کی

پیکان ہی ترے تیر کا پہلو مین در آئے　　ٹھنڈا ہو کلیجا یہی اُمید بر آئے

کہہ رہی ہے حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اس بھری محفل مین رسوائی ہوئی

یہ گالی جو اے دلربا مل رہی ہے
دعا دی تھی اُسکی سزا مل رہی ہے

دوڑ ساقی، کہ ترے مستون کو
ہوش آیا تو قیامت ہوگی

حورین کیونکر تری زبان سیکھین
لب و لہجہ کہین بدلتا ہے؟

آئے وہ کیون؟ اس آنے سے حاصل ہی کیا ہوا
چُپ تھوڑی دیر بیٹھے اُٹھے گھر چلے گئے

بتون ہی مین ہے وہ بُت کچھ تجھے خبر بھی ہے؟
چھپا ہوا انھین فتنون مین فتنہ گر بھی ہے

منزلِ گور سے دم لیکے بڑھین گے آگے
ہم مسافر ہین بڑی دور کے رہنے والے

ہم مر گئے آنے کی جو اُنکے خبر آئی
افسوس اجل چار قدم پیشتر آئی

کیا خبر تھی کہ جدائی تری آفت ہوگی
بات کرنی بھی غریبون کو مصیبت ہوگی

ترا دوست، میرا عدو دل یہی ہے
ترا بسمل، اور میرا قاتل یہی ہے

ہم دل جلے گئے تو جہنم پکار اُٹھا،
یارب، سزا ملی یہ مجھے کس گناہ کی؟

پاکے تنہا اُنھین بوسے جو لیے کہنے لگے
مل گئی مفت چٹورے کو یہ نعمت کیسی؟

افسردہ داغِ دل ہوئے پیری مین کیا امیر
گویا چراغ صبح کو خاموش ہوگئے

نہ زر سے کام، نہ اسباب سے، نہ دولت سے
یہ سب رہین شرہینِ عالمِ شباب رہے

ملا نہ محفلِ جانان سے ہم کو اذنِ نشست
بہ رنگِ شمع خجالت سے آب آب رہے

بڑھے کیا ربط؟ یارِ دلستان سے
نیا اک روز دل لائین کہان سے؟

خزان کے آتے ہی گلچین و صیاد
لپٹ کر خوب روئے باغبان سے

خلعتِ روزِ ازل بے سر و سامانی ہے
خاص ملبوس مرا جامۂ عریانی ہے

گلشن مین مجھ سے ہے یہ تقاضائے اضطراب
کھٹکا ہو جس شجر مین وہین آشیان رہے

یون بیٹھے بیٹھے زیست کے دن ہوگئے تمام
جو کشتی مین جیسے ساکنِ کشتی روان رہے

لطف تب ہو کہ ادھر ہاتھ مین بوتل آئے
اس طرف جھوم کے گلزار مین بادل آئے

طالب مرگ بھی ہین منتظر یار بھی ہین　　دیکھیے کون شب ہجر مین ادل آئے
پھینک دو کاٹ کے جڑ نخل تمنا کی امیر　۹۲　پھول کمبخت مین آئے نہ کبھی پھل آئے

رباعیات

گھر کھدنے کی پوچھو نہ مصیبت ہم سے　　روتی ہو لپٹ لپٹ کے حسرت ہم سے
یا ہم جاتے تھے گھر سے رخصت ہوکر　۹۳　یا گھر ہوتا ہے آج رخصت ہم سے

اورون کو تو دنیا مین قضا نے مارا　　دی زیست خدا نے، اور خدا نے مارا
ہر صورت مرگ و زیست اپنی ہو جدا　　اُس لب نے جلایا تھا، ادا نے مارا

کل رات مین تو شب وہ ماہ سیما آیا　　اسیر بھی مجھے ہاتھ نہ تنہا آیا
چلمن جو اٹھی ہوئی تھی آتی تھی ہوا　　چھڑوا دیے پردے تو لپٹنا آیا

انتخاب

از

کلیاتِ انشاء اللہ خان

۱۲ نشتر

سید انشاء اللہ خان متخلص بہ "انشا" ہندوستان کے نامی شاعرون مین ہین انکے باپ میر ماشاء اللہ خان بھی شاعر تھے - میر ماشاء اللہ خان صحیح النسب سادات مین شمار کیے جاتے تھے - دربار شاہی دہلی مین یہ طبیب تھے اور زمرۂ امرا مین تھے دِلّی تباہ ہونے پر یہ مرشد آباد گئے اور وہان سراج الدولہ کے مصاحبون مین داخل ہوئے - وہین سید انشاء اللہ خان نے تربیت پائی - مرشد آباد تباہ ہونے پر سید انشا دِلّی آئے اور شاہ عالم بادشاہ کے دربار مین داخل ہوئے - شاہ عالم کے پاس اِتنا سرمایہ کہان تھا کہ انکو خاطر خواہ صلہ ملتا اسلیے یہ دِلّی سے لکھنؤ آگئے -

لکھنؤ مین ایک زمانہ اِنکا یہ تھا کہ نواب شجاع الدولہ کو ایک دم بغیر اِنکے چین نہ تھا - اسکے بعد بادشاہ کو کچھ خلش پیدا ہوئی - یہ زمانہ سید انشا کے لیے زحمت کا تھا - پھر بادشاہ نے اِنکی تنخواہ بند کردی اور چین سے یہ گھر بیٹھے - خانہ نشینی کا زمانہ اِنکے لیے آرام کا اور دوسرون کے لیے عبرت کا زمانہ تھا - اِس زمانہ مین بھی انکی شاعری چلی جاتی تھی بلکہ اِس زمانہ کا کلام بہت ہی پُر درد ہوتا تھا - انکی وہ مشہور غزل جسکا مطلع ہے ع کمر باندھے ہوئے چلنے کو یان سب یار بیٹھے ہین + بہت آگے گئے باقی جو ہین تیار بیٹھے ہین - اِسی زمانہ کی ہے - آخر مین وہ تارک الدنیا ہوگئے اور کچھ دنون کے بعد ایک مجذوب گوشہ نشین کی حیثیت سے بمقام لکھنؤ ۱۲۳۳ھ مین فوت ہوئے -

سید انشا بڑے زبردست عالم تھے اور بڑے ہی ذہین تھے لیکن ذریعہ رزق انھون نے ٹھہرا رکھا تھا شاعری اور وہ بھی بادشاہون کے ہنسانے کے لیے - اِسلیے علماے عصر مین انکا شمار نہ ہوا - انکی نسبت جوہر شناسون کا قول تھا کہ سید انشا کے علم پر انکی شاعری نے خاک ڈالدی اور انکی شاعری کو اُمرا کی صحبت نے ڈبو دیا

غزلیات وابیات

رہا ہی ہوش کچھ باقی، اِسے بھی، اب نبیڑے جا   یہی آہنگ، ای مطرب بسیر تو اور چھیڑے جا
مجھے اِس دُ میں لذت ہی، ای جوشِ جنون، اچھا   مرے زخمِ جگر کے، ہر گھڑی، ٹانکے اُدھیڑے جا
سوالِ بوسہ سُن کہنے لگا، وہ شوخ غصہ ہو   بہت اچھا، سمجھ لونگا، بھلا، تو مجھکو چھیڑے جا
دفورِ مے سے، حالت غش کی ہی، انشا کو، ای ساقی   شراب سُرخ بنگالی کے، دیے مُنھ پر، تریڑے جا

خیال کیجیے گا، آج کام مین نے کیا   جب اُس نے دی مجھے گالی، سلام مین نے کیا
کہا یہ صبر نے دل سے کہ "لو خدا حافظ"   حقوقِ بندگی اپنا، تمام مین نے کیا
جنون یہ آپ کی دولت، ہوا حصول مجھے   کہ ننگ و نام کو چھوڑا، یہ نام مین نے کیا
مزا یہ دیکھیے گا، شیخ جی رُکے اُٹھے   جو اُنکا بزم مین، کل، احترام مین نے کیا
ہوس یہ رہگئی، صاحب نے پر کبھی نہ کہا   کہ "آج سے تجھے انشا غلام مین نے کیا"

فقیرانہ، ہر دل، مقیم اُسکی رہ کا   غرض کیا کہ محتاج ہو بادشہ کا
تری آشنائی مین، کیا ہم نے پایا   دیا نقدِ دل اور اپنی گرہ کا
تبھی لطف ہی ساقیا میکشی کا   کہ تو بھی بہک اور مجکو بھی بہکا
کبھی تجھ سے انشا نے بوسہ نہ مانگا   گنہ گار ہے وہ فقط اک نگہ کا

جھوٹا نکلا قرار تیرا   اب کِس کو ہے اعتبار تیرا؟
دِل مین سو لاکھ چٹکیان لین   دیکھا بس ہم نے پیار تیرا
انشا سے نہ روٹھ مت خفا ہو   ہے بندۂ جان نثار تیرا

اچھا جو خفا ہم سے ہو تم، اے صنم، اچھا   لو، ہم بھی نہ بولین گے خدا کی قسم، اچھا
مشغول کیا چاہیے، اِس دل کو کسی طور   لے لیوین گے ڈھونڈھ، اور کوئی یار ہم اچھا
گرمی نے کچھ آگ اور بھی سینہ مین لگائی   ہر طور غرض، آپ سے، ملنا ہی کم اچھا

انشا

سید انشاء اللہ خان متخلص بہ 'انشا' ہندوستان کے نامی شاعرون مین ہین انکے باپ میر ماشاء اللہ خان بھی شاعر تھے۔ میر ماشاء اللہ خان صحیح النسب سادات مین شمار کیے جاتے تھے۔ دربار شاہی دہلی مین یہ طبیب تھے اور زمرۂ امرا مین تھے دلی تباہ ہونے پر یہ مرشد آباد گئے اور وہان سراج الدولہ کے مصاحبون مین داخل ہوئے۔ وہین سید انشاء اللہ خان نے تربیت پائی۔ مرشد آباد تباہ ہونے پر سید انشا دلی آئے اور شاہ عالم بادشاہ کے دربار مین داخل ہوئے۔ شاہ عالم کے پاس اتنا سرمایہ کہان تھا کہ انکو خاطر خواہ صلہ ملتا اسلیے یہ دلی سے لکھنؤ آئے۔

لکھنؤ مین ایک زمانہ انکا یہ تھا کہ نواب شجاع الدولہ کو ایک دم بغیر اِنکے چین نہ تھا۔ اسکے بعد بادشاہ کو کچھ خلش پیدا ہوئی۔ یہ زمانہ سید انشا کے لیے زحمت کا تھا۔ پھر بادشاہ نے انکی تنخواہ بند کردی اور چین سے یہ گھر بیٹھے۔ خانہ نشینی کا زمانہ انکے لیے آرام کا اور دوسرون کے لیے عبرت کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ مین بھی انکی شاعری چلی جاتی تھی بلکہ اس زمانہ کا کلام بہت ہی پُر درد ہوتا تھا۔ انکی وہ مشہور غزل جسکا مطلع ہے ؎ کمر باندھے ہوئے چلنے کو یان سب یار بیٹھے ہین + بہت آگے گئے باقی جو ہین تیار بیٹھے ہین۔ اسی زمانہ کی ہے۔ آخر مین وہ تارک الدنیا ہو گئے اور کچھ دنون کے بعد ایک مجذوب گوشہ نشین کی حیثیت سے بمقام لکھنؤ ۱۲۳۳ھ مین فوت ہوئے۔

سید انشا بڑے زبردست عالم تھے اور بڑے ہی ذہین تھے لیکن ذریعہ رزق انھون نے ٹھہرا رکھا تھا شاعری اور وہ بھی بادشاہون کے ہنسانے کے لیے۔ اسلیے علماے عصر مین انکا شمار نہ ہوا۔ انکی نسبت جوہر شناسون کا قول تھا کہ سید انشا کے علم پر انکی شاعری نے خاک ڈالدی اور انکی شاعری کو اُمرا کی صحبت نے ڈبو دیا

غزلیات وابیات

رہا ہی ہوش کچھ باقی، اِسے بھی، اب بکھیڑے جا — یہی آہنگ، اے مطرب بسیر، تو اور چھیڑے جا

مجھے اِس ”دمین لذت ہی اے جوشِ جنون، اچھا — مرے زخمِ جگر کے، ہر گھڑی، ٹانکے اُدھیڑے جا

سوالِ بوسہ سُن کہنے لگا، وہ شوخ غصہ ہو — بہت اچھا، سمجھ لونگا، بھلا، تو مجھکو چھیڑے جا

وفورِ مے سے، حالت غش کی ہی، انشاؔ کو اے ساقی — شرابِ پُر تگالی کے، دیے مُنھ پر، تریڑے جا

خیال کیجیے گا، آج کام مین نے کیا — جب اُس نے دی مجھے گالی، سلام مین نے کیا

کہا یہ صبر نے دل سے کہ ”لو خدا حافظ“ — حقوقِ بندگی اپنا، تمام مین نے کیا

جنون یہ آپ کی دولت، ہوا حصول مجھے — کہ ننگ و نام کو چھوڑا، یہ نام مین نے کیا

مزا یہ دیکھیے گا، شیخ جی رُکے اُسٹے — جو اُنکا بزم مین، کل، احترام مین نے کیا

ہوس یہ رہگئی، صاحب نے پر کبھی نہ کہا — کہ ”آج سے تجھے انشاؔ غلام مین نے کیا

فقیرانہ، ہی دل، مقیم اُسکی رہ کا — غرض کیا کہ محتاج ہو بادشہ کا

تری آشنائی مین، کیا ہم نے پایا — دیا نقدِ دل اور اپنی گرہ کا

تبھی لطف ہی ساقیا میکشی کا — کہ تو بھی بہک اور مجکو بھی بہکا

کبھی تجھ سے انشاؔ نے بوسہ نہ مانگا — گنہ گار ہے وہ فقط اک نگہ کا

جھوٹا نکلا قرار تیرا — اب کس کو ہے اعتبار تیرا؟

دِل مین سو لاکھ چٹکیاں لین — دیکھا بس ہم نے پیار تیرا

انشاؔ سے نہ روٹھ مت خفا ہو — ہے بندہ جان نثار تیرا

اچھا جو خفا ہم سے ہو تم، اے صنم، اچھا — لو، ہم بھی نہ بولین گے خدا کی قسم اچھا

مشغول کیا چاہیے، اِس دل کو کسی طور — لے لیوین گے ڈھونڈھ، اور کوئی یار ہم اچھا

گرمی نے کچھ آگ اور بھی سینہ مین لگائی — ہر طور غرض، آپ سے، ملنا ہی کم اچھا

جو شخص مقیم رہِ دلدار ہین ناصح — فردوس لگے اُنکو نہ باغِ ارم اچھا
اِس ہستیِ موہوم سے مین تنگ ہون انشا — واللہ، کہ اِس سے بمراتب، عدم اچھا

ہی ظلم، اُسکو یار کیا ہم نے، کیا کیا؟ — کیا جبر اختیار کیا ہم نے، کیا کیا؟
اُس رشکِ گل کی خواہشِ بوس و کنار کو — اپنے گلے کا ہار کیا، ہم نے کیا کیا؟
دستِ جنون سے اپنے گریبانِ صبر کو — اے عشق، تار تار کیا، ہم نے کیا کیا؟
رہ رہ کے دل مین آوے ہی انشا یہی کہ ین — اُس دل کو بیقرار کیا، ہم نے کیا کیا؟

اگر ہمارے کرے کوئی بند بند جدا — تو یہ قبول نہ ہو، ہو وہ خود پسند جدا
مری او اُسکی یہ صحبت ہوئی بروزِ وداع — کہ دردمند سے ہو جیسے دردمند جدا
نمک فشان ہین یہ مرے زخمِ دل پہ ای انشا — سبھون کے طعنہ جدا، ناصحون کے پند جدا

اے صبا باغ مین ہلایا کر — تو مرے گلعذار کا جھولا
نکہتِ گل کے جھولنے کے لیے — ہے نسیمِ بہار کا جھولا
چاہیے طفلِ اشک کو انشا — مژہ قطرہ بار کا جھولا

جو ہاتھ اپنے سبزی کا گھوڑا لگا — تو سلفے کا اور اُسکو کوڑا لگا
اجی، چشمِ بد دور، نامِ خدا — تمھین کیا بھلا سرخ جوڑا لگا
لگی کہنے انشا کو شب وہ پری — ’’مجھے بھوت ہو کر نگوڑا لگا‘‘

دیکھ لیجے ہاتھ دھر کر اِس مرے سینہ پہ آپ — گر نہ دیکھا ہو تڑپنا ماہیِ بے آب کا
کیا ہی پھبتا ہے یہ صاحب رینگ کا کرتا تمھین — اور لے ظالم یہ ڈھیلا پائجامہ کمخواب کا
مانگتا ہے یہ دعا آٹھون پہر انشا سدا — ’’یا الٰہی بول بالا ہو مرے نواب کا‘‘

رکھتے ہین کہین پاؤن تو پڑتا ہی کہین اور — ساقی تو، ذرا ہاتھ تو لے تھام ہمارا
اے بادِ سحر محفلِ احباب مین کہنا — دیکھا ہی جو کچھ حالِ تہِ دام ہمارا

عجب اُلٹے ملک کے ہین، اجی آپ بھی، کہ تم سے — کبھی بات کی جو سیدھی، تو ملا جواب اُلٹا

چلے تجھے حرم کو، رہ میں ہوئے اک صنم کے عاشق — نہوا ثواب حاصل، یہ ملا عذاب اُلٹا
مجھے چھیڑنے کو، ساقی نے دیا جو جام اُلٹا — تو کیا بہک کے میں نے اُسے اک سلام اُلٹا
فقط اس لفافہ پر ہی کہ خط آشنا کو پہنچے — تو لکھا ہی اُس نے انشا یہ ترا ہی نام اُلٹا

زاہد، مرے مولا کے اسرار، نہیں پاتا — غافل اُسے کیا پاوے، ہوشیار نہیں پاتا
گو روپ بدلتا ہی، ہر روز نئے انشا — صحبت میں کبھی اُسکی، پر بار نہیں پاتا

دیوار پھاندنے میں، دیکھوگے کام میرا — جب دھم سے آ کہونگا، صاحب سلام میرا

اُس سے خلوت کی ٹھہر جاتی، تو میں اللہ سے — واسطے ڈر دن کے عرشِ کبریائی مانگتا

اب تو اگلی سی طرح کا نہیں گہرا پردا — رہگیا آپ میں اور ہم میں اکہرا پردا

نہیں ہم فن کو باہم دیکھ سکتے لوگ، یہ سچ ہی — لگا القاص سے ہی لا یحب القاص کا جوڑا

انھیں کیا نعمتِ الوان سے؟ جنکو عرش سے اُترا — یہی اک جو کی روٹی اور اُبالے ساگ کا جوڑا
کوے تلے کھڑا تھا دیکھا جو مجکو آتے — ہاتھ اُسنے کرکے اونچا جھٹ ایک پھل کو توڑا

کیا کہوں احوال، تیرے عاشقِ بیتاب کا — اشک جو ٹپکا، سو، گویا قطرہ تھا سیماب کا

زلزلہ لایا ہی جسمِ مضمحل کا اضطراب — مر مٹے پر بھی گیا، اپنے نہ دل کا اضطراب
اُسکے ہم صدقے بسایا جسنے باہم کرکے خلط — آتشِ تیز و ہوا و آب و گل کا اضطراب
یاد ہیں انشا وہ شرماتی ہوئی آنکھیں تجھے؟ — اور تنہائی میں اُس ہمیانِ گسل کا اضطراب

کیا غضب تھا پھاند کر دیوار آدھی رات کو — دھم سے میرا کودنا اور وہ تمھارا اضطراب

کچھ اشارا جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت — ٹال کر کہنے لگے دن ہی ابھی رات کے وقت
گرچہ مے پینے سے، کی توبہ ہی میں نے ساقی — بھول جاتا ہوں ولے تیری مدارات کے وقت
موسمِ عیش ہی یہ عہدِ جوانی، انشا — دور ہیں تیرے ابھی زہد و عبادات کے وقت

جمال و عظمتِ دادارِ خالقِ ملکوت — خیال کرکے یہ کہتا ہوں واہ ری جبروت
نمود و سطوتِ پروردگار سے ہی یہ دیکھو — جہاں تلک کہ کرے کام یہ نظر کا سوت

تو نے لگائی آ کے، یہ کیا آگ ای بسنت؟ — جس سے کہ دل کی آگ بھڑک اٹھی ای بسنت

واقعی ہاں شرط بدکر سیکڑوں کی ہار جیت — شغل میں جوڑے کے ہی سچ، ای بت خود کام بد
لیک جی لگنے کی خاطر تجکو میری ہی قسم — ایک لیتہ ایک ڈلی ایک لونگ ایک بادام بد

ہیاں، چشم جادو یہ، اتنا گھمنڈ؟ — خط و خال و گیسو یہ، اتنا گھمنڈ؟
اجی سر اٹھا کر ادھر دیکھنا — اسی چشم و ابرو یہ، اتنا گھمنڈ؟
وہ کر پنجہ انشا سے بولے کہ واہ — اسی زور بازو یہ، اتنا گھمنڈ؟

لکھدو آخون جی صاحب، کوئی ایسا تعویذ — کہ مرے منھ سے لگے اسکے گلے کا تعویذ
غش ہوئے ہم تو، اجی قہر تھا اس کافر کا — لال ناڑے میں بندھا ہاے وہ نیلا تعویذ
سر کے بالوں سے لٹک، جھمکے سے الجھا تو کہا — اب لگا مجکو ستانے یہ نگوڑا تعویذ
خیر انشا کی ہو چاہو تو پلا دو دھو کر — اسکے بازو کا وہ ننھا سا روپہلا تعویذ

راتوں کو نہ نکلا کرو دروازے سے باہر — شوخی میں دھرو پاؤں نہ اندازہ سے باہر
جراح نہ رکھ پنبہ و مرہم، کہ یہاں آگ — نکلے ہے ہر اک زخم تر و تازہ سے باہر
رہتے ہیں سدا خواہش احباب سے انشا — اجزا مرے دیوان کے شیرازہ سے باہر

آئے نہ آپ رات جو اپنے قرار پر — گزری قیامت، اس دل امیدوار پر
ساقی، صراحی مے گلفام لا شتاب — ہے تجکو کچھ خیال بھی ابر بہار پر؟
انشا سے اب تو آنکھ چرائی یہ قہر ہے — اسوقت میں تو رحم کر اسکے خمار پر

عجب سرچشمہ مہتاب سے تھی آگ پانی پر — سنایا چاندنی نے آج دیپک راگ پانی پر
نہ اڑیے آپ جوگی جی، ابھی ہم بھی جو چاہیں تو — بچھا کر مرگ چھالا بیٹھ لیں بے لاگ پانی پر
تصدق کرتے ہیں ہم، نعمت الوان کو ای انشا — اسی اک جو کی روٹی اور ابالے ساگ پانی پر

تعویذ لعل ہی کے، نہ بھیرے گھمنڈ پر — اک نیلا ڈورا باندھیے، اس گوری ڈنڈ پر
یارب سدا سہاگ کی مہندی رچا کرے — پتے تجپن کھچیں، رہے آفت ارنڈ پر

دو تین دن تو ہو چکے اب پھر چلو وہین — فیروز شہ کی لاٹ کی اُس چوتھے کھنڈ پر
کلبرگ تر سمجھ کے لگا بیٹھی ایک چونچ — بلبل ہمارے زخمِ جگر کے کھرنڈ پر

گر نظر لعل و زمرد کی طرف، پہنے ہین — سرخ اور سبز عجب رنگ کے جوڑے پتھر
آتشِ عشقِ الٰہی سے ہی خالی کیا شہر؟ — یہ شرر رکھتے ہین سب سینہ مین اردڑ پتھر

مجھے رونا آتا ہی شمعِ سحر پر — کہ بیچاری اب مستعد ہی سفر پر
اجی، جی مین ہی اب کہین بیٹھ رہیے — بس ایک باندھ تکیہ کسی رہگزر پر

گیا یار، آفت پڑے اس سحر پر — اُداسی برسنے لگی بام و در پر
دیا نامہ، سید انشا تو اُس نے — دو ہتڑ جڑے ایک سر نامہ بر پر

یہ جو مہنت بیٹھے ہین رادھا کے کنڈ پر — اوتار بنکے گرتے ہین پریون کے جھنڈ پر

ہاتھ مجھ سے وہ ملاتے ہی یہ فرمانے لگے — تجھ سے پنجہ وہ کرے جو کہ مروڑے پتھر

لے چلا دامانِ صحرا کو گریبان پھاڑ کر — آخر آ مجکو جنون چمٹا ہی پنجہ جھاڑ کر

کیا ہنسی آتی ہی مجکو حضرتِ انسان پر — فعلِ بد تو انسے ہو لعنت کرین شیطان پر

دیے اُنھون نے، جو یہ پھولون کی چھڑی ڈالی توڑ — مین نے بھی، آپ کی دو لڑی کی لڑی ڈالی توڑ
پینگین امرئیون مین جس وقت چڑھاتا ہون مین — مجھ سے کہتی ہی یہ ساون کی چھڑی ڈالی توڑ
ساتھ پریون کے یہ ہم جھولے کہ انشا ہم نے — ڈالی جو آپ کی تھی سب سے بڑی ڈالی توڑ

غنچون کو روند، گل کو مسل، او صبا کو چھیڑ — لیکن، نہ اُسکے عقدۂ بندِ قبا کو چھیڑ
کیا گا رہا ہی اپنی او بیج، ای حدی سرا — جس سے کہ قیس لوٹ ہوا، اُس صدا کو چھیڑ
ای ہمنشین، یہ موسم ہولی ہی اِن دنون — منظور ہی جو سیر، تو اُس خوش ادا کو چھیڑ
ایک بوالہوس نے اُنکی جو آنا سے کچھ کہا — رستہ مین اپنے توسنِ حرص و ہوا کو چھیڑ
برقع اُلٹ کے مُنہ سے وہ کہنے لگی چخی — بیٹا، کسی جوان سے صاحب ادا کو چھیڑ
لیجا کے چپکے چپکے دو شالہ کے نیچے ہاتھ — ناخن گڑو کے چٹکی سے انگشتِ پا کو چھیڑ

انشا، جو ہونی ہو سے سو ہو، دل کہے ہے یون
تا چند ضبط، آج تو اُس دلربا کو چھیڑ

پھنس گئے عندلیب ہو بیکس
ہائے تنہائی اور کُنجِ قفس

ہاتھا پائی ہوئی کچھ ایسی کہ پھر
اُنکی اُنگلی کی چڑھ گئی جھٹ نس

جبکہ دیکھا کہ چھوڑتا ہی نہین
تب تو ٹھہری کہ دینگے بوسہ دس

ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات
آٹھ، نو، دس ہوئے بس انشا بس

ہو جائے اگر جہان فراموش
کب دل سے ہو دلستان فراموش

جاتے ہو تو یاد رکھیو مجکو
مت کیجیو مہربان فراموش

صد حیف کیا، بچھڑکے ہم کو
تم نے، اے قدردان فراموش

ایسا تجھے ہوگیا یکایک
انشا اللہ خان فراموش

انشا خیالِ محض ہے اسپر نہ بھولیو
ہرگز کسی کے ساتھ نہ ڈالے خدا غرض

کھولے جب چاند سے اس مُکھڑے کا گھونگھٹ عاشق
کیون نہ پھر لیوے بلائین تری چٹ پٹ عاشق

نہین معلوم اجی تم نے یہ کیا پڑھ پھُونکا
کہ تمھین دیکھتے ہی ہو گئے ہم جھٹ عاشق

سرکشی تم کرو غیرون سے بہم، تو اپنے
گھونٹ لو ہو کے پیے کیون نہ غٹاغٹ عاشق

اے نسیمِ سحری اُس سے یہ کہیو کہ ترا
رات سے اب تو بدلتا نہین کروٹ عاشق

اک غزل اور نئے قافیہ مین کہہ انشا
جسکے سُنتے ہی دہ شوق ہو جھٹ پٹ عاشق

سلطنت بیچتے ہین دردکشان خاک کے مول
ہے یہان سایۂ ہما کا خس و خاشاک کے مول

مرد آزاد کئی، حقہ کش افیونی نے
بیچے ایک آدھی کو، اور کوئے لیئے ڈھاک کے مول

تاک باندھے ہوئے جو اینڈتے ہین مست انشا
کب وہ طوبیٰ کو بھلا لین شجرِ تاک کے مول

ترک کر اپنے ننگ و نام کو ہم
جاتے ہین وان فقط سلام کو ہم

خم کے خم تو لنڈھائے یون ساقی
اور یون ترسین ایک جام کو ہم

روٹھنے مین بھی لطف ہے انشا
صبح گر روٹھے وہ تو شام کو ہم

ہاے کہنا وہ اُسکا چپکے سے
تجھے انشا ہمارے جی کی قسم

عجب رنگینیان باتون مین کچھ موتی ہین پرائے انشا
بہم ہو بیٹھتے ہین جب سعادت یار خان اور ہم

کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یان سب یار بیٹھے ہین
بہت آگے گئے باقی جو ہین تیار بیٹھے ہین

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
۴ تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

خیال اُنکا پرے ہے عرشِ اعظم سے کہین ساقی
غرض کچھ اور دھن مین اس گھڑی مےخوار بیٹھے ہین

بسانِ نقشِ پاے رہروان، کوے تمنا مین
نہین اُٹھنے کی طاقت کیا کرین لاچار بیٹھے ہین

یہ اپنا حال ہے افتادگی سے اندنون پہرون
۵ نظر آیا جہان پر سایۂ دیوار بیٹھے ہین

کہین ہین صبر کسکو آہ، ننگ و نام کیا شے ہے
غرض رو پیٹ کر ان سب کو ہم یکبار بیٹھے ہین

کہین بوسہ کی مت جرأت دلا کر بیٹھیو اُن سے
ابھی اس حد کو، وہ کیفی نہین، ہوشیار بیٹھے ہین

نجیبون کا عجب کچھ حال ہے اس دور مین یارو
جسے پوچھو یہی کہتے ہین، ہم بیکار بیٹھے ہین

کہان گردش فلک کی چین دیتی ہے سنا انشا
غنیمت ہے کہ ہم صحبت یہان دو چار بیٹھے ہین

یہ آپ حسن پہ اپنے گھمنڈ کرتے ہین
کہ اپنے شیش محل مین ہی ڈنڈ کرتے ہین

کھلا کے مال پوے، ترتراتے ہوہن بھوگ
گرو جی چیلون کو اپنے بھسنڈ کرتے ہین

شراب اُنکو کہین مت پلائیو انشا
کہ مست ہوکے وہ مجلس کو بھنڈ کرتے ہین

کل وہ بولا مجھ سے ہنسکر جاوہ اب کچھ کھیل نہین
مین ہون ہنسوڑا اور تو ہے مقطع میرا تیرا میل نہین

زلف کو اُسکی مین نے جو سونگھا کہا یہ بو ہے مونہون کے
دیکھتے کیا ہین آپ ادھر کو یا تو تلون مین تیل نہین

حسرت و حرمان یاس و تمنا درد فراق و رنج و تعب
اپنے سر پر اتنی بلائین ناحق اے دل جھیل نہین

اُسکی نگہ کا زخم اُٹھا کر انشا تو کیون لوٹے ہے
خنجر ناوک تیر نہین کچھ برچھی بلم سیل نہین

حضرتِ دل تو بگاڑ آئے ہین اُس سے لیکن
اب بھی ہم چاہین تو پھر بات بنا سکتے ہین

چارہ ساز اپنے تو مصروف و مدل ہین لیکن
کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہین؟

وہ جو شخص اپنے ہی تاڑ مین سو چھپا ہے مری کی آڑ مین
نہ وہ بستی مین نہ اجاڑ مین نہ وہ جھاڑ مین نہ پہاڑ مین

مجھے کام تجھ سے ہے اے جنون کہوں کس سے کچھ سنون نہ کسی کے رد و قدح میں ہوں نہ اکھاڑ میں نہ پچھاڑ میں
نہ پری اڑھیو نہ یہ جادلا یہ سب آہوؤں کے ہیں مبتلا ۷ یہ شکار کھیلتے ہیں برملا انھیں ٹٹیوں کی تو آڑ میں
نہ کر اپنی جان کو مضمحل ارے انشاؔ اُن سے لگا نہ دل تو وگرنہ ہوویگا منفعل کہیں آ گیا جو لتاڑ میں

اگر یار مے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجیے ۸ زاہد نہیں میں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں

مجھے کہنے لگی وہ پیار میں آ کر اگر لبس ہو تو تجھکو موند رکھوں ایک ننھی سی پٹاری میں

چھیڑنے کا تو مزا تب ہے کہو اور سنو بات میں تم تو خفا ہو گئے لو اور سنو

پرچھائیں اپنی چال کی ٹک منہ کو موڑ دیکھ گردن کی یہ لچک یہ کمر کی مروڑ دیکھ
پیکانِ تیرِ آہ ہے آلودہ زہر سے باور نہ ہو تجھے تو مرے دل کو توڑ دیکھ
چوکھٹ پہ اُسکے میں نے جو پٹکا یہ سر کہا دروازہ کھولتا ہوں نہ سر اپنا پھوڑ دیکھ
جوڑی جو اُس نے تجھ سے تو، توڑی رقیب سے انشاؔ تو اپنے یار کے یہ توڑ جوڑ دیکھ

آنے اٹک اٹک کے لگی سانس رات سے اب ہے امید صرف خدا ہی کی ذات سے
کل سے تو اختلاط میں تازہ ہے اختراع رُکنے لگے ہیں آپ مری بات بات سے
انشاؔ نے آ لگا ہی لیا تمکو بات میں ظالم وہ چوکتا ہے کوئی اپنی گھات سے

قسم نہ کھائیو ظالم تو مے کے پینے سے وگرنہ ہو نگے ہم آزردہ اپنے جینے سے
اگر میں پاؤں اکیلا تجھے کہیں سے ہے تو کس مزے سے لگا رکھوں اپنے سینے سے
وہ سن کے عرض کو انشاؔ کی اس طرح بولا کسے غرض ہے عبث منہ لگے کمینے سے

آزردہ ہم سے تو ہی جواب اے میاں رہے جی سے گئے جہان سے گئے ہم کہاں رہے
اس دل جلے کو ہجر میں اے آتشِ فراق ایسا ہی پھونکیو کہ نہ باقی نشان رہے
خوگردہ گالیوں کے جو ہیں اُنکو دیجیے انشاؔ سے ایسی بات نہ اے مہربان رہے

خم بغل بیچ نہاں ہاتھ میں ہے جام لیے ساقی آتا ہے چلا زور سرانجام لیے
ہمصفیرانِ چمن دیکھیے کیا ہوتا ہے؟ آج صیاد پھر آیا قفس و دام لیے

یہ تنگی آج بھی اُس بات کی انشا نہ ہوئی گھر کو پھر آئے چلے ہم طمعِ خام لیے

گالی سہی ادا سہی چینِ جبین سہی ۹ یہ سب سہی پر ایک نہین کی نہین سہی
گر نازنین کے کہنے سے مانا بُرا ہو کچھ میری طرف کو دیکھیے مین نازنین سہی
منظور دوستی جو تمھین ہی ہر ایک سے اچھا تو کیا مضایقہ انشا کہین سہی

بندگی ہم نے تو جی سے اپنی ٹھانی آپ کی بندہ پرور خیر آگے مہربانی آپ کی
لیکے مین اوڑھون بچھاؤن یا لپیٹون کیا کرون؟ ۱۰ روکھی پھیکی ایسی سوکھی مہربانی آپ کی
دو گلابی لاکے ساقی نے کہا انشا کو رات زعفرانی میرا حصہ ارغوانی آپ کی

لب پہ آئی ہوئی یہ جان پھرے یار گر اس طرف کو آن پھرے
چین کیا ہو ہمین؟ جب آٹھ پہر اپنی آنکھون مین وہ جوان پھرے
روٹھ کر اُٹھ چلے تھے انشا سے بارے پھر ہو کے مہربان پھرے

کیا چھیڑ ہے کہ پہلے دل صاف توڑ بیٹھے پھر آپ ہو مؤدب ہاتھون کو جوڑ بیٹھے
آواز سُن ہماری گھر سے جو تم نہ نکلے دروازے سے تمھارے ہم سر کو پھوڑ بیٹھے
آزادگی خوش آئی انشا کو جب سے یارو وہ سب کو چھوڑ بیٹھا، سب اُسکو چھوڑ بیٹھے

کسی پری کی ہنسی دل پر اپنے کچھ ٹھن جائے تو پھر یہ ہنسئی کہ دیوار قہقہہ بن جائے
لپٹ نسیم گئی بوئے گل کی چھاتی سے الٰہی اپنا بھی روٹھا ہوا کہین من جائے
تو سوئے سکدہ یون جائے خواہشِ انشا کہ جاب تاب کو جیسے کوئی برہمن جائے

کیا چیز بھلا قصرِ فریدون مرے آگے کاہے سے ہے بڑا گنبدِ گردون مرے آگے
مرغان اولے اجنحہ مانندِ کبوتر کرتے ہین سدا عجز سے غون غون مرے آگے
بولے ہے یہی خامہ کہ کس کس کو مین باندھون؟ بادل سے چلے آتے ہین مضمون مرے آگے
مین شاہِ خراسان کے غلامون مین ہون انشا مصروف رہے موسیٰ و ہارون مرے آگے

یہ پیاس اپنی بجھے برف سے نہ شورے سے ۱۱ بجھے، تو نرگسِ ساقی کے آبخورے سے

نشہ مین کیون نہ کرون عشق دکھا دیے تم تے وہ دونون دیدے سے مئے ناب کے کٹورے سے
بلا سے جام نہوے نہو، کہ یان ہم لوگ چڑھا گئے ہین گھڑون کے گھڑے سکورے سے
نہین جو رات کو جاگے تو کیون اُبھر آئے؟ یہ لال لال کچھ آنکھون مین ڈورے ڈورے سے

غیر کے لی جو ران مین چٹکی تم نے لی میری جان ہین چٹکی
لے نہ اے عشق ہر دم انشا کے اس دلِ ناتوان مین چٹکی

واقف جو ہم نہین ہین اس بزم مین کسی سے ہین کیا غریب بیٹھے چپ چاپ اجنبی سے
لو ہاتھ جوڑتا ہون بس کیجے جرم بخشی تقصیر بھی تو یعنی ہوتی ہے آدمی سے

دامن اگر نچوڑے تو جیحون ٹپک پڑے دل پر جو دھرے ہاتھ تو بس خون ٹپک سے
مین بھر رہا ہون آپ مجھے بس نہ چھیڑیے ایسا نہ ہو کہ خاطرِ محزون ٹپک پڑے

صاحب کے سر زہ مین سے ہر ایک کو گلہ ہے مین جو نباہتا ہون میرا ہی حوصلہ ہے
بارِ گران اُٹھائین کس واسطے عزیزو ہستی سے کچھ عدم تک تھوڑا ہی فاصلہ ہے

لگی ہے مینھ کی جھڑی باغ مین چلو جھولین کہ جھولنے کا مزا بھی اسی بہار مین ہے
پھوہار مینھ کی خوش آیند ہے بہت اس وقت شراب پینے کا موقع اسی پھوہار مین ہے

تال کی یہ قسم کی نہ سُر کی فارسی نہ عربی نہ ترکی
تاریخ کہی ہوئی یہ کسی لڑکی حویلی علی نقی خان بہادر کی

تم نے عذر سے نہ اشارہ کیا کہ بیٹھ اور اپنے پاؤن ٹکنے لگے یان کھڑے کھڑے
دل مین مرے چٹکی لی ایسی ہی کہ درد اُٹھا معقول یہ خوش اے واہ، آپ اسکو ادا سمجھے
انشا یہ سن غزل شرِ پختہ کے نمط رکھتے تھے جو طبیعتِ موزون ٹپک پڑے
کیونکر نہ لپٹ جاؤن صراحی کے گلو سے بیعت مجھے پھر تازہ ہوئی دستِ سبو سے
کوئی دُنیا سے کیا بھلا مانگے؟ ۱۲ وہ بیچاری تو آپ ننگی ہے

اِنتخاب

از

کلامِ انیس

(ہر چہار جلد)

سلام۔ رباعی۔ مرثیہ اوّل و دوم و سوم

۱۸۸ اشتر

میر ببر علی نام اور لکھنؤ مسکن۔ یہین پیدا ہوئے اور یہین وفات پائی۔ وفات ۱۲۹۲ھ
پانچ پشت سے شاعری انکے خاندان مین تھی۔ انھون نے صرف اپنے خاندان ہی مین نمود
نہین پائی بلکہ تمام ہندوستان کے شعرا پر فخر لے گئے اور میری ذاتی راے تو یہ ہی کہ فن شاعری
نے انکے دم سے ایک نئی عزّت حاصل کی۔ وقایع نگاری کی صفت جو انمین تھی وہ
موروثی تھی۔ انکے دادا میر حسن کی مثنوی مشہور ہے۔ اِس سے اچھی مثنوی آجتک
دیکھی نہین گئی۔ گلزار نسیم عام پسندیدگی مین شہرۂ آفاق ہی لیکن مذاق صحیح رکھنے والے
متفق اللسان ہین کہ واقعات کی مصوّری میر حسن پر ختم ہو گئی۔

فارسی شاعری سعدی اور حافظ پر ختم ہوئی۔ اور ریختہ گوئی کا غالب و امیر پر خاتمہ ہوا۔
لیکن میر انیس کی نسبت یہ کہنا پڑتا ہی کہ مرثیہ گوئی کے پیرایے مین ایشائی شاعری کو انکے نام سے
وہ عزّت ہوئی کہ یہ سب سے بالا ٹھہرے۔ انکی شاعری شاعری نہین ہی۔ فیضان آلہی کا خاص نمونہ ہی
رزم بزم معاملہ بندی۔ واقعات نگاری کن کن باتون کا بیان کیا جائے؟ مشہور ہی کہ شاعر اُسی
مضمون پر با اثر کلام کہہ سکتا ہی جس سے اُسے خاص مذاق ہو لیکن یہ کُلیّہ میر انیس نے باطل کر دیا۔
جسکے سر پر حجابِ بحر کی سی کلاہ ہو اور ہاتھ مین سواے عصاے پیری کے کوئی اور شی نہ آئی ہو اور چڑھنے کے
لیے منبر مجلس کے سوا اور کوئی مرکب نہ ملا ہو وہ خود پوش اور زرہ پوش سوار دکھے رزم کا نقشہ کھینچے شان
کبریائی ہی انکے رزمیہ اشعار پڑھیے تو معلوم ہوتا ہی کہ فن حرب اِن سے اچھا کوئی کیا جانے گا۔ حزن و غم کے اشعار
صورتِ غم کو سامنے لا کھڑا کر دیتے ہین۔ مسرت کے بیانات مسرت مجسم بنجاتے ہین واقعہ نگاری انکا خاص حصّہ ہی
گویا تصویرِ معاملہ سامنے آ کھڑی ہوتی ہی۔

سلام

حسینؑ یون ہوئے ای مجرئی وطن سے جدا — کہ جیسے بلبلِ ناشاد ہو چمن سے جدا

جنان مین پائین گے گھر اہلبیت کے مدّاح — صلہ خدا سے، خدا الگ نہ ہونگے پنجتن سے جدا

پھنسے ہوئے تھے بلاؤن مین سیّدِ سجّادؑ — چھلی تھی، طوق سے گردن جُدا رسن سے جُدا

گلے مین دیکھ کے طوقِ حدید کہتے تھے لوگ — یہ آفتاب کہین جلد ہو گہن سے جُدا

لگا لا گردنِ اصغر سے تیر جب شہ نے — گلے سے بہنے لگا خون جُدا دہن سے جُدا

سحر سے ظہر تلک کربلا مین جنگ ہوئی — سرِ حسینؑ ہوا، وقتِ عصر تن سے جُدا

کڑی ہی مرگ کی منزل مسافرو ہشیار — کھلے گا حال یہ جب روح ہو گی تن سے جُدا

فشارِ قبر کا گر خوف ہی تجھے تو انیس — رہے نہ صُرّہٴ خاکِ شفا کفن سے جُدا

بیکسی کا شہ کی چرچا رہ گیا — مجرئی مہمان پیاسا رہ گیا

دیر آئے پر بھی جلد آئے رسولؐ — دور لاکھون کوس سایا رہ گیا

قبر مین ہو گا حسابِ زندگی — بعدِ مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا

شست و شو سے گو ہوا اُجلا ذلیل — جامہٴ اصلی مین دھبّا رہ گیا

قبر مین رکھ کر نہ ٹھہرا کوئی دوست — مین نئے گھر مین اکیلا رہ گیا

فیض تھا بے پردگی مین آل کی — ہم گنہگارون کا پردا رہ گیا

اسقدر تھا خشک حضرت کا گلا — خنجرِ قاتل بھی پیاسا رہ گیا

سوؤ گے کب تک بس اب اُٹھو انیس — دن بہت غفلت مین تھوڑا رہ گیا

اُسی کا نور ہر اک شے مین جلوہ گر دیکھا — اُسی کی شان نظر آگئی جدھر دیکھا

علی کو حق نے اُتارا جو عین کعبہ مین — کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا

بروزِ عید بھی آیا جو کوئی ملنے کو — غمِ حسین مین عابد کو نوحہ گر دیکھا

قریب قبر ہم آئے کہاں کہاں پھر کر　　تمام عمر ہوئی جب تو اپنا گھر دیکھا

ولی ولی کی صدا تھی جہان جہان پہنچا　　علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ انیس ۲　　عروج مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

صبر کرتے تھے سلامی شہِ والا کیا کیا　　اہلِ کین دیتے تھے مظلوم کو ایذا کیا کیا

شاہِ دین کے حرم آئے تھے وطن مین جس دم　　خاک پر پیٹ کے سر روتی تھی صغرا کیا کیا

اور ایک ایک سے کہتی تھی بتاؤ لوگو　　کہہ گئے ہین مجھے مرتے ہوئے بابا کیا کیا؟

سر جھکا لیتی تھی صغرا کوئی کہتا تھا اگر ۳　　کچھ کوفے سے پدر نے تمھین بھیجا کیا کیا؟

قید خانہ مین سکینہ کو جو یاد آئے عدو　　رات بھر سینہ مین دل ننھا سا تڑپا کیا کیا

ساتھ جاتا نہین غیر از عملِ نیک انیس　　اسیہ النسان کو ہے خواہشِ دنیا کیا کیا؟

روئے آسایش نہ دیکھا عمر بھر　　جو گیا دنیا سے وہ بیدل گیا

قہرِ حق تھا غیظِ عباسِ علی　　شیر کے نالون سے جنگل ہل گیا

زرد چہرہ ہے نحیف و زار ہون　　ماتمِ سجاد مین بیمار ہون

شل ہوئے گل سفر ہوگا مرا　　وہ نہین مین جو کسی پر بار ہون

کہتے تھے عابد اٹھین کیونکر قدم؟　　اے ستمگارو، نحیف و زار ہون

دم بدم کھینچو نہ میرے ہاتھ کو　　پاؤن بڑھ سکتے نہین لاچار ہون

مین پیادہ تم ہو گھوڑون پر سوار　　کس طرح دوڑون، بہت بیمار ہون

کہتے تھے اعدا سے حضرت وقتِ جنگ　　ورثہ دارِ حیدرِ کرار ہون

سوکھ کر کانٹا ہوا ہون پر انیس　　آنکھ مین دشمن کے اب تک خار ہون

نمود و بود کو عاقل حباب سمجھے ہین ۴　　وہ جاگتے ہین جو دنیا کو خواب سمجھے ہین

نبی کا عز و شرف بوتراب سمجھے ہین،　　علی کی قدر رسالت مآب سمجھے ہین

ارے نہ آئیو دنیاے دون کے دھوکے مین　　سراب ہے یہ جسے موجِ آب سمجھے ہین

عجب نہین ہے جو شیشون مین رکھکے لیجائین — ان آنسوؤن کو فرشتے گلاب سمجھے ہین
زمانہ ایک طرح پر کبھی نہین رہتا — اسی کو اہلِ جہان انقلاب سمجھے ہین
یہ اشکِ تلخ ہے کہتے ہین جسکو آبِ طرب، — یہ خونِ گُل ہے جسے سب گلاب سمجھے ہین
حسینؑ پیاس مین منہ کھولتے ہین ذبح کے وقت — چمک کو خنجرِ قاتل کی آب سمجھے ہین
انیسؔ مخمل و دیبا سے کیا فقیرون کو — اسی زمین کو ہم فرشِ خواب سمجھے ہین

رنجِ دُنیا سے کبھی چشم اپنی نم رکھتے نہین — جز غمِ آلِ عبا ہم اور غم رکھتے نہین
کربلا پہنچے زیارت کی ہمین پروا ہے کیا؟ — اب ارم بھی ہاتھ آئے تو قدم رکھتے نہین
در پہ شاہون کے نہین جاتے فقیر اللہ کے ۵ — سر جہان رکھتے ہین سب ہم وان قدم رکھتے نہین
دیکھنا کل ٹھوکرین کھاتے پھرین گے اُنکے سر — آج نخوت سے زمین پر جو قدم رکھتے نہین
کہتے تھے اعدا کہ بچے بھی علی کے شیر ہین — جب بڑھاتے ہین تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہین
چادرین جب چھینین رانڈون کی تو عابد نے کہا — کچھ حیا و شرم یہ اہلِ ستم رکھتے نہین
مرثیے اِک دن مین کیا سب کہہ گئے اُٹھو انیسؔ — ہاتھ سے کیون آج قرطاس و قلم رکھتے نہین

کارِ ذاتی مین ہین عاجز پاک سازانِ جہان ۶ — گرد اپنے منہ کی پانی آپ دھو سکتا نہین

سدا ہے فکرِ ترقی بلند بینون کو — ہم آسمان سے لائے ہین اِن زمینون کو
پڑھین درود نہ کیون دیکھ کر حسینون کو — خیالِ صنعتِ صانع ہے پاک بینون کو
لحد مین سوئے ہین چھوڑا ہے شہ نشینون کو — قضا کہان سے کہان لے گئی مکینون کو
یہ جھریان نہین ہاتھون پہ ضعفِ پیری نے ۷ — چُنا ہے جامۂ اصلی کی آستینون کو
لگا رہا ہون مضامینِ نو کا پھر انبار — خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینون کو
یہ غل تھا مہرِ نبوت پہ جب چڑھے حسنینؑ — جڑا ہے ایک انگوٹھی پہ دو نگینون کو
مزا ہے طرفہ ہر مضمون تو دستیاب نہین — مقابلہ پہ چڑھائے ہین آستینون کو
غلط یہ لفظ وہ بندش بُری یہ مضمون سست — ہنر عجیب ملا ہے یہ نکتہ چینون کو

دہانِ کیسۂ زر بند کر، پر اسے منعم
خدا کے واسطے وا کر جبین کی چینوں کو

خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم ۸
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

کوئی انیس کوئی آشنا نہیں رکھتے
کسی کی آس بغیر از خدا نہیں رکھتے

نہ روئے بیٹوں کے غم میں حسین واہ رے صبر
یہ داغ ہوش بشر کے بجا نہیں رکھتے

کسی کو کیا ہو دلوں کی شکستگی کی خبر؟ ۹
کہ ٹوٹنے میں یہ شیشے صدا نہیں رکھتے

حسین کہتے تھے سوئیں گے پاؤں پھیلا کر
سوائے قبر کوئی اور جا نہیں رکھتے

فقیر دوست جو ہو ہم کو سرفراز کرے
کچھ اور فرش بجز بوریا نہیں رکھتے

مسافرِ شبِ اول بہت ہے تیرہ و تار
چراغِ قبر ابھی سے جلا نہیں رکھتے؟

وہ لوگ کون سے ہیں ای خدا کے کون مکان
سخن سے کان کو جو آشنا نہیں رکھتے

انیس بیچ کے جان اپنی ہند سے نکلو
جو توشۂ سفرِ کربلا نہیں رکھتے

مجری قید سے جب عابدِ بے پر چھوٹے
شام میں شور ہوا آلِ پیمبر چھوٹے

بیبیاں کہتی تھیں کیوں اونٹ پہ در در پھیریں
سر پہ وارث نہ رہے قید ہوئے گھر چھوٹے

لاشِ اصغر پہ کہا بانو نے، اماں صدقے
جیتے جی تم مری چھاتی سے نہ دم بھر چھوٹے

آ کے جنگل میں کیا باپ کا پہلو آباد
ماں سے اس عمر میں بیٹا علی اصغر چھوٹے

عورتیں آن کے صغرا کو یہ سمجھاتی تھیں
تیرے رونے سے تو ہمسایوں کے ہیں گھر چھوٹے

وہ یہ کہتی تھی کہ ماں باپ سے جو چھوٹتا ہو ۱۰
اس سے رونا کبھو دن رات کا کیونکر چھوٹے

شاہ کہتے تھے کٹے حلق مگر ہاتھوں سے ۱۱
دامنِ صبر نہ زیرِ دمِ خنجر چھوٹے

گر بٹھاتا کوئی مسند پہ تو کہتے سجاد
ہوئے چالیس برس بالش و بستر چھوٹے

زیرِ سر ہاتھ دھرے خاک پہ سو رہتا ہوں
اٹھ گیا چین ہی جس روز سے سرور چھوٹے

غل میں رو کے سکینہ نے کہا سرور سے
قیدِ زندان سے تو ہم چھوٹتے پہ مر کر چھوٹے

آرزو یہ ہے کہ ہنگامۂ محشر میں انیس
ہاتھ سے میرے نہ دامانِ پیمبر چھوٹے

گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اٹھا کے چلے ۱۲ خدا کے آگے خجالت سے سر جھکا کے چلے
مقام یون ہوا اس کارگاہِ دنیا مین کہ جیسے دن کو مسافر سرا مین آ کے چلے
کسی کا دل نہ کیا ہم نے پائمال کبھی چلے جو راہ تو چیونٹی کو بھی بچا کے چلے
تمام عمر جو کی ہم سے بے رُخی سب نے کفن مین ہم بھی عزیزون سے مُنہ چھپا کے چلے
انیس دم کا بھروسا نہین ٹھہر جاؤ چراغ لے کے کہان سامنے ہوا کے چلے؟

آ کے جو بزمِ عزا مین رو گئے مجرئی وہ فردِ عصیان دھو گئے
یاد آیا دامنِ مادر کا چین پاؤن پھیلا کر لحد مین سو گئے
عالمِ فانی مین کیا تمکو ملا ۱۳ اور کچھ اپنی گرہ سے کھو گئے
راحت آبادِ عدم ہی خوب جا پھر نہ آئے وہ یہان سے جو گئے
خون گردن سے جو نکلا گرم گرم بھر کے آہِ سرد ٹھنڈے ہو گئے
آ کے تربت پر پکارے شاہِ دین ہائے اے اصغر اکیلے ہو گئے
عالمِ پیری مین یہ غفلت انیس رات بھر جاگے سحر کو سو گئے

واجب الرحم تھے زندان کے سزاوار نہ تھے مجرئی اہلِ حرم قابلِ بازار نہ تھے
بولے عابد کہ فدائے شہِ دین غیر ہوئے اک فقط ہم ہی شہادت کے سزاوار نہ تھے
تیر اصغر کو جو مارا تو کہا سرور نے ہم گنہگار تھے بچے تو گنہگار نہ تھے
شکر ہی شکر نکلتا تھا لہو کے بدلے دہنِ زخمِ بدن دیدۂ خونبار نہ تھے
دھجیان زخمون کی پہنے ہوئے تھے ابنِ حسین کیا ہوا پھولون کی گردن مین اگر ہار نہ تھے
کہا صغریٰ نے کہ فرقت نے پدر کی مارا آ گئے اے صاحبو ہم ایسے تو بیمار نہ تھے
گُل سے تلوون کا یہ عابد کے ہوا تھا احوال کون سا چھالا تھا وہ جسمین کہ دو خار نہ تھے
گر مسیحِ دو جہان کا ہوا افضال انیس اچھے یون ہو وینگے جیسے کبھی بیمار نہ تھے

خود نویدِ زندگی لائی قضا میرے لیے شمعِ کشتہ ہون فنا مین ہے بقا میرے لیے

زندگی مین تو نہ اک دم خوش کیا ہنس بول کر　　آج کیون روتے ہین میرے آشنا میرے لیے
کنجِ عزلت مین مثالِ آسیا ہون گوشہ گیر　　رزق پہنچا تا ہی گھر بیٹھے خدا میرے لیے
تو سراپا اجر ای زاہد، مین سرتا پا گناہ　　باغ جنّت تیری خاطر کربلا میرے لیے
کہتے تھے شہ سخت ہی تیغ و گلو کا مرحلہ ۱۴۱　　یہ بھی مشکل سہل کر دے گا خدا میرے لیے
یا حسین ابن علی فیاضِ عالم جانِ خلق　　آپ نے کی ہر مصیبت مین دعا میرے لیے
ای ہوس، اپنی اپنی قسمت اس کا رشک کیا　　کیمیا تیرے لیے، خاکِ شفا میرے لیے
کہتے تھے شہ حضرتِ آدم سے تا ختمِ رسل　　روئے سارے انبیا و اوصیا میرے لیے
خاک سے ہی خاک کو الفت تڑپتا ہون انیس　　کربلا کے واسطے مین کربلا میرے لیے

سلامی درِ شہ پہ گر جائین گے　　تو سب کام بگڑے سنور جائین گے
یہ سنکر کہا شہ نے رختِ کہن　　یہ کپڑے بھی تن سے اُتر جائین گے
حرم سے شبِ قتل کہتے تھے شاہ　　دمِ صبح ہم کوچ کر جائین گے
مصیبت کی راتین بسر ہو گئین　　نہ روؤ یہ دن بھی گزر جائین گے
یہ کہتی تھی بانو خبر کس کو تھی ؟　　کہ اکبر جوان ہو کے مر جائین گے
خدا تو ہی شاہد کہ بے گھر حرم ہون　　چھپین گے کہان اور کدھر جائین گے؟
خدا بات رکھے جہان مین انیس　　یہ دن ہر طرح سے گزر جائین گے

جو دل سے جلے ہین اُنھین کا سخن ہی گرما گرم　　مزا ہی سیخ پہ جب تک کباب رہتا ہی
زبان سوالِ نکیرین سے نہ بند ہوئی　　خموش بھی کہین حاضر جواب رہتا ہی
ہاتھ خالی آئی لاشون پر شہیدون کے نسیم　　پھول بھی اس فصل مین ایسے گران پیدا ہوے

رباعیات

جس دن کہ فراق روح و تن مین ہوگا　　مشکل آنا اس انجمن مین ہوگا
نازان نہ ہو رخت پہن کر غافل　　اک روز یہی جسم کفن مین ہوگا

آغوش لحد مین جبکہ سونا ہوگا　　جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی مین آہ کون ہووےگا انیس؟　۱۵　ہم ہوونگے اور قبر کا کونا ہوگا

مضمون انیس کا نہ چربا اترا　　اترا بھی تو کچھ بگڑ کے نقشا اترا
نقاش نے سو طرح کی محنت کھینچی　　تصویر نہ کھنچ سکی تو چہرا اترا

اک روز جہان سے جان کھونا ہوگا　　گھر چھوڑ کے زیر خاک سونا ہوگا
بالش سے سروکار نہ بستر سے غرض　　اپنا کسی تکیے مین بچھونا ہوگا

پیری سے بدن زار ہوا زاری کر　　دنیا سے انیس اب تو بیزاری کر
کہتے ہین زبان حال سے موے سپید　۱۶　ہے صبح اجل کوچ کی تیاری کر

غفلت مین نہ عمر کو بسر کر　　انجام پہ اک ذرا نظر کر
اس طول عمل سے فائدہ کیا؟　۱۷　کل کوچ ہے قصہ مختصر کر

گلشن مین پھرون کہ سیر صحرا دیکھون　　یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھون؟
ہر جا تری قدرت کے ہین لاکھون جلوے　۱۸　حیران ہون کہ دو آنکھون سے کیا کیا دیکھون؟

انسان ہی کچھ اس دہر مین پامال نہین　　سچ ہے کوئی آسودہ و خوشحال نہین
اندیشۂ آشیان و خوف صیاد　۱۹　مرغان چمن بھی فارغ البال نہین

نافہم سے کب داد سخن لیتا ہون　　دشمن ہو کہ دوست سب کی سن لیتا ہون
چھپتی نہین بوے دوستان یکرنگ　　کانٹون کو ہٹا کے پھول چن لیتا ہون
اشکون مین نہاؤ تو جگر ٹھنڈے ہون　　بھیگے جو مژہ دیدۂ تر ٹھنڈے ہون

یون سینہ و قلب سرد ہو جائین گے ٹھنڈے ہون خنخانے مین جیسے بام و در

کس بات مین کید کس بات مین تدبیر نہین جز حرفِ غلط زبان پہ تقریر نہین
اس عہد مین راستی کا کیونکر ہو رواج؟ ۲۰ مسطر کج ہی قلم کی تقصیر نہین

کس دن فرسِ خامہ تگ و دو مین نہین مجھ سا بھی سیہ بخت کوئی سو مین نہین
ہر چند کہ ہون خسروِ اقلیم سخن ۲۱ پر غیر دوات کچھ قلمرو مین نہین

داغِ غمِ شہ سینے مین گُل بوٹے ہین کیا کیا گُہرِ بخشش بہا لوٹے ہین؟
مجلس مین ریا سے جو کہ روتے ہین انیس ۲۲ اشک اُنکے بھی موتی ہین مگر جھوٹے ہین

کس مُنہ سے کہون لائقِ تحسین ہین ہون کیا لطف جو گُل گشتِ رنگین ہین ہون
ہوتی ہی حلاوتِ سخن خود ظاہر کہتی ہی کہین شکر کہ شیرین مین ہون؟

مانا ہم نے کہ عیب سے پاک ہے تو مغرور نہ ہو جو اہلِ ادراک ہے تو
بالفرض اگر آسمان ہے تیرا مقام انجام کو سوچ کہ پھر خاک ہے تو

مر مر کے مسافر نے بسایا ہی تجھے رُخ سب سے پھرا کے مُنہ دکھایا ہی تجھے
کیونکر نہ لپٹ کے تجھ سے سوؤن ای قبر ۲۳ مین نے بھی تو جان دے کے پایا ہی تجھے

دُنیا دریا ہی اور ہوس طوفان ہے مانندِ حباب ہستیِ انسان ہے
لنگر ہے جو دل تو ہر نفس بادِ مراد سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

خاموشی مین یان لذتِ گویائی ہے آنکھین ہین بند عینِ بینائی ہے
نہ دوست کا جھگڑا ہی نہ دشمن کا فساد مرقد بھی عجب گوشۂ تنہائی ہے

ہشیار کہ وقتِ ساز و برگ آیا ہی ہنگامِ یخ و برف و تگرگ آیا ہے
محتاجِ عصا ہوے تو پیری نے کہا ۲۴ چلیے اب چوبدارِ مرگ آیا ہے

غافل تجھے کیون خواہشِ دنیا دنی ہی؟ پیوندِ زمین ہر کوئی درویش و غنی ہی
جو قاقم و سنجاب پہنتے تھے ہمیشہ سوتے ہین تہِ خاک گلے مین کفنی ہی

عباس سا صف شکن نہ ہوگا کوئی
اکبر سا بھی گلبدن نہ ہوگا کوئی
گردن پہ لگا تیر مگر لب نہ ہلے
۲۵ اصغر سا بھی کم سخن نہ ہوگا کوئی

وہ نظم پڑھون کہ بزم خوشبو ہوجاے
عطرِ عنبر ہر ایک آنسو ہوجاے
یاد آئے شمیمِ زلفِ ہمشکلِ رسول ؐ
آہون کا دھوان حور کا گیسو ہوجاے

چل جلد اگر قصدِ سفر رکھتا ہے
تو کچھ بھی مآل کی خبر رکھتا ہے
راحت دنیا مین کس نے پائی ہے انیس ؔ
۲۶ جو سر رکھتا ہے درد سر رکھتا ہے

آنکھ ابرِ بہاری سے لڑی رہتی ہے
اشکون کی روانہ پہ پڑی رہتی ہے
دونون آنکھین ہین مری ساون بھادون
یان سارے برس ایک جھڑی رہتی ہے

طفلی دیکھی شباب دیکھا ہم نے
ہستی کو حبابِ آب دیکھا ہم نے
جب آنکھ ہوئی بند تو عقدہ یہ کھلا
۲۷ جو کچھ دیکھا سو خواب دیکھا ہم نے

افسوس یہ عصیان یہ تباہی دل کی
کی خوب انیس خیرخواہی دل کی
کپڑے اجلے ہین کے نازان ہوئے تم
بڑھتی گئی دن رات سیاہی دل کی

پیری آئی عذار بے نور ہوئے
یارانِ شباب پاس سے دور ہوئے
لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیس
جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوئے

رتبہ جسے دنیا ہے خدا دیتا ہے
وہ دل مین فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہین تہی مغز ثنا آپ اپنی
۲۸ جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

جو شی ہے فنا اُسے بقا سمجھا ہے
جو چیز ہے کم اُسے سوا سمجھا ہے
ہے بحرِ جہان مین عمر مانندِ حباب
۲۹ غافل اس زندگی کو کیا سمجھا ہے؟

کیا قدر زمین کی آسمان کے آگے
جھکتے ہین قوی ناتوان کے آگے
نرمی سے مطیع سنگدل ہوتے ہین
۳۰ دندان صف بستہ ہین زبان کے آگے

گر لاکھ برس جیے تو پھر مرنا ہے
پیمانۂ عمر ایک دن بھرنا ہے

ہان توشۂ آخرت مہیا کرلے غافل تجھے دنیا سے سفر کرنا ہے

جس شخص کو عقبیٰ کی طلبگاری ہے دنیا سے ہمیشہ اُسے بیزاری ہے
اک چشم مین کس طرح سمائین دونون ۳۱ غافل یہ خواب ہے وہ بیداری ہے

کیا کیا دنیا سے صاحبِ مال گئے دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تلک پھر آئے سب لوگ ۳۲ ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

یہ عمر یونہین تمام ہو جائیگی مرنے کی خبر بھی عام ہو جائیگی
روتے ہو انیس کیا جوانی کے لیے پیری کی سحر بھی شام ہو جائیگی

مرجائے جو فرزند تو کیا چارہ ہے بس صبر علاجِ دلِ صد پارہ ہے
اصغر کو لٹا کے قبر مین شہ نے کہا آرام کرو اب یہی گہوارہ ہے

دل سے طاقت بدن سے کس جاتا ہے آتا نہین پھر کے جو نفس جاتا ہے
جب سال گرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا ۳۳ یان اور گرہ سے اک برس جاتا ہے

دنیا جسے کہتے ہین بلا خانہ ہے پامال ہے جو عاقل و فرزانہ ہے
ما بین زمین و آسمان یون ہین ہم جیسے آسیا مین ایک دانہ ہے

بلبل یہان آ کے خوش بیانی سیکھے اندازِ فغان مجھ سے فغانی سیکھے
رونا مری آنکھون سے کرے حاصل ابر دریا مرے اشکون کی روانی سیکھے

مرثیۂ اوّل

حمد باری

اِس باغ مین چشمے ہین ترے فیض کے جاری — بلبل کی زبان پر ہے تری شکر گزاری
ہر نخل برومند ہے یا حضرتِ باری — پھل ہم کو بھی مِل جائیے ریاضت کا ہماری
وہ گُل ہون عنایت چمنِ طبع نکو کو — بلبل نے بھی سونگھا نہو جس پھول کی بو کو

سفر از مکّہ

فرزندِ پیمبر کا مدینہ سے سفر ہے — سادات کی بستی کے اُجڑنے کی خبر ہے
درپیش ہے وہ غم کہ جہان زیر و زبر ہے — گُل چاک گریبان ہین صبا خاک بسر ہے
گلُ صفتِ غنچہ کمربستہ کھڑے ہین — سب ایک جگہ صورتِ گلدستہ کھڑے ہین

مکّے سے اِدھر ہو چکے تھے شاہ روانا — منظور تھا کوفے کو بسرعت اُنھین جانا
مانع رہے احباب یہ حضرت نے نہ مانا — تھا مدِّ نظر امر جو کچھ دِل مین تھا ٹھانا
یہ شوق شہادت کا تھا اُس عاشق رب کو — یعقوب ہٹا جاتے تھے یوسف کی طلب کو

قاصد کوئی نامہ تھا جو مُسلم کا نہ لایا — تشویش مین تھا حیدرِ کرّار کا جایا
ناگہ اُسے اک مردِ مسافر نظر آیا — بھجوا کے کسی کو اُسے حضرت نے بُلایا
تسلیم کی اُس شخص نے جھک کر شہِ دین کو — نعلین مبارک پہ لگا ملنے جبین کو

تھے ہاتھ مین ہاتھ اُسکا اُٹھے سیّدِ والا — لیجا کے کنارے اُسے اِس طرح سے پوچھا
اے شخص تو آتا ہے کدھر سے؟ مجھے بتلا — وہ کہنے لگا کوفے سے آتا ہون مین شاہا
شہ نے کہا، کوفے کا مسافر تو اگر ہے — مُسلم مرے بھائی کی بھی کچھ تجکو خبر ہے؟

رو رو کے وہ کہنے لگا کس منھ سے کہون آہ — مُسلم کا بھی سر کٹ گیا ہانی کا بھی یا شاہ
اور پاؤن مین لاشون کے رسن باندھ کے بدخواہ — بازارون مین کھینچے لیے پھرتے تھے سرِ راہ

دونون سرون کے شام مین جانے کی خبر ہو
لاشون کو سرِ دار چڑھانے کی خبر ہو

مارا گیا بے جرم و خطا آپ کا بھائی
تربت بھی مسافر کی کسی نے نہ بنائی
مرنے سے بھی پہلے ہوئی بیٹون سے جدائی
بچّون کو غریب الوطنی مین اجل آئی
دریا پہ انھین مار کے جب لایا تھا حارث
دربار مین دو چھوٹے سے سر لایا تھا حارث

۹
لایا تھا جو دریا پہ وہ پکڑے ہوئے گیسو
سنتا ہون بہت منتین کرتے تھے وہ گلرو
تھے ایک ہی رسّی مین بندھے دونون کے بازو
کہتے تھے ہمین بیچ دے پر قتل نہ کر تو
رخ مین نے بھی دیکھے تھے عجب غنچہ دہان تھے
رخسارون پہ دونون کے طمانچون کے نشان تھے

۱۰
جب شہ نے سنی یہ خبرِ مسلم بے پر
رقت کا ہوا جوش لگے کانپنے تھر تھر
سینہ مین تڑپنے لگا دل مثلِ کبوتر
منھ کر کے سوے کوفہ کہا ہاے برادر
بلوا کے مدینہ سے ہمین مر گئے مسلم
ہم کوفے تک آئے تو سفر کر گئے مسلم

آمد بمیدان کربلا

۱۱
جب منزلِ مقصد پہ امامِ زمن آئے
تھا شور کہ مرنے کو غریب الوطن آئے
جنگل مین عجب شان سے گل پیرہن آئے
مرجھائے ہوئے دھوپ مین نازک بدن آئے
پھولون سے زمین بس گئی میدانِ ستم کی
آنے لگی صحرا سے ہوا باغِ ارم کی

فرما کے یہ فراشون کو عباس پکارے
ہان خیمون کو برپا کرو دریا کے کنارے
سب لوگ تھکے ماندے ہین لشکر کے ہمارے
فراشون نے بار اونٹون سے یہ سن کے اتارے
ناگاہ نشانِ ظلم کے بر پا نظر آئے
خیمہ ابھی کھلتا تھا کہ اعدا نظر آئے

۱۲
میدان سے سوارون نے یہ بڑھ بڑھ کے پکارا
تم کون ہو کیا کام ہے دریا پہ تمھارا؟
فوج آتی ہے جلدی کرو ساحل سے کنارا
ہو گا لبِ جو شام کے لشکر کا اتارا
گھوڑون سے زمین پانی پہ لے گی کوئی دم کو
دو لاکھ سوارون کی جگہ چاہیے ہم کو

۱۳
گرمی کی جو ایذا ہو تو جنگل کی ہوا کھاؤ
اے کوثر یو نہر کے پانی پہ نہ ٹھہراؤ

اسباب کنارے کرو جمازون کو سرکاؤ ۳۵ ڈر ہے کہین گھوڑون کی ٹاپون مین کچل جاؤ
ہتھوالنس کے ممیغ و سپر اکبر یہ پکارے　　کیا بکتے ہو بیہودہ سخن منہ پہ تمھارے!

۱۴
کہتا ہون مین، دیکھو قدم آگے نہ بڑھانا　　آسان نہین شیرون کا ترائی سے اٹھانا
حیدر کے پسر ہین، ہمین کیا تم نے ہی جانا؟　　قبضے ابھی پکڑین تو اُلٹ جاے زمانا
کردین ابھی یون زیر و زبر ہفت طبق کو ۳۶ جس طرح اولٹ دیتے ہین انگلی سے ورق کو

۱۵
گھبرا کے اِدھر سے شہِ والا یہ پکارے　　ہان ہان، مرے صفدر، مرے عاشق، مرے پیارے
تلوار نہ کھینچو ابھی، صدقے مین تمھارے　　راضی ہون مین، اُتریں وہی دریا کے کنارے
کچھ غم نہین، جلتے ہوئے ریتے پہ رہین گے　　راحت انھین ہووے، ہمین تکلیف سہین گے

۱۶
ہے ہے یہ وہی دشتِ بلا ہے یہ وہی نہر　　جس نہر کی شمشیر سے بدتر ہے ہر اک لہر
ساحل پہ نہ اُترون گا مین کرتے ہو یہ کیا قہر　　یہ چشمۂ شیرین ہے غریبون کے لیے زہر
پردیس مین تکلیف گوارا کرو لوگو،　　اس نہر کے پانی سے کنارا کرو لوگو

۱۷
ڈیوڑھی پہ جو ناقون کو بٹھایا حرم اُترے　　نیچے لیے ناموسِ امامِ امم اُترے
افلاک شرافت کے ستارے بہم اُترے　　کس اوج سے کس شان سے وہ ذی حشم اُترے
ساحل پہ اُتارا ہوا ان فوجِ لعین کا ۳۷ یان دھوپ مین برپا ہوا خیمہ شہِ دین کا

۱۸
تاریخ دوم کا تھا محرم کے یہ مذکور　　آفت مین پھنسے پھر تو شہِ بیکس و مجبور
ہشتم تک اُدھر جمع ہوا لشکرِ مقہور　　روزِ نہم اعدا کو لڑائی ہوئی منظور
درپے ہوئے سب قتلِ امامِ عربی کے　　دسوین کو گلے کٹنے لگے آلِ نبی کے

صبحِ عشرہ

۱۹
پھاڑا جو گریبانِ صبحِ آفت کی سحر نے　　پردے مین چھپایا رخِ روشن کو قمر نے
پیمانۂ خورشید لگا نور سے بھرنے　　گردون سے گزر فوجِ کواکب لگی کرنے
تابان جو رُخِ نیرِ افلاک ہوا تھا، ۳۸ ذرّون سے زرافشان درِ خاک ہوا تھا

اظہار ہوئی خطِ شعاعی کی جو تنویر — روئے شبِ یلدا سے سیاہی ہوئی تغیر
خورشید نے کی سورۂ والشمس کی تفسیر — والفجر کی کرتا تھا تلاوت فلکِ پیر
پھیلا ہوا تھا نورِ سحر ارض و سما میں — مصروف تھی سب خلقِ خدا یادِ خدا میں

چمکا صفتِ شعلۂ جوّالہ مہرِ جہانتاب — شبنم کی طرح سیمِ کواکب ہوئے بے آب
مائل بہ سفیدی ہوا رنگِ رُخِ مہتاب — اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب
طاقت نہ رہی شمع میں سوزِ جگری کی ۳۹ — پروانوں سے رخصت تھی چراغِ سحری کی

آغازِ جنگ

بڑھ کر کے علم فوج کو عبّاس نے کھولا — ہتھوالس لیا ڈھالوں کو تلواروں کو تولا
شہزادوں میں جو تھا کوئی عاقل کوئی بھولا — ہاتھوں میں پکڑ نیمچے ایک ایک یہ بولا
لڑنے کو تو ہیں لیکن قدم آگے ہی پڑیں گے — ان چھوٹی سی تیغوں سے ہمیں پہلے لڑیں گے

اُس فوج میں نقارۂ رزمی پہ لگی چوب — تیار صفیں کرنے لگے شام کے سرکوب
گھوڑوں سے لگا گونجنے صحرائے پرآشوب — دینے لگی بالوں سے ادھر فاطمہ جاروب
بالیدہ ہوئے غل جو سنا طبلِ وغا کا — نعرہ ہوا سادات میں یا شبرِ خدا کا

بجلی کی چمک گرد تھی تیغوں کی چمک سے — ۴۰ چنگاریاں اُڑتی تھیں سنانوں کی لچک سے
کڑکا ہوا میدان میں سنانوں کی کڑک سے — تیر آتے تھے، جوں تیرِ شہاب آئے فلک سے
اک دل ہوئے سب قتلِ شہِ تشنہ دہن کو — حملہ کیا دولاکھ نے ہفتاد و دو تن پر

حضرت عونؑ و محمدؑ

۲۵
مارے گئے مولا کے جو انصار و موالی — تب حضرتِ مسلم کے یتیموں نے رضا لی
جس دم وہ چلے رونے لگے سرورِ عالی — اک حملے میں دونوں نے پرے کر دیے خالی
تھا غلغلۂ دار و بگیر اہلِ ستم میں — برپا تھا تلاطم حرمِ شاہِ امم میں

۲۶
بڑھ کر جو رجز دونوں نے جولاں کیے گھوڑے — سپچلے میں اُدھر تیر کمانداروں نے جوڑے

قل تھا کہ خبردار کوئی منھ کو نہ موڑے — یہ دونون بہادر ہین تو ہم بھی نہین تھوڑے
یا مار کے تلوارین گرا دیتے ہین ان کو ۴۱ یا نیزون کی نوکون پہ اٹھا لیتے ہین انکو

۲۷
یہ سن کے صفین بڑھنے لگین دشت و غا سے — لہرائے نشانون کے پھریرے بھی ہوا سے
دل ہل گئے نقارۂ رزمی کی صدا سے — لشکر ہین در آئے شہ مردان کے نواسے
نعرون کا دلیرون کے گیا شور فلک پر — تیغون کی چمک پھیلی تھی بجلی کی چمک پر

۲۸
بجلی سی کبھی یان تو کبھی وان نظر آئی — غارت کیا اس صف کو تو اس غول پہ آئی
جب نیچے اسوارون کے بالائے سر آئے — سر تک نہ سپر آئی کہ وہ تا کمر آئے
پاس آ نہ سکے انکی کمک کرنے کو جو تھے ۴۲ جلدی ہین کمر سے جو کھنچا ہاتھ تو دو تھے

۲۹
گھوڑون کو اڑاتے ہوے پہنچے جو بہادر — فوج ستم آرا ہوئی سب غرق تحیر
اک شور ہوا کون سے دریا کے ہین یہ دُر — لڑکے ہین، یہ اللہ رے اقبال و تہور
کیا جانیے کیا نام ہین انکے اب و جد کے ۴۳ تیور سے یہ پیدا ہے کہ بچے ہین اسد کے

۳۰
ناگاہ یہ بڑھ کر پسر سعد پکارا — اے شیر دلو نام و نسب کیا ہے تمھارا
تلوارین پکڑ کر یہ پکارے وہ دل آرا — خالق نے ہمارے لیے دنیا کو سنوارا
خورشید زمین، تاج سر عرش برین ہین — پہلا یہ شرف ہے کہ غلام شہ دین ہین

۳۱
ہم دونون نواسے ہین اسی قیصر شان کے — فرزند ہین ہمشیرۂ شہ کون و مکان کے
دکھلائین گے جوہر تمھین تیغ دو زبان کے — بڑھ بڑھ کے الٹ دینگے پرے فوج گران کے
تم یہ نہ سمجھنا کہ یداللہ نہین ہین — ہم شیر تو ہین گر اسداللہ نہین ہین

۳۲
برچھی لیے انبوہ سوارون کا جب آیا — شہزادون نے رانون مین سمندون کو دبایا
اک شور ہوا غیظ رحیمون کو اب آیا — وہ نیچے بجلی سے جو چمکے غضب آیا
آخر وہ جری لخت دل ضیغم دین تھے — سر تھے صف اول کے کہین جسم کہین تھے

۳۳
بس پھر جو دھنسے فوج مین وہ شیر درندہ — تلوارون سے ڈر ڈر کے چھپے مردون مین زندہ

آہو سے بھی چالاک تھے اسپانِ دو ندہ — مُڑنے مین جو بجلی تھے تو اُڑنے مین پرندہ
مانندِ براقِ نبوی، عرش سما تھے — گھوڑے نہ کہو اوجِ سعادت کے ہما تھے

۴۴
یون ذہن مین آتے ہی نکل جاتے تھے سن سے — جس طرح نسیم آکے نکل جائے چمن سے
جرأت مین فزون شیر سے، سرعت مین ہرن سے — آگاہ ہین وہ جرأت و سرعت کے چلن سے
نعل اُنکے سروہی سے چلے فوجِ ستم پر — پڑتے تھے قدم دونون کے دُلدل کے قدم پر

۴۵
وہ مر گیا تلوار اُٹھا کر جسے ڈانٹا — اس نخل کو تلوار سے کاٹا اُسے چھانٹا
گُلہا سے جراحت کو عجب حسن سے بانٹا — نکلی نہ کوئی شاخ، نہ اُلجھا کوئی کانٹا
ابتک یہ ہوا باغِ جہان مین نہین دیکھی — غُل تھا کہ بہار ایسی خزان مین نہین دیکھی

۴۶
تلوار نے چھوٹے کی نیا رنگ دکھایا — ضربِ اسد اللہ کا سب ڈھنگ دکھایا
حیرت ہوئی، وہ زورِ دمِ جنگ دکھایا — راکب کو بھی مرکب کو بھی جو رنگ دکھایا
ایسا کوئی طفلی مین نمودار نہ ہوگا — ہاتھ ایسا تو جعفر کا بھی طیّار نہ ہوگا

۴۷
کس مین تھی ضیا نیمچون کی ضو کے برابر — گویا کہ مہِ نو تھا مہِ نو کے برابر
بجلی نہ چمک سکتی تھی پرتو کے برابر — سر خاک پہ گر پڑتے تھے سو سو کے برابر
بچتا تھا نہ وہ، نوک بھی جا لگتی تھی جسکو — رہ جاتا تھا وہ جل کے، ہوا لگتی تھی جسکو

۴۸
کاٹی جو سپر فرقِ جفا جو پہ نہ ٹھہری — منھ پر نہ رُکی ساعد و بازو پہ نہ ٹھہری
چار آئینۂ ظالم بد خو پہ نہ ٹھہری — دشمن کی زرہ کاٹ کے پہلو پہ نہ ٹھہری
کیا زور تھا کیا ضربتِ شمشیرِ نکو تھی — گھوڑے کی بھی گردن اُسی اک وار مین دو تھی

۴۹
چار آئے جو لڑنے کو تو اکدل ہوئے دونون — ٹھہرے نہ ہٹے نہ متامّل ہوئے دونون
گرما کے فرس، جنگ پہ مائل ہوئے دونون — چارون سے یہ فرما کے مقابل ہوئے دونون
ششدر نہین ہوتے جو شجاعت کے دھنی ہین — تم چار ہو، ہم دو ہین، مگر پنجتنی ہین

۵۰
یہ سنتے ہی بچون پہ جھپٹ کر وہ پل آئے — غصّے سے دلیرون کے بھی ابرو پہ بل آئے

لشکر نے یہ جانا کہ وہ بچ کر نکل آئے   آنا تھا کہ چار وہ تہ تیغ اجل آئے
احسنت کا برپا ہوا غل چرخ بریں پر   ٹکڑے جو گئے، چار کے تھے آٹھ زمیں پر

۴۱
کیا ذکر بھلا آٹھ کا یا چار سروں کا   کشتوں کے جو پشتے تھے تو انبار سروں کا
گننا ہوا اب تو ہمیں دشوار سروں کا   اک مینھ سا برس جاتا تھا ہر بار سروں کا
تھم سکتے نہ تھے پاؤں کسی عربدہ جو کے   کٹتی تھی زمیں رنگی، ڈر یہ دل تھے لہو کے

۴۲
جانبازیاں دکھاتے تھے میداں میں وہ جانباز   دل تھامے ہوئے دیکھتے تھے شاہ سرافراز
قاسم کا سخن تھا کہ علی کا ہے سب انداز   فرماتے تھے اکبر، یہ لڑائی ہے کہ اعجاز
بڑھتے تھے کبھی گاہ سرک جاتے تھے عباسؑ   جب وار وہ کرتے تھے پھڑک جاتے تھے عباسؑ

۴۳
ہر بار صدا دیتے تھے اے گیسوؤں والو   کیا کہنا ہے، پھر بڑھ کے یہی ہاتھ نکالو
رہوار بڑھے جاتے ہیں باگوں کو سنبھالو   حلقہ ہے، کڑی آنکھ زرہ پوشوں پہ ڈالو
اب ہٹنے کی مہلت مرے جان انکو نہ دینا   منت بھی کریں گر تو اماں انکو نہ دینا

۴۴
سیدانیاں دروازوں پہ تھیں کھولے ہوئے سر   اصغر کو لیے کانپتی تھی بانوے بے پر
فضہ تھی، پریشان کیے مو خیمے کے باہر   پردے سے لگی کہتی تھی، یہ شاہ کی خواہر
بتلا مجھے بچے مرے کیا کرتے ہیں دونوں؟   وہ کہتی تھی لاکھوں سے دغا کرتے ہیں دونوں

۴۵
وہ رخ پہ نظر آتے ہیں اڑتے ہوئے گیسو   وہ نیچے بجلی کی طرح گرتے ہیں ہر سو
ڈھالیں لیے وہ بھاگتے پھرتے ہیں جفاجو   وہ ابر میں چھپ چھپ کے نکل آتے ہیں مہ رو
بہتا ہے لہو چھاتیوں سے چور ہیں دونوں   کس طرح پکاروں کہ بہت دور ہیں دونوں

۴۶
زینب نے کہا، دونوں ہیں یکجا کہ جدا ہیں   کی عرض یہ رو رو کہ نہیں ایک ہی جا ہیں
لاکھوں ہیں عدو اور وہ دو ماہ لقا ہیں   منہ نہر سے پھیرے ہوئے سرگرم دغا ہیں
دم خوف سے سینے میں سماتا نہیں ابتو   ہے ہے مجھے چھوٹا نظر آتا نہیں ابتو

۴۷
یہ سنتے ہی ڈیوڑھی سے ہٹیں حضرت زینب   فرمایا کہ، بچوں کا مرے خاتمہ ہے اب

اب کچھ نہیں وسواس بر آیا مرا مطلب لو بیبیو، مل کر صفِ ماتم پہ چلو اب
بچے مرے داخل ہوئے خیلِ شہدا میں سجدہ تو کروں شکر کا درگاہِ خدا میں

حضرت علی اکبرؑ

۴۸
دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر راحت کوئی، آرامِ جگر سے نہیں بہتر
لذت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر، نکہت کوئی، بوئے گلِ تر سے نہیں بہتر
صدموں میں علاجِ دلِ مجروح یہی ہے ریحان ہے یہی، روح یہی، روح یہی ہے

۴۹
ماں باپ کا دل، غنچۂ خنداں ہے اسی سے وہ گل ہے، کہ گھر رشکِ گلستاں ہے اسی سے
سب راحت و آرام کا ساماں ہے اسی سے آبادیِ کاشانۂ انساں ہے اسی سے
کس طرح کھلے دل کہ جگر بند نہیں ہے گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہے

۵۰
یہ وہ ہے عصا، پیر جواں رہتا ہے جس سے یہ وہ ہے نگیں، نام و نشاں رہتا ہے جس سے
وہ شمع ہے، پُر نور مکاں رہتا ہے جس سے وہ دُر ہے، قوی رشتۂ جاں رہتا ہے جس سے
کھوتے نہیں یہ مال، زر و مال کے بدلے موتی بھی لُٹا دیتے ہیں اس لال کے بدلے

۵۱
دولت یہی شوکت یہی اجلال یہی ہے ثروت یہی حشمت یہی اقبال یہی ہے
سرمایہ یہی نقد یہی مال یہی ہے گوہر یہی یاقوت یہی لال یہی ہے
دلبند جو پہلو میں ہے تو غم پاس نہیں ہے کچھ پاس نہیں، گر یہ رقم پاس نہیں ہے

۵۲
ماں باپ کی آسایش و راحت ہے پسر سے تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے
خوں جسم میں، آنکھوں میں بصارت ہے پسر سے ایامِ ضعیفی میں بھی طاقت ہے پسر سے
آرامِ جگر قوتِ دل راحتِ جاں ہے پیری میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے

۵۳
وہ شے ہے خوشی در پہ کھڑی رہتی ہے جس سے وہ چین ہے، راحت کی گھڑی رہتی ہے جس سے
وہ لعل ہے، امید بڑی رہتی ہے جس سے، وہ دُر ہے یہ دُر، جان لڑی رہتی ہے جس سے
آرامِ جگر تاب و تواں ساتھ ہے اس کے پھرتا ہے جدھر رشتۂ جاں ساتھ ہے اس کے

۵۴
مالک سے بھرے گھر کے اُجڑ جانے کو پوچھو　　گھر والون سے اِس تفرقہ پڑ جانے کو پوچھو
مان باپ سے قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو　　یعقوب سے یوسف کے بچھڑ جانے کو پوچھو
اللہ دکھائے نہ الم نورِ نظر کا　　بہ جاتا ہی آنکھون سے لہو قلب و جگر کا

۵۵
اب رخصتِ اکبر ہی شہِ تشنہ دہان سے　　فرزند بچھڑتا ہی امامِ دوجہان سے
پیری مین چھٹتا ہی فلک تازہ جوان سے　　کس فصل مین درپیش ہی فرقت تن و جان سے
آتی ہی اجل گود کا پالا نہین جاتا　　صابر سے کلیجے کو سنبھالا نہین جاتا

۵۶
فرماتے ہین فرزند سے آنکھون کو چرا کر　　۵۰　　دیکھ آؤ زرا مادرِ ناشاد کو جا کر
کہتا ہی وہ ناشاد جوان اشک بہا کر　　اب جائین گے خیمے مین سنان سینہ پہ کھا کر
منہ نیزہ و شمشیر سے موڑا نہین جاتا　　سب چھوٹین مگر آپ کو چھوڑا نہین جاتا

۵۷
رخصت ہوئے جب شہ سے علی اکبرِ ذیشان　　گھوڑے پہ چڑھے آپ کھلا رحل پہ قرآن
وہ رخش کی چھل بل وہ ضیائے رخِ تابان　　اک برق چمکتی ہوئی پہنچی سرِ میدان
زردی رخِ خورشید پہ چھائی نظر آئی　　پرتو سے زمین رن کی طلائی نظر آئی

۵۸
آغازِ رجز تھا کہ ہوئی تیرون کی بوچھار　　شہزادۂ عالم نے بھی لی میان سے تلوار
تلوار کا کھنچنا تھا کہ تھا فوج مین رہوار　　رہوار کی چل پھر مین صفین پس گئین دو چار
اس شان سے لختِ دلِ شیرِ صمد آیا　　گویا صفِ آہو پہ یکایک اسد آیا

۵۹
ہلچل تھی کہ تلوار چلی فوج پہ سن سے　　۵۱　　ڈھالین تو رہین ہاتھون مین سر اُڑ گئے تن سے
طائر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے　　آگے تھا ہرن شیر سے اور شیر ہرن سے
غل تھا یہ جری مثل ید اللہ لڑے گا　　تر ہوگی زمین خون سے وہ رن آج پڑیگا

۶۰
تلوار تھی جرار کی یا قہرِ خدا تھی　　سر تھا تو الگ تھا جو کمر تھی تو جدا تھی
بجلی جو ادھر تھی تو اُدھر سیلِ فنا تھی　　تلوار بھی یون سر پہ جب آئی تو قضا تھی
بے سر ہوئی وہ صف جو نظر پڑ گئی اسکی　　چاٹا جو لہو اور زبان بڑھ گئی اسکی

کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمت عالی | دم بھر میں نمودار صفیں ہوتی تھیں خالی
جب جھوم کے ڈھالوں کی گھٹا آتی تھی کالی | بجلی سی چمک جاتی تھی شمشیر ہلالی
ملتا تھا نشاں رن میں صفوں کا نہ پروں کا | تھا شور کہ مینھ آج برستا ہے سروں کا

۶۲
کیا حرب تھی قربانِ جگر گوشۂ شبیر | نکلا جو کماں سے تو قلم ہو کے گرا تیر
آیا جو کماں لیکے کمیں سے کوئی بے پیر | گوشہ تھا نہ چلّہ تھا نہ حلقہ تھا نہ زہ گیر
جو وار تھا صفدر کا خدائی سے جدا تھا ۵۲ | قبضے سے کماں، ہاتھ کلائی سے جدا تھا

۶۳
لڑنے جو بڑا بول کوئی بول کے آیا | یہ شیر بھی شمشیر دو دم تول کے آیا
شہبازِ اجل صید پہ پر کھول کے آیا | اڑتا ہوا سر تیغ میں اس غول کے آیا
حق جسکی طرف ہے وہ زبردست رہا ہے | سچ ہے کہ بڑے بول کا سر پست رہا ہے

۶۴
اک برق سی گرتی تھی ہر اک دشمنِ جان پر | گہ سر پہ کبھی ڈھال پہ تھی گاہ سنان پر
ترکش پہ گئی سن سے کبھی، گاہ کمان پر | کس طرح بھلا ذکرِ برش لاؤں زبان پر؟
دل سے کہیں چلنے کی ہوس قطع نہ ہو جائے | دم بند ہے ڈر سے کہ نفس قطع نہ ہو جائے

۶۵
جس وقت وغا کا نہ رہا ایک کو یارا | خیمے سے نکل کر پسرِ سعد پکارا
دو لاکھ نے بھی مل کے نہ اک طفل کو مارا | اب چادریں اوڑھو کہ مٹا نام تمھارا
جی ہار دیا فوج نے عزت گئی سب کی | بے آب ہوئی آج سے تلوار عرب کی

۶۶
یہ سنتے ہی غیظ اک پلِ غدار کو آیا | میدان میں اڑاتا ہوا رہوار کو آیا
کس غیظ سے تولے ہوئے تلوار کو آیا | دلبندِ یداللہ سے پیکار کو آیا
کاندھے پہ سپر لب پہ سخن بے ادبی کے | ظالم کو عداوت تھی گھرانے سے نبی کے

۶۷
کافر نے رجز پڑھ کے تگاور کو نکالا | اکبر بھی بڑھے چلنے لگا بھالے پہ بھالا
اژدر تھے زبانوں کو نکالے تہ و بالا | گردن کو لڑائے ہوئے تھا کالے سے کالا
پڑتی تھی سناں پر جو سناں دشتِ وغا میں ۵۳ | چنگاریاں اڑتی نظر آتی تھیں ہوا میں

شبدیز کو اکبر نے بھی کاوے پہ لگایا
واں سے بھی تڑپ کر فرسِ تیز تگ آیا
منہ کھولے ہوئے شیر پہ حملے کو سگ آیا
پھر دب کے الگ زد سے گیا اور الگ آیا
لاتی تھی اجل کھینچ کے شمشیر کے منھ پر
آسکتا ہے روباہ کہیں شیر کے منھ پر

۷۹
اکبر نے صدا دی کہ ٹھہر سامنے آ کر
کیوں منہ کو چھپاتا ہے سپر چہرہ پہ لا کر؟
مردانہ دکھا وار حریفانہ وغا کر
دیکھ اپنے رسالے کے جوانوں سے حیا کر
ناداں ہے تمیزِ حق و باطل نہیں رکھتا
تو ایسے تن و توش پہ کچھ دل نہیں رکھتا

۸۰
تجھ سا تو جواں لشکرِ بد خو میں نہیں ہے
ہاں زورِ شجاعت ترے بازو میں نہیں ہے
گھوڑا تو ہے چالاک پہ قابو میں نہیں ہے
فوجیں ہیں اُدھر یاں کوئی پہلو میں نہیں ہے
ہم ایک ہیں جا باز کہ فوجوں سے لڑے ہیں
کیا تجھ کو کہیں گے جو صفیں باندھے کھڑے ہیں؟

۸۱
غصے میں جو سفاک نے کی رخش کو مہمیز
شہزادے کے گھوڑے کے قریب آ گیا شبدیز
بس تھام لی اکبر نے عنانِ فرسِ تیز
جھجکا تھا وہ گھوڑا کہ چلی تیغ شرر ریز
ہوش اُڑ گئے اُس بانیِ بیداد و ستم کے
سر کٹ کے گرا فرق پہ چالیس قدم کے

۸۲
مصروف تھے لڑنے میں اُدھر اکبرِ دلگیر
بیتاب تھے تھامے ہوئے دل حضرتِ شبیر
تھراتے تھے ہاتھ اور زباں پر تھی یہ تقریر
یہ سب تری تائید ہے اے مالکِ تقدیر
بیکس ترے بندے پہ عجب وقت پڑا ہے
یارب یہ پسر تیسرے فاقے میں لڑا ہے

۸۳
یہ کہہ کے علی اکبرِ مہ رو کو پکارے
احسنت مرے شیر مرے پیاس کے مارے
ٹھہرو کہ پدر چوم لے ہاتھوں کو تمہارے
خالی ہے علمدار کی جا اے مرے پیارے
جعفر اسی کس بل سے اسی ڈھب سے لڑے تھے
خیبر میں علی بھی یونہیں مرحب سے لڑے تھے

۸۴
بالیدہ ہوا شہ کی صدا سن کے وہ جرار
مجرا کیا رہوار سے جھک جھک کے کئی بار
کی عرض شہادت کی دعا کا ہوں طلبگار
اب پیاس نے مارا مجھے یا سیدِ ابرار
گرمی سے غش آتا ہے جھکا جاتا ہے سر بھی
ہتھیار بھی سب گرم ہیں جلتا ہے جگر بھی

تسلیم کی اور اسپِ صبا دم کو اُڑا کر ۵۴ پھر ڈوب گیا فوج مین وہ شیر دلاور
یان بیٹھ گئے تھام کے دل سبطِ پیمبر وان شام کے بادل مین گھرا وہ مہِ انور
نیزون کی جو بوچھار ہوئی چھن گیا سینہ روزن ہوئے اتنے کہ زرہ بن گیا سینہ

لڑتے تھے کہ پیشانیِ انور پہ لگا تیر ، سب خون سے بھری احمدِ مختار کی تصویر
لکھا ہے کمین مین تھا کوئی ظالمِ بے پیر برچھی جو لگی سینے مین حالت ہوئی تغیر
اللہ ری شجاعت کہ نہ ابرو پہ بل آیا ۵۵ پھل اُسنے جو کھینچا تو کلیجہ نکل آیا

حضرت امام حسینؑ

سب فوجِ خدا قتل ہوئی راہِ خدا مین کوئی نہ رہا شہ کے عزیز و رفقا مین
غل آمدِ سرور کا ہوا اہلِ جفا مین بندھنے لگین لشکر کی صفین دشتِ وغا مین
تھا حکم کہ کھولے نہ کوئی تیغ کمر سے لڑنا ہے ابھی، فاتحِ خیبر کے پسر سے

لاشون کو پکارے کہ خدا حافظ و ناصر اب مرنے کو جاتا ہے یہ مظلوم مسافر
طے جلد ہوئی جاتی ہے یہ منزلِ آخر دو لاکھ عدو جمع ہین اک جان کی خاطر
جلوہ یہ نہ دیکھا نہ صف آرائی یہ دیکھی افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی

فرزند کے لاشے سے یہان کہتے تھے کچھ شاہ وان چلنے لگے تیر ستم فوج سے ناگاہ
تولے ہوئے تیغون کو بڑھا لشکرِ گمراہ آزردہ ہوئی خاطرِ فرزندِ ید اللہ
حربے کے لیے ہاتھ جو دو لاکھ کے اُٹھے اک شیر سے، شمشیرِ علی ٹیک کے اُٹھے

نعرہ تھا کہ اے لشکرِ شام و عرب و روم تم لاکھون ہو اور بیکس و تنہا ہے یہ مظلوم
کھانے سے بھی محروم ہون پانی سے بھی محروم پر ابنِ علی ہون یہ تمھین خوب ہے معلوم
تلوار علم کرکے جو لشکر پہ جھکون گا جبرئیل بھی روکین گے تو بھی مین نہ رکون گا

ہے خیر اسی مین کہ کنارا کرو شر سے اب ہاتھ اُٹھاؤ اسدِ حق کے پسر سے
پانی دو کہ پیاسا ہون مین چوبیس پہر سے للہ مزاحم نہ ہو اس تشنہ جگر سے

بیکس ہون نہ سوئے دشت جل جانے دو مجکو　　کعبے مین حرم سے کے نکل جانے دو مجکو

۵۳
تلوارون کو چمکا کے ستمگر یہ پکارے　　دشوار ہے جانا کہین قابو سے ہمارے
ہم کیا کرین مرتے ہو اگر پیاس کے مارے　　یہ خشک گلا کاٹین گے دریا کے کنارے
زہرا کی بہو ظلم اسیری کے سہے گی　　زینب کے سر پاک پہ چادر نہ رہے گی

۵۴
کی بے ادبون نے جو باعلان یہ تقریر　　سر تا بقدم کانپ گئے حضرت شبیر
کس قہر سے دیکھا طرف لشکر بے پیر　　بل آ گیا ابرو پہ اُگلنے لگی شمشیر
غیرت سے یہ تھا غیظ شجاع ازلی کو　　جس طرح جلال آیا تھا خیبر مین علی کو

۵۵
نعرہ کیا غازی نے کہ اے لشکر ظلم　　کلمہ یہ نہ تھا خنجر خونریز سے کچھ کم
وہ زخم لگا دل پہ کہ جس کا نہین مرہم　　چھینو گے ردا اُسکی جو ہے ثانی مریم
منھ پر مرے کرتے ہو سخن بے ادبی کے　　مجبور سمجھتے ہو نواسے کو نبی کے

۵۶
ہے شرط کہ اس تیز زبانی کی سزا دون　　دوزخ کی زبانہ سے زبانون کو جلا دون
انداز قیامت کے تلاطم کا دکھا دون　　گیتی کو الٹ دون ابھی گردون کو گرا دون
بجلی وہ گرے گی کہ بہت یاد کروگے　　جل جاؤ گے زینب پہ جو بیداد کروگے

۵۷
کہہ کر یہ سخن کھینچ لی تیغ شررافشان　　پرتو سے ہوا سب ورق خاک زرافشان
ہر صف پہ گری کوند کے برق شررافشان　　چھینٹون سے ہوئی خون کے ہر اک سپر افشان
قربان ہوئے خونخوار دم تیغ دو دم پر　　۵۶　　ہر جسم نے سر رکھدیا حضرت کے قدم پر

۵۸
عباس سے بھائی کا جو تھا صدمۂ جانکاہ　　ٹکڑے تھا جگر ٹوٹ گئی تھی کمر شاہ
اس ضعف مین لغزش سی نہ وہ پاؤن تھے آگاہ　　پایا تھا ثبات قدم پاک ید اللہ
سب خاک پہ ٹکڑے تو کلیجے کے پڑے تھے　　لاکھون سے لڑائی تھی پہ بشاش کھڑے تھے

۵۹
شہ کرکے سوئے چرخ یہ فرماتے تھے ہر بار　　عالم مری نیت سے ہے تو اے مرے مختار
گھر سے نہ علاقہ ہے نہ بچون سے سروکار　　ہر حال مین تجھ سے ہون اعانت کا طلبگار

گو شاہ زمن ہون یہ ترے در کا گدا ہون
محتاج ہون مسکین ہون غریب الغربا ہون

۸۹
کس کس ترے احسان کا کرون شکر زبان سے
ہر ناطقہ عاجز کہ زیادہ ہے بیان سے
واقف نہین کوئی ترے اسرار نہان سے
دشوار ہے عالم کی صفت ہیچمدان سے
پیاس آج کے دن کی بھی مرغوب ہے مولا
جو تیری مشیت ہے وہی خوب ہے مولا

۹۰
کچھ دن بشر اس خانۂ دنیا مین ہے مہمان
دست ملک الموت مین ہے سب کا گریبان
زندون مین ہین گر آج تو کل ہووینگے بیجان
پہلے سے ہے لازم سفر مرگ کا سامان
اعمال و عقائد مین نہ ہرگز خلل آئے
۵۷ کیا جانیے کس وقت پیام اجل آئے

۹۱
کچھ وقت معین نہین انسان کی اجل کا
آج اُٹھ گئے وہ کرتے تھے سامان جو کل کا
بندہ ہے وہ پابند جو رہے نیک عمل کا
پلہ وہی بھاری ہے جو ہو جرم سے ہلکا
کیا خاک کا بوجھ اُسکے لیے قبر مین کم ہے؟
۵۸ ہو اور گناہون کی گرانی تو ستم ہے

۹۲
خورشید کو کچھ حاجت زیور نہین زنہار
پھولون پہ کوئی عطر لگائے تو ہے بیکار
اعلی ہے اگر جنس تو کیا حاجت اظہار
خود مشک ہو خوشبو نہ کہ خوشبو کہے عطار
جو بد ہے سو بد ہے، جو نکو ہے وہ نکو ہے
چھپنے کی نہین آپ اگر عود مین بو ہے

۹۳
نازان نہ ہوا سے بانیِ ظلم و ستم وجود
مٹ جاتا ہے اک گردش افلاک مین یہ دود
تو آج جو حاکم ہے تو کل ہوگا کوئی اور
کیا ہوگئی؟ کر دولت قارون پہ ذرا غور
نمرود نہین حشمت ضحاک نہین ہے
ڈھونڈھو جو خزانے کو تو اک خاک نہین ہے

۹۴
بھائی نہ تو کام آئے گا اُسوقت نہ فرزند
عرصہ نہین، کھل جائیگا، جب آنکھ ہوئی بند
وہ کام کرو جس سے خدا ہووے رضامند
ہشیار، کہ ہونا ہے تمھین خاک کا پیوند
پیری کی بھی مدت ہے جوانی کی بھی حد ہے
۵۹ آرام گہ شاہ و گدا کنج لحد ہے

۹۵
کیا سخت گھڑی ہوگی اجل آئے گی جسدم
کھنچ کھنچ کے ہر اک رگ سے نکلنے جو لگے دم
کیا دیکھین گے ایک ایک کو حسرت سے بصد غم
اتنی بھی زبان ہل نہ سکے گی کہ چلے ہم

سب کے لیے اک روز یہ تکلیف دھری ہے   اسپر بھی یہ غفلت ہے عجب بیخبری ہے

۹۶
بھائی نہیں اپنے ہیں نہیں ہے پسر اپنا   بیگانے ہیں سب، ہوویگا جسدم سفر اپنا
نہ مال نہ اسباب نہ زیور نہ زر اپنا   دو گز کفن اور قبر کا گوشہ ہے گھر اپنا
کچھ ساتھ بجز بیکسی و یاس نہ ہوگا   رہ جائینگے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا

۹۷
پیری سے ہے روشن کہ چراغِ سحری ہون   دنیا سے کوئی دم مین عدم کا سفری ہون
آقا مرا شاہد ہے کہ عصیان سے بری ہون   دیندار ہون غازی ہون مجاہد ہون جری ہون
بیخوف چلا جاتا ہون مین شیر کے منھ پر   دعویٰ ہے؟ تو آؤ مری شمشیر کے منھ پر

۹۸
خورشید کو محتاجی ذرہ نہیں ذرا   دیندار سدا کرتے ہین کافر پہ تبرا
ظالم ترے حاکم کو ہے کس بات کا غرا   اسلام سے خالی ہے تو ایمان سے معرا
قارون کا خزانہ ہو تو عزت نہین ملتی   دولت سے کمینے کو شرافت نہین ملتی

۹۹
کچھ خارِ مغیلان گلِ تر ہو نہیں جاتا   ہر قطرۂ ناچیز گہر ہو نہیں جاتا
قلعی سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں جاتا   مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں جاتا
جس پاس عصا ہو اسے موسیٰ نہیں کہتے   ہر ہاتھ کو عاقل یدِ بیضا نہیں کہتے

۱۰۰
دولت نہیں انسان کی کچھ قدر بڑھاتی   دنیا ہے دنی کام کسی کے نہیں آتی
گو فقر ہو، عالی نسبی پہ نہیں جاتی   بینا جو ہین وہ دیکھتے ہین جوہرِ ذاتی
محتاجی سے کم رتبۂ عالی نہیں ہوتا   عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

۱۰۱
تو کیا ہے جو رستم ہو تو ہم منھ کو نہ موڑین   سر جائے توحید کے طریقے کو نہ چھوڑین
مر جائے اگر شیر کے پنجے کو مروڑین   گر قلعۂ خیبر ہو تو اک ہاتھ مین توڑین
سو بجلیان چمکین تو کبھی ہم نہیں ڈرتے   روباہ ہون کے انبوہ سے ضیغم نہیں ڈرتے

۱۰۲
بچتا نہیں نیزے سے مرے سینۂ دشمن   چھٹتی نہیں پنجے سے مرے شیر کی گردن
کرتا ہے مرا نیزہ دلِ کوہ مین روزن   چار آئینۂ فولاد کا بجتا ہے جوشن

آ گھرے ہین زیرِ زبردست جہان کے ۔۔۔ رستم کو پکڑ لیتا ہون حلقہ مین کمان کے

۱۰۳

فرما کے یہ تلوار کو صفدر نے نکالا ۔۔۔ ہالہ ہوا رہوار کو کاوے پہ جو ڈالا
بھالون کو اُدھر بڑھ کے سوارون نے سنبھالا ۔۔۔ بجلی جو گری ہوگیا لشکر تہ و بالا
اس شان سے غازی صفِ جنگاہ مین آیا ۔۔۔ غُل تھا کہ اسد لشکرِ روباہ مین آیا

کیفیتِ حرب و اسپ وغیرہ

۱۰۴

گھوڑے کو اُڑاتے جو سوارون کے پرون پر ۔۔۔ نعل اُسکے مہِ نو سے چمکتے تھے سرون پر
جب چاہتے تھے وار کو روکین سپرون پر ۔۔۔ اک برق غضب گرتی تھی بیدادگرون پر
اُڑ جاتے تھے گرتی تھی نکلجاتی تھی سن سے ۔۔۔ ۶۱ سر تن سے سپر ہاتھ سے اور روح بدن سے

۱۰۵

کیا حرب تھی قربانِ جگر گوشۂ شبیر ۔۔۔ نکلا جو کمان سے تو قلم ہو کے گرا تیر
آیا جو کمان لیکے کمین سے کوئی بے پیر ۔۔۔ گوشہ تھا نہ چلہ تھا نہ حلقہ تھا نہ زہ گیر
جو وار تھا صفدر کا خدائی سے جدا تھا ۔۔۔ قبضے سے کمان ہاتھ کلائی سے جدا تھا

۱۰۶

جس وقت چمک کر کسی سفاک پہ آئی ۔۔۔ سر سے کمرِ ظالمِ ناپاک پہ آئی
وان سے جو پھری توسنِ چالاک پہ آئی ۔۔۔ توسن کو بھی دو کرتی ہوئی خاک پہ آئی
قبضہ تو رہا دستِ جنابِ شہِ دین مین ۔۔۔ اور تا سرِ دنبالہ دم آئی وہ زمین مین

۱۰۷

رہوارِ سبک سیر نسیمِ سحری تھا ۔۔۔ ہم پیکِ طاؤس دمِ جلوہ گری تھا
تن تن کے اُٹھانے مین قدم کبکِ دری تھا ۔۔۔ کاوے مین جو پرکار تو اُڑنے مین پری تھا
رفتار تو کب اپنی دکھاتا تھا کسی کو ۔۔۔ سایہ بھی نہ اُسکا نظر آتا تھا کسی کو

۱۰۸

اُسکے لیے اک گام تھا سو کوس کا دھاوا ۔۔۔ پٹھون کو جپاتا تھا یہ جوہر تھا علاوا
اُڑتا کبھی مُڑتا کبھی جست اور کبھی کاوا ۔۔۔ ۶۲ کہتے تھے ستمگر یہ پری ہے کہ چھلاوا
کس گھات سے رکین فرسِ تیز قدم کو ۔۔۔ سایہ بھی تو اسکا نظر آتا نہین ہمکو

۱۰۹

غصّے مین وہ تن تن کے دہانے کو چباتا ۔۔۔ اور جوشِ شجاعت مین وہ کف منہ سے گراتا

ہر صف میں کبھی جھوم کے آتا کبھی جاتا　　تلوار کی زد سے کبھی آقا کو بچاتا
ٹاپوں سے تھلکتی تھی زمیں حشر بپا تھا　　اس صف میں جو بجلی تھا تو اس صف میں ہوا تھا

صفت ذوالفقار

۱۱۰
بجلی سا چمکتا تھا، ادھر فوج میں رہوار　　شعلہ سی لپکتی تھی ادھر تیغ شرربار
سرگرم وغا تھا خلف حیدر کرار　　اک آگ لگا دی تھی، جلے جاتے تھے کفار
سوزاں شجر قد تھے چنار و نکی طرح　　اڑتا تھا لہو تن کا شراروں کی طرح

۱۱۱
نوکوں سے، ہر اک چشم کو بے نور کر آئی　　شعلوں سے ہر اک جسم کو تنور کر آئی
گرمائے جو کافر انھیں کافور کر آئی　　نزدیک گئی جسم کے سر دور کر آئی
جلتی تھی سموم غضب اس فوج شقی پر　　کب آئی گئی آنچ نہ کھلتا تھا کسی پر

۱۱۲
چلوں میں جو ناوک کوئی صف توڑ کے نکلی　　فقرے سے یہ قیامت کے ادھر چھوڑ کے نکلی
سارے قدر اندازوں کے منہ موڑ کے نکلی　۶۳　سر کاٹ کے خون چاٹ کے دل توڑ کے نکلی
بیہم جو خطائیں ہوئیں ناوک فگنوں سے　　روحیں بھی ہوا ہو گئیں چلّے کے تنوں سے

۱۱۳
لشکر میں جدھر جاتی تھی لیلی سی چمک کر　　بس جاتے تھے مر جاتے تھے نامرد بلک کر
کرتی تھی لپک کر تو سپر اٹھتی تھی لچک کر　۶۴　کیا آفت دوراں تھی کہ تھا چرخ کو چکر
تھا شور کہ سر کے رہو باڑھ اس کی بری ہے　　کٹتے ہیں جگر چال ہی یا تیز چھری ہے

۱۱۴
چلتی تھی عجب رنگ سے شمشیر قضا رنگ　　ہر ہاتھ میں دکھلاتی تھی اعدا کو نیا رنگ
چم چم کا جدا رنگ تھا کس بل کا جدا رنگ　۶۵　لب سرخ دہن صاف بدن گول ہرا رنگ
تھا شور کہ چل پھر میں نئی جلوہ گری ہے　　دیوانوں سے تیغ نہ سمجھو یہ پری ہے

۱۱۵
ہوتے تھے، جدا، ضربت شمشیر دو سر سے　۶۶　سر دوش سے تن روح سے چار آئینہ بر سے
دستانے کلائی سے کمر بند کمر سے　　ہاتھوں سے نشان تیغ سے پھل پھول سپر سے
آگ آب میں تھی دم تن خاکی سے جدا تھے　　تھا کاٹ غضب کا کہ عناصر بھی جدا تھے

۱۱۶

تلوار پڑی شاہ کی جب دشمنِ دین پر، بکتر کو جو کاٹا تو وہ ٹھہری نہ جبین پر

گردن سے گئی سینے پہ اور سینے سے زین پر اسوار تھے گھوڑون پہ تو گھوڑے تھے زمین پر

تھا شور کہ اعجاز ہے یہ حرب نہین ہے ہے قہر خدائے دو جہان ضرب نہین ہے

۱۱۷

بجلی سی جو گر کر وہ صفِ جنگ سے نکلی فریاد کی آواز دلِ سنگ سے نکلی

اسوار کے سر پر جو پڑی تنگ سے نکلی سینے مین در آئی تو عجب رنگ سے نکلی

چھوڑا جسے مقتل مین لہو چاٹ کے چھوڑا پایا جسے اُس تیغ نے سر کاٹ کے چھوڑا

۱۱۸

ہلچل تھی کہ تلوار چلی فوج پہ سن سے ڈھالین تو رہین ہاتھون مین سر اُڑ گئے تن سے

طائر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے آگے تھا ہرن شیر سے اور شیر ہرن سے

غل تھا یہ جری شل یداللہ لڑے گا تر ہو گی زمین خون سے، وہ رن آج پڑیگا

۱۱۹

تلوار تھی جبّار کی یا قہرِ خدا تھی سر تھا تو الگ تھا جو کمر تھی تو جدا تھی

بجلی جو اُدھر تھی تو اُدھر سیلِ فنا تھی تلوار تھی یون، سر پہ جب آئی تو قضا تھی

بے سر ہوئی وہ صف جو نظر پڑ گئی اُسکی چاٹا جو لہو، اور بُرِش بڑھ گئی اُسکی

۱۲۰

کیا ہاتھ تھا، کیا تیغ تھی، کیا ہمتِ عالی دم بھر مین نمودار صفین ہوتی تھین خالی

جب جھوم کے ڈھالون کی گھٹا آتی تھی کالی بجلی سی چمک جاتی تھی شمشیرِ ہلالی

ملتا تھا نشان رن مین صفون کا نہ پرون کا تھا شور کہ مینہ آج برستا ہے سرون کا

۱۲۱

اک برق سی گرتی تھی ہر اک دشمنِ جان پر گہ سر پہ کبھی ڈھال پہ تھی گاہ سنان پر

ترکش پہ گئی سن سے کبھی گاہ کمان پر کس طرح بھلا ذکرِ بُرِش لاؤن زبان پر

دل سے کمین جینے کی ہوس قطع نہ ہو جائے دم بند ہے ڈر سے کہ نفس قطع نہ ہو جائے

۱۲۲

تن سے جو وہ تلوار گئی، سن سے یہ آئی وہ خود سے ملتی ہوئی گردن سے یہ آئی

وہ کھچ کے سپر سے گئی جوشن سے یہ آئی وہ صدر سے خالی گئی، توسن سے یہ آئی

ہان بعد علی کم ہوئی جنگ جدل ایسی غل تھا کبھی دیکھی نہین ردّ و بدل ایسی

جس صف پہ چمک کر وہ گئی ڈر گئے اعدا — بس خون میں سر تا بہ قدم بھر گئے اعدا
بھاگڑ میں جدھر ششدر و مضطر گئے اعدا — بچھ بچھ گئے پس پس گئے مر مر گئے اعدا
مقتل میں سواروں پہ فرس لوٹ رہے تھے — دو ایک پہ اور پانچ پہ دس لوٹ رہے تھے

۱۲۴
اک برق چمکتی تھی صفِ فوجِ ستم پر — بسمل سی پھڑک جاتی تھی اُس فوج کے دم پر
یوں کاٹ کے دستانے کو جاتی تھی چھلم پر — جس طرح چلے تیز چھری نرم قلم پر
ہر شے کے اُڑا دینے میں فیاض تھی شمشیر — چار آئینہ قرطاس تھی مقراض تھی شمشیر

۱۲۵
سر گرتے تھے ہر بار زرہ پوشوں کے تن سے — جوشن تنِ کفار میں بدتر تھے کفن سے
ٹوٹی تھیں صفیں تیغِ شہِ قلعہ شکن سے — آئی تھی جو زن سے تو نکل جاتی تھی سن سے
کیا روکتے ڈھالوں پہ وہ تیغ دو زباں کو — روکا ہے کبھی باغ کے پتوں نے خزاں کو

۱۲۶
گہ ڈھال میں ڈوبی کبھی نیزے کی گرہ میں — ترکش میں کبھی گاہ کماں میں کبھی زہ میں
مچھلی سی کبھی پیر گئی موج زرہ میں — اک تیغ سے تھا زلزلہ برپا کہ و مہ میں
جب کوند کے اُٹھی اُسے افلاک نے دیکھا — دیواروں کو چار آئینہ کی خاک پہ دیکھا

۱۲۷
مقتل سے جری تیغ و سپر چھوڑ کے بھاگے — ہلچل تھی کہ بیٹوں کو پدر چھوڑ کے بھاگے
یوں روح کے طائر تن و سر چھوڑ کے بھاگے — جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے
غل تھا کہ نماز اسکی پڑھو فرض یہی ہے — اے قوم اِذا زُلزِلَتِ الارض یہی ہے

۱۲۸
کس غول میں وہ صاعقہ کردار نہ چمکی — کس فرق پہ بجلی سی وہ خونخوار نہ چمکی
اُس تیغ کے آگے کوئی تلوار نہ چمکی — تلوار تو کیا برقِ شرربار نہ چمکی
آنچ اسکی جلا دینے میں بجلی تھی قضا کی — کہتا تھا جہنم کہ پناہ اس سے خدا کی

۱۲۹
پھل اُڑ گئے پتا ہوئے سب برچھیوں والے — شاخوں کی طرح صاف قلم ہو گئے بھالے
دیکھے جو گل زخم پڑے جان کے لالے — تھے ہر شجرِ قد کی جگہ خون کے تھالے
یہ رنگ لڑائی کا بدلتے نہیں دیکھا — یوں تیغِ خزاں کو کبھی چلتے نہیں دیکھا

۱۳۰
روکا جو سپر پر تو سپر کاٹ کے نکلی — سر پر جو پڑی آ کے تو سر کاٹ کے نکلی
سینے مین در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی — اُتری جو جگر سے تو کمر کاٹ کے نکلی
ٹھہری نہ کمر پر نہ رُکی خانۂ زین پر — رہوار کو دو کر کے گری روئے زمین پر

۱۳۱
اعدا کے سرون پر جو وہ تیغِ دو سر آئی — اک تیز چھُری تھی کہ کلیجون مین در آئی
بجلی سی چمک کر اِدھر آئی اُدھر آئی — دو ہو گئی، جب تیغ کے نیچے سپر آئی
دستانے مین یون کاٹ گئی دستِ ستم کو — جس طرح تراشے کوئی جلدی مین قلم کو

۱۳۲ ۶۸
بے پاؤن جدھر ہاتھ سے چلتی ہوئی آئی — ندی اُدھر اک خون کی اُبلتی ہوئی آئی
دم بھر مین وہ سو رنگ بدلتی ہوئی آئی — پی پی کے لہو لعل اُگلتی ہوئی آئی
ہیرا تھا بدن رنگ زمرد سے ہرا تھا — جوہر نہ کہو پیٹ جواہر سے بھرا تھا

۱۳۳ ۶۹
موجود بھی ہر غول سے اور سب سے جُدا بھی — دم خم بھی لگاوٹ بھی صفائی بھی ادا بھی
اک گھاٹ پہ تھی آگ بھی پانی بھی ہوا بھی — اِمرت بھی ہلاہل بھی مسیحا بھی قضا بھی
کیا صاحبِ جوہر تھی عجب ظرف تھا اُسکا — موقع تھا جہان جسکا وہین صرف تھا اُسکا

۱۳۴
نیزون پہ گئی برچھیون والون کی طرف سے — جا پہنچی کمانداروں پہ بھالون کی طرف سے
پھر آئی سوارون پہ رسالون کی طرف سے — مُنہ تیغون کی جانب کیا ڈھالون کی طرف سے
بس ہو گیا دفترِ نظری نام و نسب کا — لاکھون تھے تو کیا دیکھ لیا جائزہ سب کا

۱۳۵
پہنچی جو سپر تک تو کلائی کو نہ چھوڑا — ہر ہاتھ مین ثابت کسی گھائی کو نہ چھوڑا
شوخی کو شرارت کو لڑائی کو نہ چھوڑا — تیزی کو، رکھائی کو، صفائی کو، نہ چھوڑا
اعضائے بدن قطع ہوئے جاتے تھے سب کے — قینچی سی زبان چلتی تھی فقرے تھے غضب کے

۱۳۶
مغفر سے جھلم کاٹ کے گردن مین در آئی — گردن سے سرکنا تھا کہ جوشن مین در آئی
جوشن سے گزرنا تھا کہ بس تن مین در آئی — تن سے ابھی اُتری تھی کہ توسن مین در آئی
بچتا کوئی کیا تیغِ قضا رنگ کے نیچے؟ — اک برقِ غضب کوند گئی تنگ کے نیچے

دکھلا کے گل زخم بدن سے نکل آئی — شمشیر خزاں تھی کہ چمن سے نکل آئی
ہمراہ لیے روح کو تن سے نکل آئی — شب سے جو پڑی سر پہ توسن سے نکل آئی
سرکش تھا تکبر سے، جب افلاک پہ سر تھا — جھکی تھی ادھر آنکھ، ادھر خاک پہ سر تھا

۱۳۸
مغفر میں ہوئی غرق تو سر کاٹ کے نکلی — روکا جو سپر پر تو سپر کاٹ کے نکلی
شانے پہ گری تا بہ کمر کاٹ کے نکلی — سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی
ہر ہاتھ میں گردش تھی نئی، ڈھنگ نیا تھا — گھوڑے کے بھی ٹکڑے تھے یہ جو رنگ نیا تھا

۱۳۹
ترکش کو نہ چھوڑا نہ کماندار کو چھوڑا — حلقے کو نہ چلے کو نہ سوفار کو چھوڑا
بے دو کیے راکب کو نہ رہوار کو چھوڑا — چھوڑا تو سسکتا ہوا دو چار کو چھوڑا
رخ سب قدر اندازوں کے پھرتے ہوئے دیکھے — ہر ضرب میں سر خاک پہ گرتے ہوئے دیکھے

۱۴۰
مغفر کو جو کاٹا تو جبیں سے نکل آئی — سر پر جو پڑی خانۂ زیں سے نکل آئی
بجلی سی صف لشکر کیں سے نکل آئی — گہ ڈوب گئی گاہ زمیں سے نکل آئی
غل تھا کہ عجب کیا جو سپر سے نہیں رکتی — یہ ضرب تو جبرئیل کے پر سے نہیں رکتی

۱۴۱
نہ ڈھال پہ نہ سر پہ نہ گردن پہ رکی وہ — سینے پہ نہ بکتر پہ نہ جوشن پہ رکی وہ
نہ سنگ نہ اشجار نہ آہن پہ رکی وہ — نہ زین پہ نہ پاکھر پہ نہ توسن پہ رکی وہ
یہ چاشنی خون عدو بھا گئی اسکو — بجلی کی طرح جسپہ گری، کھا گئی اسکو

۱۴۲
سینے میں در آئی تو نئی چال سے نکلی — پہونچے کو قلم کرتی ہوئی ڈھال سے نکلی
ڈوبی جو زرہ میں تو عجب چال سے نکلی — مچھلی سی تڑپتی ہوئی اک جال سے نکلی
چار آئینہ کو آٹھ کیا کاٹ نے اسکی — ٹھلا دی ہر اک کشتی تن گھاٹ نے اسکی

۱۴۳
کاٹے ہوئے پھل برچھیوں کے زمیں پہ پڑے تھے — سہمے ہوئے گوشوں میں کماندار کھڑے تھے
چھایا تھا ہراس اُنپہ ہمیشہ جو لڑے تھے — آنکھیں وہ چراتے تھے بہادر جو بڑے تھے
دہشت سے زرہ پوشوں نے جی چھوڑ دیا تھا — اس تیغ نے تیغوں کا بھی منہ موڑ دیا تھا

۱۴۴
پہنچی جو چمک کر کسی ظالم کی سپر تک — بجلی سی سپر سے وہ گئی کاسۂ سر تک
اللہ رے صفائی نہ ہوئی اُسکو خبر تک — یہ سر سے گئی سینے پہ سینے سے کمر تک
کاٹی کمر اس طرح سے دو کر کے زرہ کو — جس طرح کوئی کھول دے ناخن سے گرہ کو

۱۴۵
توہے کی سپر کاٹ کے دستانے مین پہنچی — دو کر کے سپر خود کے پیمانے مین پہنچی،
غرض سر و گردن سے چلی شانے مین پہنچی — شانے سے تڑھی روح کے کاشانے مین پہنچی
سرکش کا لہو خاک پہ برسا دیا اُسنے — تب نکلی کہ جب خانۂ تن ڈھا دیا اُسنے

۱۴۶
وہ روپ وہ چم خم وہ دل اُسکا وہ بر اُسکا — وہ قد وہ بدن صاف، وہ رخ جلوہ گر اُسکا
ہر ہاتھ مین مُنہ چوم رہی تھی ظفر اُسکا — محبوب تھی ہر خانۂ تن مین تھا گھر اُسکا
کس کا یہ جگر تھا اُسے روکے جو سپر سے — سینے مین در آمد تھی بر آمد تھی جگر سے

۱۴۷
بجلی کا چلن شعلہ کی خو، سرکش و بیباک — دم ہر سے سُبک ست، گران قیمت و چالاک
خونخوار جفا کار و ستم پیشہ و سفاک — کج بازو سر انداز و تُرش رو و غضبناک
خود آب بگیر آگ لگا دینے کو آندھی — ہستی کے چراغون کے بجھا دینے کو آندھی

۱۴۸
بسمل ہوا جسکو لچک اُسکی نظر آئی — بجلی سی جو چمکی تو کلیجون مین در آئی
جو زنگ کیا اُسکو اُسے آٹھ کر آئی — اٹکھیلیان کرتی ادِھر آئی اُدھر آئی
حورون مین یہ گرمی نہ لگاوٹ یہ پری مین — بیدم کیا لاکھون کو اسی عشوہ گری مین

۱۴۹
فولاد کی ڈھالون پہ وہ تلوار نہ ٹھہری — اک دم بھی میانِ صفِ کفّار نہ ٹھہری
سر سیکڑون کاٹے کہین زنہار نہ ٹھہری — خون اتنے کیے اور گنہگار نہ ٹھہری
مجرم رہی سرکش رہی بیباک رہی وہ — دھبّا نہ لگا خون سے بھی پاک رہی وہ

(خاتمۂ جنگ)

۱۵۰
جب بیس ہزار اہل ستم جان سے مارے — آواز یہ آئی کہ بس اے شیر ہمارے
جوہر ہین بزرگون کے تری ذات مین سارے — تو وہ ہے کہ لاکھون سے لڑائی مین نہ ہارے

اب حلق ہے اور مرحلۂ تیغِ جفا ہے ہاں صابر و شاکر دمِ تسلیم و رضا ہے

۱۵۱
پہلو سے صدا حضرتِ زہرا کی یہ آئی دو روز کے فاقے میں یہ جرأت یہ لڑائی
پانی کی کوئی بوند کہ پائی کہ نہ پائی ہاں صدقے گئی دُکھ گئی ہوگی کلائی
پیشانی پہ بوسہ تو ذرا لینے دو بیٹا ہاتھوں کی بلائیں تو مجھے لینے دو بیٹا

۱۵۲
آئی جو یہ آوازِ شہِ کون و مکاں کو ٹھہرا کے رکھا میاں میں تیغِ دو زباں کو
اعدا سے کہا روک کے گھوڑے کی عناں کو جاتے ہو کہاں قتل کرو تشنہ دہاں کو
کردو خبر اُسکو بھی کہاں شمرِ لعین ہے اب آؤ کہ لڑنے کا مجھے حکم نہیں ہے

۱۵۳
یہ سُنکے پھرے لاکھ جوان دست بہ شمشیر یا کوئی نہ آسکتا تھا، یا گھِر گئے شبیر
تلوار برابر سے لگانے لگے بے پیر بس ٹوٹ گئیں پسلیاں ساری تن چلے تیر
تیغوں سے جو سب عضوِ تنِ پاک کٹے تھے زخموں کے بھی ماتم میں گریبان پھٹے تھے

۱۵۴
تلواروں سے پُرزے تھا عمامہ تو قبا چاک تھی گُل کی طرح خون میں ڈوبی ہوئی پوشاک
سیپارہ تھے جزوِ تنِ سبطِ شہِ لولاک سو ٹکڑے تھی تلواروں سے جلدِ بدنِ پاک
کٹ کٹ کے کمربندِ یداللہ کھُلا تھا شیرازۂ قرآنِ تنِ شاہ کھُلا تھا

۱۵۵
غش کھا کے جو ہرنے پہ جھکے سیدِ ابرار خولی نے لگائی سرِ پرنور پہ تلوار
سر تھام کے ہاتھوں سے جو سیدھے ہوئے اکبار برچھی بن اشعث کی کلیجے کے ہوئی پار
مہمان تھے دنیا میں فقط چند نفس کے غش ہو گئے نیزے سے سنان ابن انس کے

۱۵۶
وہ چاند سی پیشانیِ نورانیِ شبیر اندھیر ہے اُسیر بن اشعث کا لگا تیر
سجدے کریں محرابِ حرم کی ہے یہ توقیر اُن ابروؤں پر آہ چلے ظلم کی شمشیر
آہو کو ستاتے نہیں دیندار حرم میں آنکھیں وہ لہو روتی تھیں جو زندگیِ غم میں

۱۵۷
وہ شمعِ سرِ طور سی پُر نور کلائی اُس پر چلے شمشیر دہائی ہے دہائی
منہ دیکھ لو صاف ایسی ہتھیلی میں صفائی ہے سب یہ کھُلی اُنگلیوں کی عقدہ کشائی

نسبت نہین ناخن سے کبھی بدر کی ضو کو — ہفتہ مین دکھائے تو کوئی دس مہِ نو کو

۱۵۸ وہ سینۂ روشن کہ جو تھا مطلعِ انوار — گنجینۂ علمِ احدی مخزنِ اسرار
قرآن کو رکھ لیتے ہین سر پر جو ہین دیندار — کیا قہر ہے وان پاؤن دھرے شمرِ ستمگار
سینہ پہ نہ تھا اُسکا قدم حشر بپا تھا — ہو جاتی یہ دُنیا تہ و بالا تو بجا تھا

سفرِ اہلِ بیت

۱۵۹ میدان مین ہوا خاتمہ جب آلِ عبا کا — گھر ہو گیا تاراج امامِ دوسرا کا
کنبہ ہوا محبوس شہِ عقدہ کشا کا — عُریان ہوا سر بلوے مین خاصانِ خدا کا
جن بیبیون کا سایہ بھی دیکھا نہ کسی نے — افسوس اُنھین بے پردہ کیا فوجِ شقی نے

۱۶۰ قطعِ نظر ان باتون کے لب تشنہ و بیمار — پاؤن پہ ورم، دردِ سر، اور تپ مین گرفتار
تھا ضعف سے اک گام اُٹھانا جسے دشوار — پیدل لیے جاتے تھے اُسے ظالم غدار
غش آتا تھا گر راہ مین تشنہ دہنی سے ،، ۲ — ظالم اُسے جو نکتے تھے نیزونکی انی سے

۱۶۱ تھا گردنِ لاغر مین تو اک طوقِ گلو گیر — اور پاؤن مین بیمار کے پہنائے تھے زنجیر
چلنے مین جو گر پڑتا تھا با حالتِ تغیر ،، ۳ — اونٹون پہ حرم روتے تھے اور ہنستے تھے بے پیر
اُٹھنے کی تقید کوئی کرتا تھا پکڑ کر — کانٹون پہ کوئی کھینچتا تھا طوق پکڑ کر

۱۶۲ سر پر نہ عمامہ ہے نہ ہے پاؤن مین نعلین — ہین شدتِ آزار سے سوجی ہوئی ساقین
لب خشک حرارت سے جگر سینے مین بیچین — اشک آنکھون مین اور دل مین غمِ قبلۂ کونین
منزل پہ بھی کھاتے تھے نہ کچھ پیتے تھے عابدؑ ،، ۴ — اعجازِ امامت سے فقط جیتے تھے عابدؑ

۱۶۳ خامے کو بس اب روک انیسؔ جگر افگار — خالق سے دعا مانگ کہ اے ایزدِ غفار
زندہ رہین دنیا مین شہِ دین کے عزادار — غیر از غمِ شہ انکو نہ غم ہو کوئی زنہار
آنکھون سے مزارِ شہِ دلگیر کو دیکھین — اس سال مین سب روضۂ شبیر کو دیکھین

مرثیہ دوم

صبح شہادت

۱
جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے
جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوے فلک شہ گردوں رکاب نے
مڑ کر صدا رفیقوں کو دی اُس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو
اُٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

۲
یہ سُن کے بستروں سے اُٹھے وہ خدا شناس
اک اک نے زیبِ جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنوں میں کیے سب نے بے ہراس
باندھے عمامے آئے امامِ زماں کے پاس
رنگین عبائیں دوش پہ کمریں کسے ہوئے
مشک و زباد و عطر میں کپڑے بسے ہوئے

۳
خیمے سے نکلے شہ کے عزیزانِ خوش خصال
جن میں کئی تھے حضرت خیر النسا کے لال
قاسم سا گلبدن علی اکبر سا خوش جمال
اک جا عقیل و مسلم و جعفر کے نونہال
سب کے رخوں کا نور سپہرِ بریں پہ تھا
اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمیں پہ تھا

۴
وہ صبح اور وہ چھاؤں ستاروں کی، اور وہ نور
دیکھے تو غش کرے ارنی گوئے اوجِ طور
پیدا گلوں سے قدرتِ اللہ کا ظہور
وہ جا بجا درختوں پہ تسبیح خوانِ طیور
گلشن خجل تھے وادیِ مینو اساس سے
جنگل تھا سب بسا ہوا پھولوں کی باس سے

۵
ٹھنڈی ہوائیں سبزۂ صحرا کی وہ لہک
شرمائے جس سے اطلسِ زنگاریِ فلک
وہ جھومنا درختوں کا پھولوں کی وہ مہک
ہر برگِ گل پہ قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے گوہرِ یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

۶
وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم
کوکو کا شور نالۂ حق سرہٗ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم
جاری تھے وہ جو اُن کی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے ربِ علا کی مدح
ہر خار کو بھی نوکِ زباں تھی خدا کی مدح

چیونٹی بھی ہاتھ اُٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار — اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار
یا حی و یا قدیر کی تھی ہر طرف پکار — تسبیح تھی کہیں کہیں تہلیلِ کردگار
طائر ہوا میں مست ہرن سبزہ زار میں ۵، جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

جنگ کی تیاری

ہتھیار اِدھر لگا چکے آقاے خاص و عام — تیار اُدھر ہوا علمِ سیدِ انام
کھولے سروں کو گرد تھیں سیدانیاں تمام — روتی تھیں تھامے چوبِ علم خواہرِ امام
تیغیں کمر میں دوش پہ شملے پڑے ہوئے ۶، زینب کے لال زیرِ علم آکھڑے ہوئے

گردانے دامنوں کو قبا کے وہ گلعذار — مرفق تک آستینوں کو اُلٹے بصد وقار
جعفر کا رعب دبدبہ شیرِ کردگار — بوٹے سے اُنکے قد پہ نمودار نامدار
آنکھیں ملیں علم کے پھریرے کو چوم کے ۷، رایت کے گرد پھرنے لگے جھوم جھوم کے

گہ ماں کو دیکھتے تھے کبھی جانبِ علم — نعرہ کبھی یہ تھا کہ نثارِ شہِ امم
کرتے تھے دونوں بھائی کبھی مشورے بہم — آہستہ پوچھنے لگے ماں سے وہ ذی حشم
کیا قصد ہے علیِ ولی کے نشان کا — اماں کسے ملے گا علم ناناجان کا

کچھ مشورہ کریں جو شہنشاہِ خوش خصال — ہم بھی محق ہیں آپ کو اِسکا رہے خیال
پاسِ ادب سے عرض کی ہمکو نہیں مجال — اِسکا بھی خوف ہے کہ نہ ہو آپ کو ملال
آقا کے ہم غلام ہیں اور جاں نثار ہیں — عزت طلب ہیں نام کے امیدوار ہیں

ہمشکل تھے رسول کے لشکر کے سب جوان — لیکن ہمارے جد کو نبی نے دیا نشان
خیبر میں دیکھتا رہا منہ لشکرِ گران — پایا علم علی نے مگر وقتِ امتحان
طاقت میں کچھ کمی نہیں گو بھوکے پیاسے ہیں — پوتے اُنھیں کے ہم ہیں اُنھیں کے نواسے ہیں

زینب نے تب کہا کہ تمھیں اس سے کیا ہے کام — کیا دخل مجکو مالک و مختار ہیں امام
دیکھو نہ کیجیو بے ادبانہ کوئی کلام — بگڑوں گی میں جو لوگے علم کا زبان سے نام

لو جاؤ بس کھڑے ہو الگ ہاتھ جوڑ کے
کیون آئے تم یہان علی اکبر کو چھوڑ کے

۷۸

سر کو ہٹو بڑھو نہ کھڑے ہو علم کے پاس
ایسا نہ ہو کہ دیکھ لین شاہِ فلک اساس
کھوتے ہو اور آئے ہوئے تم مرے حواس
بس قابلِ قبول نہین ہے یہ التماس
روونے لگو گے تم جو برا یا بھلا کہون
اس ضد کو بچپنے کے سوا اور کیا کہون؟

۷۹

عمرِ قلیل اور ہوسِ منصبِ جلیل
اچھا نکالو قد کے بھی بڑھنے کی کچھ سبیل
ہان صدقے جاے گرچہ یہ ہمت کی ہے دلیل
ہان اپنے ہمسنون مین تمھارا نہین عدیل
لازم ہے سوچ غور کرے پیش و پس کرے
جو ہو سکے نہ کیون بشر اسکی ہوس کرے

ان ننھے ننھے ہاتھون سے اٹھے گا یہ علم؟
چھوٹے قدون مین سب سے سنو تم ہو سبھون سے کم
نکلین تمون سے سبطِ نبی کے قدم یہ دم
عہدہ یہی ہے بس یہی منصب یہی حشم
رخصت طلب اگر ہو تو یہ میرا کام ہے
ہان صدقے جاے آج تو مرنے مین نام ہے

۸۰

پھر تم کو کیا بزرگ تھے گر فخرِ روزگار؟
زیبا نہین ہے وصفِ اضافی پہ افتخار
جوہر وہ ہین جو تیغ کرے آپ آشکار
دکھلا دو آج حیدر و جعفر کی کارزار
تم کیون کہو کہ لال غضنفر ولی کے ہین
فوجین پکارین خود کہ نواسے علی کے ہین

ہاتھون کو جوڑ جوڑ کے بولے وہ لالہ فام
غصے کو آپ تھام لین اے خواہرِ امام
واللہ کیا مجال جو لین علم کا نام
کھل جائے گا لڑین گے جو یہ باوفا غلام
فوجین بھگا کے گنجِ شہیدان مین سو رہین گے
تب قدر ہو گی آپ کو جب ہم نہ ہووین گے

بس کہہ کے یہ ہٹے جو سعادت نشان پسر
چھاتی بھر آئی ماں نے کہا تھام کے جگر
دیتے ہو اپنے مرنے کی پیارو مجھے خبر
ٹھہرو ذرا بلائین تو لے لے یہ نوحہ گر
کیا صدقے جاؤن ماں کی نصیحت بری لگی؟
۸۱ سمجھو یہ کیا کہا کہ جگر پر چھری لگی

زینب کے پاس آکے یہ بولے شہِ زمن
کیون تم نے دونون بیٹون کی باتین سنین بہن؟
شیرون کے شیر عاقل و جرار و صف شکن
زینب، وحید عصر ہین، دونون یہ گلبدن

یون دیکھنے کو سب مین بزرگون کے طور ہین — تیور بھی انکے اور ارادے بھی اور ہین

۲۱

بس جسکو تم کہو اُسے دین فوج کا علم — کی عرض جو صلاحِ شہ آسمان حشم
فرمایا جب سے اُٹھ گئین زہرائے با کرم — اُس دن سے تم کو مان کی جگہ جانتے ہین ہم
مالک ہو تم، بزرگ کوئی ہو کہ خرد ہو
جسکو کہو اُسی کو یہ عہدہ سپرد ہو

۲۲

نو دس برس کے سِن مین یہ جرأت یہ ولولے — بچے کسی نے دیکھے ہین ایسے بھی من چلے
اقبال کیونکر انکے نہ قدمون سے منہ ملے — کِس گود مین بڑے ہوئے کِس دودھ سے پلے
بیشک یہ ورثہ دارِ جنابِ امیر ہین
پر کیا کہون کہ دونون کی عمرین صغیر ہین

۲۳

بولین بہن کہ آپ بھی تو لین کسی کا نام — ہر کِس طرف توجہِ سردارِ خاص و عام
گر مجھ سے پوچھتے ہین شہِ آسمان مقام — قرآن کے بعد ہر تو علی کا ہے کچھ کلام
شوکت میں، دم مین، شان مین ہمسر نہین کوئی
عباس نامدار سے بہتر نہین کوئی

۲۴

آنکھون مین اشک بھر کے یہ بولے شہِ زمن — ہان تھی یہی علی کی وصیت بھی اے بہن
اچھا بلائین آپ کدھر ہر وہ صف شکن — اکبر چچا کے پاس گئے سُن کے یہ سخن
کی عرض انتظار ہر شاہِ غیور کو
چلیے پھوپھی نے یاد کیا ہر حضور کو

۲۵

زیرِ علم تھے خاک بسر شاہِ خاص و عام — باتون یہ اُسکی روتی تھین سیدانیان تمام
کی عرض آکے ابنِ حسنؑ نے کہ یا امام — انبوہ ہر بڑھی چلی آتی ہر فوجِ شام
شہ بولے یہ علم لیے باہر نکلتے ہین
ٹھہرو بہن سے ملکے گلے ہم بھی چلتے ہین

۲۶

ناگہ بڑھے علم لیے عباسِ باوفا — دوڑے سب اہلبیتؑ کھُلے سر برہنہ پا
حضرت نے ہاتھ اُٹھاکے یہ ایک ایک سے کہا — لو، الوداع، اے حرمِ پاکِ مصطفے
صبحِ شبِ فراق ہر پیارون کو دیکھ لو
سب مل کے ڈوبتے ہوئے تارونکو دیکھ لو

۲۷

تھم کر ہوا چلی فرسِ خوش قدم بڑھا — جون جون وہ سوئے دشت بڑھا اور دم بڑھا
گھوڑون کی لین سوارون نے باگین علم بڑھا — رایت بڑھا کہ سروِ ریاضِ ارم بڑھا

پھولون کو سے کے بادِ بہاری ہنجھکئی　　بستانِ کربلا مین سواری کھنچ گئی،

۲۸
ناگاہ تیر اُدھر سے چلے جانبِ امام　　گھوڑا بڑھا کے آپنے حجت بھی کی تمام
نکلے اِدھر سے شہ کے رفیقانِ تشنہ کام　　بے سر ہوئے پرون مین، سران سیاہ شام
بالا کبھی تھی تیغ کبھی زیرِ تنگ تھی　　اک اک کی جنگ مالکِ اشتر کی جنگ تھی

۲۹
نکلے پے جہاد عزیزانِ شاہِ دین　　نعرے کیے کہ خوف سے ہلنے لگی زمین
روباہ کی صفون پہ چلے شیرِ خشمگین،　　کھینچی جو تیغ بھول گئے صف کشی لعین
بجلی گری پرون پہ شمال و جنوب کے　　کیا کیا لڑے ہین شام کے بادل مین ڈوب کے

جنگ حضرت عونؑ و محمدؑ

۳۰
نامِ خدا ہین عونؑ و محمدؑ بھی کیا شکیل　　اک مہر بے نظیر ہو اک بدر بے عدیل
افروختہ ہین رُخ یہ شجاعت کی ہو دلیل　　ہمت بڑی ہو گو کہ ہین عمرین ابھی قلیل
مثلِ علی ہین جنگ و جدل پر تُلے ہوئے　　دونون کے پنجون کے ہین ڈورے کھلے ہوئے

۳۱
وہ اشتیاقِ جنگ مین لڑکون کے ولولے　۸۲　بیتاب تھے کہ دیکھیے تلوار کب چلے
چہرے وہ آفتاب سے وہ چاند سے گلے　　سب فاطمہؓ کی بیٹیون کے گود کے پلے
اک اک رسولِ حق کی لحد کا چراغ تھا　　جس پر علی نے کی تھی ریاضت وہ باغ تھا

۳۲
اکبر سے عرض کرتے تھے سینہ سپر کیے　۸۳　یہ نیمچے نہ لیوین گے دم بے لہو پیے
گر آج مر گئے تو قیامت تلک جیے　　صدقے ہون اس قدم پہ یہ سر ہین اسی لیے
آقا کے آگے لطف ہے تیغ آزمائی کا　　آج آپ دیکھیے گا تماشہ لڑائی کا

۳۳
سمجھین یہ خادمانِ اولوالعزم کے نہ جائین　۸۴　جب چاہین معرکے مین ہمین آپ آزمائین
تن تن کے روکین برچھیان ہنس ہنس کے زخم کھائین　　بجلی گرے تو مُنھ پہ جھپاک کر سپر نہ لائین
جھپکے پلک کسی سے تو آنکھین نکالیے　　بڑھکر ہٹین جو پاؤن تو سر کاٹ ڈالیے

۳۴
کہتے تھے شکر اکے یہ زینب کے دونون لال　　کھلتے ہین خود دلیرون کے جوہر دمِ جدال

ہر وقت چاہیے مددِ عشیرِ ذوالجلال — نعرے ابھی کرین تو ہلے عرصۂ قتال
اُتری ہے تیغ جنکے لیے وہ دلیر ہین — سب ہمکو جانتے ہین کہ شیرِ زمن کے شیر ہین

۳۵ (۸۵)
یہ چھیڑ جو کرتے تھے باہم وہ گلعذار — شبیر دیکھتے تھے کنکھیون سے باربار
پاس آکے عرض کرتے تھے عباسِ نامدار — سنتے ہین آپ کہتے ہین جو کچھ یہ جان نثار
جرأت ٹپکتی ہے ہر اک کے کلام سے — یہ سمجھے رکین گے بھلا فوجِ شام سے

۳۶ (۸۶)
یہ سن یہ زور شور یہ عمرین یہ آن بان — یہ بھولے بھولے منھ یہ جوانمردیان یہ شان
باتین رجز سے کم نہین اللہ رے خوش بیان — چلتی ہے ذوالفقارِ علی کی طرح زبان
کس دبدبہ سے کاندھون پہ نیزے سنبھالے ہین — گویا چلن لڑائی کے سب دیکھے بھالے ہین

۳۷ (۸۷)
یہ ذکر تھا کہ بجنے لگا طبل اُس طرف — مشکل کشا کی فوج نے باندھی ادھر بھی صف
تیرون نے رُخ کیا سوے ابنِ شہِ نجف — سینون کو نمازیون نے ادھر کر دیا ہدف
تھا بسکہ شوقِ جنگ ہر اک رشکِ ماہ کو — جوش آگیا دعا کا حسینی سپاہ کو

۳۸
اللہ رے علی کے نواسون کی کارزار — دونون کے سمجھے تھے کہ چلتی تھی ذوالفقار
شانہ کٹا کسی نے جو رد کا سپر پہ وار — گنتی تھی زخمیون کی نہ کشتون کا تھا شمار
اتنے سوار قتل کیے تھوڑی دیر مین — دونون کے گھوڑے چھپ گئے لاشون کے ڈھیر مین

۳۹
وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ وہ گوری کلائیان — آفت کی پھرتیان تھین غضب کی صفائیان
ڈر ڈر کے کاٹتے تھے کمان کش کنائیان — فوجون مین تھین نبی و علی کی دوہائیان
شوکت ہو ہو تھی جنابِ امیر کی — طاقت دکھا دی شیرون نے زینب کے شیر کی

جنگ حضرت قاسمؑ

۴۰
جب خیمۂ حسین سے نکلا حسن کا لال — دیکھا کہ در پہ روتے ہین سرور بصد ملال
بس گر پڑا قدم پہ یہ کہکر وہ خوش خصال — دیجے رضاے حرب مجھے بہرِ ذوالجلال
چلائی مان کہ سبطِ پیمبر نہ روکیو — شبیر نے دی صدا کہ برادر نہ روکیو

لپٹا کے اُسکو چھاتی سے بولے شہِ امم
پیارے تمھارا داغ بھی دل پر سہین گے ہم
یہ پیش و پس ہی منزلِ ہستی مین کوئی دم
تم آگے چند گام تو ہم پیچھے دو قدم
کچھ غم نہین جو راہ ہی خنجر کی دھار پر
ہر دم خدا کا فضل ہی اِس خاکسار پر

پہنچا جو رزم گاہ مین وہ غیرتِ قمر
نیزہ پکڑ کے گھوڑے کو پھیرا اِدھر اُدھر
بولے عدو یہ کوئی فرشتہ ہی یا بشر
خورشیدِ خاوری کی بھی تو خیرہ ہی نظر
اللہ رے چمک رُخِ پر آب و تاب کی
سہرہ بنا ہوا ہی کرن آفتاب کی

ناگہ رجز یہ پڑھنے لگے قاسمِ جری
عالم مین کون ہے جو کرے ہم سے ہمسری
ہم حیدری ہین ہم مین ہی زورِ غضنفری
ہم سے ہی اوجِ پایۂ اورنگِ صفدری
شہرہ ہی حرب و ضربِ شہ خاص و عام کا
سکہ ہی شش جہت مین ہمارے ہی نام کا

ناگاہ فوجِ شام سے تیرِ ستم چلے
تیر و سنان و نیزہ و خنجر بہم چلے
قاسم بھی یان سے کھینچ کے تیغِ دودم چلے
اعدا پہ چھیڑ کر فرسِ خوش قدم چلے
پیدل تو اُس قطار کے تھے کس شمار مین
دو دو سوار کٹ گئے ایک ایک وار مین

تھا ابن سعد شوم کو اُس دم بہت ہراس
غرقِ سلاح، ازرقِ شامی کھڑا تھا پاس
اُس سے کہا کہ فوج نہایت ہی بے حواس
تو جا کے لڑ تو قتل ہو شاید یہ حق شناس
رکتا ہی برچھیون سے نہ دامِ کمند سے
جلدی سنان پہ اِسکو اُٹھا لے سمند سے

لکھا ہی چار تھے پسرِ ازرقِ پلید
دشمن تو آلِ پاک کے، شیطان کے مرید
بولا یہ اُنکو دیکھ کے وہ پیروِ یزید
ہان جا کے اِس یتیم کو جلدی کرو شہید
رُلواؤ قبر مین حسنِ دل ملول کو
بیوہ بنا دو دخترِ سبطِ رسول کو

نکلا یہ بات سنتے ہی اُنمین سے ایک یل
پیچھے چلی شریر کے ہنستی ہوئی اجل
نعرہ کیا یہ غیظ سے موذی نے کھا کے بل
ہان اے حسن کے لال خبردار ہو سنبھل
کام آئے کچھ تو نامِ شہِ ذوالفقار لے
بیتی یہ ہو کوئی تو مدد کو پکار لے

۴۸
قاسم یہ نعرہ زن ہوئے جھمکا کے راہوار — امداد، وقتِ جنگ ہے شیرون کو ناگوار
کافی ہے بس ہمین سپرِ حفظ کردگار — او خیرہ سر، اجل تری گردن پہ ہے سوار
دشمن کو اپنے ضربِ طمانچہ قضا کا ہے — آ کوئی وار کر جو ارادہ وغا کا ہے

۴۹
یہ سنتے ہی کمان کو اُٹھا کر بڑھا شریر — چلّے مین تین بھال کا جوڑا شقی نے تیر
تھا بسکہ تیز دست حسن کا مہِ منیر — بجلی سی آئی کوند کے شمشیرِ بے نظیر
یون قطع انگلیان ہوئین اُس تیرہ بخت کی — جیسے کوئی قلم کرے شاخین درخت کی

۵۰
اک ہاتھ مین جو کٹ کے گرا دستِ نابکار — بولے کمر مین رکھ کے وہ شمشیرِ آبدار
اب دیکھ میرے تیر کا توڑ، او خطا شعار — پکڑا کمان کے قبضے کو یہ کہہ کے استوار
چلہ جو کھینچنے لگے سرکش کو تاک کے — رستم کی روح چھپ گئی تودے مین خاک کے

۵۱
چٹکی سے چھوٹ کر جو چلا تیر بے امان — قربان تیرے ہاتھ کے، چلائی یہ کمان
بچتی ہے کب خدنگِ اجل سے کسی کی جان؟ — نکلا وہ تیر توڑ کے سینہ کے استخوان
اکدم مین دی شکست خطا کو ثواب نے — غل تھا قفس کی تیلیان توڑین عقاب نے

۵۲
مرکب سے گر کے مر گیا جب وہ عدوے دین — نکلا اُدھر سے پھر پسرِ ثانیے لعین
نیزے کو تولتا ہوا مغرور و خشمگین — ابرو پہ بل نگاہ مین قہر اور جبین پہ چین
ہمراہ اسکے تیغ بکف سو سوار تھے — اور اس طرف مدد کو شہِ ذوالفقار تھے

۵۳
نیزے کا وار کرنے لگا جب وہ خود پسند — بجلی سا کوندنے لگا دولہا کا بھی سمند
نیزہ اُڑا کے نیزے سے یہ کی صدا بلند — کیون تو نے دیکھے نیزۂ مشکل کشا کے بند
یہ سُن کے اُسنے ڈھال کو جیری پہ گو لیا ۸۹ — پتلی کو بے حیا کی سنان مین پرو لیا

۵۴
بیکار کور ہو کے ہوا جب وہ خیرہ سر ۹۰ — پٹکے مین ہاتھ ڈال کے ٹپکا زمین پر
آواز دی زمین نے کہ فی النار و السقر — جا تو بھی ہے برادرِ عینی ترا جدھر
بجز موت کچھ شقی کو نہ اُسدم نظر پڑا — آنکھین کھلین تو قعرِ جہنم نظر پڑا

جھپٹا برادرِ سوم اُس کا بکروفر
تانے ہوئے وہ گرزِ گران سر کہ الحذر
یان بہرِ حفظ دستِ یداللہ تھی سپر
تیغِ دودم کو شیر نے تولا بچا کے سر
یون دو کیا عمودِ سرِ نابکار کو
جس طرح تیغِ تیز اُڑا دے خیار کو

۹۱
مرتے ہی اُسکے فوج سے چوتھا لپر بڑھا
قاسم پکارے اویلِ خود سر کدھر بڑھا؟
سُنتے ہی یہ، وہ تیغِ دودم کھینچ کر بڑھا،
جھنجھلا کے مجتبیٰ کا بھی لختِ جگر بڑھا
لڑتا وہ کیا کہ تیرِ اجل کا نشانہ تھا
اک ہاتھ مین نہ سر تھا نہ بازو نہ شانہ تھا

بیجان ہوئے نبرد مین بیٹے جو اُسکے چار
ازرق کا دل ہوا صفتِ لالہ داغدار
جوشِ غضب سے سُرخ ہوئین چشم نابکار
مثلِ تنور مُنھ سے نکلنے لگا بخار
جیبِ قبا کو مثلِ کفن پھاڑتا ہوا
۹۲ نکلا پرے سے دیو سا چنگھاڑتا ہوا

فوجین ادھر دعا کی پڑھین سوئے آسمان
بل کھا کے اُس طرف یہ پکارا وہ بدزبان
رستم بھی ہو تو کھینچ نہین سکتی مری کمان
جوشن کو توڑتا ہے مرا تیرِ بے امان
ہر اُسکی فتح ساتھ ہو غلین جس رئیس کے
سُرمہ کیا ہے دیو کو چکّی مین پیس کے

قاسم نے دی صدا کہ بس اب کر زبان کو بند
اللہ کو غرور و تکبر ہے ناپسند
حق نے فروتنی سے کیا ہم کو سربلند
نیزے کا بند باندھ کو لی چھیڑ کر سمند
دیکھین بلند کون ہے اور پست کون ہے
کھُل جائیگا ابھی کہ زبردست کون ہے

۹۳
آگے ہمارے دعوئِ جرأت خدا کی شان
گُدّی سے کھینچ لون ابھی بڑھ کر تری زبان
مغرور اسپہ ہے کہ مین لڑکا ہون تو جوان
لے میان سے کہ اسکا بھی ہو جائے امتحان
ہین شیر شیر خوار جنابِ امیر کے
جھولے سے پھینک دیتے ہین اژدر کو چیر کے

۹۴
قائل کیا جو مصحفِ ناطق کے لال نے
تر کر دیا اُسے عرقِ انفعال نے
برچھا اُٹھایا ہاتھ مین اُس بدخصال نے
چھیڑا فرس کو قاسمِ یوسف جمال نے
تکنے لگے صفون سے جوان سب لڑے ہوئے
عباسِ نامدار قریب آ کھڑے ہوئے

٦٢

قاسم نے عرض کی کہ بہت دھوپ ہے حضور — رہیے چچا کے پاس یہ تکلیف کیا ضرور
فرمایا صدقے مین تری ہمت کے ای غیور — دشمن کو پاس آنے نہ دو ہم کھڑے ہین دور
ہشیار جانِ عم، کہ دمِ کارزار ہے — جاتا ہے اب کہان یہ تمھارا شکار ہے

٦٣

کیون تیغ تول تول کے بڑھتے ہو بار بار — بیٹا سپر تو ہاتھ مین لے لو چچا نثار
صدقے ترے حواس کے ای میرے شہسوار — ہان دونون پاؤن رکھیو رکابون مین استوار
آنے دو اُسکو تیغ ابھی دم بھر تھمی رہے — گھوڑا نہ بد مزاج ہو بیٹری جمی رہے

٦٤

فارس ہے تم سا کون تہِ چرخِ چنبری — دکھلا رہے ہو صاحبِ دلدل کی بگدھری
صدقے مین ای نہنگِ محیطِ دلاوری — دکھلا دے ضربِ تیغِ جہانگیرِ حیدری
اژدر پہ بل ہو آنکھون سے آنکھین لڑی رہین — بھاری زرہ وہ پہنے ہے چوٹین کڑی رہین

٦٥

نیزہ ہلا کے جانبِ قاسم بڑھا وہ یل — ٩٥ دولھا نے مسکرا کے صدا دی سنبھل سنبھل
گھوڑا نہ گر پڑے ترے لنگر سے مُنھ کے بل — تو ہے فرس پہ اور تری گردن پہ ہے اجل
ضیغم ہین بیشۂ اسدِ ذوالجلال کے — کیجو سنان کے وار ذرا دیکھ بھال کے

٦٦

یہ کہہ کے اپنے چھوٹے سے نیزے کو دی تکان — چمکی انی تو برق پکاری کہ الاماں
اک بند باندھ کر جو فرس سے کہا کہ ہان — ڈانڈ آ گئی ڈانڈ پر تو سنان سے لڑی سنان
بل کیا کرے کہ زور ہی موذی کا گھٹ گیا — غل تھا کہ اژدہے سے وہ افعی لپٹ گیا

٦٧

قاسم نے زور سے جو انی پر رکھی انی — بھاگا شقی کے جسم سے زورِ تہمتنی
بگڑا جو ڈھنگ جان پہ ظالم کے آ بنی — تھی اس سنان کی نوک کہ ہیرے کی تھی کنی
اُڑ کر گری زمین پہ سنان اس تکان سے — گرتا ہے جیسے تیرِ شہاب آسمان سے

٦٨

جھنجھلا کے چوبِ نیزہ کو لایا وہ فرق پر — قاسم نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا بچا کے سر
دو انگلیون مین نیزۂ دشمن کو تھام کر — جھٹکا دیا کہ جھک گئی گھوڑے کی بھی کمر
نیزہ بھی دب کے ٹوٹ گیا نابکار کا — دو انگلیون سے کام لیا ذوالفقار کا

سنبھلا وہ بے شعور یہ جھٹکا اُٹھا کے جب — قبضے مین لی کمان کیانی بصد غضب
چلّے مین تیر جوڑ چکا جب وہ بے ادب — تیوری چڑھائی قاسمِ نوشاہ نے بھی تب
تیرِ نگاہ سے وہ خطاکار ڈر گیا — ۹۶ کانپے یہ دونون ہاتھ کہ چلّہ اُتر گیا

بولے یہ مسکرا کے جگر گوشۂ حسن — رُخ پھیر لو نہ او ستم ایجاد پیلتن
چلائے بڑھ کے حضرتِ عباسِ صف شکن — کیا خوب تجکو یاد ہین تیر افگنی کے فن
دیکھا ہمارے شیر کی چتون کی شان کو — دعویٰ ہے کچھ ابھی تو چڑھا لے کمان کو

دو سمت سے چلے جو ملامت کے اُسپہ تیر — چلایا تیغِ تیز علم کر کے وہ شریر
ہان اے حسنؑ کے لعلِ بدخشان بدہ بگیر — نکلے چمک کے یان سے بھی تیغِ قضا کے تیر
چمکا کے تیغِ تیز جو قاسم سنبھل گئے — سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے

مانندِ شیرِ غیظ مین آیا وہ پیل تن — ۹۷ آنکھین اُبل پڑین صفتِ آہوے ختن
ماری زمین پہ ٹاپ کہ لرزا تمام بَن — چلّائے سب کہ گھوڑے پہ بھی لو چڑھا ہے جن
میخین زمین کی اُسکی تگاپو سے ہل گئین — دونون کنوتیان بھی کھڑی ہو کے مل گئین

چھل بل دکھائی فوج کو، دوڑا، تھما، اُڑا — ۹۸ صورت بنائی، جست کی، سمٹا، جما، اُڑا
دیکھی زمین کبھی، کبھی سوئے سما اُڑا — مثلِ سمندِ بادشہ اِتنا اُڑا
جن تھا، پری تھا، سحر تھا، آہو شکار تھا — گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا۔

دونون طرف سے چلنے لگے وار یک بیک — دو بجلیان دکھانے لگین لپک جاچک
تکنے لگے فلک کے دریچون سے سب ملک — اک زلزلہ تھا اوجِ ثریا سے تا سمک
چہرہ پہ آفتاب کے مقتل کی گرد تھی — ۹۹ یہ خوف تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی زرد تھی

لایا جو حرفِ سخت زبان پر وہ بدخصال — جھپٹا مثالِ شیرِ درندہ حسنؑ کا لعل
گھوڑے سے بس ملا دیا گھوڑا بصد جلال — اتنے بڑھے کہ لڑ گئی اُسکی سپر سے ڈھال
ادھر جھڑ لگی کہ ہوش اُڑے خود پسند کے — ۱۰۰ گھوڑے نے پاؤن رکھدیے سر پر سمند کے

عباسِ نامدار نے پہلو سے دی صدا ہاں اب نہ جانے دیجیو احسنت مرحبا
دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی ہے جا سُنتے ہی یہ، فرس سے فرس کو کیا جدا
گھوڑا ابھی اس طرف کو اُدھر ہو کے پھر پڑا ۱۰۱ مارا کمر پہ ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

عباسِ نامدار تو ہنستے چلے اُدھر یعنی خوشی کی جا کے شہِ دین کو دو ن خبر
اس غمکدے میں دہر کے شادی کہاں مگر؟ یاں اُس بنے پہ ٹوٹ پڑے لاکھ اہلِ شر
لاکھوں سے لڑ کے پیاس میں مجبور ہو گئے حربے ہزارہا جو چلے چور ہو گئے

کیونکر تمام فوج سے اک تشنہ لب لڑے اک اک لڑا نہ آہ، بہم ہو کے سب لڑے
کھا کھا کے زخم مثلِ امیرِ عرب لڑے جانبازیاں ستم کی دکھائیں غضب لڑے
جلوہ میانِ تشنہ دہانی دکھا دیا بچپن میں لڑ کے زورِ جوانی دکھا دیا

کاٹے رسالے تیغ سے کارِ علم لیا دستِ یمین نے جنگ میں آرام کم لیا
پھر دستِ چپ میں تیغ و سپر کو بہم لیا تیورا کے سنبھلے مُنہ سے لہو ڈالا دم لیا
یاں بند ہو کے آنکھ کھلی جتنی دیر میں سو تیر دل کو توڑ گئے اتنی دیر میں

کیں حسن سے حسنؑ کا جوانِ حسین لڑا گھر گھر کے صورتِ اسدِ خشمگین لڑا
دو دن کی بھوک پیاس میں وہ مہ جبین لڑا سہرا اُلٹ کے یوں کوئی دولھا نہیں لڑا
حملے دکھا دیے اسدِ کردگار کے مقتل میں سو گئے ازرقِ شامی کو مار کے

جنگ حضرت عباسؑ

جاتا ہے شیرِ بیشۂ حیدر فرات پر طاری ہے خوفِ مرگ ہر اک ذی حیات پر
صدمہ عجب ہے بادشہِ کائنات پر آنکھوں سے اشک بہ رہے ہیں بات بات پر
بجھتا ہے وہ جو قبرِ علی کا چراغ ہے جو حال ہو بجا ہے کہ بھائی کا داغ ہے

حضرت اُدھر تڑپتے ہیں تھامے ہوئے کمر عباس بیبیوں سے ہیں رخصت طلب اِدھر
لائی ہے سوکھی مشک سکینہ بچشمِ تر فرماتے ہیں بھتیجی کا مُنہ چوم چوم کر

پہلے تھا ذکرِ آب تسلّی کے واسطے — اب جا کے پانی لاتے ہین بی بی کے واسطے

۹۴
کتنی ہو خشک ہونٹ دکھا کر وہ لالہ فام — اک عمو جان مجھ مین نہین طاقتِ کلام
اصغر کو لے کے ہاتھون پہ بانوی نیک نام — فرماتی ہین کہ مرتا ہے ہے ہے یہ تشنہ کام
دکھلاؤ اسکا حال شہِ نامدار کو — ہچکی لگی ہوئی ہے مرے شیر خوار کو

۹۵
لو اب سوار ہوتے ہین عباسِ نامور — لو دامنِ قبا نے لیا بوسۂ کمر
لو ہٹ کے ہاتھ آپ نے رکھا عیال پر — لو آفتاب خانۂ زین پر ہے جلوہ گر
برچھا لیا سمند کو زانو مین داب کے — لو وہ ہلال بن گئے حلقے رکاب کے

۹۶
بڑھنے مین صرف ہان جو دم بھر نکل گیا ۱۰۲ — وحشی غزالِ دشتِ ختن سے نکل گیا
لشکر گلون کی بو کا چمن سے نکل گیا — جھونکا نسیم کا تھا کہ سن سے نکل گیا
طاؤس کیا کہ برق بھی شرما کے رہ گئی — پچھلے سمون کی گرد نظر آ کے رہ گئی

۹۷
گھوڑا اڑا کہ ہو گئی سرعت ہوا کی گرد — بوئے چمن تھی یا قدمِ بادپا کی گرد
جا پہنچی تا بہ فرقِ ثریا ثریٰ کی گرد — اُڑ کر سرِ فلک پہ گئی کربلا کی گرد
خورشید کی ضیا تھی سمو کے نشان پر ۱۰۳ — نخوت سے تھا زمین کا دماغ آسمان پر

۹۸
نیزہ زمین مین گاڑ کے گونجا جو شیر نر — چہرون سے رنگ اُڑ گئے تھرا گئے جگر
نکلے رجز مین خشک زبان سے وہ شعرِ تر — جسکے جواب مین فصحا نے جھکائے سر
غل تھا زبانِ ناطقہ الکن ہی لال ہے — لاریب فیہ مصحفِ ناطق کا لال ہے

۹۹
نعرہ یہ تھا کہ گوہرِ برجِ شرف ہون مین — فرزند صاحبِ شرفِ من عرف ہون مین
فخرِ سلف جو شاہ ہے اُسکا خلف ہون مین — اللہ و پنجتن ہین جدھر اُس طرف ہون مین
رایت سے پیش رو ہون خدا کی سپاہ کا — پیرو ہون بادشاہِ ہدایت پناہ کا

۱۰۰
کیون تو ہین تین روز سے بے آب و دانہ سب — لیکن قریبِ مرگ ہین دو طفلِ تشنہ لب
کیون آل کو ستاتے ہو بے جرم و بے سبب — کچھ مصطفےٰ کا پاس نہین تمکو ہے غضب

دو دن تو ہچکیوں میں یہ عطش میں گزر گئے | کس پر یہ خون ہوگا جو معصوم مر گئے ؟

۹۱
یہ دھوپ یہ خیام کا جلنا یہ گرم بن | مُرجھا گیا ہے احمدِ مختار کا چمن
مانندِ غنچہ پیاس سے کھولے ہیں سب دہن | پانی بغیر اب نہ جئیں گے وہ گلبدن
گرمی سے ہاتھ پاؤں غریبوں کے سرد ہیں | نیلے ہیں ہونٹھ پھول سے رخسار زرد ہیں

۹۲
چلایا شمر تب کہ عبث ہے سوالِ آب | دینگے زبانِ تیغ سے ہم آپ کو جواب
بچوں کی پیاس سے ہے جو حضرت کو اضطراب | پھر کس لیے ہے بیعتِ حاکم سے اجتناب؟
خیموں سے گھٹنیوں اگر اصغر بھی آئیگا | جز آبِ تیر، پانی کا قطرہ نہ پائیگا

۹۳
یہ سُنکے لی نیام سے تیغِ شرر فشان | آواز دی زمین نے کہ یا حافظِ زمان
شعلے نے الحذر کہا بجلی نے الاماں | دہشت سے تھرتھرا گیا مریخِ آسمان
ثابت ہوا کہ چہرۂ خورشید کٹ گیا | غُل تھا کہ فوجِ شام کا دفتر اُلٹ گیا

۹۴
بجلی چمک کے ہوتی تھی جب آسمان کے پار | پڑھتا تھا عرش آیۂ کرسی کو بار بار
زیرِ زمین تو گاوِ زمین کو نہ تھا قرار | تھرا رہا تھا شورِ فلک وقتِ گیر و دار
غُل تھا علی کی تیغ کا سب ڈھنگ ہے | جبرئیل کانپتے تھے کہ خیبر کی جنگ ہے

۹۵
ڈھالوں سے شامیوں کے اُدھر چھا گئی گھٹا | دریا پہ جھوم جھوم کے سب آ گئی گھٹا
ایسا بڑھا یہ ابر کہ شرما گئی گھٹا | بارانِ تیر دشت میں برسا گئی گھٹا
کشتوں کو اپنے فوجِ عدو روندنے لگی | جنگل میں برقِ پھر جدا کوندنے لگی

۹۶
چمکی جو تیغ آمدِ قہرِ خدا ہوئی | سر پر جو آ گئی تو قیامت بپا ہوئی
سینے سے روح جسم سے گردن جدا ہوئی | خوں میں ڈبو چکی، تو نہ پھر آشنا ہوئی
باڑھ اس غضب کی وار دہاں زور و شور کا | دشمن کو اسکا گھاٹ کنارا تھا گور کا

۹۷
ہر دم تھی معرکہ میں اجل اُسکے دم کے ساتھ | گرتا تھا خود کٹ کے برابر علم کے ساتھ
رہتی تھی اس طرح ظفر و فتح خم کے ساتھ | جیسے ہمیشہ رہتا ہے سکہ درم کے ساتھ

ہر دل پہ اُسکی شانِ جلالت کا نقش تھا
تمغہ نہ کیسے آیۂ نصرت کا نقش تھا

۹۸
یوں مورچون کو چاٹ گئی تیغِ شعلہ رنگ
لوہے کو خاکِ شور مین کھا جائے جیسے زنگ
کمرون سے کھنچ نہ سکتے تھے خنجر میانِ جنگ
جوشن جو کٹ گئے تھے تو چار آئینے تھے دنگ
تلوارین منھ چھپا گئی تھین ضربِ درشت سے
ڈھالین لپٹ گئی تھین سوارونکی پشت سے

۹۹
گرتی تھی کوند کر جو وہ تیغِ شرارہ ریز
دوزخ کھلا تھا، بند تھے سب کوچۂ گریز
چلنے مین تیغ تیز، فرس تیز، ہاتھ تیز
رہ رہ کے گرم ہوتا تھا ہنگامۂ ستیز
کشتے تھے ایک ضرب مین دو ہون کہ چار ہون
ششدر تھے سب کہ موت سے کیونکر دوچار ہون

۱۰۰
کاٹی سپر تو کاسۂ سر تک پہنچ گئی
سر پر پڑی تو پیر کے بر تک پہنچ گئی
بر سے مثالِ برق جگر تک پہنچ گئی
پی کر لہو جگر کا کمر تک پہنچ گئی
چڑھ کر کمر سے زین پر آئی تُرنگ کے
۱۰۴ ٹکڑے گرے نہ تھے کہ نیچی تھی تنگ کے

۱۰۱
تیغِ دو دم سرون سے گزرتی تھی دمبدم
دوزخ مین فوجِ شام کی بھرتی تھی دمبدم
بڑھتی تھی دمبدم تو ٹھہرتی تھی دمبدم
ندی لہو کی چڑھ کے اُترتی تھی دمبدم
ڈر سے جگر بھی آب تھے زہرے بھی آب تھے
۱۰۵ موجین تھین دست و پا کی سرِ تن حباب تھے

۱۰۲
نکلا اُدھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا
بیدل ہوا سوار، وہ دو تھا، یہ چار تھا
کوسون لہو سے دشتِ ستم لالہ زار تھا
بجلی چمک رہی تھی، فرس بیقرار تھا
کیا ہو زرہ سے ضرب جب ایسی کڑی لگے
سر یون برس رہے تھے کہ جیسے جھڑی لگے

۱۰۳
جس سمت گر کے تیغ کا سایہ گذر گیا
پہونچون سے دونون ہاتھ اُڑے سر سے تن اُڑا
خالی ہوئی یہ صف وہ پرا خون مین بھر گیا
گھوڑے سمیت گر کے یہ تڑپا وہ مر گیا
گرتا تھا خود جری یہ جری ماجرا یہ تھا
بسمل بھی لوٹتے تھے برابر مزا یہ تھا

۱۰۴
دشمن جو گھاٹ پر تھے وہ دھوئے تھے جان سے ہاتھ
سر اُڑ گئے تنون سے جدا تھے عنان سے ہاتھ
توڑا کبھی جگر کبھی چھیدا سنان سے ہاتھ
جب کٹ کے گر پڑین تو پھر آئین کہان سے ہاتھ

اب ہاتھ دستیاب نہین منہ چھپانے کو ۱۰۶ ہان پاؤن رہ گئے ہین فقط بھاگ جانے کو

جب شیر سے ترائی کی جانب جھپٹ گئے | صف آئی صف پہ گھوڑے پہ گھوڑے الٹ گئے
اب کیا بڑھین کہ ڈر سے لہو تن کے گھٹ گئے | جنکے قدم جمے رہے سر انکے کٹ گئے
حملون کے بعد تھمتے تھے یون نعرہ مار کے ۱۰۷ | انگڑائی شیر لیتا ہو جیسے ڈکار کے

ہر شقی تھی خوفِ ضربتِ شمشیر سے جدا | ناوک کمان سے دور، کمان تیر سے جدا
پیرِ حزین جوان سے، جوان پیر سے جدا | چلے سمٹ کے ہوتے تھے زہ گیر سے جدا
سارے عقابِ تیرِ غم بے پری مین تھے | پیکان مین نہ سر ہی تھی، نہ پیکان سر مین تھے

رکتی تھی خود پر نہ جھلم پر نہ ڈھال پر | حیرت تھی فوج شام کو اس چال ڈھال پر
بالا تھا راستی مین قد اسکا ہلال پر | جوہر فروتنی کے بھی تھے اس کمال پر
چشمک یہ دمبدم تھی کہ سرکش ذلیل ہین | جھکتے ہین جھک کے وہ جو نجیب و اصیل ہین

آئے جو سوے نہر صفین موڑ توڑ کے | بھاگے کمان مین تیر، عدو جوڑ جوڑ کے
تلوارین ٹیکین خاک پہ، دم توڑ توڑ کے | بھاگے دغا مین گھاٹ کو سب چھوڑ چھوڑ کے
وہ برچھیان نہ پھر نہ وہ شورِ مصاف تھا | جس مورچے پہ تیغ اٹھائی وہ صاف تھا

وہ رہ گئے کہ زخمون سے جو چور چور تھے | جو تھے قریبِ نہر وہ سب دور دور تھے
غازی تھے، صف شکن تھے، جری تھے، غیور تھے | دریا پہ اور کوئی نہ تھا بس حضور تھے
غل تھا کہ اب بچین گے نہ ہم اس لڑائی مین | بھاگو کہ شیر گونج رہا ہے ترائی مین

ڈالا میانِ نہر جو اسپِ صبا شتاب ۱۰۸ | آنکھین قدم سے ملنے لگے دوڑ کر حباب
موجین بڑھین برائے قدمبوسیِ جناب ۱۰۹ | اچھلین علم کے چومنے کو ماہیانِ آب
لہرون کی بجلیان جو برابر چمکتی تھین | کھلتی تھین اور حبابون کی آنکھین جھپکتی تھین

دریا سے مشک بھر کے جو نکلا وہ تشنہ کام | پھر گھاٹ پر گھٹا کی طرح آئی فوج شام
تنہا یہ جیو ٹلن پہ ہوا پھر ہجومِ عام | پھر ہر طرف سے چلنے لگے نیزہ و حسام

اک شور تھا کہ بڑھنے نہ دو اس دلیر کو — کشتہ کرو لڑائی میں حیدر کے شیر کو

۱۱۲
گھوڑا کہیں گرا کہیں اُڑ کر نکل گیا — جو ڈر کے گر پڑا وہ سموں سے کچل گیا
نعروں سے مر گیا کوئی کوئی دہل گیا — صف بچ گئی اودھر کہ جدھر وار چل گیا
مشکیزہ لیکے لاکھوں سے کب تک وغا کریں — کیوں اے بہادرو کہو عباس کیا کریں؟

۱۱۳
برسے جو دس ہزار کمانوں سے تیر کین — غربال ہو گیا تنِ عباسِ مہ جبین
وار اپنا کر گیا جو برابر سے اک لعین — بالا سے خاک کٹ کے گرا بازوئے یمین
مڑ کر نگاہ کی کہ الٰہی یہ کیا ہوا — اک ہاتھ رہ گیا تھا سو وہ بھی جدا ہوا

۱۱۴
ٹھنڈا جو ہو گیا علمِ شاہِ دین پناہ — عباسِ نامور نے بھری دل سے ایک آہ
دانتوں سے پکڑی مشک کہ محنت نہ ہو تباہ — مشکیزے سے یہ بھی تیر لگا وا مصیبتا
گھوڑے سے ڈگمگائے بصد یاس گر پڑے — پانی کے ساتھ حضرتِ عباس گر پڑے

۱۱۵
اٹھ بیٹھے گر کے حضرتِ عباسِ ذی حشم — گھٹنے کے نیچے مشک تھی زانو پہ تھا علم
جھک کر زمین پہ غش میں جو سنبھلا وہ با کرم — گرزِ گران عقب سے پڑا سر پہ ہے ستم
ٹکڑے ہوا جگر اسدِ ذو الجلال کا — سر پاش پاش ہو گیا حیدر کے لال کا

جنگ حضرت علی اکبر

۱۱۶
لڑنے کو اس طرف سے عدو سب کے سب بڑھے — تنہا ادھر سے اکبرِ عالی نسب بڑھے
چومے قدم نصیب نے جھک کر یہ جب بڑھے — گویا پئے جہاد امیرِ عرب بڑھے
دہشت سے فوج شام کی بدلی سمٹ گئی — قدرت خدا کی دن جو بڑھا رات گھٹ گئی

۱۱۷
ڈھالوں کو رکھ کے چہروں پہ گر گر پڑے حسود — گو تھے کئی ہزار یہ کیا انکی ہست و بود؟
تھرا گیا تمام جنودِ سقر ورود — نورِ خدا کے سامنے ظلمت کی کیا نمود
عبرت سپاہ شام پہ دہ چند ہو گئی — باجوں کی فوج کین کی صدا بند ہو گئی

۱۱۸
آمد تھی تیغ کی کہ اجل کا پیام تھا — یہ صف اخیر تھی وہ رسالہ تمام تھا

بجلی سا ہر جگہ فرسِ تیز گام تھا ششدر تھی موت چار طرف قتلِ عام تھا
اِس غول پر کبھی تھی کبھی اُس قطار پر پڑتا تھا ایک تیغ کا سایہ ہزار پر

۱۱۹
سر خود سروں کے چنبرِ گردن سے اُڑ گئے ہاتھ آستین سے اُڑ گئے سر تن سے اُڑ گئے
ڈر ڈر کے سب پرندے نشیمن سے اُڑ گئے ۱۱۰ پائی جو راہ طائرِ جان تن سے اُڑ گئے
تھے قتلِ عام پر علی اکبر تُلے ہوئے رستے تھے بند، زخموں کے کوچے کھلے ہوئے

۱۲۰
وہ حرب وہ شکوہ وہ شانِ پیمبری نعرے وہ زور شور کے، وہ ضربِ حیدری
وہ تیغِ خونچکان وہ جلالِ غضنفری راکب جو رشکِ حور تو رہوار بھی پری
چالاک آہوانِ ختن اسقدر نہ تھے اُڑ جاتا تھا ہما کی طرح اور پر نہ تھے

۱۲۱
کوتاہ و گرد و صاف کنوتی کمر کفل کیا خوشنما کشادگیِ سینہ و بغل
سیماب کی طرح نہیں آرام ایک پل پھرتا تھا اس طرح کہ پھرے جس طرح سے کل
راکب نے سانس لی کہ وہ کوسوں رواں نہ تھا ۱۱۱ تارِ نفس بھی اُسکے لیے تازیانہ تھا

۱۲۲
وہ جست و خیز و سرعت و چالاکیِ سمند سانچے میں تھے ڈھلے ہوئے سب اُسکے جوڑ بند
سُمِ فرس ماہتاب سے روشن ہزار چند نازک مزاج و شوخ و سیہ چشم و سربلند
گر ہل گئی ہوا سے زرا باگ، اُڑ گیا ۱۱۲ پتلی سوار کی نہ پھری تھی کہ مڑ گیا

۱۲۳
بجلی کبھی بنا کبھی رہوار بن گیا آیا عرق تو ابرِ گہر بار بن گیا
گہ قطب، گاہ گنبدِ دوار بن گیا نقطہ کبھی بنا کبھی پرکار بن گیا
حیران تھے اُسکی گشت پہ لوگ اس ہجوم کے ۱۱۳ تھوڑی سی جا میں پھرتا تھا کیا جھوم جھوم کے

۱۲۴
چلا رہا تھا یوں پسرِ سعدِ کینہ جو کس سے کہوں بہائے جو اس شیر کا لہو؟
جاتا ہے تیں روز کا پیاسا کنارِ جو جانوں کے ساتھ آج گئی سب کی آبرو
گھیرو کرن میں نیزوں کی اس آفتاب کو کیوں خاک میں ملاتے ہو مولا کی آب کو

۱۲۵
نکلا یہ سن کے غیظ میں اک پہلوانِ روم گیتی کی چار دانگ میں تھی جس شقی کی دھوم

سرہنگِ مرد غرور و سیہ قلب و نحس و شوم　　لشکر سے جس کے ہل گئی مقتل کی مرز و بوم
مرحب تھا کفر و شرک میں طاقت میں دیو تھا　　گھوڑے پہ تھا شقی کہ پہاڑی پہ دیو تھا

۱۲۶
ڈوبی گرہ میں نیزۂ ظالم کے جب سنان　　گھوڑا اُڑا کے ہاتھ کو اکبر نے دی تکان
اللہ رے زور اُٹھ گیا گھوڑے سے پہلوان　　دہشت شقی سے چھوٹ گئی ڈانڈ ناگہان
نیزے کے ساتھ شور اُٹھا اُس گروہ سے　۱۱۴　لو اژدہے کو لے گیا سیمرغ کوہ سے

۱۲۷
ظالم نے ڈھال دوش سے لی اور کمر سے تیغ　　بدلا تھا اُس نے ٹھاٹھ کہ چمکی ادھر سے تیغ
دو چار بار ڈوب کے نکلی سپر سے تیغ　　چلنے میں گھٹتی بڑھتی تھی کس کس ہنر سے تیغ
مضطر تھا اپنی زیست سے دشمن کو یاس تھی　　جب ہاتھ اُٹھ گیا یہ کلائی کے پاس تھی

۱۲۸
چمکی سپر کے پاس کبھی برق کی مثال　　شانے پہ آئی سینے پہ لی جب شقی نے ڈھال
سر کو بتا کے کاٹ گئی وہ زرہ کی جال　　چوٹیں کڑی پڑی تھیں کہ مضطر تھا بدخصال
روکے کسے جواب کسے دے کدھر پھرے　۱۱۵　بجلی کے ساتھ ساتھ کہاں تک سپر پھرے

۱۲۹
شمشیر تیز سن سے جو آئی جھجک گیا　　ضربت بھی کی تو ہاتھ شقی کا بہک گیا
جل کر کبھی بڑھا کبھی پیچھے سرک گیا　　شعلہ تھا آگ کا کہ بجھا اور بھڑک گیا
ناری ہے نورِ حق سے کہاں بچکے جائیگا　　اک دم میں تیغ تیز کا پانی بجھائے گا

۱۳۰
چمکی جو تیغ ڈھال وہ لایا قریبِ سر　　اک برق سی گری کہ دو پارہ ہوئی سپر
مغفر سے سر میں تھی سر و گردن سے صدر پر　　سینے میں جب بڑھی یہ ہوا تب وہ باخبر
سب نشۂ غرورِ جوانی اُتر گیا　۱۱۶　تلوار تھی کہ حلق سے پانی اُتر گیا

۱۳۱
نکلا پرے سے ایک جفاکار و کینہ خواہ　　تھا کید میں خلیفۂ شیطان وہ روسیاہ
چلایا دیکھ کر طرفِ بارگاہِ شاہ　　آفت ہے پالنے کی محبت بھی آہ آہ
اس نوجوان کے ہجر میں آخر نکل پڑی　　لو گھر سے بنتِ فاطمہ زہرا نکل پڑی

۱۳۲
تھا عشق سے پھوپھی کے تو واقف وہ لالہ فام　　گھبرا گیا حسینؑ کا فرزندِ نیک نام

گردن پھرا کے جلد نظر کی سوئے خیام　　منھ پھیرنا تھا آہ، کہ تھا موت کا پیام
برچھی کسی کے سینۂ انور پہ چل گئی　　دل اور جگر کو توڑ کے باہر نکل گئی

۱۳۳
گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا تھام کر جگر　　فرمایا آہ ہمکو دغا کی نہ تھی خبر
سب ہو گئے وہ دستِ بلوریں لہو میں تر　　رہوار سے لپٹ گئے ہرنی پہ رکھ کے سر
جز بیکسی نہ تھا کوئی اُس ماہرو کے ساتھ　　ٹکڑے کبد کے زخم سے نکلے لہو کے ساتھ

۱۳۴
نکلی ادھر تو جسم سے اکبر کی جانِ زار　　یاں بیبیاں ہوئیں درِ خیمہ پہ بے قرار
فضہ پکاری ڈیوڑھی پہ بڑھ کر یہ ایک بار　　اکبر پہ کیا گزر گئی اے شاہِ نامدار؟
چھریاں غم و الم کی کلیجے پہ چلتی ہیں　　جلد آئیے کہ حضرت زینب نکلتی ہیں

جنگِ حضرت امام حسینؑ

([illegible])

۱۳۵
لُو چل رہی تھی رن میں کہ اللہ کی پناہ　　پھولوں کے رنگ ہو گئے تھے دھوپ میں سیاہ
برچھی کے پھل پہ ہوتا تھا شعلے کا اشتباہ　　گلخن بنی ہوئی تھی ہر اک آہنی کلاہ
گویا کہ قوس میں تھا گزر آفتاب کا　　عالم تھا ہر خدنگ پہ تیرِ شہاب کا

۱۳۶
گرمی کا روزِ جنگ کی کیونکر کروں بیاں　　ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لُوں کہ الحذر وہ حرارت کہ الاماں　　رن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں
آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر　　گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

۱۳۷
جھیلوں سے چارپائے نہ اُٹھتے تھے تا بہ شام　　مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلی تھے تو چیتے سیاہ فام　　پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ موم خام
سُرخی اُڑی تھی پھولوں سے، سبزی گیاہ سے　　۱۱۷ پانی کنوؤں میں اُترا تھا سایے کی چاہ سے

۱۳۸
آبِ رواں سے مُنہ نہ اُٹھاتے تھے جانور　　جنگل میں چھپتے پھرتے تھے طائر اِدھر اُدھر
مردم تھے سات پردوں کے اندر عرق میں تر　　۱۱۸ خس خانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر

۱۳۹ گر چشم سے نکل کے ٹھہر جائے راہ مین ۱۱۹ پڑ جائین لاکھ آبلے پائے نگاہ مین
شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے آہو نہ منھ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے گردون کو تپ چڑھی تھی زمین کے بخار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر ۱۲۰ بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

۱۴۰ گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گمان انگارہ تھے حباب تو پانی شرر فشان
منھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زبان تہ پر تھے سب نہنگ مگر تھی لبون پہ جان
پانی تھا آگ، گرمی روز حساب تھی ۱۲۱ ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

(آمد)

۱۴۱ جب رن مین آمد آمد سلطان دین ہوئی نور خدا کے نور سے روشن زمین ہوئی
آمادۂ نبرد سپاہ حسین ہوئی روح جناب فاطمہؑ اندوہگین ہوئی
تیغین کھنچین نیامون سے خنجر نکل پڑے شیر خدا مزار سے باہر نکل پڑے

۱۴۲ آفت مین مبتلا ہون اسیر محن بھی ہون فاقہ بھی تین دن کا ہے تشنہ دہن بھی ہون
بیکس بھی ہون ضعیف بھی ہون خستہ تن بھی ہون سید بھی ہون غریب بھی ہون بے وطن بھی ہون
ناحق پڑے ہین تیر کمانون مین جوڑ کے کیا ہاتھ آئے گا مرے بازو کو توڑ کے

۱۴۳ میرا ہے اب یہ حال کہ زخمون سے چور ہون جنگل مین موت آئی ہے بستی سے دور ہون
اک خاکسار بندۂ رب غفور ہون عالم ہے اسکی ذات کہ مین بے قصور ہون
کہنے مین بات آتی ہے یہ کچھ گلا نہین ۱۲۲ دن تیسرا ہے آج کہ پانی ملا نہین

۱۴۴ نعرہ یہ تھا کہ دلبر مشکل کشا ہون مین جوہر کشائے تیغ شہ لافتا ہون مین
شمس الضحیٰ علیؑ ہین تو بدر الدجا ہون مین قرآن گواہ ہے کہ زبان خدا ہون مین
کس آیۂ کریم مین ذکر علی نہین قرآن مین کیا خفی ہے کہ ہم پر جلی نہین

۱۴۵ بخشا ہے مجکو حق نے شہ لافتا کا زور اس دست حق پرست مین ہے دست خدا کا زور

ہے انگلیون کے مُنہ مین خیبر کشا کا زور | پانی ہی پیرے زور کے آگے ہوا کا زور
اُلٹون فلک کو یون عہد تقصد انقلاب کا | ۱۴۳ جس طرح ٹوٹ جاتا ہی ساغر حباب کا

۱۴۴
آگے بڑھون جو تیر کو چلے مین جوڑ کے | بھاگین خطا شعار کمانون کو چھوڑ کے
بیکار کردون شیر کا پنجہ مروڑ کے | پھینکون زمین پر درِ خیبر کو توڑ کے
اُلٹون طبق زمین کے یون جھک کے زین سے | ۱۴۴ جس طرح جھاڑ دیتے ہین گرد آستین سے

(اسپ)

۱۴۶
آئے حسین یون کہ عقاب آئے جس طرح | کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح
تابندہ برق سوے سحاب آئے جس طرح | دوڑا فرس، نشیب مین آب آئے جس طرح
یون تیغ تیز کوند گئی اُس گروہ پر | بجلی تڑپ کے گرتی ہی جس طرح کوہ پر

۱۴۷
صرصر سے تند، بُو سے سُبک رو ہوا سے تیز | چالاک فہم و فکر سے، ذہن رسا سے تیز
طاؤس و کبک و نسر و عقاب و ہما سے تیز | خانے مین اُڑ کے ہر ہر شہرِ صبا سے تیز
ذیجاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا | رہوار کیا ہوا پہ سلیمان کا تخت تھا

۱۴۹
سمٹا جما، اُڑا، اِدھر آیا، اُدھر گیا | چمکا پھرا اچھال دکھایا ٹھہر گیا
تیرون سے اُڑ کے برچھیون پر بے خطر گیا | برہم کیا صفون کو پرون سے گزر گیا
گھوڑے کا تن بھی ٹاپ سے اُس کے فگار تھا | ضربت تھی نعل کی کہ سروہی کا وار تھا

۱۵۰
سینہ کشادہ تنگ کمر چست جوڑ بند | گردن مین خم ہلال کا اور اسپ سر بلند
جان دار، بردبار، عدو کش، ظفر پسند | بجلی کسی جگہ کہین آہو کہین پرند
سرعت ہی ابر کی تو لطافت ہوا کی ہی | ۱۴۵ اتنے ہنر فرس مین یہ قدرت خدا کی ہی

۱۵۱
پھرتا تھا کیا صفون مین فرس جھوم جھوم کے | سرعت بلائین لیتی تھی مُنھ چوم چوم کے
پامال تھے پرے سپہ شام و روم کے | غل تھا یہ غول مین پسرِ سعد شوم کے
رخش ایسا کوئی لشکرِ شام مین نہین | یہ شوخیان تو ابلقِ ایام مین نہین،

۱۵۲
ہمچل وہ آن صفون کی وہ گھوڑی کی جست خیز — تھا ترک و تاز مین کہین مرمرے تند و تیز
صدقے گندھے ایال پہ گیسوے مشک بیز — گرد آوری مین ابر تو بجلی دم ستیز
زرّی قدم کے فیض سے سارے چمک گئے — ۱۲۶ جب تیلیان اُٹھین تو ستارے چمک گئے

۱۵۳
جرأت مین رشکِ شیر تو ہیکل مین فیلتن — پوئی کے وقت کبکِ دری جست مین ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہین ابرِ قطرہ زن — بن بن کے آنے جانے مین طاؤس کا چلن
سیماب تھا زمین پہ فلک پہ سحاب تھا — دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

۱۵۴
آنکھین وہ جنکو دیکھ کے حیران رہے غزال — گردن وہ جسکے شرم سے ہے سرنگون ہلال
آہو کی جست شیر کی چتون پری کی چال — دل اُسکے ہمت و پاے حنائی سے پائمال
ہر نعلِ پا کا حسن یہ تھا اُس جلوس مین — ۱۲۷ آئینہ جس طرح سے ہو دستِ عروس مین

(ذوالفقار)

۱۵۵
جب رن مین تیغ تول کے سلطانِ دین بڑھے — ۱۲۸ گیتی کے تھام لینے کو روح الامین بڑھے
مانندِ شیرِ نر کہین ٹھہرے کہین بڑھے — گویا علی اُلٹتے ہوئے آستین بڑھے
جلوہ دیا جری نے عروسِ مصاف کو — مشکلکشا کی تیغ نے چھوڑا غلاف کو

۱۵۶
جب سن سے فوج شام پہ وہ شعلہ خو چلی — بس سر کے بل سقر مین سیاہ عدو چلی
ٹھہری بڑھی جھپکتی ہوئی چارسو چلی — آئی کس آب و تاب سے کیا سرخرو چلی
تیزی یونہین زبانِ سخنور مین چاہیے — پاس آبرو کا صاحبِ جوہر کو چاہیے

۱۵۷
اب دم نہ لیجیو یہ اجل اُس سے کہہ گئی — ندّی لہو کی دشتِ پُرآفت مین بہ گئی
کاٹی زرہ کڑی بھی پڑی جو وہ سہہ گئی — بھاگا کوئی شقی تو لہو پی کے رہ گئی
غصّے مین مثلِ برق قرار اُسنے کم لیا — لاکھون مین ڈھونڈھ کر اُسے مارا تو دم لیا

۱۵۸
پھل اُسکا نہ سپر پہ نہ جوشن پہ رہ گیا — جس پر پڑی تڑپ کے وہ توسن پہ رہ گیا
دو ٹکڑے ہوکے سر نہ فقط تن پہ رہ گیا — خون بھی اجل گرفتہ کی گردن پہ رہ گیا

دم میں نہ وہ غرور نہ وہ خودسری رہی　　مجرم وہی رہا یہ خطا سے بری رہی

۱۵۹
وقتِ وغا عصا تھی کبھی اژدہا کبھی　　تلوار بن گئی وہ کبھی اور قضا کبھی
بجلی کبھی تھی ابر کبھی اور ہوا کبھی　　بنتی تھی نفیِ کفر کی خاطر بلا کبھی
پھرتے تھے جب حسین پیادوں کو دل کر　　کھالیتی تھی سرون کو دہن کھول کھول کر

۱۶۰
بجلی گری کہ فوج پہ تیغِ دو سر گری　　کٹ کر کسی کی تیغ کسی کی سپر گری
چمکی کبھی فلک پہ کبھی فرق پر گری　　سر کاٹ کے ادھر سے جو اٹھی ادھر گری
زرہیں تنوں میں مثلِ کفن چاک ہوگئیں　　اک آن میں صفوں کی صفیں خاک ہوگئیں

۱۶۱
پڑتی تھی جسکے فرق پہ وہ تیغ سر شگاف　　ہوتا تھا سر سے مثلِ قلم تا جگر شگاف
تا سینہ کوئی اور کوئی تا کمر شگاف　　چار آئینہ کسی کا کسی کی سپر شگاف
سر تھا اگر تو ہاتھ کا تن پر اثر نہ تھا　　ثابت کسی کے ہاتھ اگر تھے تو سر نہ تھا

۱۶۲
اک شور تھا کہ تیغ ہے یہ یا خدا کا قہر　　بہتی ہے جسکی آگ سے کوسوں لہو کی نہر
ناگن ہے یہ، کہ کاٹے کی جس کے نہیں ہے لہر　　اتری گلے سے چڑھ گیا سارے بدن میں زہر
زخموں سے جسم، ڈر سے کلیجے فگار ہیں　　جوہر نہیں ہیں تیغ میں، دندانِ مار ہیں

۱۶۳
جس پر چلی وہ تیغ دو پارا کیا اسے　　کھنچتے ہی پھر دو ٹکڑے دوبارا کیا اسے
وان تھی جدھر اجل نے اشارا کیا اسے　　سختی بھی کچھ پڑی تو گوارا کیا اسے
کڑیاں زرہ کی بکھری تھیں رن کی زمین پر　　۱۶۴ نہ زین تھا فرس پہ نہ اسوار زین پر
بس بس کے کشمکش سے کماندار مر گئے　　۱۲۹　　چلّے تو سب چڑھے رہے بازو اتر گئے
گوشے کٹے کمانوں کے تیروں کے پر گئے　　مقتل میں ہو سکا نہ گزارہ گزر گئے
دہشت سے ہوش اڑ گئے تھے فکر و وہم کے　　سوفار کھول دیتے تھے منہ سہم سہم کے

۱۶۵
سیراب چھپتے پھرتے تھے پیاسے کی جنگ سے　　چلتی تھی ایک تیغِ علی لاکھ رنگ سے
چمکی جو فرق پر تو نکل آئی تنگ سے　　رکتی نہ تھی سپر سے نہ آہن نہ سنگ سے

خالق نے منھ دیا تھا عجب آب و تاب کا ۱۲۰ خود اُسکے سامنے تھا پھپھولا حباب کا

۱۶۶
سہمے ہوئے تھے یون کہ کسی کو نہ تھی خبر | پیکان کدھر ہے تیر کا سوفار ہے کدھر
مردم کی کشمکش سے کمانون کو تھا یہ ڈر | گوشون کو ڈھونڈھتی تھین نہین پر جھکا کے سر
ترکش سے کھینچے تیر کوئی یہ جگر نہ تھا ۱۲۱ جس نے کہ سر پہ ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

۱۶۷
بجلی سی تیغ شعلہ فشان چارسو پھری | میدان مین بھاگتی ہوئی فوج عدو پھری
دم مین ستمگرون کا بہا کر لہو پھری | سر کاٹ کر جدھر سے پھری سرخرو پھری
یہ اوج تیغ قدرت حق سے عیان ہوا | گویا ہلال عید شفق سے عیان ہوا

۱۶۸
غلطان تھے تن زمین پہ جدا اور سر جدا | زخمی اُدھر پڑے تھے جدا اور اِدھر جدا
گردن جدا تھی سینہ جدا اور کمر جدا | شانے سے ہاتھ، ہاتھ سے تیغ و سپر جدا
پستی پہ جب چمک کی بلندی سے آتی تھی | گاو زمین زمین کے تلے تھرتھراتی تھی

۱۶۹
جس سن سے فوج کفر پہ وہ جنگجو چلی | گویا سموم قہر خدا چارسو چلی
بسمل پھڑک کے رہ گئے یون تندخو چلی | ٹکڑے اُڑا کے ذبح کیا سرخرو چلی
غل تھا برش یہ قہر کی جوہر بلا کے ہین | دم بھر مین فیصلہ یہ کرشمے قضا کے ہین

۱۷۰
کہنی سے دونون ہاتھ جدا تن سے سر جدا | ہر نخل قد کی شاخ جدا اور ثمر جدا
اس ہاتھ سے جو تیغ تو اُس سے سپر جدا | بھائی سے بھائی اور پسر سے پدر جدا
وہ تہلکے بھی ہول قیامت سے کم نہ تھے ۱۲۲ کیا تفرقہ پڑا تھا کہ اعضا بہم نہ تھے

۱۷۱
اُٹھی چلی سپاہ مین آئی جدا ہوئی | پنجہ جو بچ گیا تو کلائی جدا ہوئی
صف کی جدا پرے کی صفائی جدا ہوئی | تیری جگر مین خون مین نہائی جدا ہوئی
دم توڑے یا مرے کوئی پروا ذرا نہ تھی | نکلی جو تن مین پیر کے پھر آشنا نہ تھی

۱۷۲
اسوار کو گرا کے سنبھلنے نہ دیتی تھی | لاکھون مین ہاتھ ایک کے چلنے نہ دیتی تھی
ہر جیت کو پرے سے نکلنے نہ دیتی تھی | رستم بھی ہو تو ہاتھ بدلنے نہ دیتی تھی

جو اُسکا کام تھا سو وہ پھرنے کے ساتھ تھا — جبکا قدم بڑھا نہ سپر تھی نہ ہاتھ تھا

۱۶۳
تلتی تھی سر تنوں سے جُدا دیکھ دیکھ کے — کرتی تھی ناز، حشر بپا دیکھ دیکھ کے
بیخود تھی، آپ اپنی ادا دیکھ دیکھ کے — چشمک قضا کی تھی کہ ذرا دیکھ دیکھ کے
کہتی تھی تیغ گو کہ سر دیں کا ہاتھ ہوں — ۱۴۳ تو میرے دم کے ساتھ ہیں میں تیر ساتھ ہوں

۱۶۴
خود کرکے خود کا کاسۂ سر تک اُتر گئی — سر سے گلے کو کاٹ کے بر تک اُتر گئی
تڑپی مثالِ برق جگر تک اُتر گئی — لیکر جگر کو صاف کمر تک اُتر گئی
زین سے رکی نہ تنگ سے نہ زیر بند سے — ۱۴۴ بوسہ دیا زمین پہ اُتر کر سمند سے

۱۶۵
پیاسی بھی خونِ فوج کی اور آبدار بھی — غل تھا کہ ایک گھاٹ میں پانی بھی نار بھی
بجلی بھی ابر تر بھی خزاں بھی بہار بھی — تلوار بھی چھری بھی سپر بھی کٹار بھی
پانی نے اُسکے آگ لگادی زمانے میں — آفت تھی ایک جان کی لگائی بجھائی میں

۱۶۶
چلتی تھی ذوالفقار جو سن سن ادھر اُدھر — دہشت سے چھپتے پھرتے دشمن ادھر اُدھر
کٹ کٹ کے گر رہے تھے سر و تن ادھر اُدھر — ٹکڑے پڑے تھے خاک پہ جوشن ادھر اُدھر
ڈر ڈر کے جو سوار گرے وہ مرے گرے — صف پر گری جو صف تو پرے پر پرے گری

۱۶۷
رد میں تنوں کے جسم کے ٹکڑے اُڑا دیے — ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کے پُرزے اُڑا دیے
گردن بچی کسی کی تو شانے اُڑا دیے — پہنچا جو سر پہ ہاتھ تو پنجے اُڑا دیے
اوچھا بھی وار گر کسی دشمن کے لگ گیا — تن چار ہاتھ تڑپ کے الگ سر الگ گیا

۱۶۸
سب جان لیے نہ تیغ شہ لافتا پھری — وہ جس طرف پھری اُسی جانب قضا پھری
دل پر جُدا عدو کے گلے پر جُدا پھری — دم سے کے جس طرف پھری مثل قضا پھری
اس ناز سے چمکتی ہوئی اس صف پہ گری — کیا رعد کی بساط ہے بجلی تڑپ گئی

۱۶۹
کشتے تڑپ رہے تھے برابر زمین پر — زندے تھے خوفِ قتل سے مضطر زمین پر
آئی جو سن سے تیغ دو پیکر زمین پر — ۱۴۵ گردن نے دھڑ سے پھینک دیا سر زمین پر

۱۸۰
سلطانِ دین کے پاؤں پہ سر کٹ کے گر پڑا
تن مار کے دور کے چند قدم ہٹ کے گر پڑا
کٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتی تھی خاک پر
۱۳۶ پہونچے جو ہاتھ شانوں سے بازو تنوں سے سر
قبضے سے تیغ بر سے زرہ ہاتھ سے سپر
برچھی سے پھل کمان سے زہ زین سے تبر
ترکش کہیں پڑے تھے نشانِ دری کہیں
پیکان کہیں تھے شست کہیں تھی سری کہیں

۱۸۱
سر پر پڑی فرس کے تو سوئے کفل چلی
۱۳۷ دو منھ کے پھل زمین پہ چلا یہ نکل چلی
بجلی سی جسمِ لعین پہ چلی بر محل چلی
پہنچی اِدھر سے تیغ اُدھر سے اجل چلی
دو آفتوں نے دشمنِ دین کو دبا لیا
سر تیغ نے لیا تو اجل نے گلا لیا

۱۸۲
سر پر پڑی تو چنبرِ گردن کو دو کیا
گردن سے بڑھ کے سینہ و جوشن کو دو کیا
جوشن کے ساتھ زین کے دامن کو دو کیا
دامن کی کیا بساط ہے توسن کو دو کیا
غل تھا حسین بادشہِ شرق و غرب ہے
سکہ ہے اُسکے نام کا جسکی یہ ضرب ہے

(جنگ)

۱۸۳
مصروفِ جنگ تیغ سے تھے سرورِ حجاز
چمکا کے اسپ ان سے بڑھا ایک نیزہ باز
نامرد نے کیا تھا جو دستِ ستم کا وار
نیزہ اُٹھا کے کہنے لگے شاہِ نامدار
ہاں اے اجل گرفتہ کمر استوار کر
نیزے کا ہے غرور تو آ کوئی وار کر

۱۸۴
کام اُس خطا شعار کا جب ہو گیا اخیر
نکلا پرے سے ایک تیر انداز بے نظیر
بد کیش و کج نہاد و خطا پیشہ و شریر
چلّے سے توڑ جاتا تھا جوشن کو جسکا تیر
کیا کوئی اُسکے آگے بھلا سر اُٹھا سکے
رستم بھی جسکی کمان کی نہ شہیر اُٹھا سکے

۱۸۵
قبضے میں تیغ لے کے پکارے شہِ زمان
ہاں ناوک افگنی مجھے دکھلا تو اے جوان
ہاں نکلی منھ سے یاں کہ کھنچی اُس طرف کمان۔
کھینچا کمان کا تھا کہ چلا تیرِ بے امان
حلقہ اُدھر کمان کا خم ہو کے رہ گیا ۱۳۸
یاں تیغِ شہ سے تیر قلم ہو کے رہ گیا۔

۱۸۶
خالی اسی روش سے ہوا ترکشِ شریر
تو دے لگائے کاٹ کے حضرت نے سارے تیر

چاہا تھا کشمکش مین کہ ہو جائے گوشہ گیر
چلائے شہ کہ بھاگ نہ او سر کشون کے پیر
پیچھے ہٹے نہ پاؤن مزا ہی یہ جنگ کا
تو بھی تو توڑ دیکھ لے تیرے خدنگ کا

۱۸۷
یان دوش سے کمان کو اُتارا جناب نے
قبضے مین ماہ نو کو کیا آفتاب نے
بیٹے کا ہاتھ چوم لیا بو تراب نے
تا کا خطا کو تیرِ نگہ سے ثواب نے
ترکش بھی اژدہا سا دہن کھولنے لگا
نکلا عقاب تیر تو پر تولنے لگا

۱۸۸
چلے مین رکھ کے تیر بڑھے قبلۂ اُمم
اک ہاتھ راست کر کے کیا دوسرے کو خم
کچھ کہہ کے گوشِ شہ مین چلا تیرِ تیز دم
آواز دی کمان نے رہیے شاہ باکرم
چلہ تو شستِ شاہِ زمن سے نکل گیا
۱۳۹ وان تیر دل کو توڑ کے سن سے نکل گیا

۱۸۹
گرز و سنان و تیغ و تبر کانپنے لگے
نیزے مثالِ شاخِ شجر کانپنے لگے
ڈر سے کمان کشون کے جگر کانپنے لگے
گو ترکشون مین تیر تھے پر کانپنے لگے
پیچھے ہٹے کھڑے تھے جو ظالم زرہ پہنے ہوئے
۱۴۰ گوشون سے خود اتر گئے چار چرہے ہوئے

۱۹۰
آہن مین غرق تھے جو دلیرانِ صف شکن
خود اُنکے تھے سرون سے جدا اور سرون سے تن
زرہین بھی چاک چاک ہوئین صورتِ کفن
چار آئینے بھی کٹ گئے ٹکڑے ہوئے بدن
گر گر کے مرکبون سے عدو ہاتھ ملتے تھے
۱۴۱ آنسو لہو کے چشمِ زرہ سے نکلتے تھے

۱۹۱
پھر مدد فرشتے بھی آئے تھے بے شمار
اور قوم جن بھی حرب کی تھی بس امیدوار
سب کہتے تھے کہ اے خلفِ شیر کردگار
گر حکم ہو تو آپ پر ہو جائین ہم نثار
شہ کہتے تھے کہ گو مرا تن زخم دار ہی
فرزند مرتضےٰ کو مدد ناگوار ہے

۱۹۲
تیری مدد کو کافی ہے سر پر مرا خدا
جز ذاتِ حق کسی کا نہین ہمکو آسرا
حلالِ مشکلات پدر جسکا ہو بھلا
پھر غیر کی مدد کا وہ محتاج کب ہوا
کٹوا کے اقربا کو نہ خاطر ملول کی
اولاد سے عزیز ہی امت رسول کی

۱۹۳
اور اس گھڑی جو فوجِ مخالف سے مین لڑا
فریادِ اہل بیت نے تھا مضطرب کیا

لیکن فقط یہ تھا بشریت کا مقتضا | اب دیکھو کیسا صبر سے کٹواتا ہون گلا
طاقت بھی دیکھ لی مری غربت بھی دیکھ لو | دیکھا غضب تو صبرِ شہادت بھی دیکھ لو

۱۹۴
یہ سن کے سب ملایکہ کرنے لگے پکار | ناگاہ آئی پردۂ گردون سے یہ صدا
کیسا لڑا ہی آج مرا شیر واہ وا | سر بر ہو کوئی تجھ سے جہان مین مجال کیا
پر ای حسین عہدِ پیمبر بھی یاد ہی | کچھ تمکو اپنے جد کا محضر بھی یاد ہی

۱۹۵
سب طرح کا دیا ہی تجھے ہم نے اختیار | تو چاہے گر تو ہون ابھی غارت یہ نابکار
مرے گا تو نہ حلق پہ گر تیغِ کین کی دھار | تو امتِ نبی نہین ہونے کی رستگار
موقوف تیرے قتل پہ انکی نجات ہی | حرمت گناہگارون کی اب تیرے ہاتھ ہی

۱۹۶
سنکر صدا یہ کانپ گئے شاہِ نامدار | رکھ لی میان مین وہین شمشیرِ آبدار
کی عرض کبریا سے بصد عجز و انکسار | شبیر تیری راہ مین سو جان سے نثار
ہر امر مین تجھی سے عنایت ہون چاہتا | اور امتِ نبی کی شفاعت ہون چاہتا

۱۹۷
یہ کہکے ظالمون کو پکارے امامِ دین | کیون بھاگتے ہو، آؤ کہ لڑنے کے ہم نہین
تن پر لگاؤ نیزہ و شمشیر و تیرِ کین | حاضر ہی سر کٹانے کو زہرا کا نازنین
اب رحم بھی نہ مجھ پہ کوئی مطلقا کری | قاتل کہان ہی آکے مرا سر جدا کری

۱۹۸
سنکر سخن یہ ٹوٹ پڑی فوجِ نابکار | نورانی جسم برچھیون سے ہو گیا فگار
تیرِ ستم گزر گئے سینے سے بیشمار | نیزون کے چار سو سے کیے ظالمون نے وار
تیغون سے بیچ سارے عمامے کے کٹ گئے | ۱۴۲ | گیسو لہو مین ڈوب کے رخ سے لپٹ گئے

۱۹۹
تھے دو ہزار جسمِ شہِ بحر و بر پہ زخم | ماتھے پہ زخم تیر کے تیغون کے سر پہ زخم
گردن پہ زخم، سینہ پہ زخم، اور کمر پہ زخم | اور اسکے ماورا، تھے بہتر جگر پہ زخم
گھوڑے پہ گہ سنبھلتے تھے گہ ڈگمگاتے تھے | غش آتا تھا، تو ہرنی پہ سر کو جھکاتے تھے

۲۰۰
ہر چند ہجومِ زخم سے، تن مین رہی نہ تاب | بیٹھا زمین پہ جھومتا تھا ابنِ بو تراب

ہونٹھوں پہ پھیرتا تھا زباں کو بغیر آب
چلاتی تھی یہ ڈیوڑھی پہ زینب جگر کباب
ہے ہے، ترس حسین پہ کھاتا نہیں کوئی
مرتا ہے میرا بھائی بچاتا نہیں کوئی

ظالم کھڑے تھے گرد، وہ بیٹھا تھا خاک پر
ڈوبا ہوا تھا خون میں ملبوس سر بسر
آنے لگا جو غش تو جھکایا زمیں پہ سر
سجدے میں عرض کی یہ خدا سے بچشمِ تر
یارب تو میرے نانا کی امت کو بخش دے
اور میرے بھی قصورِ عبادت کو بخش دے

بس اے انیس ختم کلام اب ضرور ہے
لطفِ سخن اٹھاتا ہے جو ذی شعور ہے
دعویٰ کلام کا نہ بیاں کا غرور ہے
حاسد جلیں تو اس میں مرا کیا قصور ہے

مارا دماغ و بحث و سر کارزار نیست
لیکن دلِ دو نیم کم از ذوالفقار نیست

مرثیہ سوم

ہند کی ملاقات

۱
جب سنی ہند کے آنے کی خبر زینبؑ نے — یاس سے کی سوے افلاک نظر زینبؑ نے ۱۴۳
شرم سے زانو پہ نہوڑا لیا سر زینبؑ نے — کہا ایک ایک سے با دیدۂ تر زینبؑ نے
خاک لے کر مرے چہرے پہ لگاؤ لوگو — ہند آتی ہے کہیں مجھکو چھپاؤ لوگو

۲
اُسنے دیکھا تھا مدینے میں مرا جاہ و حشم — گھر تھا آباد سلامت تھے شہنشاہِ امم
قید اب خانۂ زندان میں ہون میں کشتۂ غم — نیل بازو پہ ہیں رسّی کے اور آنکھون پہ ورم
چاک ماتم میں گریبان ہے کھلے سر ہون میں — شرم آتی ہے کہ شبیر کی خواہر ہون میں ۱۴۴

۳
کتنا چاہا تھا کہ مر جاؤن پہ آئی نہ اجل — سخت جانی سے ہوا عزتِ زینب میں خلل
ہاے مر جاتی تو ہو جاتا یہ جھگڑا فیصل — نام رہتا یہ کہ میں مر گئی بھائی کے بدل
کچھ بن آتی نہیں جسدم ہے مقدر پھرتا — میں جو مر جاتی تو پھر کون کھلے سر پھرتا؟

۴
کون پھر دیکھتا کٹتے ہوئے بھائی کا گلا؟ — کس کے سر پر سے ردا چھینتے آ کر اعدا؟
باندھا جاتا رسن ظلم سے بازو کس کا؟ — کھینچ کر اونٹ پہ بٹھلاتے کسے اہلِ جفا؟
اب وہ آوے گی تو چھپنے کو کدھر جاؤنگی؟ — ہند اس حال سے دیکھے گی تو مر جاؤنگی ۱۴۵

۵
کہہ کے یہ خاک کو چہرے پہ ملا آخر کار — پیچھے سب بیبیون کے جا کے چھپی وہ ناچار
رکھ کے سر زانو پہ رونے لگی جون ابر بہار — ناگہان آن کے ڈیوڑھی پہ پکاری خونخوار
اُٹھو اے قیدیو کیا بیٹھے ہو تعظیم کرو — زوجۂ حاکمِ شام آتی ہے تسلیم کرو

۶
یہ جو غل ہند کے آنے کا سکینہ نے سُنا — ماں کے پاس آ کے لگی کہنے یہ گھبرا گھبرا
اماں بتلاؤ تو ڈیوڑھی پہ یہ غل ہے کیسا — کیا ہمیں لوٹنے کو آتے ہیں پھر اہلِ جفا؟
پھر ستائیں نہ کہیں آ کے اعدا مجھکو — مارنے بیٹھے نہ کہیں شمر طمانچا مجھکو

اچھی اماں مجھے گودی مین اُٹھا لو جلدی　　دل دھڑکتا ہے کلیجے سے لگا لو جلدی
شمر دیکھے نہ کہین مجھکو چھپا لو جلدی　　بھائی سجاد کو پاس اپنے بلا لو جلدی
کچھ اسیرون پہ غضب حاکم بے پیر نہ ہو؟　　قتل کی عابد بیمار کی تدبیر نہ ہو؟
رو کے کہنے لگی بانو نہ ڈرو اے پیاری　　اب بھلا کیا ہے جسے لوٹین گے آ کر ناری
زنِ حاکم کی یہان آنے کی ہے تیاری　　سر کو نہوڑا کے مرے پہلو مین بیٹھو واری
قید خانے مین وہ آتی ہے امیرونکیطرح　　اور ہم خاک پہ بیٹھے ہین فقیرونکیطرح

ذکر یہ تھا کہ ہوئی ہند کی آمد اک بار　　روشنی آگے تھی اور پیچھے کنیزین دو چار
مشعلین ہاتھون مین لے پہنے لباس زرتار　　ہند بھی غرق جواہر تھی بصد عز و وقار
وان یہ سامان تھا اسیرون کے دکھانے کے لیے　　۱۴۶　　یان ردائین بھی نہ تھین منھ کو چھپانے کے لیے

جون قدم ہند نے دروازۂ زندان مین رکھا　　تب نگہبانون نے گھبرا کے خواصون سے کہا
عرض کر دو کہ ٹھہر جائین حضور ایک ذرا　　اک جوان بھی اسی زندان مین ہے محبوس بلا
یا تو بیمار کی آنکھین اُسے اندھا کرین　　یا ہم آ کر کسی حجرے مین جدا بند کرین

ہند ٹھہری تو یہ رو کر کسی عورت نے کہا　　دیکھ آئی ہون مین بیمار سا ہے اک لڑکا
نہ پرستار ہے کوئی نہ دوا ہے نہ غذا　　فاقہ کش بیکس و مظلوم غریب الغربا
کھول سکتا ہے نہ آنکھین نہ اُٹھا جاتا ہے　　آہ آتی ہے جو لب تک تو غش آجاتا ہے

کس فصاحت سے ادا کرتا ہے خالق کی نماز　　نہین دیکھا کسی آواز مین یہ سوز و گداز
ہے تو بیکس یہ خدا سے ہے عجب راز و نیاز　　عابد دین مین اُسے خالق نے کیا ہے ممتاز
پاس بستر جو نہین خاک مین تن لٹتا ہے　　باپ کو روتا ہے جسدم تو جگر پھٹتا ہے

سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام　　جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام
ترک آداب ہے ہر چند یہ، بتلائیے نام؟　　کہا مولا نے کہ مظلوم و غریب و ناکام
قید ہون ظلم رسیدہ بھی ہون ناچار بھی ہون　　اسلیے قافلہ کا، قافلہ سالار بھی ہون

۱۴

بولی وہ کون سی بستی ہے جہاں تھا مسکن؟
رو کے فرمایا غریب الوطنی اب ہے وطن
باپ کو پوچھا تو بولے شہ بے گور و کفن
کہا شوہر بھی ہے کوئی کہا طوق و رسن
دل کے جلنے کا سبب غیر بتلایا
اُس نے پوچھی جو غذا خونِ جگر بتلایا

۱۵

بولی وہ کوئی عزیزوں میں بھی تھا اے غمگین
رو کے فرمایا کہ سب تھے مگر اب کوئی نہیں
ایک بھائی تھا کہ مشہور تھا یوسف سے حسین
سرو قد مہر لقا غنچہ دہن ماہ جبین
چار گیسو رخِ انور پہ پڑے رہتے تھے
لوگ ہر وقت زیارت کو کھڑے رہتے تھے

۱۶

نہ وہ بھائی ہے نہ عمو ہے نہ سر پر ہے پدر
اک ہمیں باقی ہیں سب کر گئے دنیا سے سفر
سترہ شخص ہوئے سامنے اپنے بے سر
اُنکا دھیان آتا ہے جس وقت تو پھٹتا ہے جگر
اب کئی بیبیاں ہیں ساتھ کہ جی کھوتی ہیں
اپنے بچوں کے لیے آٹھ پہر روتی ہیں

۱۷

ہند کے دل پہ یہ سنکر ہوا اندوہ و قلق
کہا حضرت کی غریبی پہ جگر ہو گیا شق
آپ نے حال مفصل نہ سنایا مطلق
دو رضا رانڈوں میں جانے کی اب اے خاصۂ حق
دے کے پرسا اُنھیں کچھ حرفِ حکایات کروں
آرزو ہے کہ اسیروں کی ملاقات کروں

۱۸

سر کو نہوڑا کے یہ سجاد نے ارشاد کیا
فائدہ دکھ زدی رانڈوں کی ملاقات سے کیا؟
نہ کسی پاس قبا ہے نہ سر پہ ہے ردا
کھول کر بالوں کو چہروں کا کیا ہے پردا
بخدا صاحبِ غیرت ہیں وہ شرمائینگی
۱۴۸ پوچھو گی نام و نسب کو تو وہ مر جائینگی

۱۹

اُس نے اصرار کیا آپ نے سر نہوڑایا
گئی رانڈوں کے قریں ہند تو رونا آیا
سر جھکائے ہوئے ہر ایک کو روتا پایا
ہاتھ مل مل کے خواصوں سے یہی فرمایا
ایسی شہزادیوں کی ہائے یہ توقیریں ہیں
کس کے ماتم کے مرقع کی یہ تصویریں ہیں

۲۰

اتنے میں جا پڑی اُسکی رخِ زینب پہ نگاہ
منہ سے بےساختہ نکلا کہ زہے عزت و جاہ
گو کہ یہ خاک پہ بیٹھی ہیں بہ احوالِ تباہ
پہ عجب نور، عجب شان ہے، سبحان اللہ
غیر ہو کسی بی بی کا یہ رتبہ کب ہے ؟
میں قسم کھاتی ہوں یا فاطمہ یا زینب ہے؟

جوڑ کر ہاتھ کہا سر تو اُٹھاؤ بی بی کیوں جھکی جاتی ہو شکل اپنی دکھاؤ بی بی
کیا مصیبت ہوئی روداد سناؤ بی بی میں موئی جاتی ہوں آنسو نہ بہاؤ بی بی
مُنھ سے کچھ بات کرو دل یہ قلق ہوتا ہے آپ کے رونے سے سینہ مرا شق ہوتا ہے

۲۲
نہ میسّر تھی بجز نانِ جویں اور غذا کھانا اک دن جو بہم پہنچا تو دو دن نہ ملا
اور ملبوس یہ تھا چھال کی تھی ایک ردا اُسمیں بھی سیتی تھیں پیوند بہ پیوند سدا
شکرِ حق کرتی تھیں تکلیف اُٹھا لیتی تھیں دن کو تو اوڑھتی تھیں شب کو بچھا لیتی تھیں

۲۳
اب نہ زہراؑ نہ پیمبرؐ ہیں نہ حیدرؑ نہ حسنؑ ایک شبیر کے دم سے ہے مدینہ روشن
ایک زینبؑ ہیں کہ سب جنمیں ہیں زہراؑ کے چلن صد و سی سال سلامت رہیں وہ بھائی بہن
مری آنکھوں کے تلے پھرتی ہے صورت اُنکی پھر وہ دن ہو کہ کریں جا کے زیارت اُنکی

۲۴
عصمتِ فاطمہ زہراؑ کا جو احوال سنا دم بخود سب رہیں پر ضبط نہ فضّہ سے ہوا
کوٹ کر چھاتی کو کہنے لگی چلا چلا ہائے بی بی تری مظلومی یہ لونڈی ہو فدا
ایسے دُکھ پائے کہ بچوں سے بھی مُنھ موڑ گئیں قید ہونے کو بڑھاپے میں مجھے چھوڑ گئیں

۲۵
سُن کے فضّہ کا بیاں رونے لگے اہلِ حرم تب کہا مہد سے زینبؑ نے یہ با دیدۂ نم
اے بہن وجہ یہ ہے روئے جو قیدی اسدم زیرِ دیوارِ رسولِ دوسرا رہتے تھے ہم
رتبۂ فاطمہؑ کو یوں سبھی پہچانتے ہیں اُنپہ جو گزری مصیبت وہ ہمیں جانتے ہیں

۲۶
ساتھ اُس بی بی کے محسن کا گیا غم ہم نے دل سے کی خدمتِ مخدومۂ عالم ہم نے
ساتھ بیماری میں چھوڑا نہیں اکدم ہم نے مر گئیں جب تو بچھائی صفِ ماتم ہم نے
غمِ محسن کے سوا داغ یہ تازہ دیکھا شب کو اُٹھتے ہوئے بی بی کا جنازہ دیکھا

۲۷
مہد بولی کہ ہے اُس گھر کے قریب آپ کا گھر للہ الحمد کہ اب پاؤں گی آقا کی خبر
یاد میں اُنکی گزرتی ہے مجھے شام و سحر کہیئے کس طور سے ہے حضرتِ زہراؑ کا پسر
یاں تو مدت سے یہ چرچا ہے کہ اب آتے ہیں چھوڑ کر روضۂ احمد کو وہ کب آتے ہیں؟

کیسے کیسے بیٹیاں کر بیٹھے ہیں؟ اب نام خدا — حسن ہمشکل پیمبر کا بہت ہے چرچا
سن میں اٹھارہ برس کا ہے وہ خورشید لقا — ہیں مسیں بھیگتی؟ آغاز ہوا ہے سبزا؟
۲۹ روح مادر ہے دل وجان شہ والا ہے — کہتے ہیں حضرت زینب نے اُسے پالا ہے

اُسکی شادی بھی کہیں شاہ نے ٹھہرائی ہے؟ — ابھی بن بیاہا ہے یا گھر میں دلھن آئی ہے؟
گھر کی زینت ہے وہی اور وہی زیبائی ہے — پسر فاطمہ نے کیسی بہو پائی ہے؟
شل گل بیٹے کو ہنستا جو وہ پاتی ہوگی — ماں تو خوشوقتی سے پھولوں نہ سماتی ہوگی؟

۳۰ جب سے اُس گھر سے مقدر نے چھڑایا مجکو — کوئی خط حضرت زینب کا نہ آیا مجکو
جاہے شکوے کی یہانتک ہے بھلایا مجکو — بیاہ میں بیٹوں کے جھوٹوں نہ بلایا مجکو
۳۱ اب تو ہوں دور جو روٹھو ہیں تو کیا ہووے گا؟ — کبھی قسمت نے ملایا تو گلا ہووے گا

شہربانو کے بھی ہے دیکھنے کا شوق کمال — بیٹی سلطان عجم کی ہے وہ فرخندہ خصال
شور سنتی ہوں کہ رکھتی ہے عجب حسن و جمال — اُسپہ شیدا ہے نہایت اسد اللہ کا لال
اُسکے بچے بھی جئیں اور وہ بھی شاد رہے — کوکھ آباد رہے مانگ بھی آباد رہے

۳۲ سن کے یہ ہو گئی بیتاب علی کی جائی — تھا یہ نزدیک کہ پیٹے کہ ہے ہے بھائی
مُردنی سی رخ بانوے حزیں پہ چھائی — اُڑ گیا رنگ مگر آہ لب تک آئی
پر دل زار نے سینے میں نہ آرام لیا — یک بیک ہائے پسر کہہ کے جگر تھام لیا

۳۳ جب کئی بار کیا منہ سے زینب نے کلام — منہ کو تکتی تھی مگر تھا اُسے حیرت کا مقام
شان زہرا کی سراپا سے عیاں تھی جو تمام — ہو گیا صاف یقیں ہے یہی ہمشیر امام
بولی صدقے تو ذرا ہونے دو قربان گئی — بس تمہیں حضرت زینب ہو میں پہچان گئی

۳۴ کہا زینب نے کہ اے ہند یہ بیجا ہے گماں — دختر حیدر کرار کہاں اور میں کہاں؟
ہوں میں جس حال میں زینب کی تھی یہ شوکت و شاں؟ — اُسکے بازو پہ کبھی دیکھے تھے رسی کے نشاں؟
کبھی زندان میں کھلے سر بھی اُسے دیکھا تھا؟ — کبھی بے مقنعہ و چادر بھی اُسے دیکھا تھا؟

کہہ کے یہ غش ہوئی وہ دخترِ سلطانِ عرب بیبیاں اُٹھ کے لگیں سینہ و سر پیٹنے سب
دفعتہ چلّائی کہ ہے ہے مری بیکس زینبؑ کون سمجھائے تمھیں ہو گئیں بن بھائی کی اب
قتلِ شبیرؑ کا احوال سُنایا نہ گیا قید میں نام بھی غیرت سے بتایا نہ گیا

انتخاب

از

دیوان حافظ

وہ نشتر

حافظ

محمد نام تھا اور حافظ تخلص تھا۔ خواجہ حافظ شیرازی لوگ تعظیماً کہتے ہین۔ شیراز ہی مولد و مدفن تھا سال وفات ۷۹۱ھ ہے۔ یہ نامی شعراے فارس سے ہین۔ ہندوستان مین انکا شہرہ انکے جیتے جی پہنچ گیا تھا۔ یہ شاعر ہی نہ تھے اہل دل بھی تھے۔ انکے کلام مین جو اثرِ خاص ہے وہ دوسرون کے کلام مین نہین ہے۔ سلطان محمود شاہ بہمنی دکن مین اور سلطان غیاث الدین بنگالہ مین انکے قدردان تھے۔ حافظ نے ایک مرتبہ ہندوستان کا بھی ارادہ کیا تھا لیکن ہرمز تک آکر واپس گئے۔ بعض کتابون مین سال وفات ۷۹۲ھ لکھا ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ تیمور نے سمرقند اور بخارا بڑی مشکل سے فتح کیا تھا۔ اسکے بعد حافظ نے ایک غزل کا مطلع لکھا "اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دلِ مارا ✤ بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را"۔ تیمور نے یہ مطلع سُنکر خواجہ کو طلب کیا اور بطور مذاق کہا "مین نے جو ملک اس زحمت سے حاصل کیا تم اُسے یون دیے ڈالتے ہو"۔ خواجہ نے کہا "اسی لیے تو مین اس حالت کو پہنچا" یعنی میری سخاوت و استغنا ہی نے تو مجھے باوجود اس کمال کے جو مجھ مین ہے دولتِ دنیا سے محروم رکھا ہے۔

دیوان حافظ انکی کتاب بہت مشہور ہے۔ یہ صوفی مشرب تھے لیکن کسی کے مرید نہ تھے حالت جذب مین رہتے تھے۔ ہر جمعہ کی شب کو مسجد شیراز کے مقبرہ کے گرد گھوم کر قرآن شریف ختم کرتے تھے اور صبح تک بہت ہی خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ ابو اسحاق و شاہ شجاع بادشاہان شیراز کے عہد مین یہ تھے یہ تقرب شاہی یہ باعث عزت نہین سمجھتے تھے۔ جذب مین رہتے تھے لیکن مجاذیب زمانہ حال کی طرح یاوہ گو نہ تھے۔ خود انکا شعر انکے معقولات اور معمولات کا پتہ دیتا ہے

صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ ہر چہ کردم ہمہ از دولتِ قرآن کردم

غزلیات وابیات

اَلَا یَا اَیُّهَا السَّاقِی اَدِرْ کَاْساً وَّ نَاوِلْهَا	که عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلها
شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین هائل	۱ کجا دانند حال ما سبکساران ساحلها
همه کارم ز خود کامی به بدنامی کشید آخر	نهان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلها
حضوری گر همی خواهی ازو غائب مشو حافظ	متی ما تلق من تهوی دع الدنیا و اهملها

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را	بخال هندوش بخشم سمرقند و بخارا را
فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شهر آشوب	چنان بردند صبر از دل که ترکان خوان یغما را
ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است	بآب و رنگ و خال و خط چه حاجت روے زیبا را
من از آن حسن روز افزون که یوسف داشت دانستم	که عشق از پردهٔ عصمت برون آرد زلیخا را
حدیث از مطرب و مے گو و راز دهر کمتر جو	۲ که کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را
نصیحت گوش کن جانان که از جان دوستتر دارند	جوانان سعادتمند پند پیر دانا را
بدم گفتی و خرسندم، عفاک الله نکو گفتی	جواب تلخ مے زیبد، لب لعل شکرخارا
غزل گفتی و در سفتی، بیا و خوش بخوان حافظ	که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را	که سر بکوه و بیابان، تو دادهٔ ما را
غرور حسن اجازت مگر نداد، اے گل	که پرسشے نه کنی عندلیب شیدا را
بحسن خلق توان کرد صید اهل نظر	به بند و دام نگیرند مرغ دانا را
چو با حبیب نشینی و باده پیمائی	بیاد آر حریفان باده پیما را
در آسمان چه عجب گر ز گفتهٔ حافظ	سماع زهره، برقص آورد مسیحا را

ساقیا برخیز و درده جام را	۳ خاک بر سر کن غم ایام را
ساغر مے در کفم نه تا ز سر	برکشم این دلق ازرق فام را

گرچہ بدنامی است نزدِ عاقلان | ما نمی خواہیم ننگ و نام را
صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب ۴ | عاقبت روزے بیابی کام را

آسایشِ دو گیتی تفسیر این دو حرف است ۵ | با دوستان تلطف با دشمنان مدارا
آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند | اشہیٰ لنا و احلیٰ من قبلۃ العذارا

چو بیخود گشت حافظ کے شمارد | بیک جو دولتِ کاؤس و کے را

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش، ولے | دامِ تزویر مکن، چون دگران، قرآن را

دردمندیم، خبر رسید ہ از سوزِ درون | دہانِ خشک و لبِ تشنہ و چشمِ ترِ ما
حافظا غم مخور کہ شاہدِ بخت | عاقبت برکشد ز چہرہ نقاب

بنال بلبل اگر با منت سرِ یاریست | کہ ما دو عاشقِ زاریم و کارِ ما زاریست
جمالِ شخص نہ چشم است و زلف و عارض و خال ۶ | ہزار نکتہ درین کار و بارِ دلداریست
بآستانِ تو مشکل توان رسید آرے | عروج بر فلکِ سروری بدشواریست
روندگانِ طریقت بہ نیم جو نخرند | قبائے اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست
دلش بنالہ میازار و ختم کن، حافظ | کہ رستگاریِ جاوید، در کم آزاریست

روشن از پرتوِ رویت نظرے نیست کہ نیست | منتِ خاکِ درت بر بصرے نیست کہ نیست
شیر در بادیۂ عشقِ تو روباہ شود | آہ ازین راہ کہ در وے خطرے نیست کہ نیست
مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ۷ | ورنہ در مجلسِ رندان خبرے نیست کہ نیست
بجز این نکتہ کہ حافظ ز تو ناخوشنود است | در سراپائے وجودت ہنرے نیست کہ نیست

اے نسیمِ سحر آرامگہِ یار کجاست ؟ | منزلِ آن مہِ عاشق کشِ عیار کجاست ؟
ہر کہ آمد بجہان نقشِ خرابی دارد ۸ | در خرابات مپرسید کہ ہشیار کجاست ؟
حافظ از بادِ خزان، در چمنِ دہر مرنج | فکرِ معقول بفرما گلِ بے خار کجاست ؟

چیست این سقفِ بلندِ سادۂ بسیار نقش ۹ | زین معما ہیچ دانا در جہان آگاہ نیست

هر چه هست از قامتِ ناسازِ بی اندامِ ماست ۱۰ ورنه تشریفِ تو بر بالای کس کوتاه نیست

گرچه در بازارِ دهر از خوشدلی جز نام نیست شیوهٔ رندان و خوش باشیِ عیاران خوش است

از زبانِ سوسن این آوازه ام آمد بگوش کاندرین دیرِ کهن کارِ سبکساران خوش است

مجو درستیِ عهد از جهانِ سست نهاد که این عجوزه عروسِ هزار داماد است

برو بکارِ خود ای واعظ این چه فریاد است؟ ۱۱ مرا فتاد دل از کف، ترا چه افتاد است؟

جان فدای دهنت باد که در باغِ نظر چمن آرای جهان خوشتر ازین غنچه نبست

تو و طوبی و ما و قامتِ یار فکرِ هر کس بقدرِ همتِ اوست

با که این نکته توان گفت که آن سنگین دل کشت ما را و دمِ عیسیِ مریم با اوست

آنکه ناوک بر دلم از زیرِ چشمی می‌زند قوتِ جانِ حافظش در خندهٔ زیرِ لب است

سینه ام ز آتشِ دل در غمِ جانانه بسوخت آتشی بود درین خانه که کاشانه بسوخت

دانا چو دید بازیِ این چرخِ حقه باز هنگامه بازچید و درِ گفتگو ببست

گل در بر و می در کف و معشوقه بکام است سلطانِ جهانم بچنین روز غلام است

اگر بلطف بخوانی مزیدِ الطاف است اگر بقهر برانی درونِ ما صاف است

بدرد و صاف ترا حکم نیست، در دم کش ۱۲ که هر چه ساقیِ ما ریخت عینِ الطاف است

هزار عقل و ادب داشتم من ای خواجه کنون که مست و خرابم صلاحِ بی ادبیست

عیبِ رندان مکن، ای زاهدِ پاکیزه سرشت ۱۳ که گناهِ دگران بر تو نخواهند نوشت

مباش در پیِ آزار و هر چه خواهی کن ۱۴ که در شریعتِ ما غیر ازین گناهی نیست

خلل پذیر بود هر بنا که می‌بینی مگر بنای محبت که خالی از خلل است

بحریست بحرِ عشق، که هیچش کناره نیست ۱۵ آنجا جز آنکه جان بسپارند چاره نیست

بوی خوش، باد از سرِ کویش بگلستان بگذشت ای گل، این چاکِ گریبانِ تو بی چیزی نیست

عاشقِ مفلس اگر قلبِ دلش کرد نثار مکنش عیب، که بر نقدِ روان قادر نیست

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ   کہ گرچہ غرقِ گناہ است میرود بہ بہشت

اگر بمذہبِ تو خونِ عاشق است مباح   صلاح ما ہمہ آن است کان ترا است صلاح

شرابِ عیشِ نہان چیست؟ کارِ بے بنیاد   زدیم بر صفِ رندان و ہرچہ بادا باد
از انقلابِ زمانہ عجب مدار کہ چرخ   ازین فسانہ و افسون ہزار دارد یاد
قدح بشرطِ ادب گیر، زان کہ ترکیبش   ۱۶ زکاسۂ سرِ جمشید و بہمن است و قباد
کہ آگہ است؟ کہ جمشید و کے کجا رفتند   کہ واقف است کہ چون رفت تختِ جم برباد؟
ز حسرتِ لبِ شیرین ہنوز مے بینم   کہ لالہ میدمد از خاکِ تربتِ فرہاد
مگر کہ لالہ بدانست بے وفائی دہر   کہ تا بزاد و بشد، جام مے زکف ننہاد
رسید در غمِ عشقش بہ حافظ آنچہ رسید   کہ چشمِ زخمِ زمانہ بعاشقان مرساد

صبا بہ تہنیتِ پیرِ مے فروش آمد   کہ موسمِ طرب و عیش و ناز و نوش آمد
ہوا مسیح نفس گشت، باد نافہ گشا   درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد
تنورِ لالہ چنان بر فروخت، بادِ بہار   کہ غنچہ غرقِ عرق گشت و گل بجوش آمد
ز خانقاہ بمیخانہ میرود حافظ   مگر ز مستیِ زہد و ریا بہوش آمد

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدارانند   خرابِ بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند
نصیبِ ماست بہشت، ای خدا شناس برو   ۱۷ کہ مستحقِ کرامت گناہگارانند
• بیا بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن   ۱۸ مرو بصومعہ کانجا سیاہ کارانند
خلاصِ حافظ ازان زلفِ تابدار مباد   کہ بستگانِ کمندِ تو رستگارانند

حسب حالے ننوشتیم و شد ایامے چند   قاصدے کو؟ کہ فرستم بتو پیغامے چند
قند آمیختہ با گل نہ علاجِ دلِ ماست   بوسۂ چند بیامیز بدشنامے چند
پیرِ میخانہ چہ خوش گفت بدردی کشِ خویش   کہ مگو حالِ دلِ سوختہ با خامے چند
حافظ از تابِ رخِ مہر فروغِ تو بسوخت   کامگارا نظرے کن سوے ناکامے چند

دی پیرِ مے فروش که ذکرش بخیر باد — گفتا شراب نوش و غمِ دل ببر زیاد
بے خار گل نباشد و بے نیش نوش هم — تدبیر چیست؟ وضعِ جهان این چنین فتاد
پُر کن زباده جامِ دمادم بگوشِ هوش — بشنواز و حکایتِ جمشید و کیقباد
حافظ گرت زپندِ حکیمان ملالت است — کوته کنیم قصه که عمرت دراز باد

سحرم دولتِ بیدار ببالین آمد — گفت، برخیز که آن خسروِ شیرین آمد
در هوا چند معلق زنی و جلوه کنی — اے کبوتر نگران باش که شاهین آمد
رسم بدعهدیِ ایام چو دید ابرِ بهار — گریه اش بر سمن و سنبل و نسرین آمد
چون صبا گفتهٔ حافظ بشنید از بلبل — عنبر افشان بتماشاے ریاحین آمد

سحر چون خسروِ خاور علم بر کوهساران زد — بدستِ مرحمت، یارم درِ امیدواران زد
چو پیشِ صبح روشن شد که حالِ مهرِ گردون چیست — برآمد خندهٔ خوش بر غرورِ کامگاران زد
نگارم دوش در مجلس بعزمِ رقص چون برخاست — گره بگشود از گیسو و بر دلهاے یاران زد
دوامِ ملک و عمرِ او بخواه از لطفِ حق حافظ — که چرخ این سکهٔ دولت بنامِ شهسواران زد

سحر بلبل حکایت با صبا کرد — که عشقِ گل، بما دیدی؟ چها کرد؟
من از بیگانگان هرگز ننالم — که با من هر چه کرد آن آشنا کرد
بشارت بر بکوے مے فروشان — که حافظ، توبه از زهد و ریا کرد

شاهد آن نیست که موئے و میانے دارد — بندهٔ طلعتِ آن باش که آنے دارد
با خراباتِ نشینان زکرامات ملاف — هر سخن جائے و هر نکته مکانے دارد
مدعی گو برو، نکته به حافظ مفروش — کلکِ ما نیز زبانے و بیانے دارد

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید — یا جان رسد بجانان، یا جان زتن برآید
گفتم بخویش کز دے برگیر دل، دلم گفت — کارِ کسے ست این کو با خویشتن برآید
گویند ذکرِ خیرش در خیلِ عشقبازان — هر جا که نامِ حافظ در انجمن برآید

من و انکارِ شراب، این چه حکایت باشد؟ ۱۹ غالباً این قدرم عقل کفایت باشد
منکه شبها رهِ تقوی زده ام باد ف و چنگ | این زمان سر بره آرم چه حکایت باشد
دوش ازین غصه نخفتم که حکیمی میگفت | حافظ ار باده خورد جاے شکایت باشد

من ارچه عاشقم و رند و مست و نامه سیاه ۲۰ هزار شکر که یارانِ شهر بے گنهند
ببین حقیر گدایانِ عشق را کاین قوم | شهانِ بے کمر و خسروانِ بے کلهند

تیرِ مژگانِ دراز و غمزهٔ جادو نه کرد | آنچه آن زلفِ دراز و خالِ مشکین کرده اند
شاهدان از آتشِ رخسارِ رنگین دمبدم ۲۱ زاهدان را رخنه ها اندر دل و دین کرده اند

قرة العینِ من آن میوهٔ دل یادش باد | که خود آسان بشد و کارِ مرا مشکل کرد

بس تجربه کردیم درین دارِ مکافات | با دردکشان هر که درافتاد برافتاد

حافظ، وظیفهٔ تو، دعا گفتن ست و بس | در بندِ آن مباش، که نشنید یا شنید

عیبِ مستان مکن ای خواجه کزین کهنه رباط | کس ندانست، که رحلت بچه سان خواهد بود

تیرِ عاشق کش ندانم بر دلِ حافظ که زد؟ | این قدر دانم، که از شعرِ ترش، خون میچکید

حدیثِ عشق ز حافظ شنو نه از واعظ | اگرچه صنعتِ بسیار در عبارت کرد

چه مستی ست ندانم، که رو بما آورد؟ | که بود ساقی؟ و این باده از کجا آورد؟

حباب را چو فتد بادِ نخوت اندر سر | کلاهِ داریش اندر سرِ شراب رود

بیانِ شوق چه حاجت؟ که حالِ آتشِ دل | توان شناخت، ز سوزیکه در سخن باشد

آنکه پرنقش زد این دائرهٔ مینائی | کس ندانست که در گردشِ پرکار چه کرد؟

آنچه سعی ست، من اندر طلبت بنمودم | این قدر هست، که تغییرِ قضا نتوان کرد

آسمان، بارِ امانت، نتوانست کشید | قرعهٔ فال، بنامِ منِ بیچاره زدند

دیگران قرعهٔ قسمت همه بر عیش زدند | دلِ غم دیدهٔ ما بود که هم بر غم زد

دی عزیزے گفت حافظ میخورد پنهان شراب | اے عزیزِ من گناه آن به که پنهانی بود

رسید مژده، که ایامِ غم نه خواهد ماند | چنان نه ماند و چنین نیز هم نه خواهد ماند

مکن ز غصه شکایت، که در طریقِ ادب | براحتے نرسید، آنکه زحمتے نکشید

زاهدِ خلوت نشین، دوش بمیخانه شد | از سرِ پیمان گزشت، بر سرِ پیمانه شد

امین مشو ز عشوهٔ دنیا که این عجوزه | مکاره می نشیند و محتاله می رود

ز راهِ میکده، یاران، عنان بگردانید | چراکه حافظ ازین راه رفت و مفلس شد

قتلِ این خسته، بشمشیرِ تو تقدیر نه بود | ورنه هیچ از دلِ بیرحمِ تو تقصیر نبود

گفتم ز لعلِ نوش لبان، پیر را چه سود؟ | گفتا ببوسهٔ شکرینش جوان کنند

گفتم ز مهر ورزان رسمِ وفا بیاموز | گفتا تو بندگی کن کو بنده بردر آید

گوهرِ پاک بباید که شود قابلِ فیض | ورنه هر سنگ و گلے لولو و مرجان نشود

کس ندانست که منزلگهِ مقصود کجاست؟ ۲۲ | این قدر هست، که بانگِ جرسے می آید

معاشران، گره، از زلفِ یار، باز کنید | شبے خوش ست، باین قصه اش دراز کنید

هزار نکتهٔ باریکتر ز مو اینجاست ۲۳ | نه هر که سر بتراشد، قلندری داند

غمِ دنیائے دنی چند خوری؟ باده بخور | حیف باشد، دلِ دانا، که مشوش باشد

واعظان کین جلوه بر محراب و منبر می کنند | چون بخلوت می روند، آن کارِ دیگر می کنند

همائے اوجِ سعادت بدامِ ما افتد | اگر ترا گزرے بر مقامِ ما افتد

چشمت از ناز به حافظ نکند میل، آرے | سرگرانی صفتِ نرگسِ شهلا باشد

دیدی آن قهقههٔ کبکِ خرامان حافظ؟ ۲۴ | که ز سرپنجهٔ شاهینِ قضا غافل بود

اے بادِ مشکبو بگذر سوے آن نگار | بکشا گره ز زلفش و بوئے بمن بیار

اے دل بساز با غمِ هجران و صبر کن | اے دیده، در فراقش، ازین بیش خون مبار

حافظ، تو تا بکے غمِ مالِ جهان خوری | بسیار غم مخور، که جهان نیست پایدار

دلا ز هجر مکن ناله، زان که در عالم | غم است و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

بدان مثل که شب آبستن آمده ست بروز ستاره می شمرم تا که شب چه زاید باز

خواهی که روشنت شود احوالِ سرِ عشق از شمع پرس قصه، ز بادِ صبا مپرس
ما قصهٔ سکندر و دارا نخوانده ایم از ما بجز حکایتِ مهر و وفا مپرس

خموش حافظ، و از جورِ یار ناله مکن ۲۵ ترا که گفت که بر روے خوب حیران باش؟

ریا حلال شمارند و جامِ باده حرام ۲۶ زہے طریقت و ملت، زہے شریعت و کیش

اگر شراب خوری، جرعهٔ فشان بر خاک ۲۷ ازان گناه که نفعے رسد بغیر چه باک؟

پاے ما لنگ ست و منزل بس دراز دست ما کوتاه، و خرما بر نخیل
یا مکن با پیلبانان دوستی ۲۸ یا بنا کن خانهٔ در خوردِ پیل

این چه شوریست که در دورِ قمر مے بینم همه آفاق، پُر از فتنه و شر، مے بینم
هر کسے روز بهی مے طلبد از ایام مشکل این ست که هر روز بتر مے بینم
ابلهان را همه شربت ز گلاب و قند ست قوتِ دانا همه از خونِ جگر مے بینم
اسپ تازی شده مجروح بزیرِ پالان طوقِ زرین همه در گردنِ خر مے بینم
دختران را همه جنگ ست و جدل با مادر پسران را همه بد خواهِ پدر مے بینم
هیچ رحمے نه برادر به برادر دارد هیچ شفقت نه پدر را به پسر مے بینم
پندِ حافظ بشنو خواجه برو نیکی کن زانکه این پند به از درّ و گهر مے بینم

سالها پیروی خدمتِ رندان کردم ۲۹ تا بفتواے خرد حرص بزندان کردم
سایهٔ بر دلِ ریشم، فگن، اے گنج مراد ۳۰ که من این خانه بسوداے تو ویران کردم
توبه کردم که نه بوسم لبِ ساقی و کنون ۳۱ می گزم لب که چرا گوش بناوان کردم
نقشِ مستوری و مستی نه بدستِ من و تست آنچه اُستادِ ازل گفت بکن، آن کردم
دارم از لطفِ ازل منزلِ فردوس طمع گرچه دربانیِ مے خانه فراوان کردم
صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ هرچه کردم همه از دولتِ قرآن کردم

بعزم توبہ، سحر گفتم، استخارہ کنم ‌‌ بہارِ توبہ شکن می رسد، چہ چارہ کنم ؟
سخن درست بگویم، نمی توانم دید ‌‌ کہ مے خورند حریفان و من نظارہ کنم
گدائے میکدہ ام لیک وقتِ مستی بین ‌‌ ۴۲ کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم
نہ قاضیم نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ ‌‌ مرا چہ سود کہ منعِ شرابخوارہ کنم
ز بادہ خوردنِ پنہان، ملول شد حافظ ‌‌ بہ بانگِ بربط و نے، رازش آشکارہ کنم

فاش میگویم و از گفتۂ خود دلشادم ‌‌ بندۂ عشقم و از ہر دو جہان آزادم
طائرِ گلشن قدسم، چہ دہم شرح فراق ؟ ‌‌ ۴۳ کہ درین دامگہِ حادثہ چون افتادم ؟
من ملک بودم و فردوس برین جایم بود ‌‌ ۴۴ آدم آورد درین دیرِ خراب آبادم
کوکبِ بخت مرا ہیچ منجم نشناخت ‌‌ یارب از مادرِ گیتی بچہ طالع زادم ؟
پاک کن چہرۂ حافظ بسرِ زلف ز اشک ‌‌ ورنہ این سیل دمادم ببرد بنیادم

من ترکِ عشقبازی و ساغر نمی کنم ‌‌ صدبار توبہ کردم و دیگر نمی کنم
باغِ بہشت و سایۂ طوبیٰ و قصرِ حور ‌‌ با خاکِ کوے دوست برابر نمی کنم
شیخم بطنز گفت، حرام ست مے، مخور ‌‌ گفتم، بگوکہ، گوش بہر خر نمی کنم
این تقویم بس ست، کہ چون زاہدانِ شہر ‌‌ ناز و کرشمہ بر سرِ منبر نمی کنم
حافظ جنابِ پیرِ مغان مامنِ وفاست ‌‌ من ترکِ خاکبوسی این در نمی کنم

اے دل تو جامِ جم بطلب، ملکِ جم مخواہ ‌‌ کین بود قولِ بلبلِ بستان سرائے جم
بشنو ز جامِ بادہ کہ این زالِ نوعروس ‌‌ بسیار کشت شوہرِ چون کیقباد و جم

واعظ مکن نصیحتِ شوریدگان، کہ ما ‌‌ با خاکِ کوے دوست بفردوس ننگریم

چو طفلان تا کے اے واعظ فریبی ‌‌ بہ سیبِ بوستان و جوے شیرم

اگر غم لشکر انگیزد کہ خونِ عاشقان ریزد ‌‌ ۴۵ من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم
عیان نہ شد کہ چرا آمدم کجا بودم ؟ ‌‌ دریغ و درد کہ غافل ز کارِ خویشتنم

شرم می آیدم از خرقهٔ آلودهٔ خویش — که بدین فضل و هنر نام کرامات بریم

من از بازوی خود دارم بسی شکر — که زورِ مردم آزاری ندارم

حافظ از جورِ تو، حاشا، که بنالد روزی — من، ازان روز که در بندِ توام آزادم

لکن درین چمنم، سرزنش بخود روئی — چنانکه پرورشم میدهند میرویم ۳۶

پدرم روضهٔ رضوان بدو گندم بفروخت — ناخلف باشم اگر من بجوی نفروشم ۳۷

ما ز یاران چشمِ یاری داشتیم — خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

من نه آن رندم که ترکِ شاهد و ساغر کنم — محتسب داند که من این کارها کمتر کنم ۳۸

شرابِ لعل کش و روی مه جبینان بین — خلافِ مذهبِ آنان جمالِ اینان بین

بزیرِ دلقِ مرقع کمندها دارند — درازدستی این کوته آستینان بین

بخرمنِ دو جهان سر فرو نمی آرند — دماغِ کبرِ گدایانِ خوشه چینان بین ۳۹

گره ز ابروی پرچین نه می کشد یار — نیازِ اهلِ دل و نازِ نازنینان بین ۴۰

غبارِ خاطرِ حافظ ببرد صیقلِ عشق — صفای نیتِ پاکان و پاکدینان بین

صبح است ساقیا، قدحی پر شراب کن — دورِ فلک درنگ ندارد، شتاب کن

زان پیشتر که عالمِ فانی شود خراب — ما را، ز جامِ بادهٔ گلگون خراب کن ۴۱

ایامِ گل چو عمر برفتن شتاب کرد — ساقی، بدورِ بادهٔ گلگون شتاب کن

مانجبتِ خویش خوی ترا آزموده ایم — با دشمنان قدح کش و با ما عتاب کن

حافظ وصال می طلبد از رهِ دعا — یارب دعای خسته دلان مستجاب کن

ز در درآ، و شبستانِ من منور کن — دماغِ مجلسِ روحانیان معطر کن

لبِ پیاله ببوس، آنگه آن بمستان ده — باین لطیفه دماغِ خرد معطر کن

وگر فقیه نصیحت کند که می مخورید — پیاله بدهش، گو، دماغ را تر کن

پس از ملازمتِ عیش و عشقِ مهرویان — ز کارها که کنی شعرِ حافظ از بر کن

منم کہ شہرۂ شہرم بعشق ورزیدن | منم کہ دیدہ نیالودہ ام ببد دیدن
وفا کنیم و ملامت کشیم وخوش باشیم ۴۲ | کہ در طریقتِ ما کافری است رنجیدن
بہ پیر میکدہ گفتم کہ چیست راہ نجات؟ ۴۳ | بخواست جام مے وگفت بادہ نوشیدن
مبوس جز لبِ معشوق وجامِ مے **حافظ** | کہ دستِ زہد فروشان، خطاست بوسیدن

نصیبِ من چو خرابات کردہ است الہ | درین میانہ بگو زاہدا مرا چہ گناہ؟
کسے کہ در ازلش جامِ مے نصیب فتاد | چرا، بہ حشر، کنند این گناہ را درخواہ؟
بآبِ زمزم و کوثر سفید نتوان کرد | گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ؟
مدہ بخاطرِ نازک ملالت، از من راہ | کہ **حافظ** تو ہمین لحظہ گفت بسم اللہ

صبا تو نکہتِ آن زلفِ مشکبو داری | بیادگار بمانی کہ بوے او داری
در آن شمائلِ مطبوع ہیچ نتوان گفت | جز این قدر کہ رقیبانِ تندخو داری
نواے بلبلت اے گل، کجا پسند افتد؟ | کہ گوشِ ہوش بمرغانِ ہرزہ گو داری
ز جرعۂ تو سرم مست گشت، نوشت باد | خود از کدام خم ست این کہ در سبو داری؟
دعاش گفتم وخندان بزیرِ لب بگفت | کہ کیستی تو؟ و با ما چہ گفتگو داری؟
ز کنجِ مدرسہ **حافظ** مجوے گوہرِ عشق | قدم برون نہ اگر میلِ جستجو داری

اے دل آن بہ کہ خراب از مےِ گلگون باشی | بے زر و گنج بصد حشمتِ قارون باشی
در مقامے کہ صدارت بفقیران بخشند | چشم دارم کہ بجاہ از ہمہ افزون باشی
تاجِ شاہی طلبی گوہرِ ذاتی بنما | ور خود از گوہرِ جمشید و فریدون باشی
ساغرے نوش کن و جرعہ بر افلاک فشان | تا بچند از غمِ ایام جگرخون باشی؟
حافظ از فقر مکن نالہ کہ گر شعر اینست | ہیچ خوشدل نپسندد کہ تو محزون باشی

اے بادِ نسیم یار داری | زان نفحۂ مشکبار داری
زنہار مکن درازدستی | با طرۂ او چہ کار داری

ای گل تو کجا و روی زیباش؟ او مشک تر و تو خار داری
روزی برسی بوصل، حافظ گر طاقتِ انتظار داری

هزار جهد بکردم که یارِ من باشی قرار بخشِ دلِ بیقرارِ من باشی
دمی بکلبۂ احزان عاشقان آئی شبی انیسِ دلِ سوگوارِ من باشی
من این مراد نه بینم بعمر خود که شبی بجای اشکِ روان در کنار من باشی
من ارچه حافظِ شهرم جوی نمی ارزم مگر تو از کرمِ خویش یار من باشی

این خرقه که من دارم در رهنِ شراب اولی وین دفترِ بی معنی، غرقِ مئے نابِ اولی
تا بی سروپا باشد اوضاعِ فلک زینسان در سر هوسِ ساقی، در دست شراب اولی
چون پیر شدی، حافظ، از میکده بیرون شو رندی و هوسناکی در عهدِ شباب اولی

لبش می بوسم و در میکشم مے به آبِ زندگانی برده ام پے
بدهِ جامِ مے و از جم مکن یاد که میداند که جم کے بود و کے کے؟
بزن بر چنگ چنگ، ای ماهِ مطرب رگش بخراش تا بخروشم از وے
زبانت درکش اے حافظ زمانے حدیثِ بے زبان را بشنو از نے

ترا که هر چه مراد ست در جهان داری چه غم ز حالِ منِ زارِ ناتوان داری؟
چو ذکرِ لعلِ لبت میکنم خرد گوید حدیث یا شکر ست این که در دهان داری؟
چو گل بدامن ازین باغ می بری حافظ چه غم ز ناله و فریادِ باغبان داری؟

نوبهار ست، در آن کوش که خوشدل باشی که بسی گل بدمد باز و تو در گل باشی
چنگ در پرده همی میدهدت پند ولے وعظت آنگاه دهد سود که قابل باشی
حافظا گر مدد از بختِ بلندت باشد صیدِ آن شاهدِ مطبوع شمائل باشی

جمشید جز حکایتِ جام از جهان نبرد زنهار دل مبند بر اسبابِ دنیوی
خوش فرشِ بوریا و گدائی و خوابِ امن کاین عیش، نیست درخورِ اورنگِ خسروی

درویشم و گدا، و برابر نمی کنم | پشمین کلاہِ خویش بصد تاجِ خسروی
خوشتر از کوی خرابات نباشد جائی | گر بہ پیرانہ سرم دست دہد ماوائی
آرزو میکنم، وازتو چہ پنہان دارم | شیشۂ بادہ و کنجی و رخِ زیبائی
بیاموزمت کیمیائی سعادت | ز ہم صحبتِ بد، جدائی جدائی
مکن حافظا، از جورِ گردون شکایت | چہ دانی تو اے بندہ، کارِ خدائی

اے کہ در کوی خرابات، مقامی داری | جمِ وقتِ خودی، ار دست بجامی داری
صبر بر جورِ رقیبان چہ کنم؟ گر نہ کنم | عاشقان را نبود چارہ بجز مسکینی
ساقیا، سایۂ ابر است و بہار و لبِ جوی | من نگویم چہ کن، از اہلِ دلی، خود تو بگوی
بگذر ز کبر و ناز کہ دیدہ است روزگار | ہم چینِ قبائے قیصر و طرفِ کلاہِ کے
خدا زان خرقہ بیزار است صد بار | کہ صد بت باشدش در آستینے

ساقی نامہ

فریبِ جہان قصۂ روشن ست | ببین تا چہ زاید شبِ آبستن ست
دلا در جہان دل منہ زینہار | کہ کس بر سرِ پل نگیرد قرار
ہمان مرحلہ ست این بیابانِ دور | کہ گم شد درو لشکرِ سلم و تور
ہمان منزل ست این جہانِ خراب | کہ دیدہ ست ایوانِ افراسیاب
نہ تنہا شد ایوان و کاخش بباد | کہ خاکش ندارد کسے ہم بیاد
چہ خوش گفت جمشید با تاج و گنج | کہ یک جو نیرزد سرائے سپنج
مغنی کجائے بگلبانگ رود | بیاد آور آن خسروانی سرود
بمستان نوید سرودے فرست | بیارانِ رفتہ درودے فرست
مغنی بزن چنگ بر ارغنون | ببر از دلم فکرِ دنیائے دون
مگر خاطرم یابد آسایشے | کہ نبود ز غم بادی آلایشے

مغنی بزن خسروانی سرود　　بگو با حریفان بآوازِ رود
که از آسمان مژدهٔ فرصت است　　مرا بر عدو عاقبت نصرت است
مغنی نوای طرب ساز کن　　بقول غزل قصه آغاز کن
مغنی ازین پرده نقشی برآر　　ببین تا چه گفت از حرم پرده‌دار
چنان برکش آهنگِ این داوری　　که ناهید چنگی برقص آوری
مغنی دف و چنگ را ساز ده　　بیارانِ خوش نغمه آواز ده
رهی زن که صوفی بحالت رود　　بمستی وصلش حوالت رود
مغنی بیا بانست چنگ نیست　　کفی بر دفی زن گرت چنگ نیست
شنیدم که چون غم رساند گزند　۴۵　خروشیدنِ دف بود سودمند
مغنی کجایی که وقتِ گل است　　ز بلبل چمنها پر از غلغل است
همان به که خونم بجوش آوری　　دم چنگ را در خروش آوری
مغنی بیا عود را ساز کن　　نوآیین نوای نو آغاز کن
بیک نغمه دردِ مرا چاره ساز　　دلم نیز چون خرقه صدپاره ساز
مغنی کجایی که لطفی کنی　　زمی آتشی در دلم افگنی
برون آری از فکر خود یکدمم　　بهم برزنی کارِ دیارِ غمم
مغنی کجایی نوایی بزن　　بیکتایی او دوتایی بزن
چو خواهد شدن عالم از ماتهی　۴۶　گدایی بسی به ز شاهنشهی
مغنی بگو قول و پرداز ساز　　که بیچارگان را توئی چاره ساز
تو بنمای راهِ عراقم بزود　　که بگشاییم از دیده صد زنده رود
چو غم لشکر آرد بیارا صفی　　ز چنگ و رباب و ز نامی و دفی
مغنی تو همرازِ محرمی　　زمانی به نی زن دمِ همدمی

شبے دور کن دولت از غمیست — دمے پیشِ دانا به از عالمیست
مغنی کجائی؟ بزن بربطے — بیا ساقیا پر کن از مے بطے
که باہم نشینیم و عیشے کنیم — دمے خوش بر آریم و طیشی کنیم
مغنی ز اشعارِ من یک غزل — بآہنگِ چنگ آر اندر عمل
که تا وجد را کارسازی کنم — برقص آیم و خرقه بازی کنم
بیا ساقی، آن آبِ آتش خواص — بمن ده، که تا یابم از غم خلاص
فریدون صفت کادیانی علم — برافرازم از نشتیِ جامِ جم
بیا ساقی این نکته بشنو زمے — که یک جرعه مے به ز دیہیمِ کے
بیا ساقی آن مے که جان پرورست — دلِ خسته را ہمچو جان درخورست
بده کز جہان خیمه بیرون زنم — سراپردہ بالاے گردون زنم
بیا ساقی آن مے که حال آورد — کرامت فزاید کمال آورد
بمن ده که بس بیدل افتاده ام — وزین ہر دو بے حاصل افتاده ام
بیا ساقی آن بکر مستور مست — که اندر خرابات دارد نشست
بمن ده که بدنام خواہم شدن — مریدِ مے و جام خواہم شدن

قطعه

به سمعِ خواجه رسان ای رفیقِ وقت شناس — بخلوتے که در آن اجنبی صبا باشد
لطیفهٔ بمیان آر و خوش بخندانش — بنکتهٔ که دلش را دران رضا باشد
پس انگہے ز کرم آن قدر بپرس ز لطف — که گر وظیفه تقاضا کنم روا باشد؟

رباعیات

ہجرت که بجانِ من درویش آمد — گوئی نمکے بر جگرِ ریش آمد
می ترسیدم کز تو شوم روزے دور — دیدی که ہمان روزِ بدم پیش آمد

گویند کہ فردوس برین خواہد بود | فردا مے ناب وحورِ عین خواہد بود
گر ما مے ومعشوقہ گزیدیم چہ باک | چون عاقبت کار چنین خواہد بود

گل گفت اگر دستگہے داشتمے | بگریختمے اگر رہے داشتمے
بابگنہی مراچنین می سوزند | اے واے بمن گر گنہے داشتمے

باشاہدِ شوخ وشنگ وبار بطِ و نے | کنجے وکبابے ودیکے شیشۂ مے
چون گرم شود ز بادہ ما را رگ وپے | منت نبرم بیک جو از حاتم طے

قصیدہ

سپیدہ دم کہ صبا بوے بوستان گیرد | چمن ز لطفِ ہوا نکتہ بر جنان گیرد
ہواے چنگ بد انسان زند صلاے صبوح | کہ پیرِ صومعہ راہِ درِ مغان گیرد
ہوا ز نکہتِ گل درچمن تتق بندد | افق ز رنگِ شفق رنگِ گلستان گیرد
بنز ہنگاہِ چمن رو کہ خوش تماشائیست | چو لالہ کاسۂ زرین ارغوان گیرد
صبا نگر کہ دما دم چو رندِ شاہد باز ۱۴ | گہے لب گل وگہ زلف ضیمران گیرد
چہ حالت است کہ گل درچمن نماید روے ۱۸ | چہ آتش است کہ در مرغِ صبح خوان گیرد
چو شمع ہر کہ بافشاے راز شد مشغول ۱۹ | لبش زمانہ چو مقراض در میان گیرد
کجاست ساقی مہ روے من کہ از سرِ مہر | چو چشم مست خودش ساغرِ گران گیرد

خیالِ شاہی اگر نیست در سرِ **حافظ**
چرا بہ تیغِ زبان عرصۂ زمان گیرد؟

انتخاب

از

کلامِ داغ

گلزارِ داغ[1] آفتابِ داغ[2] مہتابِ داغ[3]

۵۸ نشتر

نواب مرزا خان نام - تخلص داغ - دہلی مولد - حیدر آباد دکن مدفن - ہمیشہ دہلی مین رہے اور ریاست رام پور سے بھی کچھ کچھ تعلق رہا - اخیر اخیر بخت نے یاوری کی، نظام دکن کے اُستاد ہوئے، نواب فصیح الملک خطاب پایا اور کئی ہزار روپیہ ماہوار مقرر ہوا - پچھلے شعرا مین انکا سا خوش نصیب دوسرا نہین ہوا - انکا کلام بہت ہی عام پسند ہے - ارباب نشاط کو انکی غزلین بہت یاد ہین - انکے کلام مین روزمرہ کا مزہ ہے - امیر مینائی کے یہ ہمعصر تھے - شاگردون مین یہ امر مابہ النزاع رہگیا کہ داغ کا پلہ بھاری ہے یا امیر کا جس طرح سودا اور میر کا فیصلہ نہ ہوا نہ ناسخ اور آتش کا جھگڑا چکا، ذوق و غالب اور دبیر و انیس مین اُن کے جیتے جی اُنکے شاگردون نے یہ طے نہین ہونے دیا کہ کس کا پایہ بلند ہے اسی طرح داغ اور امیر کا بھی قضیہ طے نہ ہوا تھا کہ دونون نے حیدر آباد ہی مین سال دو سال کے آگے پیچھے قضا کی - سال وفات داغ ۱۳۲۲ھ -

اب ناظرین دونون کے کلام کو باہم مقابلہ کر کے دیکھین اور خود فیصلہ کرین داغ کے کلام مین بہ نسبت امیر کے کم نشتر دکھائے گئے ہین اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مولف نے بطور خود فیصلہ کر دیا سچ یہ ہے کہ انکے عاشقانہ اور چوچلے کلام مین جتنے نشتر ہین اُتنے کسی شاعر کے کلام مین نہین ہین انتخاب کلام کے وقت گو اُس تہذیب کا چندان خیال نہین رکھا گیا جو اکثر تالیفات کے لیے اختیار کی گئی ہے مگر نشترون کی تعداد لکھتے وقت سختی سے نظر کی گئی تو بہت سے نشتر نظر انداز کیے گئے

غزلیات وابیات

جو ہو سکتا ہے اس سے، وہ کسی سے ہو نہین سکتا ۱ مگر دیکھو کہ پھر کچھ آدمی سے ہو نہین سکتا

نگہ گر تیغ، قصہ پاک کیجے دادخواہون کا کسی کا فیصلہ گر منصفی سے ہو نہین سکتا

مزا جو اضطرابِ شوق سے عاشق کو حاصل ہے وہ تسلیم و رضا و بندگی سے ہو نہین سکتا

خدا جب دوست ہے اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ؟ ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہین سکتا

کب سے، شبِ فراق، ہون مشتاق دید کا خورشید ہو گیا ہے مجھے چاند عید کا

کیا قتل حسرتین ہوئین دل مین؟ کہ بیکسی لے لے کے نام روتی ہے اک اک شہید کا

زاہد، کمالِ پیرِ مغان تجھ سے کیا کہون؟ مرشد وہان خطاب ہے ادنیٰ مُرید کا

حورانِ خلد بولتی ہین بڑھ کے بولیان نیلام ہو رہا ہے تمھارے شہید کا

چلنا ہمارے ساتھ ذرا اے شبِ فراق دوزخ مین قحط ہو نہ عذابِ شدید کا

اے داغ کیون نہ مجھکو شفاعت کی ہو اُمید مین ہون محبِ حسین کا دشمن یزید کا

زندہ عیسیٰ کا نام کرنا تھا اِس طرف بھی خرام کرنا تھا

وائے غفلت کہ اب کیا ہم نے ۲ جو ہمین پہلے کام کرنا تھا

تھی نہ تابِ ستم، تو حضرتِ دل عاشقی کو سلام کرنا تھا

داغ مہمان سراے دنیا مین اور چندے قیام کرنا تھا

نہ کبھی جیبِ خجالت سے یہان سر نکلا قیس دیوانہ تھا جامے سے جو باہر نکلا

دادخواہون کا بھی ارمان بقدر نکلا گر طرفدار ترا داورِ محشر نکلا

آفرین داغ، تجھے خوب نباہی تو نے مرحبا کوچۂ دلدار سے مر کر نکلا

طور کیون خاک ہوا؟ نور ترا نار نہ تھا ناز تھا حضرتِ موسےٰ سے وہ دیدار نہ تھا

یا نہ آتے تھے حسینون کو یہ اندازِ جفا یا کوئی اگلے زمانے مین خطاوار نہ تھا

شب کو کیون کر خلشِ دل نہ دکھاتی لذت　　تیر ارمان تھا، پیکان تمنا، خار نہ تھا
دل کا سودا، اور اس غماز سے، اور ایسی جگہ　　داغ وہ انجمنِ ناز تھی بازار نہ تھا

تیر اسکا چلتے چلتے، جب پریشان ہوگیا　　تھک کے بیٹھا میرے دل مین، اور پنہان ہوگیا
کسکا طرّہ، کسکا گیسو، کسکی کاکل، کسکی زلف؟　　سب بلائین ہوگئین، جب دل پریشان ہوگیا
دل مین لے دے کر، رہا تھا ایک قطرہ خون کا　　کچھ نیازِ غم ہوا، کچھ صرفِ مژگان ہوگیا
بوسہ لیکر دل دیا ہے، اور پھر نالان ہین داغ　　کوئی جانے مفت مین حضرت کا نقصان ہوگیا

کس طرح اُس نگہ ناز سے جینا ہوگا　　زہر دے اُسپہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا
خلد مین پھر کسی کافر ہی کا دل بہلے گا　　گر نہ معشوق و مے و ساغر و مینا ہوگا
چین دیتے نہین وہ داغ کسی طرح مجھے　　مین جو مرتا ہون تو کہتے ہین کہ جینا ہوگا

مجھ سے بہتر مرا ملال رہا　　کہ ترے دل مین سہ جمال رہا
ذکرِ روزِ جزا یہ کہتے ہین　　اور جو ہم پر الفعال رہا؟
تونے آرام کچھ دیا اے مرگ　　زندگی کیا رہی وبال رہا
داغ نے حالِ دل کہا اُن سے　　کچھ بھی کمبخت کو خیال رہا؟

آئینہ تصویر کا تیرے نہ لیکر رکھ دیا؟　　بوسے لینے کے لیے کعبے مین پتھر رکھدیا
ہم نے اُنکے سامنے اوّل تو خنجر رکھدیا　　پھر کلیجا رکھ دیا، دل رکھدیا، سر رکھدیا
سُن لیا ہے پاس حورون کے پہنچتے ہین شہید　　اسلیے لاشے پہ میرے اُسنے پتھر رکھدیا
کل خبر لین گے یہ، زاہد آج تو ساقی کے ہاتھ　　رہن اک چلو پہ ہم نے حوضِ کوثر رکھدیا
ذبح کرتے ہی مجھے، قاتل نے دھوئے اپنے ہاتھ　　اور خون آلودہ خنجر غیر کے گھر رکھدیا
زندگی مین پاس سے دم بھر نہ ہوتے تھے جدا　　قبر مین تنہا مجھے یارون نے کیونکر رکھدیا
زلف خالی ہاتھ خالی کس جگہ ڈھونڈین اسے　　تم نے دل لیکر کہان اے بندہ پرور رکھدیا
داغ کی شامت جو آئی اضطرابِ شوق مین　　حالِ دل کمبخت نے سب اُنکے منہ پر رکھدیا

کب ہوا؟ اے بتِ بیگانہ منش تو اپنا   دل جو اپنا ہی نہین اُسپہ بھی قابو اپنا
تمکو آشفتہ مزاجون کی خبر سے کیا کام؟   تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا
وہی ہم تھے کہ جو روتون کو ہنسا دیتے تھے   اب ہے یہ حال کہ تھمتا نہین آنسو اپنا
لگ گئی چُپ تجھے اے داغِ حزین کیون ایسی؟   مجھکو کچھ حال تو کمبخت بتا تو اپنا

دیکھنا حشر مین، جب تم پہ مچل جاؤن گا   مین بھی کیا وعدہ تمھارا ہون کہ ٹل جاؤنگا
آؤ ملجاؤ کہ یہ وقت نہ پاؤ گے کبھی،   مین بھی ہمراہ زمانے کے بدل جاؤن گا
قبر مین حسرت وارمان ہین غنیمت اے داغ   رفتہ رفتہ انھین یارون مین بہل جاؤن گا

عجب اپنا حال ہوتا، جو وصالِ یار ہوتا   کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا
جو تمھاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا   تمھین منصفی سے کہدو تمھین اعتبار ہوتا؟
ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے   اگر اپنی زندگی کا ہمین اعتبار ہوتا
تمھین ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہے داغ کا دل   یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

خاطر سے یا لحاظ سے مین مان تو گیا   جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا
گو نامہ بر سے خوش نہ ہوا پر ہزار شکر   مجھکو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا
ہوش و حواس و تاب و توان داغ جا چکے   اب ہم بھی جانے والے ہین سامان تو گیا

میرے قابو مین نہ پہرون دلِ ناشاد آیا ۴ وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا
لیجیے سُنیے اب افسانہ فرقت مجھ سے   آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا
آپ کی بزم مین سب کچھ ہے مگر داغ نہین ۵ ہمکو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

کیا کوئی زمانے مین ستمگر نہین ہوتا؟   ہوتا ہے مگر تیرے . برابر نہین ہوتا
عادت ہے عجب چیز، بُری ہو کہ بھلی ہو   مرتا ہون جو بے چین گھڑی بھر نہین ہوتا
اے داغ نہ دے جان محبت مین کہ نادان   پھر زندہ جہان مین کوئی مرکر نہین ہوتا

ہمین زمانے مین بدنام تیری خو نے کیا ۶ دل فریفتہ، جو کچھ کیا سو تو نے کیا

گیا رقیب کے گھر بارہا شبِ وعدہ — بہت ذلیل مجھے تیری جستجو نے کیا

کھلا مین اُنسے تو وہ اور داغ مجھسے رُکے — خفا تو اُنکو مری شرحِ آرزو نے کیا

اُنکا ہی بیکسی نے مجھے کیا مزا دیا — سینے پہ چڑھ کے اُس نے خمِ مے پلا دیا

جو کچھ ہوا تو دل سمجھے لے بیوفا دیا — تقدیر نے بگاڑ دیا یا بنا دیا

آخر کو جوشِ گریہ نے اتنا کیا اثر — نقشِ مراد صفحۂ دل سے مٹا دیا

بخشا گیا جو داغ سیہ کار دیکھنا — جنت کہے گی آگ لگا دی جلا دیا

موت کا مجکو نہ کھٹکا شبِ ہجران ہوتا — مرے دروازے پہ گر آپ کا دربان ہوتا

خلد مین مدرہے عیش کے سامان بیکار — لطف جب تھا کہ یہ مجموعہ پریشان ہوتا

داغ کو ہم نے محبت مین بہت سمجھایا — وہ کہا مان نہ لیتا اگر انسان ہوتا؟

اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا — یاد آتا ہے ہمین، ہائے زمانا دل کا

تم بھی مُنھ چوم لو، بیساختہ پیار آجائے — مین سناؤن جو کبھی دل سے فسانا دل کا

ان حسینون کا لڑکپن ہی رہے، یا اللہ — ہوش آتا ہے، تو آتا ہے ستانا دل کا

بعد مدت کے یہ اسے داغ سمجھ مین آیا — وہی دانا ہے، کہا جس نے نہ مانا دل کا

پارسا کوئی اگر تاکنے والا ہوتا — دخترِ رز نے بڑا نام اُچھالا ہوتا

ساتھ عشاق کے یہ پھر بھی نکرتا نرمی — آسمان گر ہمہ تن روئی کا گالا ہوتا

کچھ قیامت تو نہ تھی ہجر کی شب ای تقدیر؟ — اِس بلا کو کسی تدبیر سے ٹالا ہوتا

ہم سناتے جو کوئی درد ہمارا سنتا — دل دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا

دردِ فرقت کی کسک وصل مین کیا مٹ جاتی؟ — آہ تھمتی اگر ای داغ، تو نالا ہوتا

اُنکے گھر داغ جا کے دیکھ لیا — دل کے کہنے مین آکے دیکھ لیا

جاؤ بھی کیا کروگے مہر و وفا؟ — بارہا آزما کے دیکھ لیا

زخمِ دل مین نہین ہے قطرۂ خون — خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا

شب مجھے بزم سے ہمین رخصت | جو سنا تھا وہ آکے دیکھ لیا
حسن کمیاب نغمہ ہر نایاب ۹ | شہر در شہر جا کے دیکھ لیا
جنس دل ہر، یہ وہ نہین سودا | ہر جگہ سے منگا کے دیکھ لیا
نہ لیا اُس نے خط شرارت سے | نامہ بر کو ستا کے دیکھ لیا
اب خریدار ہے نہین کوئی | مول اپنا بڑھا کے دیکھ لیا

روے انور نہین دیکھا جاتا | دیکھین کیونکر نہین دیکھا جاتا؟
کیا رہین ہم؟ کہ ترا چال چلین | پاس رہکر نہین دیکھا جاتا
خط مرا پھینک دیا، یہ کہکر | ہم سے دفتر نہین دیکھا جاتا
مختصر یہ ہر کہ اب داغ کا حال | بندہ پرور نہین دیکھا جاتا

کچھ ہمین بھی خیال ہو ہی گیا | آخر اُن سے ملال ہو ہی گیا
نہ کہا تھا، کہ سچ نہ کہوا وُ | آپ کو انفعال ہو ہی گیا
دل لگی کا بھی ہر بُرا انجام | کہ ہنسی مین ملال ہو ہی گیا
کمر یار کے مضامین سے | داغ نازک خیال ہو ہی گیا

اب دل ہر مقام بیکسی کا ۱۰ | یون گھر نہ تباہ ہو کسی کا
رونا ہر اب اُس ہنسی خوشی کا | ماتم ہر، بہار زندگی کا
کس کس کو مزا ہر عاشقی کا؟ | تم نام تو لو بھلا کسی کا
روکین انھین کیا؟ کہ ہر غنیمت | آنا جانا کبھی کسی کا
ایسے سے جو داغ نے نباہی | سچ ہے کہ یہ کام تھا اُسی کا

مین یہ ہزار جگہ حشر مین پکار آیا ۱۱ | کہ اور بھی کوئی مجھ سا گناہگار آیا؟
تمھاری شوخ مزاجی سے چھا گئی حیرت | تمھین قرار نہ آیا، مجھے قرار آیا
شکستہ دل ہوئی کس کس طرح مری توبہ | پیے ہوئے جو کوئی رند بادہ خوار آیا

کبھی جو دھوپ کی گرمی سے رند چیخ اُٹھے ۱۲ ہوا کے گھوڑے پہ ابرِ کرم سوار آیا
ڈرے جو حشر میں وہ، مجکو دیکھتے ہی کہا مرا رفیق، مرا داغ جان نثار آیا

امیدوار ہون کرم بے حساب کا پیتا ہون ڈگڈگا کے پیالہ شراب کا
مین اک سوال کرکے پشیمان ہو گیا پچھا بندھا ہوا ہی ہزارون جواب کا
روزہ رکھین نماز پڑھین حج ادا کرین اللہ یہ ثواب بھی ہی کس عذاب کا؟
لاؤن، پیون، پیالہ بھرون، در کو قفل دون؟ کیا حکم ہی جناب بہشتِ مآب کا؟
ای داغ بخشوائین گے اُمت کے وہ گناہ ہی آسرا جناب رسالت مآب کا

غیر پر لطف و کرم، بس ہو چکا ہو چکا ہم پر ستم، بس ہو چکا
ہمکو، اے واعظ ابھی مرنا نہین وصفِ گلزارِ ارم بس ہو چکا
کل جو اک داغ حزین مشہور تھا آج وہ بیمارِ غم بس ہو چکا

کوئی پھرے نہ قول سے، بس فیصلا ہوا بوسہ ہمارا آج سے، دل آپ کا ہوا
ماتم ہمارے مرنے کا اُنکی بلا کرے اتنا ہی کہ کے چھوٹ گئے وہ بُرا ہوا
آباد کس قدر ہی، الہی، عدم کی راہ ہر دم مسافرون کا ہی تانتا لگا ہوا
اے کاش، میرے تیرے لیے کل یہ حکم ہو لیجاؤ اِن کو خلد مین، جو کچھ ہوا ہوا
کس کس طرح سے اُسکو جلاتے ہین رات دن وہ جانتے ہین داغ ہی ہم پر مٹا ہوا

دل مکدر مدام کا نکلا کب یہ آئینہ کام کا نکلا؟
مٹ گئی رسم و راہ بھی اُن سے یہ نتیجہ پیام کا نکلا
گالیان سُنتے ہین دعا دیکر خوب پہلو کلام کا نکلا
سچ تو یہ ہی کہ عاشقی مین داغ ایک ہی اپنے نام کا نکلا

دل سے بھی باتین نہین کرتا کبھی مین اسلیے وہ ستمگر بدگمان، یہ راز دان ہو جائیگا
دل کو مدت مین کیا تھا خوگرِ طرزِ ستم کیا خبر تھی وہ یکایک مہربان ہو جائیگا

داغ کو ہم یہ نہ سمجھے تھے کہ ترے عشق مین ہائے ایسا شخص یون بے خانمان ہوجائیگا

تمھارے خط مین نیا اک سلام کسکا تھا؟ نہ تھا رقیب، تو آخر وہ نام کس کا تھا؟

وفا کرین گے، نباہین گے، بات مانین گے، تمھین بھی یاد ہی کچھ، یہ کلام کس کا تھا؟

نہ پوچھ گچھ تھی کسی کی، وہان، نہ آؤ بھگت تمھاری بزم مین کل، اہتمام کس کا تھا؟

کیا نہ سمجھتے نہین، ظاہر کی ملاقات کو ہم؟ دل تمھارا نہ ملا ہم نے گلے مِل دیکھا

مست تھی آنکھ تری، دل تھا ہمارا بیخود ہم نے دونون کو، دمِ معرکہ غافل دیکھا

اُسنے جب حکم دیا تھا، تجھے مرجانا تھا داغ، تو دے نہ سکا جان، ترا دل دیکھا

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا ۱۳ تمام رات قیامت کا انتظار کیا

یہ دِل کو تاب کہان ہی؟ کہ ہو مآل اندیش اُنھون نے وعدہ کیا اسنے اعتبار کیا

شبِ فراق جو دستِ دعا بلند ہوا ندا یہ آئین کہ بابِ قبول بند ہوا

مری زبان نہ تھکی رات کٹ گئی ساری کُھلا جو شکوؤن کا دفتر تو پھر نہ بند ہوا

بارِ عصیان کسقدر ہی؟ آدمی جز وِ ضعیف یہ گرادے گا جو اتنا بوجھ سر پر لے چلا

منزلِ مقصود تک پہنچے بڑی مشکل سے ہم ۱۴ ضعف نے اکثر بٹھایا شوق اکثر لے چلا

فتنہ، فساد، رشک، تغافل، غرور، ناز اسکے سوا ہی اور تری انجمن مین کیا؟

مین خلد مین ہون اور نکیرین قبر مین ۱۵ خالی کفن پڑا ہی، دھرا ہی کفن مین کیا؟

شوق ایسا کہ تری راہ مین مرکر بھی چلون ضعف ایسا، کہ نہین جان سے جایا جاتا

وہ خریدار ہی دِل کے نہ ہوئے کیا کیجے ہم بھی کچھ دبتے، کچھ انکو بھی دبایا جاتا

لطف تھا یہ بھی شبِ وصل کہین چھپ جاتا آدمی انکا مری ٹوہ مین گھر گھر پھرتا

تم نہ آتے، تو یہ انداز کہان سے ہوتے؟ بلبیٹھتا بزم مین بنکر کوئی تنکر پھرتا

لے چلا جان مری روٹھ کے جانا تیرا ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا

آرزو ہی نہ رہی صبحِ وطن کی مجکو شامِ غربت ہی عجب وقت سُہانا تیرا

یہ سمجھ کر تجھے اے موت لگا رکھا ہے   کام آتا ہے بُرے وقت مین آنا تیرا

تمھین فکر کیون ہے؟ رنج کیون ہے؟ لاگ کیون ہے؟   کسی سے اگر واسطا ہے کسی کا

نہ بچے جان کس طرح تیری ادا سے؟   قضا پر کہین بس چلا ہے کسی کا؟

پہلے تو منفعل وہ ہوئے پھر بگڑ گئے   کیون شکوہ بار بار کیا ہم نے کیا کیا؟

کہدینگے ہم تو داورِ محشر سے صاف صاف   انھون کو دل نے پیار کیا ہم نے کیا کیا؟

حرص و کرسی پہ کیا خدا ملتا؟ ۱۲   آگے بڑھتے تو کچھ پتا ملتا

اس جفا کا جبھی مزا ملتا   کوئی تجھکو اگر بُرا ملتا

اُدھر کی سدھ بھی، ذرا، اے پیامبر لینا   خدا کے واسطے، جلدی مری خبر لینا

جو مے فروش سے سودا بنے تو کر لینا   کمی ہو حضرتِ زاہد، تو ہم سے بھر لینا

عاشق مضطر، اگر آرام اپنا دیکھتا   عشق کے آغاز مین انجام اپنا دیکھتا

سخت ناکامی تھی اُسکو، ورنہ یون مرتا ہی کیون؟   کوہکن بنتا ہوا گر کام اپنا دیکھتا؟

زبان ہلاؤ تو ہو جائے فیصلہ دل کا   اب آ چکا ہے لبون پر معاملہ دل کا

کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے   وہی بتون کی شکایت وہی گلہ دل کا

کسی بندہ پہ یہ اُفتاد وقت نہ ڈالے اللہ   کیا خبر تھی کوئی یون ہجر مین مر جائیگا

کیون نہ ہم روئین مقدر کی پریشانی کو   کیا یہ گیسو ہے تمھارا کہ سنور جائیگا

جو عاشقی مین خاک ہوا کیمیا ہوا   کہتا تھا آج خاک مین کوئی ملا ہوا

اے عشق رخصت اے ہوس و آرزو سلام   اپنا مقام آج سے دار البقا ہوا

ڈوبکر سینے مین اس رنگ سے پیکان نکلا   دل سے بیساختہ نکلا کہ وہ ارمان نکلا

کوسون تک آ لٹے یاد ان چلا آوین غریب ۱۷   جب تک مری نظر سے نہ پنہان وطن ہوا

کر لیے جمع حسینون نے ہزارون فتنے   عرصۂ حشر ہوا گوشۂ ابرو نہ ہوا

مجھ سے میکش کو کہان صبر کہان کی توبہ؟   لے لیا دوڑ کے جب سامنے ساغر آیا

قدم لینے کو کانٹے منتظر ہین دشتِ وحشت مین — سُنا ہی آج زندان سے ترا دیوانہ چھوٹے گا

تپشِ دل کا تماشا نہ رہا — جب کوئی دیکھنے والا نہ رہا

مجکو وعدے نے ترے جی سے گزرنے نہ دیا — مین نے چاہا تھا کہ مر جاؤن تو مرنے نہ دیا

مضمونِ شوق چھپ نہ سکا اسکو کیا کرون؟ — گو مین نے خط رقیب کے خط مین ملا دیا

دلِ پُر اضطراب نے مارا — اسی خانہ خراب نے مارا

جب جوانی کا مزا جاتا رہا — زندگانی کا مزا جاتا رہا

حسینون کی وفا کیسی جفا کیا؟ — جو دل آیا تو پھر اچھا بُرا کیا؟

کہان رہ کے توبہ بنا ہون الٰہی؟ — کہ جنت مین بھی مجمع حور نکلا

کسی کا نہ ہوگا قیامت مین کوئی — زمین اور ہوگی فلک اور ہوگا

بنتے ہی بنتے، علمِ الٰہی مین رہ گئی — پیدا نہ ہوتی ورنہ تمھاری کمر بھی کیا؟

سب نے تو دیدارِ خدا کا کیا — مجکو بھی دیکھا؟ تجھے دیکھا کیا

دیکھ کر اُسکو، تعجب ہی، جنابِ ناصح — مجھ سے فرماتے ہین، کیون دل نہ سنبھالا اپنا؟

سُنتا ہون، غیر کا بُتِ خودکام ہوگیا — یہ بات سچ ہوئی تو مرا کام ہوگیا

عالمِ یاس مین گھبرائے نہ انسان بہت — دل سلامت ہی تو حسرت بہت ارمان بہت

تم کہ بیداد کرو اور نہ شرماؤ ذرا — ہم کہ ناکردہ گنہ اور پریشان بہت

بزمِ احباب مین، ای داغ ابھی تو ہنس بول — دیکھتے ہین تجھے ہر وقت پریشان بہت

بگڑ گئی ہی یہان بے طرح، جہان کی طرح — کہان کی وضع؟ کہان کی ادا؟ کہان کی طرح

حیا نے روک لیا، جذبِ دل نے کھینچ لیا ۱۸ — چلے وہ تیر کی صورت، کھنچے کمان کی طرح

مین اپنے ضعف کے صدقے بٹھا دیا ایسا — ہلے نہ در سے ترے سنگِ آستان کی طرح

خدا قبول کرے داغ تم جو سوئے عدم — چلے ہو عشقِ بتان لے کے ارمغان کیطرح

دل کو صلاح کار بنا کے ہوے خراب — دشمن وہی ہی ہاے جو بُری بات کی صلاح

رنجِ فراقِ یار میں مر جاؤں یا جیوں؟ میں تجھ سے پوچھتا ہوں اے بیکسی صلاح
مشتاقِ تیغِ ناز ہوں لوں کس سے مشورہ دے گا نہ کوئی موت کی تا زندگی صلاح

اُن سے شبِ وصال جو ذکرِ سحر کیا؟ بولے، خدا نخواستہ، ہو اب سے دور صبح
میں نے شبِ فراق یہ کہکر گزار دی وہ آئی، لے وہ آئی، دلِ ناصبور صبح
بے صبر یوں ہے داغ شبِ غم میں فائدہ؟ کمبخت تیرے نالوں سے ہوگی ضرور صبح

ملی مجکو جنت، قیامت کے بعد ملے کیا خدا جانے جنت کے بعد؟
حیا کے، تبسم کے، اغماض کے مزے لے رہا ہوں شکایت کے بعد
ملا لوں ذرا آنکھ بھی زیرِ تیغ مری جان نکلے گی حسرت کے بعد
مرے حال پر رحم آہی گیا وہ چل کر پلٹ آئے رخصت کے بعد
تڑپنا نہ دیکھا گیا داغ کا ہوا خاتمہ کس مصیبت کے بعد

اے وعدہ فراموش رہی تجکو جفا یاد یہ بھول بھی کیا بھول ہے یہ یاد ہے کیا یاد
وہ سنتے ہیں کب دل سے مری رامِ کہانی فرماتے ہیں، کچھ اور بھی ہے اسکے سوا یاد؟
بندے سے ہے کیوں پرسشِ اعمالِ الٰہی؟ انسان کو رہتی ہے کہاں اپنی خطا یاد؟
اُستاد نے اچھا سبقِ عشق پڑھایا جب اسکو بھلاتا ہوں، یہ ہوتا ہے سوا یاد
تم بھولتے ہو آج کی بات آج ہی اکثر مشکل ہے اگر وعدۂ فردا نہ رہا یاد
رہتا ہے عبادت میں ہمیں موت کا کھٹکا ہم یادِ خدا کرتے ہیں، کرے نہ خدا یاد
معشوق سے اے داغ تغافل کا گلہ کیا؟ کیوں یاد کرے تجکو؟ کرے اُسکی بلا یاد

لاکھ لکھیے انھیں، اندوہ و محن کا کاغذ کب وہ پڑھتے ہیں، کسی سوختہ تن کا کاغذ
ہم نے مضمون گرانباریِ غم لکھا تھا دستِ قاصد میں ہوا سیکڑوں من کا کاغذ
ناتواں ہوں نہ گلے میں مرے باندھو تعویذ توڑ ڈالے مرے گردن کا نہ من کا کاغذ
ورقِ دل پہ کھچی، داغ صنم کی تصویر تھا اسی کام کا یہ اور اسی فن کا کاغذ

ڈالتے ہو کیوں؟ ڈوپٹے کا تم آنچل دوش پر　　　بار ہے پہلے ہی گیسوئے مسلسل دوش پر

میکدے سے ہم چلے بیہوش ہو کر اس طرح　　　ہاتھ مین رکھا خمِ مے اور بوتل دوش پر

کشتگانِ ابروے پرخم کی دلوا دو نیاز　　　تم نے رکھی ہے کمان اول ہی اول دوش پر

یہ تجلی بلبے، اُسکے عارضِ پرنور کی　　　جم گیا ہے نور گویا دو دو انگل دوش پر

لے گئے ہین آج تو اے داغ وہ سینے سے دل　　　سر سلامت آپ پانے کے نہین کل دوش پر

غیر بھی میری طرح کرتے ہین آہین کیونکر؟　　　مین بھی دیکھون کہ پلٹتی ہین نگاہین کیونکر؟

قہر ہے عہدِ جوانی کی اُمنگ اور ترنگ　　　دل بھی مانے وہ رقیبون کو نہ چاہین کیونکر؟

نہ دلاسا نہ تسلی نہ تشفی نہ وفا　　　دوستی اُس بُتِ بدخو سے نباہین کیونکر؟

زیرِ دیوار کبھی جھانک کے تم دیکھ تو لو　١٩　ناتوان کرتے ہین دل تھام کے آہین کیونکر؟

چاہ کا نام جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو　　　وہ طریقہ تو بتا دو تمھین چاہین کیونکر؟

جب وہ آنکھون مین سمائے مرے دل مین آئے　٢٠　بند ہون ناصحِ نافہم یہ راہین کیونکر؟

شرم سے آنکھ ملاتے نہین دیکھا اُن کو　　　پار ہوتی ہین کلیجے کے نگاہین کیونکر؟

دردمندون سے کہین ضبطِ فغان ہوتا ہے؟　　　چھپکے چھپکے ترے بیمار کراہین کیونکر؟

یہ چلن کس نے سکھائے یہ طریقے کس نے؟　　　آگئین جور و جفا کی تمھین راہین کیونکر؟

داغ وہ چاہتے ہین، غیر کو چاہے یہ بھی　　　جو بُرا چاہے ہمارا اُسے چاہین کیونکر؟

تم نگاؤ عاشقِ دلگیر پر　　　ناز ہو جس تیغ پر جس تیر پر

چارہ گر مرتے ہین کیون تدبیر پر　　　چھوڑ دین مجھکو مری تقدیر پر

اس نگاہِ امتحان کو دیکھنا　　　ہے کبھی مجھ پر کبھی شمشیر پر

یون تو سو پہلو بٹھائے وصل کے　　　دل نہین جمتا کسی تدبیر پر

داغ، سچ ہے جو خدا چاہے کرے　　　آدمی کا بس نہین تقدیر پر

حسرت آتی ہے دلِ ناکام پر　　　اسکو دے ڈالون خدا کے نام پر

ہو گیا صیاد بھی عاشق مزاج — خود سمجھا جاتا ہے اپنے دام پر
جب پسند آتا ہے میرا شعر انھین — گالیان پڑتی ہین میرے نام پر
جلنے لگتی ہے زبان کہتے ہی داغ — اُف نکلجاتی ہے میرے نام پر

آئے کوئی، تو بیٹھ بھی جائے ذرا سی دیر — مشتاقِ دید، لطف اُٹھائے ذرا سی دیر
مین دیکھ لون اُسے وہ نہ دیکھے مری طرف — باتون مین اُسکو کوئی لگائے ذرا سی دیر
سب خاک ہی مین مجھکو ملانے کو آئے تھے — ٹھہرے رہے نہ اپنے پرائے ذرا سی دیر
تم نے تمام عمر جلایا ہے داغ کو — کیا لطف ہو جو وہ بھی جلائے ذرا سی دیر

ناز ہوتا ہے انھین مالِ پرایا لیکر — دون کی لیتے ہین میرا دلِ شیدا لیکر
مجھ گرانبارِ محبت کے ہین لاکھ مزار — پہنچون جنت مین سہارے پہ سہارا لیکر
ایسے جینے سے تو ہے جان کا دینا اچھا — کیا جیے گر جیے احسان کسی کا لیکر
شرطِ انصاف ہے یہ داغ کا دعویٰ ہے بجا — آدمی عشق کرے نام ہمارا لیکر

منحصر قدر رہی رحمت کی گنہگارون پر — مال کا مول ہے موقوف خریدارون پر
آگ تلوون سے لگی بزمِ عدو مین یارب ۲۱ — فرشِ گل پر ہین مرے پاؤن کہ انگارون پر
داغ کا عشق بھی دنیا سے نرالا دیکھا — دل جب آتا ہے تو آتا ہے دل آزارون پر

میرے دل کو دیکھ کر، میری وفا کو دیکھ کر — بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر
ہم انھین آنکھون سے دیکھین گے ترا حسن و جمال — گر یہی آنکھین رہین اپنی خدا کو دیکھ کر
اُنکو دیکھا تم نے اپنے دادخواہون کا ہجوم — اب تو آنکھین کھل گئین روزِ جزا کو دیکھ کر
حضرتِ زاہد ہماری چھیڑ کی عادت نہین ۲۲ — گدگدی ہوتی ہے دل مین پارسا کو دیکھ کر
ہم مٹے جس پر تری بیساختہ وہ بات تھی — تو بھی عاشق ہو ہی جاتا اُس ادا کو دیکھ کر
غیر نے مہندی لگائی اُسکے ہاتھون مین داغ — خون آنکھون مین اُتر آیا حنا کو دیکھ کر

اپنی نظر مین ہیچ ہے سارے جہان کی سیر — دل خوش نہ ہو تو کس کا تماشا کہان کی سیر

باب قبول تک نہین پہنچی ہماری آہ — پھر پھر کے کر رہی ہے ابھی آسمان کی سیر
سیر خزان بھی دیدۂ عبرت نگر کرے — کیا کی جو کی بہار گل و گلستان کی سیر
دلی مین پھول والون کی ہے ایک سیر داغ — میلے مین ہم نے دیکھ لی سارے جہان کی سیر

مٹ گئے عشق مین گھر سیکڑون ویران ہوکر — پھر گئی آنکھ تری گردش دوران ہوکر
نالے رہجاتے ہین رک رک کے مرے سینے مین — تیر بیٹھا ہے ترا حلق کا دربان ہوکر

محشر مین لیجیے پرسش اعمال دیکھنا — ہم دیکھتے پھرینگے تماشا ادھر ادھر
دیکھا ہے صبا اڑے نہ اسیرون کا آشیانا — ہونے نہ پائے ایک بھی تنکا ادھر ادھر

مین داور محشر سے بہت داد طلب تھا — وہ ڈانٹ گئے مجکو برابر سے نکل کر
دلی سے چلو داغ کرو سیر دکن کی — گوہر کی ہوئی قدر سمندر سے نکل کر

سر بھی جائے تو نہ جائیگا یہ سودا ہوکر — مجکو لپٹا ہے جنون جھاڑ کا کانٹا ہوکر

چبھتا ہے مرے دل مین ترے ناز کا انداز — آزار کا آزار ہے انداز کا انداز
کیا جھوم کے مستانہ چلا جانب مقتل — دیکھو تو ذرا عاشق جانباز کا انداز
یون زیر زمین خاک مین اچھونکو ملانا — ٹھہرا فلک تفرقہ پرداز کا انداز
مین اس سے بھی خوش ہون کہ تری طرز جفا سے — ملتا ہے مرے طالع ناساز کا انداز
ہے داغ مقلد ہین اسی طرز کے ہم بھی — ہر شعر مین ہے بلبل شیراز کا انداز

عرض کرتے ہم جو ہوتے حضرت آدم کے پاس — آدمی وہ ہے کہ دنیا مین نہ پھٹکے غم کے پاس
نقد دل رکھکر گرہ مین ہوگیا ہے مالدار — اس سے پہلے کیا دھرا تھا گیسوے پرخم کے پاس
تعزیت کو میری وہ آئے تو گھبرا جائینگے — چاہیے بزم طرب بھی مجلس ماتم کے پاس
دیکھکر فیاض کو گھٹتی ہے کیا تسبیح بخیل — موت تھی قارون کی ہوتا اگر حاتم کے پاس
ہاتھ مین طاقت نہین کیا کیجیے اخفاے عشق — رہگیا آکے دامن دیدۂ پرنم کے پاس
کونسی خوبی ہے اسمین جو چھپا بھی کوئی ہے ؟ — داغ چھپا دل ہے تیرے پاس ہے عالم کے پاس

شرط بھی اور پھر تمھاری شرط | جیت لی تم نے، مین نے ہاری شرط
دل رباؤن کو ہی جفا لازم | دل فگارون کو بیقراری شرط
جوشِ رحمت کے واسطے زاہد | ہے زرا سی گنہگاری شرط
بدگمانون سے عشق کا دعوی | واہ اے داغ خوب ہاری شرط

ہین بہت سے عاشقِ دلگیر جمع، | تیر سے ترکش مین ہین کتنے تیر جمع؟
ایسی صورت سے ہمین بھی عشق ہے | کرتے ہین تصویر پر تصویر جمع
کس طرح یکجا ہون داغ اپنے عزیز | ہونے دیتی ہی نہین تقدیر جمع

نہ آئی بات جو دل سے زبان تک | وہ پہنچی بدگمان تک رازدان تک
یہ سب جھگڑے ہین جانِ ناتوان تک | رہیگا دم کہانتک، غم کہان تک؟
مزے کی ہو ہماری بھی کہانی، | کوئی پہنچا دے اُنکے قصہ خوان تک
رہے کیا مصطفےٰ آباد مین داغ | وہ سارے لطف تھے خلد آشیان تک

رہا جذب دل کا اثر دیر تک | ملائے رہے وہ نظر دیر تک
مزے دے گیا ہونہ پیغامِ شوق | کہ سنتا رہا نامہ بر دیر تک
کچھ ایسی رہی میری تغییر حال | وہ سوچا کیے دیکھکر دیر تک

جو سخت بات سُنے دل تو ٹوٹ جاتا ہی ۲۴ اس آئینہ کی نزاکت کسی کو کیا معلوم؟

مین نے چاہا جو تمھین اسکا گنہگار تو ہون | مگر اتنا تو سمجھ لو کہ وفادار تو ہون
عمر بھر آپ نے مجکو کبھی اچھا نہ کہا | خیر اچھا نہ سہی آپ کا بیمار تو ہون
یا خدا پرسشِ اعمال کا دیتا ہون جواب | بات کا ہوش کسے ہی ابھی ہوشیار تو ہون
مے و معشوق سے انکار نہین اے زاہد | عاشق زار تو ہون رند قدح خوار تو ہون
گو مرے پاس نہین غیر متاع کاسد | مین تماشائی اندازِ خریدار تو ہون
داغ مرنے نہین دیتا مجھے رشکِ اغیار | ورنہ مر جاؤن ابھی جان سے بیزار تو ہون

اڑائی خاک تیری جستجو میں ہر کہیں برسوں
پھری ہے آسمان بنکر مرے سر پر زمین برسوں

صفائی اسکو کہتے ہیں اسی پر ناز ہے تمکو؟
کدورت بیٹھ کر دل سے نکلتی ہے نہیں برسوں

خدا کی شان اب تم داغ کی صورت سے جلتے ہو
وہی دلسوز ہے جو رہ چکا ہے دلنشیں برسوں

حال دل تجھ سے دل آزار کہوں یا نہ کہوں
خوف ہے مانع اظہار کہوں یا نہ کہوں؟

آخر انسان ہوں میں صبر و تحمل کب تک
سیکڑوں سن کے بھی دو چار کہوں یا نہ کہوں؟

آپ کا حال جو غیروں نے کہا ہے مجھ سے
ہیں مرے کان گنہگار، کہوں یا نہ کہوں

نہیں چھپتی نہیں چھپتی نہیں چھپتی الفت
سب کہے دیتے ہیں آثار کہوں یا نہ کہوں

داغ ہے نام مرا برق طبیعت میری
گرم اس طرح کے اشعار کہوں یا نہ کہوں

ایک میں دل کے نہ ہونے سے ہزار آفت میں ہوں
غم میں ہوں ماتم میں ہوں حیرت میں ہوں حسرت میں ہوں

کیوں ہوا جاتا ہے دل پر ان بتوں کا اختیار
میں تو یا اللہ ترے قبضۂ قدرت میں ہوں

شاہ سا قدر دان، احباب میرے مہربان
میں دکن میں جب سے ہوں اے داغ اک جنت میں ہوں

دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں
کچھ اشارے سر دیوار ہوا کرتے ہیں

میں برا، اور طبیعت مری اچھی، کیا خوب؟
منتخب کیوں مرے اشعار ہوا کرتے ہیں

تیغ بھاری ہے، وہ نازک ہیں، مری عمر دراز
شور سے قتل کے ہر بار ہوا کرتے ہیں

داغ نے خط غلامی جو دیا فرمایا
ایسے ہی لوگ وفادار ہوا کرتے ہیں

جل کے ٹھنڈے ہوئے ترے غم میں
ہمکو جنت ملی جہنم میں

کچھ ترا شوق، کچھ تری حسرت
اور رکھا ہی کیا ہے اب ہم میں؟

چل گئی چال آپ کی ہم پر
سیدھے سادے تھے آ گئے دم میں

بزم دشمن میں کس طرح مرتا
موت آتی نہیں جہنم میں

دل کی قیمت بہت ہے نیم نگاہ
یہ تو آئے گا اس سے بھی کم میں

اب عنایت ہے کیوں خدا کے لیے؟
کون سی بات بڑھ گئی ہم میں؟

داغ کو وہ جلا کے کہتے ہین — ہم نے روشن کیا ہی عالم مین

کسی کا مجھکو نہ محتاج رکھہ زمانے مین — کمی ہی کون سی یارب ترے خزانے مین

ملا نہ خرمنِ ہستی سے کچھ سواے اجل — بھرا ہی زہر مگر اسکے دانے دانے مین

ہمارے دل پہ لگائین تو وہ خدنگ نگاہ — یہ تیر ڈوب کے رہجاے گا نشانے مین

مآلِ کار خدا جانے داغ کیا ہوگا؟ — خدا سے کام پڑا آخری زمانے مین

وہ دشنام لاکھون مجھے دے رہے ہین — مزے لینے والے مزے لے رہے ہین

تسلی مرے دل کو کیا دے رہے ہین — کلیجے مین وہ چٹکیان لے رہے ہین

خدا زندہ رکھے مرے دوستون کو — بہت چل بسے اور تھوڑے رہے ہین

دم نہین، دل نہین، دماغ نہین — کوئی دیکھے تو اب وہ داغ نہین

گر قیامت نہین ہی انسان کو — کبھی حاصل اسے فراغ نہین

داغ کو کیون مٹائے دیتے ہو — دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہین

نیند آئے جو کسی رات، یہ ممکن ہی نہین — مجھہ پہ گزرے نہ قیامت، وہ کوئی دن ہی نہین

کس بھروسے پہ دکھاؤن نگہ یار کو دل؟ — ہجر کا ساتھ جہان مین کوئی ضامن ہی نہین

ہی لڑکپن کا زمانہ، وہ ادا کیا جانین؟ — ابھی موسم ہی نہین، دن ہی نہین، سن ہی نہین

کسکو اب داغ سنائے غزل اپنی کہکر — میر و مرزا ہی نہین غالب و مومن ہی نہین

کیون چراتے ہو دیکھ کر آنکھین — کر چکین میرے دل مین گھر آنکھین

ضعف سے کچھ نظر نہین آتا — کر رہی ہین ڈگر ڈگر آنکھین

نگئی تاک جھانک کی عادت — لیے پھرتی ہین دربدر آنکھین

داغ آنکھین نکالتے ہین وہ — انکو دیدو نکال کر آنکھین

سب لوگ جدھر وہ ہین ادھر دیکھ رہے ہین — ہم دیکھنے والون کی نظر دیکھ رہے ہین

پہلے تو سنا کرتے تھے عاشق کی مصیبت — اب آنکھ سے وہ آٹھ پہر دیکھ رہے ہین

مین داغ ہون مرتا ہون ادھر دیکھیے مجکو ۔ منھ پھیر کے یہ آپ کدھر دیکھ رہے ہین

یہ تو نہین کہ تم سا جہان مین حسین نہین ۔ اس دل کو کیا کرون یہ بہلتا کہین نہین
کیا لطف دے رہی ہین ادائین عتاب کی ۔ ہر موجِ بحرِ حسن، وہ چینِ جبین نہین
افسوس ہر کہ درد بھی اب چھوڑتا ہی ساتھ ۔ یہ ہر اخیر وقت کہین ہر کہین نہین
کہتے ہین لوگ داغ سے وہ بد گمان ہین ۔ ایسا تمھاری ذات سے اسکو یقین نہین

کل جو تھا آج وہ مزاج نہین ۔ اس تلون کا کچھ علاج نہین
عشق ہر بادشاہِ عالم گیر ۔ گرچہ ظاہر مین تخت و تاج نہین
صبر بھی دل کو داغ دے لین گے ۔ ابھی کچھ اسکی احتیاج نہین

بھوین تنتی ہین خنجر ہاتھ مین ہر تنکے بیٹھے ہین ۔ کسی سے آج بگڑی ہر کہ وہ یون تنکے بیٹھے ہین
دلون پر سیکڑون سکے ترے جوبن کے بیٹھے ہین ۔ کلیجون پر ہزارون تیر اس چتون کے بیٹھے ہین
یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہین ہر اے دلِ نادان ۔ ابھی پھر روٹھ جائین گے ابھی وہ بن کے بیٹھے ہین
کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائین ۔ عظیم آباد مین ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہین

تمام رات وہ جاگین وہ سوئین سارے دن ۔ خبر ہی کیا انھین کیونکر کٹے ہمارے دن؟
خدا بچائے قیامت کے ہین تمھارے دن ۔ یہ پیاری پیاری جوانی یہ پیارے پیارے دن
مجھے گزرتی ہر اک گھڑی قیامت کی ۔ جو اس طرح سے گزارے تو کیا گزارے دن؟
ہمیشہ تمکو مبارک ہو داغ اور نشاط ۔ پھرین تمھارے بھی جیسے پھر ہمارے دن

آپ جنکو ہدفِ تیر نظر کرتے ہین ۔ رات دن ہائے جگر ہائے جگر کرتے ہین
تھک گئے نامۂ اعمال کو لکھتے لکھتے ۔ کیا فرشتون کا برا حال بشر کرتے ہین
حضرتِ داغ کو دلی کی ہوا خوب لگی ۔ رات دن عیش ہر جلسون مین بسر کرتے ہین

عذر آنے مین ہی، اور بلاس بلاتے بھی نہین ۔ باعثِ ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہین
سر اٹھاؤ تو سہی آنکھ ملاؤ تو سہی ۔ نشۂ مے بھی نہین نیند کے ماتے بھی نہین

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہین | صاف چھپتے بھی نہین سامنے آتے بھی نہین
ہو چکا قطع تعلق تو جفائین کیون ہون؟ | جنکو مطلب نہین رہتا وہ ستاتے بھی نہین
زیست سے تنگ ہو ای داغ تو کیون جیتے ہو | جان پیاری بھی نہین جان سے جاتے بھی نہین

چوٹ کھانا دلِ حزین نہ کہین | ۲۵ درد رہجائیگا کہین نہ کہین
کیا ملے گا کوئی حسین نہ کہین | جی بہل جائیگا کہین نہ کہین
جنکو حورین بیان کرتے ہین | خلد مین ہون یہی حسین نہ کہین
مجکو گریان اُٹھانہ محفل مین | بیٹھ جائے ابھی زمین نہ کہین
آپ کی گفتگو کا کیا کہنا | چار باتین بھی دلنشین نہ کہین
داغ پھرتا کے جھانک کرتے ہین | اب لگے اب پھنسے کہین نہ کہین

اے فلک مورد عتاب ہون مین | وصل سے خاک کامیاب ہون مین
دیکھیے خط کون انتظار کرے | اپنے قاصد کے ہمرکاب ہون مین
داغ کیا خوف صرصر عصیان؟ | خاک پائے ابوتراب ہون مین

درد دل کا کوئی پہلو جو نکالون تو کہون | اپنے روٹھے ہوئے دلبر کو منالون تو کہون
مین نے جو پائی ہی اُس تیغ ادا مین لذت | سامنے خضر و مسیحا کو بٹھالون تو کہون
یک بیک سُن کے مرا حال اُگھڑ جائین گے | ہمنشین مین اُنھین باتون مین لگالون تو کہون
مین ہون بیتاب وہ بدست فسانہ ہی دراز | دل کو تھامون تو کہون اُنکو سنبھالون تو کہون

ہزار رنج و مصیبت کے دن گزارے ہین | کبھی جو لڑ گئی قسمت تو وارے نیارے ہین
خدا کی شان کریمی کا پوچھنا کیا ہے؟ | غضب تو تم ہو گنہگار ہم تمھارے ہین
بُرا نہ جان حسینون کو مان اے واعظ | خدا گواہ یہ بندے خدا کے پیارے ہین

شکر ہی تیرا شکایت مین کرون تو کیا کرون؟ | بات کرنی ہی قیامت، مین کرون تو کیا کرون؟
پابرہنہ دشت ویران، دور منزل راہ سخت | تو بتا ای شامِ غربت، مین کرون تو کیا کرون؟

زندگی کا نہین سامان سرِ ہو دل مین ... طرۂ یار نے کیا پھیر دی جھاڑو دل مین
تیر کی طرح سے چلتی ہین نگاہین دل پر ... تیغ کی طرح، اُتر جاتے ہین ابرو دل مین
روح قالب مین ہی، یا غنچہ مین ہی بو پنہان ... بند شیشے مین پری ہی کہ پری رو دل مین؟
شیوۂ راستی ایسا ہی دکن مین اے داغ ... بل نہین رکھتے مسلمان سے ہندو دل مین

وعدہ کرنے کو وہ تیار تھے سچے دل سے ... مین نے کمبخت یہ جانا مجھے دم دیتے ہین
عہد لیتے ہو کہ پھر بوسہ نہ لینا دیکھو ... دینے والے بھی کہین لے کے قسم دیتے ہین

اُنکے اک جان نثار ہم بھی ہین ... ہین جہان سو ہزار ہم بھی ہین
بزم دشمن مین لے چلا ہی دل ... کیسے بے اختیار ہم بھی ہین

پوچھتا ہے جو مزاج اپنا کوئی فرقت مین ... منہ سے اتنا ہی نکلتا ہی دعا کرتے ہین

دل گیا، تم نے لیا، ہم کیا کرین؟ ... جانے والی چیز کا غم کیا کرین؟
تماشاے دیر و حرم دیکھتے ہین، ... تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہین
اس ادا سے وہ جفا کرتے ہین ۲۶ کوئی جانے کہ وفا کرتے ہین

پوچھے تو کوئی حضرتِ واعظ سے اتنی بات ... ایسے ہی تھے جناب بھی عہدِ شباب مین؟
اُنکو خط لکھا ہی سو پہلو بچا کر خوف سے ... ہی عبارت ہی عبارت مدعا کچھ بھی نہین

سُنادے قصہ خوان اُن کو مرا حال ۲۷ لگا دے یہ بھی ٹکڑا داستان مین

ہمارے شمع رو کے سامنے یون شمع پہ جلنا ... الٰہی کیسی چربی چھائی پروانے کی آنکھون مین؟

دو باتون کی فریاد ہے درگاہ خدا مین ... رحم، آئے ترے دل مین، اثر میری دعا مین
تھا عقدہ کشا کون کہ موجود ہین دیکھو ... ٹوٹے ہوئے ناخون، گرہ بندِ قبا مین
ہین اُس بتِ مہوش کے بہت مٹنے والے ... انگشت نما داغ ہوا سارے جہان مین

عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجھکو ... اور پھر ڈھونڈھتے گھبرائے ہوئے تم مجھکو
مین نے اس حال پہ بھی تمکو بہت سمجھایا ... ضعف سے گرچہ نہ تھی تاب تکلم مجھکو

میں بھی حیران ہوں اے داغ کہ یہ ہے کیا بات؟ | وعدہ وہ کرتے ہیں آتا ہے تبسّم مجھکو

چلتے نہیں ہیں ساتھ مرے ہمسفر کے پانو | ہر گام پر دبانے پڑے راہبر کے پانو

آتی ہے کوے یار سے مستانہ کس قدر | کیا لڑکھڑائے جاتے ہیں بادِ سحر کے پانو

وقتِ خرامِ ناز تعجب نہیں اگر | فتنے بھی آکے چوم لیں اُس فتنہ گر کے پانو

اے داغ آدمی کی رسائی تو دیکھنا | سر پر دھرے ہیں عرش نے خیر البشر کے پانو

واعظ بڑا مزا ہو اگر یوں عذاب ہو | دوزخ میں پانوں ہاتھ میں جامِ شراب ہو

معشوق کا تو جرم ہو، عاشق خراب ہو | کوئی کرے گناہ کسی پر عذاب ہو

وہ مجھ پہ شیفتہ ہو مجھے اجتناب ہو | یہ انقلاب ہو تو بڑا انقلاب ہو

دنیا میں کیا دھرا ہے؟ قیامت میں لطف ہو | میرا جواب ہو نہ تمھارا جواب ہو

نکلے جدھر سے وہ، یہی چرچا ہوا کیا | اس طرح کا جمال ہو ایسا شباب ہو

درپردہ تم جلاؤ، جلاؤں نہ میں یہ خوش | میرا بھی نام داغ ہے گر تم حجاب ہو

میرے پہلو سے وہ اُٹھے غیر کی تعظیم کو | بندگی کو بندگی، تسلیم ہے تسلیم کو

ہے بڑی دولت جو ہاتھ آجائے کوئی خوبرو | اے ہوس ڈھونڈھتا ہے کیا طلا و سیم کو

آسمان دیتا ہے مجکو رنج غیروں کو خوشی | واہ کیا کہنا ہے، کیا کہنے ہیں اس تقسیم کو

اپنے دل کا حال ہے دم بھر میں کچھ دم بھر میں کچھ | آگ لگ جائے الٰہی اس امید و بیم کو

جب نہیں اے داغ وحشت ہے تو آسائش کہاں؟ | جائیے ہندوستان سے کون سی اقلیم کو

ہمارے دل میں بے کھٹکے محبت اپنی رہنے دو | امانت دار کا گھر ہے، امانت اپنی رہنے دو

جو ہیں مشتاق اُنکے دل میں حسرت اپنی رہنے دو | کوئی دن اور بھی پردے میں صورت اپنی رہنے دو

دہان ہے بے نیازی داغ اس سے کیا غرض انکو؟ | یہ طاعت اپنی رکھ چھوڑو عبادت اپنی رہنے دو

انھیں یہ جستجو ہے مرنے والا کوئی پیدا ہو | مگر بہتر سے بہتر ہو، مگر اچھے سے اچھا ہو

خمارِ مے سے یوں وقتِ سحر بگڑا مزاج انکا | کسی نے رات بھر جیسے پریشان خواب دیکھا ہو

ابھی نفرت ہی تمکو داغ سے وہ ُن بھی آتی ہیز
خدا چاہے تو اُس کمبخت کو دل سے تمھیں چاہو

تم آئینہ ہی نہ ہر بار دیکھتے جاؤ
مری طرف بھی تو سرکار دیکھتے جاؤ

یہ شامت آئی کہ اُسکی گلی مین دل نے کہا
کھلا ہی روزن دیوار دیکھتے جاؤ

تمھاری آنکھ مرے دل سے بے سبب بیوجہ
ہوئی ہی لڑنے کو تیار دیکھتے جاؤ

ادھر تو آہی گئے اب تو حضرت زاہد
یہین ہی خانۂ خمار دیکھتے جاؤ

کوئی نہ کوئی ہر اک شعر مین ہی بات ضرور
جناب داغ کے اشعار دیکھتے جاؤ

زلف وہ دام کہ جس دام سے آزاد نہ ہو
آنکھ وہ چور کہ جس چور کی فریاد نہ ہو

ہائے وہ دل وہ کلیجہ مین کہان سے لاؤن؟ ۲۸
وصل مین شاد نہ ہو ہجر مین ناشاد نہ ہو

جور کے بعد ہی اب حرف تسلی کیسا؟
اُس سے فرمائیے جسکو وہ گھڑی یاد نہ ہو

دیکھ اے شام غریبی وہ مسافر مین ہون
جسکو گھر یاد نہ ہو جسکو وطن یاد نہ ہو

کوستے ہین وہ الٰہی کہ دعا دیتے ہین
داغ کو دیکھ کے کہتے ہین یہ ناشاد نہ ہو

جو دل قابو مین ہو تو کوئی رسوائے جہان کیون ہو؟
خلش کیون ہو؟ طپش کیون ہو؟ قلق کیون ہو؟ فغان کیون ہو؟

یہ مصرع لکھدیا ظالم نے میری لوح تربت پر
جو ہو فرقت کی بیتابی تو یون خواب گران کیون ہو؟

ہمیشہ آدمی کا آدمی غمخوار ہوتا ہے
یہی بے اعتباری ہو تو کوئی رازدان کیون ہو؟

ممکن نہین کہ تیری محبت کی بو نہ ہو
کافر اگر ہزار برس دل مین تو نہ ہو

کیا لطف انتظار جو تو حیلہ جو نہ ہو
کس کام کا وصال اگر آرزو نہ ہو

زاہد مزا تو جب ہی عذاب و ثواب کا
دوزخ مین بادہ کش نہون جنت مین تو نہو

عشق تاثیر کرے، اور وہ تسخیر بھی ہو
یہ تو سب کچھ ہو مگر خواہش تقدیر بھی ہو

جعلسازون نے بنایا ہی شکایت نامہ
کیون خفا آپ ہوئے یہ مری تحریر بھی ہو

خدا شاہد خدا شاہد ہی کیون کہتی ہو عدو نکو؟
خدا کو کیا غرض ہیگی تمھارے درمیان کیون ہو

نوید جان فزا ہی کیا خبر قاتل کے آنے کی
بتاؤ تو سہی تم داغ ایسے شادمان کیون ہو؟

ہی قیس کا تو شوق زمانے پر آشکار کیا جانے کوئی صاحبِ محمل کی آرزو؟
دنیا سرائے تنگ ہی محشر ہی جائے تنگ عاشق کہان نکال سکے دل کی آرزو؟

کیون وعدۂ وصال سے دل بدگمان نہ ہو؟ یہ شرط ہی نئی کہ خدا درمیان نہ ہو
ہنسی کی صورت اس سے تو ای داغ خوب ہی معشوق کیا جو شوخ نہ ہو خوش گلو نہ ہو

تمکو چاہا تو خطا کیا ہی بتا دو مجکو دوسرا کوئی تو اپنا سا دکھا دو مجکو

یون میرے ساتھ دفن دلِ بیقرار ہو چھوٹا سا اک مزار کے اندر مزار ہو

کیون کرتے ہو دنیا کی ہر اک بات سے توبہ منظور تو ہی میری ملاقات سے توبہ؟
بیعت بھی جو کرتا ہی، تو وہ دستِ سبو پر حیلہ اتی ہی کیا رندِ خرابات سے توبہ؟
خود ہم نہ ملین گے نہ کہین جائین گے مہمان کی آپ نے واللہ نئی گہات سے توبہ
وہ آئی گھٹا جھوم کے للچانے لگا دل واعظ کو بلاؤ کہ چلی ہات سے توبہ
یہ داغ قدح خوار کے کیا جی مین سمائی؟ سنتے ہین کیے بیٹھے ہین، وہ رات ہی توبہ

دل کی ہی پرورش خلشِ درد و غم کے ساتھ کتنے لگے پڑے ہین یہان ایک دم کے ساتھ
چلتا ہی ساتھ ایک مسافر کے دوسرا ای کاش آرزو بھی نکل جائے دم کے ساتھ
عادت بھی ہی دروغ کی خوفِ خدا بھی ہی. وہ کانپ جاتے ہین جھوٹی قسم کے ساتھ
اہلِ دول نہ دیکھین مجھے چشمِ کم سے داغ دولت لگی پڑی ہی مرے دم قدم کے ساتھ

لڑ گئی یارِ گلعذار سے آنکھ اب نہین جھپتی ہزار سے آنکھ
دید کا بھی ہی کیا برا لیکا؟ ۲۹ نہین رہتی ذرا قرار سے آنکھ
نشہ تیرا اُتر گیا اے داغ کھل گئی غفلت خمار سے آنکھ

یون شبِ وعدہ رہی، طالبِ دیدار کی آنکھ جس طرح سوے چمن مرغِ گرفتار کی آنکھ
کیون نہ پُرخون ہو ازل سے؟ کہ ملا ہی مجکو شیشۂ بادہ کا دل ساغرِ سرشار کی آنکھ
ہوتی جاتی ہی سوا، بوسۂ لب کی قیمت دیکھتے جاتے ہین وہ اپنے خریدار کی آنکھ

ٹپکی پڑتی ہی نگہ سے تری الفت ای داغ ۴۰ کوئی چھپتی ہی محبت کی نظر پیار کی آنکھ

یان تو، سنا ہے جاتے ہین عشقِ بتان کے ساتھ — زاہد نبیڑ لین گے وہان کی وہان کے ساتھ

پھونکا نہ دام کو، نہ جلایا قفس مرا — بجلی کی تیزیان تھین فقط آشیان کے ساتھ

واماندگی نے ایک جگہ تو بٹھا دیا — پھرتے تری تلاش مین کیا کاروان کے ساتھ

مٹتی نہین ہی خانہ خرابی کسی طرح — کیا میری بیکسی بھی بنی تھی مکان کے ساتھ؟

سب کو ہی، تیری یاد کی لذت، جُدا جُدا — دل کی ہی دل کے ساتھ زبان کی زبان کے ساتھ

اللہ کرے کہ بند نہ ہو داغ کی زبان — تعریف آپ کی ہی اُسی خوش بیان کے ساتھ

دل لے کے نہ کچھ مانگ صنم اور زیادہ ۴۱ مقدور نہین، تیری قسم، اور زیادہ

تلوار جو ہو جائے کمان، خوب نہین ہی ۴۲ ابرو مین نہ دو تان کے خم اور زیادہ

زندان سے بیابان مین توافسح ہوئی بڑھکر — کانٹون نے لیے میرے قدم اور زیادہ

قاصد مگر اغیار کا لکھا ہی جہان حال — پاتا ہون وہان زورِ قلم اور زیادہ

صد شکر کہ نواب کے الطاف سے ای داغ — چند اہلِ سخن جمع ہین، کم اور زیادہ

ایک طوفان سے ہے غمِ عشق مین رونا کیا ہی؟ — نہین معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہی؟

چار باتین بھی کبھی آپ نے کھُل مل کے کہین — انھین باتون کا ہی رونا، مجھے رونا کیا ہی؟

کاوش و کینہ و بیرحمی و آزار وہی — اور اب اسکے سوا آپ سے ہونا کیا ہی؟

ابرِ رحمت ہی اُدھر، دیدۂ پُرنم ہی ادھر — مشکل اس نامۂ اعمال کو دھونا کیا ہی؟

اُسکی ٹھوکر سے بھی کمبخت نہ جاگا، افسوس — موت ہی داغ سیہ بست کا سونا کیا ہی؟

گر مرض ہو دوا کرے کوئی — مرنے والے کا کیا کرے کوئی؟

اس گلے کو گلا نہین کہتے — گر مزے کا گلا کرے کوئی؟

تم سراپا ہو صورتِ تصویر — تم سے پھر بات کیا کرے کوئی؟

کہتے ہین ہم نہین خدا ہے کریم — کیون ہماری خطا کرے کوئی؟

جنھین لاکھون برس کی حورین ہون — ایسے جنت کو کیا کرے کوئی؟
مُنھ لگاتے ہی داغ اترانا — لطف ہر پھر جفا کرے کوئی؟

جو بے آگ جل جاے وہ دل یہی ہر — جو بے زخم تڑپے، وہ بسمل یہی ہر
بُرائی نہ چاہے بُرون سے بھلا ہے — اگر ہر تو دنیا مین مشکل یہی ہے
طبیعت کا آنا ہر آفت کا آنا — کرے صبر انسان مشکل یہی ہر
نہ آئے گا کوئی نہ بیٹھے گا کوئی — اگر آپ کا رنگِ محفل یہی ہر
خدا نے بنایا بتون نے بگاڑا — نہ کعبہ نہ بُت خانہ وہ دل یہی ہر
وفا وہ کرین، داغ یہ کس نے مانا؟ — مگر آپ کا زعمِ باطل یہی ہے

نکالو داغ کو اپنے مکان سے — چلا آیا یہ دیوانہ کہان سے؟
اُنھین غصہ نہین ہر شوق قاصد — چلین گے وہ وہان سے ہم یہان سے
مری آہین رقیبون کی دعائین — یہ فوجین لڑ رہی ہین آسمان سے
کہان اے داغ اب اپنا ٹھکانا؟ — اُٹھا بیٹھے ہین دل دونون جہان سے

جو نکلا پیچ سے کاکل کے دل، زلفِ دوتا لپٹی — چھُٹا جب اک بلا سے دوسری پیچھے بلا لپٹی
صبا اٹکھیلیان کرتی ہر کیا کیا راہ مین اُن سے ۴۳ — کبھی کاکل سے آ لپٹی کبھی دامن سے جا لپٹی
نہ روکے سے رُکا آخر گیا داغ اُسکے کوچے مین — نہ مانا ایک کا کہنا بہت خلقِ خدا لپٹی

گلشن مین ہرے ہوکے شجر لائے ثمر بھی — اے بارشِ رحمت کوئی چھینٹا تو اِدھر بھی
رکھتا ہی نہین کوئی، کہان جاکے رہے دل؟ — مثلِ گلِ بازی یہ ادھر بھی ہر اُدھر بھی
مین صبحِ شبِ وصل نہ دیکھون اُسے جاتے — آنکھون مین کبھی آجاے سپیدیِ سحر بھی
اے داغ دمِ نزع ہین وہ منتظر اسکے — کیون دیر لگا رکھی ہر جلد ہی کہین مر بھی

نزاکت مانعِ زور آزمائی ہوتی جاتی ہر — کہ شاخِ گل سے جب اُنکی کلائی ہوتی جاتی ہر
مخاطب ہون کسی سے بزم مین وہ چوٹ ہر مجھپر — مرے ہی سامنے میری بُرائی ہوتی جاتی ہر

وہ چشمِ فتنہ زا سے دیکھ کر آئینہ کہتے ہیں | بہت اے شوخ تجھ میں بیحیائی ہوتی جاتی ہے
کدورت کسی. کدورت تھی سنا یا داغ کو جس نے؟ | بحمد اللہ اب اُن سے صفائی ہوتی جاتی ہے

سب سے تم اچھے ہو تم سے مری قسمت اچھی ۳۴ | یہی کمبخت دکھا دیتی ہے صورت اچھی
ہر طرح دل کا ضرر جان کا نقصان دیکھا | نہ محبت تری اچھی، نہ عداوت اچھی
ہجر میں کس کو بلاؤں؟ نہ بلاؤں کس کو؟ | موت اچھی ہے الٰہی کہ قیامت اچھی؟
عیب اپنے بھی بیان کرنے لگے آخر کار ۳۵ | ہوگئی اُن کو بُرا کہنے کی عادت اچھی
زور و زر سے بھی کہیں داغ حسین ملتے ہیں؟ | اپنے نزدیک تو ہے سب سے اطاعت اچھی

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے؟ | ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے
ضعف سے اُٹھتے نہیں دستِ دعا | اب ہماری شرم اُسکے ہات ہے
داغ سے جا کر ملے تھے ہم بھی آج | آدمی خوش وضع خوش اوقات ہے

ساتھ شوخی کے کچھ حجاب بھی ہے ۳۶ | اس ادا کا کہیں جواب بھی ہے؟
رحم کر میرے حال پر واعظ | کہ اُمنگیں بھی ہیں شباب بھی ہے
مار ڈالا ہے اس دورنگی نے | مہربانی بھی ہے عتاب بھی ہے
عشقبازی کو ہے سلیقہ شرط ۳۷ | یہ گنہ بھی ہے یہ ثواب بھی ہے
داغ کا کچھ پتا نہیں ملتا | کہیں وہ خانماں خراب بھی ہے؟

اُس نے جب یک نگاہ دیکھا ہے | حالِ دل کا تباہ دیکھا ہے
سچ بتا تو نے بھی شبِ فرقت | کبھی روزِ سیاہ دیکھا ہے
واقعی ہم نے تیرے کوچے میں | داغ کو گاہ گاہ دیکھا ہے

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے | اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے؟
ابھی سن ہی کیا ہے؟ جو بیتابیاں ہوں | اُنھیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے
نتیجہ نہ نکلا، تھکے سب پیامی | وہاں جاتے جاتے یہاں آتے آتے

نہین کھیل اے داغ، یارون سے کہدو — کہ آتی ہے اُردو زبان آتے آتے

اطاعت مین اغیار خامی کرینگے — ہمین بندہ پرور غلامی کرین گے
وہ کیا چارۂ تلخکامی کرین گے — یہی نا کہ شیرین کلامی کرین گے؟
نہ گھبراؤ تم داغ مطلب تمھارا — ادا سب پیامی سلامی کرین گے

قیامت ہین بانکی ادائین تمھاری — اِدھر آ کے لے لون بلائین تمھاری
زمانے مین ہین یادگارِ زمانہ — وفائین ہماری جفائین تمھاری
پھڑک جائے کیونکر نہ انسان سُنکر؟ — رسیلی رسیلی صدائین تمھاری
ہر اک داستان ہے نہایت مزے کی — ہم اپنی کہین یا سنائین تمھاری؟
وہ گھبرا گئے آخر اے حضرتِ دل — کہانتک سُنین التجائین تمھاری؟
اُٹھائے ہین صدمے بہت داغ تم نے — الٰہی مرادین بر آئین تمھاری

عرضِ احوال کو گلا سمجھے — کیا کہا مین نے آپ کیا سمجھے؟
اُن اشارون کو کوئی کیا سمجھے — نگہ ناز سے خدا سمجھے
پردے پردے مین گالیان دیکر — مجھ سے وہ پوچھتے ہین کیا سمجھے؟
اِن کنایون کو اپنے تم سمجھو — بات وہ ہے جو دوسرا سمجھے
سچ تو یہ ہے کہ وہ بُتِ مغرور — اپنے آگے کسی کو کیا سمجھے؟
آدمیت کی شرط ہے اے داغ — خوب اپنا بُرا بھلا سمجھے

لچکتی ہے بہت بارِ نظر سے — ہمارے ہاتھ لپٹا لو کمر سے
نہ دو کا شامِ فرقت کو کسی نے — دوہائی دے رہا تھا مین سحر سے
اُنھین فرصت کہ اسکا سر اُتارا — ہمین فرصت کہ چھوٹے دردِ سر سے
خدا کی دین ہے غم ہو کہ شادی — یہ بندے لائے ہین کیا اپنے گھر سے؟
رقیبِ روسیہ کیون سر چڑھا ہے؟ — اسے صدقہ کرو تم داغ پر سے

دل کا سرمایہ وہ دزدیدہ نظر کیا لے گی؟ اُتنا دینا بھی پڑے گا اُسے جتنا لے گی
نہ کریں میرے لیے حضرتِ ناصح تکلیف خود طبیعت دلِ بیتاب کو سمجھا لے گی
چین سے آپ رہیں کچھ بھی پروا نہ کریں کیا شبِ ہجر بلا ہے کہ مجھے کھا لے گی؟
شاہِ دیندار کا وہ فیض ہے جاری ای داغ حشر تک جس سے مزے دین کے دنیا لے گی

جب سے بسی ہوئی کسی گلگوں قبا میں ہے میں کیا کہوں کہ نکہتِ گل کس ہوا میں ہے
خالی نہیں ہے اُنکی شرارت سے شرم بھی جو کچھ بھی ادا سے وہ شوخی حیا میں ہے
گزری کبھی نہ چین سے ہمکو کوئی گھڑی جو ابتدا میں غم تھا وہی انتہا میں ہے
سر پھوڑنا فضول ہے دم توڑنا عبث دل پھیر دے بتوں کا یہ قدرت خدا میں ہے
اب دیکھیے جو داغ کو وہ داغ ہی نہیں سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یادِ خدا میں ہے

ہم اس جہان سے ارمان لیکے جائینگے خدا کے گھر یہی سامان لیکے جائیں گے
ہمیں یہ فکر کہ دل سوچ کر سمجھ کر دیں انھیں یہ ضد کہ اسی آن لیکے جائیں گے
اس آستان پہ جو دی جان داغ بیکس نے جنازہ آپ کے دربان لیکے جائیں گے

ہر دم اُسی کی دُھن ہے اُسی کا خیال ہے چھوٹے چھٹائے ربط پر اب تک یہ حال ہے
جب ہو نہ اعتبار تو کہنے سے فائدہ؟ اللہ جانتا ہے جو اس دل کا حال ہے
کافر نہ میں ہوں اور نہ محشر ہے بزمِ یار اپنے کیے سے پھر مجھے کیوں انفعال ہے
اے داغ اُنکی رنجشِ بیجا کا کیا علاج؟ اپنے قصور پر بھی تو مجھ سے ملال ہے

دل لے ہی چلے ناز سے شوخی سے ہنسی سے اب اُنکی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے
معشوقوں کو عشاق نے بیدرد بنایا انصاف تو یہ ہے کہ ہوئی چوک سبھی سے
ای داغ کریں وہ ستم ایجاد کہاں تک؟ کیا ناک میں دم ہے تری ایذا طلبی سے

دل جگر سب آبلوں سے بھر چلے مر چلے ای سوزِ فرقت، مر چلے
کہتی ہے رگ رگ ہماری حلق سے دم میں دم جب تک رہے خنجر چلے

راہ ہے دشوار و منزل دور تر | یا شکستہ کیا کرے؟ کیونکر چلے؟
جس جگہ ٹھہرا دیا ٹھہرے رہے | جس طرف کو لے چلا رہبر چلے
مار ڈالے گی قفس میں بوے گل | ہم اسیروں سے ہوا بچ کر چلے
داغ کے لب پر یہی مصرع ورد کا | جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

گو وصل ہو لیکن مجھے باور تو نہیں ہے؟ | ہاں، دل میں نہ ہو اُنکی زبان پر تو، نہیں ہے
پھر جاے تو پھر جاے، بلا سے، نہیں پروا | کچھ آپ کا دل میرا مقدر تو نہیں ہے؟
چبھتی ہے تری بات مرے دل میں ہمیشہ | آخر یہ زبان ہے کوئی نشتر تو نہیں ہے؟
پھر قصدِ صنم خانہ کیا، داغ، جو تو نے | کمبخت ترے پاؤں میں چکر تو نہیں ہے؟
مجھے انجامِ الفت کی پڑی ہے | یہ غم آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی ہے
مروت بھی ہو تیری آنکھ میں کاش | کٹیلی ہے، رسیلی ہے، بڑی ہے
جنازہ دیکھ لو عاشق کا در پر | ۳۹ سواری اس مسافر کی کھڑی ہے
امانت رکھ تو لوں داغِ محبت | مگر ڈرتا ہوں یہ جوکھوں بڑی ہے
وہی اک بات ہے لیکن تری بات | عدو سے نرم ہے مجھ سے کڑی ہے
ملازم شاہِ آصف جاہ کے ہیں | جناب داغ کی قسمت بڑی ہے

ناوک نگاہ جگر پار ہو، دل پر سنان لگی | کاری لگی نظر تری، کافر، جہان لگی
آتا ہے ہم کو تلخیِ دشنام میں مزا | اس چاٹ پر لگی تو تمھاری زبان لگی
تقدیر نے نہ جمنے دیا اس جگہ مجھے | اُکھڑے قدم وہاں سے طبیعت جہاں لگی
بیتاب مجھکو دیکھ کے وہ پوچھتے ہیں داغ | کمبخت تیرے چوٹ بتا تو کہاں لگی؟

جمع ہیں پاک اک زمانے کے | ہاے جلسے شراب خانے کے
برق پھونکے اُڑائے بادِ خزاں | چار تنکے ہیں آشیانے کے
اہلِ جنت کے بھی دلوں پر داغ | نقش ہیں اس نگار خانے کے

نا بز اعدا اُٹھے گا مشکل سے | دل بدل لیجیے مرے دل سے
میری تصویر بھی وہ دیکھتے ہین | کس بُری آنکھ، کس بُرے دل سے
مٹ گئے ہم تو جب یہ اُسنے کہا | تو نے شکوے کیے تھے کس دل سے؟
آتش عشق مین مزا کیا ہے؟ | پوچھیے اسکو داغ کے دل سے

وہ کہتے ہین گھبرا کے مرے دست دعا سے | کیا عرش پہ جا پہنچین گے یہ ہات ذرا سے
مین بزم سے اُٹھ جاؤن، نکلجاؤن، چلا جاؤن | کیا بات ہوئی خیر تو ہے کیون ہو خفا سے؟
جب دیکھتے ہین داغ کو ہوتا ہے یہ ارشاد | معلوم نہین زندہ ہے یہ کس کی دعا سے؟

کچھ جفا بھی ہے کچھ وفا بھی ہے | دل لگی کا یہی مزا بھی ہے
زندگی اور اس زمانے کی | ایسے جینے کا کچھ مزا بھی ہے؟
تیری امداد کے لیے اے آہ | پیچھے پیچھے مری دعا بھی ہے
مین سناؤن تو داستان اپنی | آپ کو بات کا مزا بھی ہے؟
تو نے پوچھا نہ ایک دن ہم سے | کچھ ترے دل مین مدعا بھی ہے
اسکو عاشق بھی لوگ کہتے ہین | داغ کا نام دوسرا بھی ہے

اُسکی نگہ سے ہر دم جی پر بنی رہے گی | برچھی مین دل رہے گا دل مین انی رہے گی
نبھ جاے اُسنے اپنی جس طرح ہو غنیمت | یہ جانتے ہین اکثر بگڑی بنی رہے گی
ای داغ تیری صورت دیکھین گے وہ نہ ڈر کر | چھائی ہوئی جو منہ پر یون مردنی رہے گی

آتے جاتے مرے بالیں پہ قضا ہار گئی | آ گئی سو بار شب وعدہ تو سو بار گئی
جسکو کہتے ہین اثر وہ نہ ملا ہے نہ ملے | کیا گئی آہ فلک تک بھی اگر بار گئی؟
مرے مرنے کی خبر سُن کے کہا خوب ہوا | روز کا قصہ گیا روز کی تکرار گئی
داغ خورشید قیامت نے قیامت کی ہے | آج کیا جانے کہان اپنی شب تار گئی

وہ دل لے کے چپکے سے چلتے ہوئے | یہان رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے

نہ اترا اب نیچے دیر لگتی ہے کیا! زمانے کو کروٹ بدلتے ہوئے
ذرا داغ کے دل پہ رکھو تو ہات بہت تم نے دیکھے ہیں جلتے ہوئے

دیے ہیں ہجر میں دُکھ درد کس بلا کے مجھے شبِ فراق میں مارا لٹا لٹا کے مجھے
مکدر اہلِ فلک میری مشت خاک سے ہیں بگاڑ ڈال دیا آدمی بنا کے مجھے؟
کہا یہ دل نے، چلو آج کوے قاتل میں اجل کہاں سے کہاں لے گئی لگا کے مجھے
غضب ہے آہ مری داغ نام ہے میرا تمام شہر جلاؤ گے کیا جلا کے مجھے؟

مجکو جنت میں نہ راحت ہوگی گر یہی دل یہی قسمت ہوگی
تیرے ہاتھوں مجھے، اے رنجِ فراق کبھی مرنے کی بھی، فرصت ہوگی؟
کوچہ یار، کوئی چھٹتا ہے؟ میں نہ ہونگا مری تربت ہوگی
اب کے بیٹھانے سے اٹھ کر اے داغ کیسے جائیں گے جو وحشت ہوگی

جب پاؤں تھکے تو جستجو کی جب دل نہ رہا تو آرزو کی
کچھ ضبط، ہماری خاطر، اے چشم کچھ شرم ہماری آبرو کی
اس خانہ خراب دل میں اے داغ مٹی ہے خراب آرزو کی

طبیعت کوئی دن میں بھر جائیگی چڑھی ہے یہ ندی اُتر جائیگی
رہیں گی دمِ مرگ تک خواہشیں یہ نیت کوئی آج بھر جائیگی؟
نہ جائے کوئی میری میت کے ساتھ میری بیکسی نوحہ گر جائیگی
شبِ وعدہ آجاؤ ورنہ قضا مرے سر یہ احسان دھر جائیگی
دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا؟ گزرنی جو ہوگی گزر جائیگی

ابھی نزاکتِ رفتارِ یار باقی ہے ابھی زمانہ ناپائدار باقی ہے
مریضِ عشق کی کیا پوچھتے ہو؟ یہ پوچھو کہ زندہ کوئی بھی بیمار دار باقی ہے؟
دمِ اخیر ہے اے داغ توبہ کر توبہ کہ روسیاہ ابھی اختیار باقی ہے

حسرتیں لے گئے اس بزم سے چلنے والے ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے
دیکھیے کیا ہو الٰہی مرے نامے کا جواب؟ پاس اُنکے ہیں بہت زہر اُگلنے والے
اِن جفاؤں پہ وفا کوئی نہ کرتا، لیکن دل بدلتا نہیں او آنکھ بدلنے والے
گر مٹے صحبتِ اغیار کے شکوے پہ کہا آپ اے داغ ہمیشہ کے ہیں جلنے والے

کہنے دیتی نہیں کچھ منہ سے محبت تیری ۲۴ لب پہ رہ جاتی ہے آ کے شکایت تیری
دیکھیے کرتی ہے رسوا اسے زمانہ کیا کیا؟ ۴۳ مجکو یہ چاہ مری، تجکو یہ صورت تیری
یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے، ظالم بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری
کوچۂ یار میں بھی جی نہیں لگتا اے داغ دیکھیے جائے گی کس روز یہ وحشت تیری

دوست خوش ہونے لگے دوست کے مرجانے سے غم کا یہ کال پڑا ہے مرے غم کھانے سے
پند گو، دیکھ ذرا ہاتھ تو رکھ کر دل پر لگ گئی آگ زیادہ ترے سمجھانے سے
کیجیے فکرِ سخن خاک، وہ دل ہی نہ رہا داغ فرصت ہی نہیں، روز کے غم کھانے سے

رنج صحت سے، جو واقف دل شیدا ہو جائے داغ ارمان بنے، درد تمنا ہو جائے
کچھ نہ ہو تیری محبت میں برا اتنا ہو جائے کہ تری بد مزگی مجکو گوارا ہو جائے
ہوں وہ ناکامِ تمنا جو اجل چاہوں میں موت آ کر مرے بالیں پہ مسیحا ہو جائے
ترے انداز وہ کافر ہیں بُتِ ہوش ربا آدمی کیا جو فرشتہ ہو تو شیدا ہو جائے
آسمان سے بھی شکایت نہ کروں میں کیا خوب؟ میرا چاہا تو نہ ہو آپ کا چاہا ہو جائے
دشمنِ جان نہ سہی، آپ مسیحا ہی سہی داغ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جائے

یوں مٹا جیسے کہ دہلی سے گمانِ دہلی تھا مرا نام ونشان، نام ونشانِ دہلی
لے گئے لوٹ کے اب شوکت وشانِ دہلی پوربی، پہلے اُڑاتے تھے زبانِ دہلی
اس سے بڑھ کر نہیں محشر میں کوئی طولِ حساب بس یہی ہو گا کہ ہم اور بیانِ دہلی
میر و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہاں؟ داغ اب یہ ہیں غنیمت ہمہ دانِ دہلی

کیا شبِ ہجر مرے سر پہ بلا لاتی ہے — اپنے ہمراہ، اجل کو بھی، لگا لاتی ہے

ہون، مرنے کو ترے کوچے مین، خود آتا ہو؟ — پر یہ بیتابیِ دل ہے، کہ اُڑا لاتی ہے

جب کہین، جان سے، مین ہوکے خفا جاتا ہون — منتون سے مجھے تقدیر منا لاتی ہے

مجکو اے داغ، کئی دن سے وہ یہ کہتے ہین — تجکو کمبخت یہان تیری قضا لاتی ہے

مجھے اے اہلِ کعبہ یاد کیا میخانہ آتا ہے — اِدھر دیوانہ جاتا ہے، اُدھر مستانہ آتا ہے

تڑپتا لوٹتا اُڑتا جو بیتابانہ آتا ہے — یہ مرغِ نامہ بر آتا ہے یا پروانہ آتا ہے؟

وہ نازک ہین، تو کیا اپنے سے خنجر پھر نہین سکتا؟ — تجھے کچھ ننگ بھی اے ہمتِ مردانہ آتا ہے؟

۴۴ رُخِ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہین — اُدھر جاتا ہے دیکھین یا اِدھر پروانہ آتا ہے؟

دغا، شوخی، شرارت، بیحیائی، فتنہ پردازی — تجھے کچھ اور بھی اے نرگسِ مستانہ آتا ہے؟

سکندر آئینے سے، جامِ جم سے، خوش ہوا تھا — کوئی میکش کو دیکھے ہاتھ جب پیمانہ آتا ہے:

وہی جھگڑا ہے فرقت کا وہی قصہ ہے الفت کا — تجھے اے داغ، کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے؟

کیا تھا جرمِ وفا، لذتِ سزا کے لیے — ستم کے لطف اُٹھائے مزے جفا کے لیے

۴۵ خدا کرے نہ کسی کا امیدوارِ وصال — دعائین مانگتے ہین، ترکِ مدعا کے لیے

۴۶ بڑا مزا ہو جو محشر مین ہم کرین شکوہ — وہ منتون سے کہے چپ رہو خدا کے لیے

شریر آنکھ، نگہ بیقرار، چتون شوخ — تم اپنی شکل تو پیدا کرو حیا کے لیے

ملے، تو حشر مین لے لون، زبان ناصح کی — عجیب چیز ہے یہ، طولِ مدعا کے لیے

۴۷ کسی زمانے مین گستاخ ہم بھی تھے اب تو — زبان ہے بہرِ ستائش، دلِ التجا کے لیے

ترے کہے سے ہم اے داغ، چھوڑ دین گے عشق؟ — خدا کے واسطے دیتا ہے کیون خدا کے لیے

یہ تو پوچھین مرے مرقد پہ گزرنے والے — کیا گزرتی ہے تری جان پہ مرنے والے؟

مرحبا اے دل و دین لے کے مکرنے والے — ہاتھ کانون پہ مرے نام سے دھرنے والے

۴۸ غنچۂ گل مین دھرا کیا ہے بتا اے بلبل؟ — جمع ہین چند ورق وہ بھی بکھرنے والے

داغ کہتے ہین جنھین دیکھیے وہ بیٹھے ہین آپ کی جان سے دور، آپ بیھرنے والے

شرکتِ غم بھی نہین چاہتی غیرت میری غیر کی ہو کے رہے، یا شبِ فرقت میری

حشر مین، تجھ سا جفاکار خدا سا منصف دل سا الفاف طلب اور شہادت میری

اُسکے کوچے سے جنازہ نہ اُٹھائین احباب مین نہ نکلون گا نہ نکلے گی جو حسرت میری

بخشتے جائین گے سیہ کاربعت روز جزا کہین جنت مین نہ پہنچے شبِ فرقت میری

جس طرح تو مرے آغوش سے نکلا ای شوخ یون ہی ہاتھون سے نکلتی ہو طبیعت میری

کہین دنیا مین ٹھکانا نہین اسکا ای داغ چھوڑ کر مجکو کہان جائے مصیبت میری

جس کے پہلو مین ہو تم اُسکا نصیب اچھا ہی میری دانست مین تم سے بھی رقیب اچھا ہی

بیٹھے ناوک کی طرح اُٹھے قیامت کیطرح یہ ادب جس نے سکھایا وہ ادیب اچھا ہی

شیخ کو تاک کے رندون نے کہا ہی مین مال یہ جبہ و دستار و جریب اچھا ہی

جو مصاحب ہون وہ اس رمز کو سمجھین اے داغ دور رہتا ہے بُرا اور قریب اچھا ہی

سبق ایسا پڑھا دیا تونے دل سے سب کچھ بُھلا دیا تونے

لاکھ دینے کا ایک دینا ہی دل بے مدعا دیا تونے

مجھ گنہگار کو جو بخشش دیا تو جہنم کو کیا دیا تونے؟

داغ کو کون دینے والا تھا؟ جو دیا، اے خدا، دیا تونے

شبِ وصل ضد مین بسر ہو گئی نہین ہوتے ہوتے سحر ہو گئی

بُرے حال سے یا بھلے حال سے تمھین کیا؟ ہماری بسر ہو گئی

غمِ ہجر سے داغ مجکو نجات یقین تھا نہ ہو گی، مگر ہو گئی

نکل جائے یہ حسرت وہ نہین ہی بدل جائے یہ قسمت وہ نہین ہی

پکارا دیکھ کر مین حور کی شکل ۵۰ خدا وندا یہ صورت وہ نہین ہی

گئی محفل کی رونق داغ کے ساتھ وہی دم تھا غنیمت وہ نہین ہے

میری فریاد دوسرا نہ سُنے — تم سُنو، اے بتو خدا نہ سُنے
خوب رو وہ جسے زمانہ کہے — گفتگو وہ جسے زمانہ سُنے
داغ کو چین ہی نہین آتا — اُس سے جب تک بُرا بھلا نہ سنے

گو دل آزار ہو تم، اچھون کا دل اچھا ہے — سو بلاؤن سے پھر ارمانِ وصال اچھا ہے
مول لے لیتے ہین خود رنج شبِ وصل مین ہم — کثرتِ عیش مین تھوڑا سا ملال اچھا ہے
تنگ ہمت ہے اگر دولتِ کونین ملی — جو نہ پورا ہو کسی سے، وہ سوال اچھا ہے
وہ عیادت کو مرے آتے ہین لو اور سُنو — آج ہی خوب ہے، تقدیر سے حال اچھا ہے

اُس سے کیا خاک ہمنشین بنتی؟ — بات بگڑی ہوئی نہین بنتی
آدمی سب فرشتے بن جاتے ۵۱ — آسمان پر اگر زمین بنتی
وعدہ کرنے ہی کیا وہ آجاتے؟ — رات پھر زلفِ عنبرین بنتی
طبعِ نازک کا لطف جب تھا داغ — نازنینون مین نازنین بنتی

میری قسمت کس طرح رہتی ہے بل کھائی ہوئی — زلف پر بھی کیا ہے؟ سختی کی گرہ آئی ہوئی
جب ترے در سے پھرا خلقت تماشائی ہوئی ۵۲ — پیچھے پیچھے داغ آگے آگے رسوائی ہوئی
اے ہجومِ نا امیدی رکھ لے شرمِ آرزو — گوشۂ دل مین الگ بیٹھی ہے شرمائی ہوئی
چل دیا اے داغ کیا مُنھ پھیر کر وہ مہ جبین — پھر گئی لق یہ میرے سامنے آئی ہوئی

آدمی مر کے جیے ہین یہ مصیبت کیسی؟ — یہین انصاف نہ ہو جائے قیامت کیسی؟
سحر و سفاکی و بیباکی و شوخی و عتاب — جسکی آنکھون مین یہ فتنے ہون مروت کیسی؟
لے ہی تو لین گے گنہگارون کو بھی ہوتے زاہد — یہ تو دوزخ کے بھی قابل نہین جنت کیسی؟
بخش دے پرسشِ اعمال سے پہلے یارب — پوچھ کر کوئی اگر دے تو سخاوت کیسی؟
داغ کو سمجھائین گے بہلائین گے پھسلائین گے ہم — بعد مر جانے کے مل جائے گی فرصت کیسی؟

نگاہِ شوخ جب اُس سے لڑی ہے — تو بجلی تھرتھرا کر گر پڑی ہے

قیامت میں قیامت کر گیا کون؟ کہ دل تھا مصحفِ محشر کھڑی ہے
تجھے دیتا ہوں اپنی جان بھی میں مرے دل سے مری ہمت بڑی ہے
بگڑ کر ہم نے سوالزام پائے اب انکی ہر طرح سے بن پڑی ہے

وقتِ انصاف جو تم پاس ہمارے ہوتے؟ روبرو داورِ محشر کے اشارے ہوتے
کس نے یوں پیار کیا کس نے وفا ایسی کی؟ کیوں کریں قتل کسی کو وہ ہمارے ہوتے
بھول تھے غیر کی قسمت میں اگر ای ظالم تو نے پتھر ہی مجھے پھینک کے مارے ہوتے؟

دل کو بغل میں پال کے مجبور ہو گئے دشمن کے ساتھ عمر ہماری بسر ہوئی
جا تو سہی، دکھا تو سہی، اُسکو خط مرا آگے سے آگے فکر تجھے نامہ بر ہوئی
ہمسایے میں یہ شور ہے لو داغ کی خبر کمبخت کو تڑپتے ہوئے رات بھر ہوئی

ترے غمزوں کو اپنے کام سے کام کسی کے دل کو تاب آئے نہ آئے
شمار اپنی خطاؤں کا بتا دوں تمھیں شاید حساب آئے نہ آئے
نہ دیکھو داغ کا دیوان، دیکھو سمجھ میں یہ کتاب آئے نہ آئے

راحت طلبی نے مجھے رکھا نہ کہیں کا طاعت ہو کسی کی نہ اطاعت ہو کسی کی
یہ داغ ہماری نہیں سنتا نہیں سنتا ایسی بھی الٰہی نہ بُری مت ہو کسی کی

پھول دن بھر میں ترو تازہ کہاں رہتا ہے؟ آدمی تیس برس تک بھی جوان رہتا ہے
ہم تو سمجھے تھے کہ دربان ہی تھارا نوکر کیا خبر تھی ملک الموت یہاں رہتا ہے؟

کام رکنے کا نہیں اے دلِ نادان کوئی خود بخود غیب سے ہو جائے گا سامان کوئی
بیچتا ہوں جو خریدے مرے ارمان کوئی مفت دیتا ہوں اگر مان بے احسان کوئی
آنکھ میں آنکھ تو ڈالی نہیں جاتی ظالم دل میں دل ڈال دے کس طرح سے انسان کوئی
مٹ چکی ہے خلشِ دل مگر اب بھی ہے داغ پھانس کی طرح کھٹک جاتا ہے ارمان کوئی

ہوگا شبِ فراق کا غم بھی بہت بڑا دل کو ہزار ہاتھ کا کیونکر بنائیے سیر گی

عادت ہی ہوگئی ہو وہ دیکھین گے جب مجھے — چتون غضب کی قہر کے تیور بنائین گے

ساقیا دے بھی مے روح فزا تھوڑی سہی — بیوفا عمر کرے اور وفا تھوڑی سی

ہم تو اُس آنکھ کے ہین دیکھنے والے دیکھو — جسمین شوخی ہو بہت اور حیا تھوڑی سی

وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہین — نگہ نے بیچ مارا زبان سے آفرین نکلی

کہون کیا، پہلے ہی آنکھین نکالین آپ نے مجھ پر — ابھی کمبخت پوری بات بھی مُنھ سے نہین نکلی

مشکل ہو ان آنکھون سے خدا کو کوئی دیکھے — دیکھے تو بتِ ماہ لقا کو کوئی دیکھے

جو دیکھتے ہین چشم تحیر سے ترا حسن — ان دیکھنے والون کی ادا کو کوئی دیکھے

ہم اگر مانگین تو اے زاہد یہ بیشک ہو گناہ — بے طلب رکھدے جو کوئی بھر کے ساغر سامنے

یاالٰہی خیر ہو بیٹھے ہین وہ یون بزم مین — تیغ رکھی ہو برابر، اور خنجر سامنے

داغ ہرچند جہان گرد ہو سودائی ہے ۵۳ آپ کے سر کی قسم، آپ کا سودائی ہو

داغ کو اب کسی گلدستے ملاقات نہین — ہم نے برسون اسی گلشن کی ہوا کھائی ہو

ایسی باتون سے، تو بہتر ہو خموشی، واعظ — کہ تری ضد نے کیا اور گنہگار مجھے

ہوگئی، کثرتِ عصیان سے مری وہ نوبت — ہو یہ احسانِ ملالین جو گنہگار مجھے

بیدرد ہین جو درد کسی کا نہین رکھتے — ایسے بھی ہین یارب کہ تمنا نہین رکھتے

اے داغ، یہ کس کام کی ہستی و جوانی؟ — تم اسمین جو اندیشۂ فردا نہین رکھتے

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے — جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے

اُترے جو تن سے سر، تو زہے سرفراز بان — ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے دل سے اُتار دے

مرادین مان رہا ہون قضا کے آنے کی — بُری گھڑی تھی دلِ مبتلا کے آنے کی

جوابِ وصل سے کیونکر نہ ہون مین شادیِ مرگ — خوشی بھی اور خوشی دلربا کے آنے کی

پھر کہین چھپتی ہو جب ظاہر محبت ہو چکی — ہم بھی رسوا ہو چلے اُنکی بھی شہرت ہو چکی

ہم بدل جائین گے کیا؟ قسمت بدل جائیگی کیا؟ — جب نہ دنیا مین ہوئی عقبیٰ مین راحت ہو چکی

ہم سے پوچھے کوئی، دنیا مین ہی کیا شے اچھی؟ رنج اچھا ہی، غم اچھا ہی، ملال اچھا ہی

آپ پچتائین نہین، جور سے توبہ نہ کرین ۵۴ آپ گھبرائین نہین، داغ کا حال اچھا ہی

نا امیدی بڑھ گئی ہی اسقدر آرزو کی آرزو ہونے لگی

داغ اترائے ہوئے پھرتے ہین آج شاید انکی آبرو ہونے لگی

کس طرح کہوں وہ قیس، ترے دل کو لگی ہی نالون سے کبھی آگ بھی محمل کو لگی ہے؟

اگر مر جائین تو چھوٹ جائین غم سے مگر یہ ہو نہین سکتا ہی ہم سے

جب کہا مین نے، ہائے لوٹ لیا دل پکارا کہ میرے یار کسے؟

بھولے ہی بن کے کام نکلتا ہی گاہ گاہ بن جاتے ہین ہم آپ ہی نادان کبھی کبھی

عیش و اقبال عجب شے ہی کہ ہم دیکھتے ہین ۵۵ چار ہی دن مین بدل جاتی ہی صورت کیسی؟

اے فلک چین سے دم بھر تو پڑا رہنے دے ۵۶ ہم بھی بستے ہین جہان خلق خدا بستی ہی

اب کیون نہ کرون نالہ مجھے ڈر تو نہین ہی؟ یہ عرصۂ محشر ہے، ترا گھر تو نہین ہی؟

تدبیر سے، قسمت کی برائی نہین جاتی بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہین جاتی

دشمنون سے دوستی غیرون سے یاری چاہیے ۵۷ خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے

اے فلک، دے ہمکو پورا غم تو کھانے کے لیے وہ بھی، حصہ کر دیا، سارے زمانے کے لیے

ہجر ہو آفتِ جان وصل بلائے دل ہے آدمی کے لیے ہر طرح غرض مشکل ہے

رنج و قلق کو صدمہ و ایذا اُٹھائیے دل کو تھا کے سینے مین کیا کیا اُٹھائیے

چوٹ دل کی وہین اُبھر آئی جب ہنسی آئی آنکھ بھر آئی

مزا چکھا نہین دنیا کا زاہد تو نے دنیا مین کبھی تو بادہ نوشی کی بھی اے مردِ خدا ٹھہرے

یار کا پاسِ نزاکت دلِ ناشاد رہے نالہ رُکتا ہوا، تھمتی ہوئی فریاد رہے

سب اہلِ حشر جب اپنے کیے کو پائین گے ۵۸ بڑا مزا ہو جو مجکو مرا گناہ ملے

یون تو برسون نہ پلاؤن نہ پیون، اے زاہد توبہ کرتے ہی بدل جاتی ہی نیت میری

وہ آئے خندۂ پیشانی کہین سے
تبسم ہو عیان چین جبین سے

اُسے افسانۂ غم ڈرتے ڈرتے
سُنایا کُچھ کہین سے، کُچھ کہین سے

حور کے واسطے زاہد نے عبادت کی ہی
سیر تو جب ہی کہ جنت مین نہ جانے پائے

ملاتے ہو اُسی کو خاک مین جو دل سے ملتا ہی
مری جان چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہی

ہر سخن پر روٹھ جانا کوئی تم سے سیکھ جاے
روٹھ کر پھر مُسکرانا کوئی تم سے سیکھ جائے

دیکھا تو شہرِ حُسن مین چرچا ہی اور ہی
اُس کی ہوا ہی اور، وہ دنیا ہی اور ہی

بیٹھے اُداس، اُٹھے پریشان، خفا چلے
پوچھے تو کوئی آپ سے کیا آئے کیا چلے

تری رنجش کھُلی طرزِ بیان سے
نہ تھی دل مین تو کیون نکلی زبان سے

بہت حسرت آتی ہی مجکو یہ سُنکر
کسی پر کوئی مہربان ہو رہا ہی

آج گھبرا کر وہ بولے جب سُنے نالے مرے
جان کے پیچھے پڑے ہین چاہنے والے مرے

دلِ نادان سے ہین نہایت تنگ
اور تم اپنی چشمِ پُر فن سے

انتخاب

از

کلامِ دبیر

مرثیہ - رباعی

جلد اوّل

مسلسل

دبیر

میرزا سلامت علی نام تھا اور دبیر تخلص تھا۔ لکھنؤ مین پیدا ہوئے اور وہین دفن ہوئے سال وفات ۱۲۹۲ھ ہی۔ انکے استاد کا نام میر ضمیر تھا۔ اسوقت مرثیہ گوئی کا جو رنگ ہی اُسکے موجد میر ضمیر سمجھے جاتے ہین خود انکا شعر ؏ سو مین کہہ دون ہزار ہین یہ وہ ذرہ ہی مرا + جو جو کہے اس طرز مین شاگرد ہی مرا ؎ انکا شاہد ہی۔ میرزا دبیر اور میر انیس کا جوڑ تھا۔ آپس مین چوٹین بھی چلتی تھین اور محبت بھی تھی۔ میر انیس کے مرنے پر میرزا دبیر نے کہا ؏ طور سینا بے کلیم اللہ منبر بے انیس۔ جس سے دلی محبت کا پتہ چلتا ہی مگر شاگردون نے میر انیس کے جیتے جی ایک کو دوسرے سے ملنے ندیا۔ حتی کہ سامعین کی بھی تقسیم ہوگئی تھی ایک کو دبیریہ اور دوسرے کو انیسیہ کہتے تھے۔ ایک ہی وقت مجلسین ہوتی تھین۔ دبیریے دربار دبیر مین اور انیسیے دربار انیس مین حاضر ہوتے تھے۔ ان دونون کے جیتے جی یہ فیصلہ نہوا کہ کون بہتر ہی۔ میر و سودا۔ آتش و ناسخ۔ ذوق و غالب اور متاخرین مین امیر و داغ کی طرح انیس و دبیر کا بھی جھگڑا نہ چکا۔

نشتر غزلون مین ہوتے ہین انیس کا کلام مین نے چاہا کہ تبرکاً اس کتاب مین رہے اور انکے منتخب اشعار کو بھی مین نے نشتر ہی سے تعبیر کیا۔ مین نے ارادہ کیا تھا کہ سوائے انیس کے دوسرے مرثیہ گویون کو اس کتاب مین جگہ ندون لیکن آخر آخر میری یہ رائے ہوئی کہ میر انیس کے ہمعصر میرزا دبیر کو فراموش کرنا ہند کی شاعری پر ایک اعتبار سے ظلم کرنا ہی اسلیے کتاب کے چھپنے کے وقت مرزا صاحب کے کلام بھی کچھ منتخب کیے گئے قلت انتخاب کی وجہ یہ نہین کہ مرزا صاحب کے پایہ سے کسی کو انکار ہی بلکہ عجلت اور کم فرصتی اسکا باعث ہی دیگر اساتذہ کے انتخاب وقتاً فوقتاً اسوقت ہوئے تھے جبکہ میری عمر کا مقتضا تھا اب اسوقت یہ کام میرے لیے مشکل ہی لیکن پھر بھی تیمناً کچھ کلام مین نے ہفتہ عشرہ مین منتخب کر ہی لیے۔

مرثیہ

وفات حضرت فاطمہؓ

بلقیس پاسبان ہے یہ کسکی جناب ہے؟ مریم درودخوان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟
شانِ خدا عیان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟ دہلیز آسمان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟
کرسی، زمین سے لیتی ہے گوشے پناہ کے بیٹھا ہے عرش سایہ مین اس بارگاہ کے

عفت پکارتی ہے، مقام حجاب ہے سنتے ہو، جنابِ فاطمہؑ کی یہ جناب ہے
حواؑ و آسیہؑ کا یہ باہم خطاب ہے زہرا کے رعب و دبدبے سے زہرہ آب ہے
جاری ہے منھ سے جاریۂ فاطمہ ہین ہم مخدومہ کائنات کی وہ خادمہ ہین ہم

الفت، خدا کے بعد، حبیبِ خدا کی ہے منصف کے آگے یہ بھی ولا کبریا کی ہے
پروا، نہ فاقہ کی، نہ شکایت، جفا کی ہے ایذا فقط جدائیِ خیر الورا کی ہے
اب دغدغہ کی فکر، نہ سونے کا دھیان ہے آنکھون مین شکل باپ کی، رونے کا دھیان ہے

کچھ نوش کر لیا، جو کسی نے کھلا دیا لیکن عزا مین، کچھ نہ غذا نے، مزا دیا
غش مین، کسی نے منھ مین جو پانی چوا دیا قطرہ پیا، اور آنکھون سے دریا بہا دیا
نسبت ہے کس سے فاطمہؑ کے شور و شین کو زہراؑ کے بعد دی ہے زینبؑ حسینؑ کو

سن کم، قلق زیادہ، تعلق سے فغان سوا سینے سے دل، تو دل سے جگر ناتوان سوا
رونے سے ہر گھڑی کے، ہوئین ہچکیان سوا تپ وہ، کہ مغزون سے تپش استخوان سوا
جب فاطمہؑ نے ہائے پدر کہہ کے آہ کی وان ہل گئی ضریح رسالت پناہؐ کی

بیٹے پکارتے ہین کہ اماں باہر آؤ اماں، نہ اتنا روؤ، غلامون پہ رحم کھاؤ
نانا کہان گئے ہین؟ بلا لائین ہم بتاؤ ہم گرتے پڑتے ہین نہین تو گلے لگاؤ
نانا کے بعد ہائے یہ بیقدر ہم ہوئے سب اک طرف حضور کے بھی پیار کم ہوئے

ہمسائیاں یہ کہتی ہیں اے عاشقِ پدر | دیدارِ مصطفےٰ تو ہے موقوف حشر پر
اُنکے عوض تو اپنی زیارت سے شاد کر | حجرے میں پیٹتی ہے یہ کہکر وہ نوحہ گر
اب میں ہوں اور ہر ایک حقارت ہے صاحبو | بابا موئی کی خاک زیارت ہے صاحبو

۸ القصہ بعد ہفتہ کے دنِ آٹھواں ہوا | اور نیل پوش ظلمتِ شب سے جہان ہوا
یاں مہر برجِ حجرۂ ماتم عیاں ہوا | یہ اس طرح، کہ مُردہ کا سب کو گمان ہوا
یہ شکل ہو گئی تھی عزا میں رسولؐ کی | پہچانی بیٹیوں نے نہ صورت بتولؑ کی

۹ قدسی تھے فرشِ عرشِ معلیٰ کے آس پاس | تسبیح کی خبر تھی نہ تہلیل کے حواس
دوزخ جدا خروش میں مالک جدا اداس | غلمان و حور و جن و پری پر ہجوم یاس
غل تھا کہ سب کے دل کو ہلاتی ہے فاطمہ | ہر ہر نبیؐ کی قبر پہ جاتی ہے فاطمہؑ

۱۰ چلائی، آہ، وا ابتا، وا محمدا | نورِ الٰہ، وا ابتا، وا محمدا
شاہوں کے شاہ، وا ابتا، وا محمدا | میں ہوں تباہ وا ابتا وا محمدا
بابا بتول آئی ہے تسلیم کے لیے | اُٹھتے نہیں مزار سے تعظیم کے لیے

۱۱ گزرے ہیں آٹھ دن کہ زیارت نہیں ہوئی | اس بے نصیب سے کوئی خدمت نہیں ہوئی
منبر ہے سونا وعظ و نصیحت نہیں ہوئی | مسجد میں بھی نمازِ جماعت نہیں ہوئی
حضرت کے منھ سے وحیِ خدا بھی نہیں سُنی | جبرئیل کے پروں کی صدا بھی نہیں سنی

۱۲ تسلیم سیدی اے پدرِ نامدار لو | یہ بال بکھرے، ہاتھوں سے اپنے سنوار لو
راضی ہوں میں نہ گود میں بھی زینہار لو | مشتاق ہوں کہ فاطمہؑ کہہ کر پکار لو
پوچھو یہ تم مزاج تمہارا بخیر ہے | ۲ لونڈی کہے کہ حال جدائی سے غیر ہے

۱۳ القصہ فاطمہؑ ہوئی بیہوش قبر پر | زینبؑ کے پاس دوڑی گئی فضہ ننگے سر
زینبؑ نے پوچھا، خیر تو ہے؟ بولی پیٹ کر | جامہ نبی کا دو کہ سوگھاؤں میں نوحہ گر
ہمسائیاں ہیں گرد ہراساں کھڑی ہوئیں | بی بی کی اماں جان ہیں غش میں پڑی ہوئیں

۱۴
نانا کا خاص جامہ نواسی نے لا دیا فضہ نے جا کے بی بی کو غش میں سونگھا دیا
خوشبو نے اسکی وصلِ نبیؐ کا مزا دیا جامہ پہ بوسہ فاطمہؑ نے جا بجا دیا
پڑھ کر درود بات سنائی وہ یاس کی جو بیبیاں تڑپنے لگیں آس پاس کی

۱۵
وہ یہ سخن ہے، آہ پکاری وہ بے پدر یعقوبؑ نے جو سونگھا تھا پیراہنِ پسر
یوسفؑ کے دیکھنے کی توقع تھی کسقدر میری امید قطع ہے بابا سے عمر بھر
پوچھوں کہاں؟ تلاش کروں کس دیار میں؟ یوسف تو میرا سوتا ہے لوگو مزار میں

۱۶
کیا کیا کہوں میں دخترِ خیر الامم کا درد پہلو کا درد ہاتھ کا درد اور شکم کا درد
بچوں کی بیکسی کا علی کے الم کا درد ہر اک غضب کا حادثہ ہر اک ستم کا درد
وہ ماتم، اور آہ، وہ حسرت بتولؑ کی محسن کا چہلم اور سہ ماہی رسولؐ کی

۱۷
منہ سے پدر کا نام لیا اور رو دیا قرآن پڑھ کے ہدیہ کیا، اور رو دیا
فرشِ نبیؐ کی دیکھی ضیا اور رو دیا تکیوں کو سونگھا، بوسہ دیا، اور رو دیا
صرفہ نہ آہ میں نہ بکا میں نہ بین میں بے غش ہوئے افاقہ نہ تھا شور و شین میں

۱۸
آخر وفورِ گریہ سے عاجز ہوئے عرب حیدرؑ کے پاس رونے کی فریاد لائے سب
کی عرض فاطمہؑ سے کہوائے ولیِ رب یا سیدہ تمہاری رعیت ہے جاں بلب
کھانے کا کوئی وقت نہ سونے کا وقت ہے جو وقت ہے وہ آپ کے رونے کا وقت ہے

۱۹
ماں باپ نے ہمارے بھی دنیا سے کی قضا ہم تو نہ ایسا روئے، نہ پیٹے، نہ کی عزا
فرمایا مرتضیٰؑ نے، کہ بتلاؤ تو بھلا تم میں سے کس کا باپ ہوا ہے رسولؐ سا
الزام کوئی دے نہیں سکتا بتولؑ کو سمجھاتا ہوں میں، خیر، یتیمِ رسولؐ کو

۲۰
باہر سے مرتضیٰؑ گئے گھر میں جھکائے سر منہ ڈھانپے رو رہی تھی اکیلی وہ خوش سیر
دینے لگے پیام عرب شاہِ بحر و بر گھبرا کے بولی ہائے کروں کیا میں نوحہ گر؟
قابو میں موت ہووے تو مر جاؤں یا علیؑ بابا کا سوگ لے کے کدھر جاؤں یا علیؑ

میری طرف سے اہل مدینہ کو دو پیام
لوگو خفا نہ ہو، مری رخصت ہی صبح و شام
دو چار دن تمھارے محلہ مین ہی مقام
رونے کی دھوم ہو چکی اب کام ہی تمام
دل جسکا مُردہ ہو اُسے جینے سے کام کیا؟
بابا سدھارے مجکو مدینے سے کام کیا؟

۲۱
رونے مین اختیار نہین بے پدر ہون مین
لوگو مجھے نہ ٹوکو کہ خستہ جگر ہون مین
امید وار موت کی آٹھون پہر ہون مین
گر شام کو بچی تو چراغ سحر ہون مین
ماتم ہی غیر کا کہ تمھارے رسولؐ کا؟
پر تمکو ناگوار ہی، رونا بتولؑ کا

۲۲
سب کے نبی کا سوگ ہی کُل کے نبی کا غم
یہ بھی نصیب اپنا، کہ الزام پائین ہم
یہ کیا سمجھ کے مُنھ سے نکالا؟ کہ روؤ کم
بے رونقی رسولؐ کے ماتم کی ہی ستم
بیجا تمھاری یہ خفگی ہی مین روؤن گی
کچھ ہو مرے توجی کو لگی ہی مین روؤنگی

۲۳
حیدر کا اس بیان سے ٹکڑے ہو جگر
بیت الحزن بنایا بقیعہ مین جلد تر
لکھا ہی ہاتھ تھام کے بیٹون کا ہر سحر
وان جا کے رویا کرتی تھی دن بھر وہ بے پدر
ہنگام شام حیدرِ کرار جاتے تھے
روحِ نبی کی دیکے قسم اُن کو لاتے تھے

۲۴
اک دن نگاہ کرتے ہین کیا شاہِ لافتا
مطبخ ہے گرم آردِ جو ہے گندھا ہوا
نہلا رہی ہین بچون کو مَل مَل کے دست و پا
پھیلا دیے ہین کرتے بھی دھو کر جدا جدا
پوچھا کہ اتنے کامون کا جو شغل آج ہی
اسوقت کچھ بحال تمھارا مزاج ہی؟

۲۵
بولی کہ آج رات کو ہو جاؤن گی بحال
کل میرے کاروبار مین خود ہوگے تم نڈھال
خدمت کا میرے بچون کی ہوگا کسے خیال؟
نہلا دُھلا دیا کہ پریشان تھا اُن کا حال
کرتے بھی دھوئے قوت بھی کل تک کا دھر چلی
سہرا نہ باندھا ایک یہ ارمان لے چلی

۲۶
پوچھا علی نے تمکو یہ کیون کر ہوا یقین؟
صدیقہ نے کہا، شدنی ہی، یہ شک نہین
پچھلے کو روتے روتے جو سوئی مین دلحزین
دیکھا کہ ایک باغ مین ہین شاہِ مرسلین
حسین کو میرے اپنے گلے سے لگاتے ہین
سہلاتے تھے نہ رو تری مان کو بلاتے ہین

یہ سُن کے ننگے پاؤن مین اُٹھا غم سے بھری
بس دیکھنا تھا آپ کا دیدارِ آخری
سہوًا اگر ہوئی ہو کچھ آزردہ خاطری
بخشو مجھے، کہ موت ہے نزدیک، اب مری
رو کر کہا علیؑ نے ہمین عذر خواہ ہین
واللہ بےقصور ہو تم سب گواہ ہین

۲۹
معصوم سے بھی، ہوتی ہے بی بی خطا کبھی ؟
عُسرت کا تم نہ لائین زبان پر گلا کبھی
اچھا لباس مانگا نہ اچھی غذا کبھی
بیمار جب پڑین نہ طلب کی دوا کبھی
کیا خوب تم نے مجھ سے نباہی ہے فاطمہؑ
کیونکر نہو، تو نورِ الٰہی ہے فاطمہؑ

۳۰
دنیا کے مال و جاہ پہ تم نے نظر نہ کی
فرمائش ایک دن اسداللہ پر نہ کی
یون صبر سے جہان مین کسی نے بسر کی
فاقہ کشی پہ اپنے پدر کو خبر نہ کی
پہلو پہ در گرا مین حمایت نہ کر سکا
شرمندہ ہون کہ حقِ رعایت نہ کر سکا

۳۱
وہ بولی یہ کنیز نوازی ہے سربسر
فرمایئے وصیتِ ادنیٰ پہ اب نظر
ہے بے پدر کے بعد نبیؐ آپ تھے پدر
سبطین تو حضور کے ہین پارۂ جگر
گر چاہتے ہو قبر مین زہرا کے چین کو
دینا نہ رنج میرے حسنؑ اور حسینؑ کو

۳۲
کل ایک رات اور ہین مان والے میرے لال
بے مادری کی صبح ہے کل اور یہ خرد سال
اب میری طرح آپ کو ان کا رہے خیال
اوجھل نہ ہونے پائین نظر سے یہ نونہال
حاسد کی چشمِ بد سے بچائے خدا انھین
سرمہ کی طرح آنکھون مین رکھیو سدا انھین

۳۳
مغرب تلک بس اور ہے مان انکے سر پہ اب
کل صبح یہ گھرین گے یتیمی مین ہے غضب
پروانہ رہیو میرے چراغون پہ روز و شب
بے ماں کا جان کر کوئی گھڑکے نہ بے سبب
یہ دونون ہین سپر و جنابِ امیرؑ کے
جوشن ہین میرے آپ صغیر و کبیر کے

۳۴
والی یتیم بچون کا ہوتا ہے دل کباب
چلا کے انکی بات کا دینا نہ تم جواب
بہنون کو انکی انسے سوا ہوگا اضطراب
دل انکے لیجو ہاتھ مین بچہ رو بے حساب
زینبؑ سے ہوشیار کہ نازون کی پالی ہے
اور دوسرے حسینؑ کی یہ رونے والی ہے

عرضِ دوم یہ ہے مجھے شب کو اُٹھائیو — اور قبر کا نشان نہ کسی جا بنائیو
تربت میں خود اُتاریو اور خود لٹائیو — پھر کانپ کر کہا کہ الٰہی بچائیو
آنکھوں کے آگے قبر کی تنہائی پھر گئی — موتی کی اک لڑی تھی کہ آنکھوں سے گر گئی

بولی کہ یا علی یہ قیامت کا وقت ہے — مرنے سے سخت قبر کی وحشت کا وقت ہے
میت پہ بعدِ دفن یہ آفت کا وقت ہے — اسوقت وارثوں کی محبت کا وقت ہے
ہمدم نہیں رفیق نہیں مہرباں نہیں — ۳ — یہ وہ جگہ ہے کوئی کسی کا جہاں نہیں

وہ اجنبی مکان وہ اندھیرا اِدھر اُدھر — پہلے پہل وہ بستی سے ویرانے کا سفر
نہ شمع روشنی کے لیے نہ شگافِ در — ہمسایہ وہ کہ دوسرے سے ایک بےخبر
کسکو کوئی پکارے کہاں جائے کیا کرے؟ — آسان سب پہ قبر کی مشکل خدا کرے

اب نذر دے یہ مرثیہ اور عرض کر دبیر — یا سیدہ تمھیں قسم خالقِ قدیر
بہرِ رسولِ پاک و بہ حضرتِ امیر — تم پر فدا الٰہی والدۂ ذاکرِ حقیر
فرمائیے وہ لطف کہ وہ رستگار ہو — حُلّہ کفن ہو، روضۂ رضوان مزار ہو

آمدِ قاصدِ صغریٰ

روانہ نہرِ لبن کو جو شیرخوار ہوا — دہاں دکھانے پہ گردن سے تیر پار ہوا
تڑپ کے ہاتھوں پہ حضرت سے ہمکنار ہوا — خزاں ہوا جو وہ گل تو گلے کا ہار ہوا
اِدھر تو شاہ کو یہ صدمۂ جگر پہنچا، — اُدھر مدینے سے صغرا کا نامہ بر پہنچا

لہو میں غرق کھڑے تھے کمر جھکائے ہوئے — ۴ — پسر کی ننھی سی میت گلے لگائے ہوئے
لہو بھرا ہوا دامن اُسے اُڑھائے ہوئے — کفن کی فکر میں منہ خیمے کو پھرائے ہوئے
یہ حال دیکھ کے قاصد کی آس ٹوٹ گئی — ہوا یہ رعشہ کہ فوراً مہار چھوٹ گئی

اتر کے ناقے سے آداب وہ بجا لایا — مگر حسین تھے بیہوش کچھ نہ فرمایا
وہ نوحہ کرتا ہوا اور متصل آیا — نگاہِ یاس سے منہ دیکھ کر یہ چلایا

قرار دو مجھے مین بیقرار ہوتا ہون — حسینؑ جان کے تم پہ نثار ہوتا ہون

۴
شترسوار پکارا کہ آہ وا ویلا — حسینؑ فاطمہؑ فدوی ہے قاصدِ صغراؑ
نشان اُسنے دیا تھا جُدا جُدا سب کا — امام عصر کو پھر کھول کر عریضہ دیا
لیا حسین نے ہاتھوں پہ لاشہ اصغرؑ کا — عریضہ ہاتھوں پہ رکھا مریضِ دختر کا

۵
نگاہِ یاس سے شہ نے وہ خط پڑھا خاموش — کبھی کڑھے کبھی روئے کبھی ہوئے بیہوش
شترسوار کا مُنھ دیکھ کر کیا یہ خروش — لے اب عریضہ اُٹھا دل پہ ہے قلق کا جوش
جواب کون لکھے گا پدر تو مرتا ہے — اب اک نیابت صغراؑ حسین کرتا ہے

۶
وطن سے قاصدِ صغراؑ تو رن مین آیا ہے — یہان صغیر نے گردن پہ تیر کھایا ہے
گلے سے لاش کو شبیر نے لگایا ہے — سلام کے لیے قاصد نے سر جھکایا ہے
وہ پوچھتا ہے کہ آس آپ کی یہ توڑ گئے — حسینؑ کہتے ہین اکبر بھی مجکو چھوڑ گئے

۷
ہٹائی چہرے سے اصغر کے خون بھری چادر — پسینہ موت کا ماتھے سے پونچھا سرتا سر
پکارے مُردے کی آنکھون پہ ہونٹھون کو رکھکر — لکھی ہے فاطمہؑ نے دیدہ بوسی اے اصغرؑ
گواہ رہیو کہ فاقے سے چومتا ہے حسینؑ — اور اُنکے بھائی کی آنکھون کو چومتا ہے حسینؑ

۸
بنالون ننھی سی قبر اسکی اے خجستہ سیر — تو لے چلون پسرِ نوجوان کے لاشے پر
تو پڑھیو لاشہ اکبرؑ پہ نامہ خواہر — یہ کہہ کے گھوڑے سے اُترے امامِ جن و بشر
زمین قبر کی خاطر پسند کرنے لگے — مزار کھود کے نالہ بلند کرنے لگے

۹
شترسوار نے خنجر نیام سے کھینچا — کہا حسینؑ سے مولا ٹھہرئیے تجھ پہ فدا
ہے آرزو کہ مجھے حشر مین کہے زہراؑ — وہ آیا فدیہ شبیر و قاصدِ صغرا
زہے شرف جو مددگار ہی حسینؑ کا دن — شہید ہو کے ابد تک جنان مین بیٹھیگا ان

شہادت حضرت عباسؑ

۱
کسکا علم حسینؑ کی منبر کی زیب ہے؟ — کس جنتی کی مشک سے کوثر کی زیب ہے؟

لشکر ہی اُسکی زیب، یہ لشکر کی زیب ہی   چہرے کی فرد مالکِ دفتر کی زیب ہی
رفعت علم کی کہتی ہی ہر عقلمند سے   سقّے پہ پڑھ درود صدائے بلند سے

یہ اُسکی بارگاہِ ملائک پناہ ہی   دربارِ حق مین، جسکی محبت سے راہ ہی
فوجِ خدا گواہ، خدا بھی گواہ ہی   عباسؑ شیر بیشۂ شیرِ اِلٰہ ہے
تصویر ہی یہ فاتحِ بدر و حُنین کی   شمشیر ہے خدا کی، سپر ہی حسینؑ کی

اب روئین مومنین کہ شبیر روتے ہین   نامی جوان تو گنجِ شہیدان مین سوتے ہین
بچّے تمام پیاس سے جان اپنی کھوتے ہین   اور اب جُدا حسینؑ سے عباسؑ ہوتے ہین
خالی رفیق و یار سے ہی پہلوے حسینؑ   اسوقت توڑتی ہی اجل بازوے حسینؑ

شہ سے پھر اجازت اُٹھائی ہے   جوڑے ہین ہاتھ پاؤن پہ گردن جھکائی ہی
کرتے ہین عرض اب دمِ حاجت روائی ہی   آقا کے ہاتھ بندے کی مشکلکشائی ہے
کوثر دیا شہیدون کو مولا ہمین بھی دو   اک قبر کی جگہ لبِ دریا ہمین بھی دو

باقی ہی جب سے بندہ مجھے انفعال ہے   کہتا ہون دل سے صبر کر اب انفعال ہی
حضرت کو آبرو کا مری خود خیال ہے   اب بھی مُصر نہین ہون فقط عرضِ حال ہی
یون فوج کو کوئی نہ علمدار دیوے گا   ایسا بھی واقعہ نہ ہوا ہی نہ ہووے گا

رو کر کہا حسینؑ نے دریا پہ جاؤگے؟   عباسؑ پانی لاؤگے ہمکو پلاؤگے؟
واللہ بھائی، داغِ جوانی دکھاؤگے   ہم آئے تھے فرات سے پر تم نہ آؤگے
سمجھو تو خیمہ کیون لبِ دریا سے اُٹھ گیا   پانی مرے نصیب کا دنیا سے اُٹھ گیا

عباسؑ جبکہ جانبِ ملکِ جنان چلے   شانے پہ لاکھ شان سے لیکر نشان چلے
زوجہ نے پوچھا، اے مرے والی کہان چلے   بولے، جہان سے اب پھرے گئے وہان چلے
اب آخری وداع کی باری نہ آئے گی   آئی ہی سب کی لاش ہماری نہ آئے گی

انگلی سے کلمہ کے گردن توسن پہ یا علیؑ   اک جست مین سوار ہوا حق کا وہ ولی

فی الفور نور و طور کے معنی ہوئے جلی | بجلی جلانا بھول گئی خود رشک سے جلی
ٹھنڈی ہوئی ہوا جو یہ گرمِ عنان ہوا | صرصر کی سانس رُک گئی حبس داں ہوا

۹ بڑھ کر کہا عمر نے، وحید الزمان ہے یہ | ہمنام ذو الجلال کا نام و نشان ہے یہ
ہاں، لشکرِ خدا کا نمودِ جہان ہے یہ | جعفر شکوہ و حمزۂ صاحب قرآن ہے یہ
سیفِ خدا خطاب ہے عباسؑ نام ہے | یہ بازوئے حسینِ علیہ السلام ہے

۱۰ عباسؑ بولے مدح کے قابل امام ہیں | بھائی بھی اُنکے بس حسنِ سبز فام ہیں
باقی جو اور بھائی ہیں وہ سب غلام ہیں | وہ رہنما وہ قبلۂ ہر خاص و عام ہیں
گمراہ ہے تو دور ہو جا اپنی راہ لے | ورنہ یہ ہے نبیؐ کا علم آ پناہ لے

۱۱ ہر سبز پوش خضرؑ نہیں عز و جاہ میں | سر سبز حیدری ہیں جنابِ الٰہ میں
یوسفؑ نہ ہوگا لاکھ گرے کوئی چاہ میں | دن رات کا ہے فرق سفید و سیاہ میں
کوئی یتیم فاطمہؑ سا خوش گہر نہیں | ہر اک یتیم دُرِّ یتیم اے عمر نہیں

۱۲ اب بھی سمجھ خدا کے لیے آ جنان میں آ | مے پانی، لے بہشت، نہ جا نار میں نہ جا
بیعت ہے ابن فاطمہؑ کی بیعتِ خدا | تیری بھلائی کے لیے کہتے ہیں ہمکو کیا
سب خاک ہے نہ زر نہ میسر کام آئینگے | تربت میں بو ترابؑ ہی آکر بچائینگے

۱۳ بولا وہ منہ پھرا کے سنو اے گروہِ شام | لو ہم سے لینے آئے ہیں یہ بیعتِ امام
میں حُر نہیں جو مان لوں حاکم کا ہوں غلام | دنیا مجھے پسند ہے ایمان کو سلام
بیعت یزید کی تو نہ شاہِ امم کریں | قدرت خدا کی بیعتِ شبیر ہم کریں

۱۴ یاں کان آشنا تھے کب اس بول چال سے | دیکھا لرز کے تیغ کو قہر و جلال سے
بھاگا چھپا کے رو سے سپہ کو ڈھال سے | بادل اُٹھے نشانوں کے دشتِ قتال سے
تیغیں ادبی ہوئی جو یکایک نکل پڑیں | بہر تو سے مچھلیاں بھی بیابر اُچھل پڑیں

۱۵ بڑھ کر قعقب بولے کہ ہاں سرفروشو ہاں | شیر و دلیر و غازیو تازی کی لو عناں

مرتے ہین مرد نام پہ نامرد بہرِ نان
سنبھلے ہوئے کہ سامنے ہے ہاشمی جوان

لینا نہ منہ پہ ڈھال، کہ ہستی حباب ہے
دینا نہ آبرو کہ یہ موتی کی آب ہے

۱۶
بس ہے بیان رضاے خداوندِ ذوالجلال
بسم اللہ اے جنابِ امیرِ عرب کے لال

…ل خدا پکارا کہ خونِ عدو حلال
پنجہ بڑھایا مہرِ علی نے سوے ہلال

قبضہ فورِ شوق سے دو ہاتھ اچھل پڑا
قالب سے ماہ ٹوٹ کے مہِ نو نکل پڑا

۱۷
…ی غلافِ نور سے تفسیرِ جوہری
یا آکے، دستبوسِ سلیمان، ہوئی پری

…حجلے سے عروس سنے کی جلوہ گستری
یا تھی یہ شاخِ میوۂ طوبیٰ ہری بھری

اس ہاتھ مین مرادین تھین جو جو وہ مل گئین
باچھین خوشی سے تیغ کی دونون کی کھل گئین

۱۸
…یہ تھی ہوئی جو تیغ، تو لشکر اولٹ گیا
میدان سے پانون جلنے سے دل سب کا ہٹ گیا

سب رو رہے تھے زور کو، سب زور گھٹ گیا
مانندِ ناف، خوف سے، سینہ سمٹ گیا

بولی یہ تیغ دم سپرِ اعدا یہ لونگی مین
بُرّش پکاری، تو نہ ٹھہرنے نہ دونگی مین ۵

پھر تو پکار تھی، یہ ادھر وہ اُدھر گرا
وہ پنجہ، وہ ہاتھ، وہ خود اور وہ سر گرا

بن بن کے برق سایۂ تیغِ ظفر گرا
وان مورچے سے باپ اُٹھا یان پسر گرا

گر گر کے سر پہ رن مین برابر طپان ہوئے
جو ران مین سرزمین کے معنی عیان ہوئے

۱۹
…ن پہ مردنی کی طرح تیغ چھا گئی
ہر استخوان مین مثلِ تپِ برق سما گئی

…خاکساریِ حیدر دکھا گئی
مانندِ خاک، ناریون کے تن کو کھا گئی

سب کے گلون سے ملتی تھی لیکن کھنچی ہوئی
جوہر یہ تھے کہ بوجھ سے خود تھی جھکی ہوئی

۲۰
آتے تھے جوڑ توڑ عجب تیغِ تیز کو
سر سے گری جدا کیا پائے گریز کو

سینے سے گرم دیکھ کے اس شعلہ ریز کو
برق و شرر نے نذر کیا جست و خیز کو

بو گل نے رنگ لالے نے سر عشق نے دیا
یہ ہے کیا ہے اپنی نیابت قضا نے دی

۲۱
ڈوبی سپر مین گر کے گئی چال ڈھال سے
باکھر کے بیچ مین نہ پڑی سیدھی چال سے

اٹھ کر زرہ میں آئی شکوہ و جلال سے | اک جال میں تڑپ کے گئی ایک جال سے
گزری جو جا ر آئینہ سے منھ کو موڑ کے | غل تھا پری نکل گئی شیشے کو توڑ کے

۲۳
قربانِ برق و بارقۂ تیغِ شعلہ تاب | موتی کی آب و تاب، سمندر کا پیچ و تاب
خود نوح خود سفینہ و خود ماہی و خود آب | سرگوشیاں فرات میں کرنے لگے حباب
ظرفِ تنک میں تھی نہ جگہ اسکے آب کی | بندھتی تھی اور کھلتی تھی مٹھی حباب کی

۲۴
کانٹا پلک میں آنکھ، تو پتلی میں نور کو | پاؤں میں کجروی کو سروں میں غرور کو
سینے میں بغض و کینہ کو، دل میں فتور کو | نیت میں معصیت کو طبیعت میں زور کو
ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو | کیسی زبان، زبان میں یہ کاٹ آئی ہاتکو

۲۵
روکی جو ڈھال اور بھی اندھیر چھا گیا | روزِ سیاہ شامیوں کے منھ پہ آ گیا
آخر بغیر بھاگے نہ ہرگز رہا گیا | اور نہرِ علقمہ میں یہ بحرِ سخا گیا
دریا سے آبرو سے جو دریا کو پھیر [illegible] | دُرِ نجف نے بحر کو بحرین کر دیا

۲۶
چلّو بھرا فرات سے سر کا کے آستین | [illegible] سے دیر تک اسے دیکھا کیے وہیں
پھر لائے امتحان کے لیے منھ تک آکے تشنہ | سینے میں دل تڑپ کے پکارا نہیں نہیں
گو نہر فاطمہ ہے یہ مجھ پر حرام ہے | مفتم ہے فاطمہ کا پسر تشنہ کام ہے

۲۷
پانی جو بے حسین کے منھ سے لگائے گا | نہ ہے وفا کا نام ابھی ڈوب جائے گا
اسوقت آبرو جو گئی پھر نہ پائے گا | [illegible] روز [illegible] زمانے میں کاٹے گی [illegible]
حضرت کہاں، فرات کہاں، کربلا کہاں | تا کعبہ [illegible] یہ [illegible] یہ [illegible] کہاں

۲۸
غازی نے دل کے شور سے پر حبا کہا | دریا سے روکے، پیاسوں کا [illegible]
کاندھے پہ مشک بھر کے رکھی یا خدا کہا | چلتے ہوئے، اجل نے پیام قضا کہا
جوہر نصیب پیاسوں کا رستے میں پھر گیا | سقۂ حرم کا فوج کے طوفان میں گھر گیا

۲۹
سہمی ہوئی سکینہ قریب آئی ننگے پا | ننھے سے ہاتھ جوڑ کے حضرت سے یہ کہا

مین جاؤن باباجان نہ آئین اگر چچا
ضامن دیا ہی لو مجھے جھوٹا کرین گے کیا؟
ایسے تو وہ نہین ہین کہ وعدہ بھلائین گے
فرما گئے ہین نہر سے آ کے نہ جائین گے

فضہ رو کے بولے ٹوٹ پڑا ہم پہ آسمان
سچے ہین بھائی ٹھیک تمھارا بھی ہی بیان
اچھا نہ آ گے جائے گا حیدر کا وہ نشان
کیا نہر پر اجل نہین آ سکتی میری جان؟
دریا پہ کون روکنے والا قضا کا ہی؟
دو لاکھ سے مقابلہ تیرے چچا کا ہی

یہ سن کے ہو گئی وہ سراسیمہ اور کہا
ہے ہے یہ اب کھلا مجھے بہلا گئے چچا
واے کہین صحیح و سلامت انھین خدا
یون روٹھون مین کہ اُن کو بھی معلوم ہو ذرا
مجکو بھی ضد ہی پیاس سے جان اپنی دونگی مین
پانی بھی انکا لایا ہوا اب نہ لونگی مین

یہ ذکر تھا کہ نہر سے ماتم کا غل ہوا
نوحہ یہ تھا کہ وا ولدی وا مصیبتا
اکبر لپٹ کے رونے لگے شہ سے اور کہا
دادا کی روح روتی ہی مارے گئے چچا
انکی عزا کا آپ بھی سامان کیجیے
شہ بولے، میرا چاک گریبان کیجیے

زیر علم سجا گئی نبی زادیون نے صف
بیوہ بھی آئی کہتی ہوئی یا شہ نجف
سر ننگے بیٹھی اس طرف اور بیٹا اُس طرف
ملبوس لائی بچون کا بانوے باشرف
یہ پیرہن تو سقے کی اولاد کے لیے
اور سادے کپڑے بیوہ ناشاد کے لیے

آئی نظر جو اکبرِ مظلوم کی قبا
تھرائی تڑپی بیوۂ عباسِ با وفا
اور دونون ہاتھ جوڑ کے بانو سے یہ کہا
ٹھہرو خدا کے واسطے ہے ہے یہ کیا کیا؟
اکبر کے کپڑے خلعتِ ماتم مین دیتی ہو
زینب کھڑی ہین ان سے نہین پوچھ لیتی ہو

اکبر پہ جو کہ آئی ہو میرے پسر پہ آئے
اللہ شاہزادے کا سہرا انھین دکھائے
کرتے سکینہ جان کے مری بیٹی پہنے لے
بس اب سدھارئیے کہ مرا سایہ پڑ نہ جائے
پُرسے سے سرفراز نہ فرمائیے مجھے
یہ سادے کپڑے آپ نہ پہنائیے مجھے

رو کر کہا یہ بانو نے اُس نیک ذات سے
بس بس، کلیجہ پھٹتا ہی ہر ایک بات سے

رنڈ سالہ بہو، فاطمہ کبریٰ کے ہات سے
یہ نامراد بیوہ ہے شادی کی رات سے
بیٹی حسینؑ کی ہے بہو یہ حسنؑ کی ہے
گھونگھٹ میں، فکر دولھا کی خاطر کفن کی ہے
رو رو کے بین فاطمہ کبریٰ نے یہ کیے
ہے ہے دولھن بنی تھی الھین کاموں کے لیے
بس اے دبیر خوب صلے نظم کے دیے
تائیدِ غیب کے ہین منھ نے یہ مرثیے
بحرِ روان ہے یا کہ طبیعت ملی ہے یہ؟
سقاے اہل بیت کی دریادلی ہے یہ

شہادتِ حضرت عباسؑ

کس شیر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے
رَن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہے
ہر قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو
جبرئیل لرزتے ہین سمیٹے ہوئے پر کو

ہیبت سے ہین نہ قلعۂ افلاک کے دربند
جلاّد فلک بھی نظر آتا ہے نظر بند
وا ہے، کمرِ چرخ سے، جوزا کا کمر بند
سیاّرے ہین غلطان صفتِ طائرِ پربند
ہاتھون سے عطارد کے قلم چھوٹ پڑا ہے
خورشید کے پنجے سے علم چھوٹ پڑا ہے

ہر چند کھلا قبر مین رستم کے کفن کا
اور چرخ پہ ڈھلنے لگا بہرام کا مٹکا
تھا ہوش تہمتن کو نہ اپنے سر و تن کا
نام اُڑ گیا مردون سے سلاطینِ زمن کا
جس شیر نے شیرون سے صدا پنجہ کیا ہے
جنگاہ مین آج اُسنے قدم رنجہ کیا ہے

ناگاہ ہوا غل کہ علمدار وہ آیا
لختِ جگرِ حیدرؑ کرار وہ آیا
قہر و غضبِ حضرتِ جبار وہ آیا
فرزندِ پیمبر کا مددگار وہ آیا
اب جانون کے بچنے کا کوئی طور نہین ہے
عباس ہے عباس کوئی اور نہین ہے

تلوار جو آری ہوئی حضرت کی سپر سے
ظالم نے لیا خنجرِ ہندی کو کمر سے
خنجر تو اُدھر سے چلا تلوار اِدھر سے
اُسوقت ہوا آ نہ سکی بیچ مین ڈر سے
اسوار کے سر پر جو پڑی ہانپ کے بیٹھا
تھرا کے یہ اُٹھی تو فرس کانپ کے بیٹھا

اُس تیغ نے سرکش کے جو ترکش میں کیا گھر — غل تھا کہ گرا بُرجِ کبوتر میں وہ اژدر
پر تیروں کے کٹ کٹ کے گرے شکلِ کبوتر — ظالم ہوا مضطر صفتِ طائرِ بے پر
ناری نے نہ پھر نیزہ و تلوار سنبھالی ۱۲ — اک ہاتھ سے سر ایک سے دستار سنبھالی

غازی نے کہا بس اسی فن پر تھا تجھے ناز — سیکھا نہ بڑا آنھیون سے جنگ کا انداز
پھر کھینچی اس انداز سے تیغِ شرر انداز — جو میان کے بھی منہ سے ذرا نکلی نہ آواز
یاں تیغ کو دہشت سے کیا میان نے خالی — واں قالبِ اعدا کو کیا جان نے خالی

دو کرتی ہوئی دامنِ بدکیش سے نکلی — ارواح صفت جسمِ بداندیش سے نکلی
مچھلی کی طرح بازوئے دلریش سے نکلی — اڑ کر کبھی ہو ہو کے پس و پیش سے نکلی
دم سینے میں کافر کا رکا اور یہ الگ تھی — دو ہو کے وہ دو سمت گرا اور یہ الگ تھی

اس صف پہ گری تیغ جھپٹ کر اُسے مارا — سیدھی گری اسپر تو الٹ کر اُسے مارا
ہٹ کر اسے مارا تو پلٹ کر اُسے مارا — بڑھ کر اسے مارا کبھی گھٹ کر اُسے مارا
اللہ ری صفائی کہ ذرا خون نہ بھرا تھا ۱۳ — یہ کاٹ کے نکلی بھی تو سر تن پہ دھرا تھا

توسن نے کہا دیکھو میں بجلی ہوں ہوا ہوں — تلوار پکاری کہ میں آفت ہوں بلا ہوں
وہ بولا میں طاؤس ہوں عنقا ہوں ہما ہوں — ہنس کر یہ کہا تیغ نے میں قہرِ خدا ہوں
گھوڑے نے کہا لاشوں کو میں روند کے نکلوں — شمشیر پکاری میں کدھر کوند کے نکلوں ؟

[illegible] ہوا دریا میں دلاور نظر آیا — دی خضرؑ نے آواز علیؑ کا پسر آیا
دریا میں ہوا شور کہ غازی اُدھر آیا — تھی دھوم ترائی میں کہ وہ شیرِ نر آیا
سکتہ یہ ہوا خضرؑ کو الیاسؑ نے دیکھا — پانی کو اُتر گھوڑے سے عباسؑ نے دیکھا

سوکھے ہوئے مشکیزے کا پھر کھولا دہانہ — اور بھرنے لگا جھک کے وہ سرتاجِ زمانہ
اعدا نے کیا دور سے تیروں کا نشانہ — اور جھوم کیا حیدرِ کرارؑ نے شانہ
فرمایا کہ کیا مجھ کو خوش کرتے ہو عباسؑ — پانی مری بچی سکینہ کے لیے بھرتے ہو عباسؑ

۱۳
دریا سے جو نکلا وہ یداللہ کا جانی
غل پڑ گیا وہ ابر کرم سے چلا پانی
سقائے سکینہ کی نہ کی مرتبہ دانی
بس آن کے سب ٹوٹ پڑے ظلم کے بانی
قبر حسن و نبی و حیدر و زہرا کی ہلا دیں
سب برچھیوں کی نوکیں کلیجے سے ملا دیں

۱۴
فضہ گئی روتی ہوئی اور پیٹتی آئی
تھا لب پہ مگر یہ کہ دو ہائی ہے دو ہائی
سیدانیو مارا گیا شبیر کا بھائی
حیدر کے بھرے گھر کی ہوئی آج صفائی
ہر سمت نظر لشکر غم آتا ہے لوگو
عباس نہ آئیں گے علم آتا ہے لوگو

۱۵
ناگاہ علم شہ کا جھکتا ہوا آیا
ماتم تھا کہ پنجہ بھی لچکتا ہوا آیا
مشکیزہ بھی بے آب ڈھلکتا ہوا آیا
اور خون پھریرے سے ٹپکتا ہوا آیا
لشکر کی جو زینت تھی قضا لوٹ گئی تھی
صدمے سے الم کی بھی کمر ٹوٹ گئی تھی

۱۶
تھامے ہوئے دامان علم سبط پیمبر
خون منہ پہ ملے چاک گریبان کھلے سر
دامن کو سنبھالے ہوئے چلاتے تھے اکبر
حمزہ کی وفات آج ہوئی اٹھ گئے حیدر
عمو یہ تمامی ہوئی اس جاہ و حشم کی
بس آخری ہے آج زیارت بھی علم کی

۱۷
ڈیوڑھی سے جھکا کر اسے جو خیمے میں لائے
سب اہل حرم زیر علم بیٹھتے آئے
غل پڑ گیا ہے ہے اسداللہ کے جائے
مشکیزہ بھی تیروں سے بہت زخم بھی کھائے
پیاسے رہے پانی نہ پیا نہر پہ جا کے
صدقے تری سقائی کے قربان وفا کے

۱۸
تھا شاد سکینہ کا عجب حال تھا غم سے
ماں تھامتی تھی اور وہ لپٹتی تھی علم سے
آنکھوں کو چھپائے ہوئے سلطان امم سے
چلاتی تھی فریاد چچا چھوٹ گئے ہم سے
یہ تشنہ جگر قابل تعزیر ہے لوگو
کیوں پانی کو بھیجا مری تقصیر ہے لوگو

۱۹
روتی تھی بہت حضرت عباس کی دختر
فرمایا سکینہ نے بہن ہے یہ مقدر
آیا ہے یہ غم دونوں کے حصے میں برابر
تو منہ پہ مرے خاک لگا میں ترے منہ پر
آفت میں گرفتار ہیں محبوس بلا ہیں
عباس علمدار کے ہم اہل عزا ہیں

جب خاکِ عزا دونوں نے ماتھے پہ لگائی — اور ہائے علمدار کہا دھوم مچائی
حضرت کو مگر دیکھ کے واں تاب نہ آئی — آخر چلے میدان کو شہِ کرب و بلا ئی
طاقت نہ رہی ضبط کی سلطانِ امم کو — اللہ نگہبان کہا شہ نے حرم کو

خاموش دبیر اب کہ نہیں طاقتِ گفتار — ہر مصرعہ برجستہ ہے سلکِ دُرِ شہوار
بے مثل ہے یہ مرثیہ بے منت و تکرار — جُز عونِ علمدار یہ تقریر ہے دشوار
روشن ہے یہ سب پر کرمِ شاہِ زمن سے — کیا گوہرِ مضمون نکلتے ہیں دہن سے

شہادت حضرت امام حسینؑ

پیدا شعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی — پنہاں درازیِ پرِ طاؤسِ شب ہوئی
اور قطع، زلفِ لیلیِ زہرہ لقب، ہوئی — مجنوں صفت قبائے سحر چاک سب ہوئی
فکرِ رفو تھی چرخِ ہنر مند کے لیے — دن چار ٹکڑے ہو گیا پیوند کے لیے

بڑھ کر عمر سے کہنے لگے بانیِ ستم — اپنی تو یہ غذا ہے کہ بھوکے رہیں حرم
نوفل پکارا سیر ہیں آب و غذا سے ہم — کھائی ہے آج قتلِ علمدار کی قسم
چلایا شمر ہم تو اُس وقت کھائیں گے — جب تین دن کے پیاسے کا سر کاٹ لائیں گے

بولا عمر کہ ہمچو یہ باتیں روا نہیں — مُنھ کا نوالا، شیروں کا سر کاٹنا نہیں
دعوائے بے سند سے تمھیں کچھ حیا نہیں — رستم بھی بھوکا پیاسا کسی سے لڑا نہیں
اُترے نہ ہوتے تم جو لبِ نہر چین سے — پھر دیکھتا میں لڑتے ہو کیونکر حسینؑ سے؟

پھر زہر کے بجھے ہوئے خنجر طلب کیے — اپنے ملازموں پہ وہ تقسیم سب کیے
سامان سپاہ نے شاہِ عرب سے کیے — ٹکڑے نبیؐ علیؑ کے جگر بے سبب کیے
مانگا شقی نے توسنِ زریں لجام کو — کھالی کے فوج بھی ہوئی حاضر سلام کو

کثرت پہ فوج کی ہوا نازاں وہ خود پرست — بولا کہ اپنی فتح ہے شبیر کی شکست
پہلے کیا فرات کا ظالم نے بند و بست — ٹھہلا کے دس ہزار زرہ پوش تیز دست

چلتے ہو پہلو سے علی اکبر مین سونے کو؟   آتے ہو پیر سے شیعون پہ قربان ہونے کو؟

جھولے سے اٹھ کے قتل کے میدان کو دیکھیے   کیا لعل و دُر ہین گنج شہیدان کو دیکھیے
لوٹے ہوئے علیؑ کے گلستان کو دیکھیے   خنجر کے پھل کو غنچۂ پیکان کو دیکھیے
یہ سُن کے بیبی کی گود مین جھولے سے آ گئے ہین   مقتل کو شوقِ تیر مین منھ کو پھر لئے ہین

بانو پکاری انپہ تو سب رحم کھائین گے   بچہ سمجھ کے پانی بھی دشمن پلائین گے
شہ بولے جو نصیب مین ہوگا وہ پائین گے   بہنے انھین کے آگے انھین لے کے جائین گے
خاطر سے انکی پانی کے سائل بھی ہونگے   انجام کار یہ ہے کہ ہم انکو روئین گے

بانو نے دی قسم کہ یہ فرمائیے نہین   گزری مین ایسے پانی سے لیجائیے نہین
اب دل مرا نہ مانے گا سمجھائیے نہین   اصغر کو دشت بھیجیے مجھے رُلوائیے نہین
شہ بولے انکو شیعون سے پیارا کرو گی تم   جھولے مین موت آئے گی تو کیا کرو گی تم

اب تو ضرور جائین گے یہ رن مین جائین گے   پانی اگر ملے گا تو ان کو پلائین گے
جیتا خدا جو لائے گا ہمرے کے آئین گے   پر عمر ہی جو کم ہے تو کیونکر بڑھائین گے
بندے کا کچھ نہ زور نہ کچھ اختیار ہے   مختار موت و زیست کا پروردگار ہے

سمجھانے پر حسینؑ کے بانو نے رو دیا   دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکا لیا
لیکر بلائین بیٹے کی پھر یہ بیان کیا   واری سدھارو خیر جو مرضی کبریا
دیکھون پھر آج کب مجھے گود مین لیتے ہو   اللہ و پنجتن کی ضمانت مین دیتی ہون

اصغر کو لے چلے جو شہنشاہِ بحر و بر ۱۵   مُڑ مُڑ کے اُسنے کنبے پہ حسرت سے کی نظر
ننھا سا ہاتھ ماتھے پہ رکھا جھکا کے سر ۱۶   بانو پکاری پھیر کے منھ کو اِدھر اُدھر
لوگو مرا کلیجہ نکلتا ہے تھام لو ۱۷   اصغر سدھارتے ہین جہان سے سلام لو

گھر سے نہین چلے ہین یہ دُنیا سے جاتے ہین   ننھے سے ہاتھ جوڑ کے مان کو دکھاتے ہین
زینب پکاری ہو ننھےن کو بھی تو بلاتے ہین   اتنے دنون کے دودھ کا حق بخشواتے ہین

وہ بولی بس کلیجے پہ نشتر نہ مارو تم | لو دودھ چھ مہینے کا بخشا سدھارو تم

٢٠
ہاتھوں پہ لے کے اُسکو چلے شاہِ اتقیا ١٨ | اور ساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا
لکھا ہے دھوپ تیز تھی اور گرم تھی ہوا | اصغر پہ ماں نے ڈال دی اُجلی سی اک ردا
چادر نہ تھی وہ چہرۂ پُر آب و تاب پر | ٹکڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر

٢١
ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبطِ مصطفیٰ | لے تو چلا ہوں فوجِ عمر سے کہوں گا کیا
نہ پانی مانگ آتا ہے مجھکو نہ التجا | منت بھی گر کرونگا تو وہ دینگے کیا بھلا
پانی کے واسطے نہ سنیں گے عدو مری | بچے کی جان جائے گی اور آبرو مری

٢٢
پہنچے قریبِ فوج تو گھبرا کے رہ گئے ١٩ | چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا تھرا کے رہ گئے ٢٠ | چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہمکو لائے ہیں ٢١ | اصغر تمھارے پاس غرض لے کے آئے ہیں

٢٣
ماں نے بہت گلے سے لگایا نہ چپ ہوئے | گہوارے میں پھوپھی نے جھلایا نہ چپ ہوئے
بہنوں نے گودیوں میں کھلایا نہ چپ ہوئے | رو رو کے سارے گھر کو رلایا نہ چپ ہوئے
واں اشکبار تھے تو یہاں بیقرار ہیں | پانی کے تم سبھوں سے امیدوار ہیں

٢٤
گر میں بقولِ شمر و عمر ہوں گنہگار | یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصوروار
شش ماہہ بے زبان نبیؐ زادہ شیرخوار | ہفتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے بیقرار
سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے | مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

٢٥
مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہاں | لی حرملہ نے شانے سے دو ٹانک کی کمان
ترکش سے چن کے کھینچ لیا تیرِ جاں ستاں | جوڑا کمان میں تاک کے حلقومِ بے زباں
چھٹتے ہی حلق بچے کا چھیدا جو تیر نے ٢٢ | گھبرا کے غش سے کھول دیں آنکھیں صغیر نے

٢٦
کیا سن تھا تیر کھاتے ہی بچہ بلک گیا | سوکھے گلے میں خون بھرا دم اٹک گیا
تڑپا جو شہ کے ہاتھوں پہ قامت سرک گیا | ٹوپی گری زمین پہ شانہ ڈھلک گیا

ننھی کلائیون مین تشنج سے بل پڑے ۲۳ ہچکی جو آئی مُنھ سے انگوٹھے نکل پڑے

۲۷
منھ آسمان سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا؟ دیکھا کہ پار حلق سے تیرِ جفا ہوا
بچہ تڑپ رہا ہی لہو مین بھرا ہوا یون دیکھتا ہے جیسے کہ کوئی ڈرا ہوا
آنکھین پھرائے دیتے ہین تیور بدلتے ہین آگے تو دودھ اُگلتے تھے اب خون اُگلتے ہین

(حرب و ضرب)

۲۸
اتنے مین پھر جنگ بڑھی فوجِ اشقیا اصغرؑ کو شہ نے پہلوے اکبر مین رکھ دیا
اور دین کے ہلال کو دی بدر کی ضیا پہنچا زبانِ تیغ سے بھی حکمِ کبریا
قربان ذوالجناحِ شہِ دین پناہ پر غصّہ تو دیکھیے آیا یہ پہلے سپاہ پر

۲۹
اس وقت آ گئے شمر و عمر روبروے شاہ بولے، سپاہ کیا ہوئی؟ اے شاہِ کم سپاہ
کیون، ہم ہوئے تباہ، کہ اب تم ہوئے تباہ؟ اس لشکرِ قلیل پہ تھا فخر تمکو، واہ؟
ہرگز نہ بندگانِ خلیفہ سے ڈرتے تھے اس فوج کے بھروسے پہ بیعت نہ کرتے تھے

۳۰
یہ سن کے سرخی آ گئی روے امام پر بیٹھے سنبھل کے اشہبِ گردون خرام پر
اور کی نگاہِ شوق علیؑ کی حسام پر فرمایا کیون مین حملہ کرون فوجِ شام پر
اکبر کی موت لے گئی طاقت حسینؑ کی کیون تیغ تو کرے گی رفاقت حسینؑ کی؟

۳۱
تیغ دودمِ حسینؑ کے سراپا اُچھل پڑی پھولا نہ پھل سمایا تو باہر نکل پڑی
آگے بڑھی تو جان کے پیچھے اجل پڑی اک نہر قہرِ حق کی یکایک ابل پڑی
بولی اجل سے چل تو پئے سیرِ ستیز کر ۲۴ دیکھون تو کون سست ہے اور کون تیز تر

۳۲
شہ اک قدم بڑھے تھے کہ وہ دونون ہٹ گئے اُلٹی جو آستین تو دو عالم اُلٹ گئے
رکھا جو ہاتھ قبضے پہ دل سب کے پھٹ گئے ہر سمت پیک دوڑے کہ طالع پلٹ گئے
سب پیرو، بھاگو، تمکو قسم اپنے پیر کی کھنچتی ہے ذوالفقار جنابِ امیرؑ کی

(ذوالفقار)

۴۳ باہر نیام سے سرِ تیغِ رواں ہوا — یا آستیں سے یدِ بیضا عیاں ہوا
اژدر نکل کے غار سے شعلہ فشاں ہوا — بے پردہ قہرِ خسروِ کون و مکاں ہوا
جوہر نہ تھے وہ تیغِ شہِ خوش خصال میں ۲۵ — دن کو چمک رہے تھے ستارے ہلال میں

۴۴ کھنچتے ہی تیغ نے شہِ دیں کو یہ دی ندا — اے بے پسر کشندۂ اصغر کو تو بتا
کہہ دے کدھر ہے قاتلِ ہمشکلِ مصطفٰی؟ — زینب پکاری خیمے کے در سے کہ مرحبا
کوئی حسینیوں کا کشندہ نہ چھوڑیو — ہاں ذوالفقار شمر کو زندہ نہ چھوڑیو

۴۵ یہ سن کے دو زبانیں نکالے ہوئے چلی — سائے میں اپنے فتح کو ڈھالے ہوئے چلی
جوہر کا جال دوش پہ ڈالے ہوئے چلی ۲۶ — قبضے میں قہرِ حق کو سنبھالے ہوئے چلی
سایہ کو مڑ کے حکم دیا رہ نہ جائیو ۲۷ — انگلی اجل کی پکڑے ہوئے لیتا آئیو

۴۶ بو کی طرح دماغوں میں آ کے چلی گئی — مثلِ ہوا سروں میں سما کے چلی گئی
شعلے کی طرح آگ لگا کے چلی گئی — صرصر کی طرح خاک اڑا کے چلی گئی
سینے میں جا کے آتی تھی اور صاف جاتی تھی — انداز دم کی آمد و شد کا دکھاتی تھی

۴۷ سر جدا و شعلۂ قہرِ خدا جدا — رہوار کے قدم بھی نہ تھے ایک جا جدا
خود و سر و دل و جگر و دست و پا جدا — سب لوٹتے تھے تیغ کے آگے جدا جدا
نے گردنیں تھیں دوش پہ نے تھے خود میں — تیغِ علی تھی خود میں اور سر تھے گود میں

۴۸ کس آب و تاب سے یہ سرِ فوج پہ گئی ۲۸ — پانی کا گھونٹ جس کے گلے سے اتر گئی
سینے کو کاٹتی ہوئی زیں سے گزر گئی — برش کی سب کے دل پہ صفائی ٹھہر گئی
خالی عدو کے خون میں بھرنا نہ آتا تھا — آتا تھا سب کچھ ایک ٹھہرنا نہ آتا تھا

۴۹ آنکھوں میں کوندتی تھی یہ لیکن نظر نہ تھی — صف کونسی تھی رن میں کہ زیر و زبر نہ تھی
کچھ انتہا سے برشِ تیغِ دو سر نہ تھی — یہ کون سینہ تھا کہ جسکی خبر نہ تھی
یاں تھی وہاں نہ تھی جو ادھر تھی ادھر تھی ۲۹ — پر یہ نہ کچھ کھلا کہ کدھر تھی کدھر نہ تھی

ظلمت میں آنے جانے میں آبِ حیات تھی — اور روشنی میں نیرِ اعظم کی ذات تھی
اندھیر کرنے کو یہ قیامت کی رات تھی — منھ سے نکلنا اسکے لیے ایک بات تھی

رن میں تو کافرون کے فقط حلق پر پھری — پر شہرون میں زبانو پہ مثلِ خبر پھری

۴۱ سیفی چلی کہ تیغِ یداللہ روان ہوئی — تیغِ نگہ نیامِ پلک میں نہان ہوئی
صوفی کی طرح چلہ نشین ہر کمان ہوئی — ہستی فنا تھی اور امان بے امان ہوئی

۴۲ زیرِ فلک تڑپنے میں اس رہوار کے — بجلی کے سر پہ رعد گرا چیخ مار کے
آنکھیں زرہ کی، تیغ سے گردیدہ ہو گئیں — مانند کاہ، برچھیان، کاہیدہ ہو گئیں
تن پر کمانیں، سہم کے، خمیدہ ہو گئیں — ۳۰ تیغیں سمٹ کے قبضوں میں پوشیدہ ہو گئیں
حربے تو ہاتھ سے گرے، ہاتھ آستین سے — سر تن سے، پاؤں رن سے، رن اٹھا زمین سے

۴۳ ترچھی رواں پیادون کے سر پر اگر ہوئی — سیدھی وہ صف روانہ غرِ سفر ہوئی
ایسی ری صفائی لہو میں نہ تر ہوئی — گردن تو اک طرف نہ خبر کو خبر ہوئی
تیغِ رواں کی طرح جدھر یہ پلٹ گئی — ۳۱ گردن، سر آگے پھینک گئے پیچھے کو ہٹ گئی

۴۴ وہ تیغ یوں چمک کے سوار اس پر چپ گئی — کوڑا لگا یا رعد نے، بجلی تڑپ گئی
بنگر سیاہ کے لیے، لرزے کی تپ گئی — دوزخ کے شعلوں کی کفنی تن پہ نپ گئی
دلِ ناریون کا تپ کی حرارت سے جل گیا — کچھ کچھ بخار تیغ کے دل کا نکل گیا

۴۵ قبضے میں اپنے تیغ دکھاتی تھی سبز و گل — گہ موج و گہ سمندرو، گہ طاق و گاہ پل
گہ شعلہ گاہ آتش و، گہ باغ و، گاہ گل — گہ سیل کی صدا، گہے طوفان کا وہ غل
غل تھا کہ دھوپ پھیلنے کو ترستے ہیں — چھایا ہے ابرِ تیغِ علی سر برستے ہیں

(خاتمہ)

۴۶ آخر پکارے سب کہ پیمبر کا واسطہ — اے تیغِ نوجوانیِ اکبر کا واسطہ
اے تیغِ روحِ فاتحِ خیبر کا واسطہ — اے تیغِ خورد سالیِ اصغر کا واسطہ

کوفے کی یا کہ شام کے جانے کی راہ دے
پہنچے سزا کو اپنی ہمیں تو پناہ دے
قبضے کو چوم کر یہ پکارے شہِ زمن
بس ذوالفقار بس کہ لرزتے ہیں سب کے تن
شمشیر نے جواب دیا ہو کے نعرہ زن
کچھ یاد ہے جناب کو ہمشیر کا سخن
لاشوں سے شام و کوفے کے میدان بھر نگی میں
دم لونگی جب کہ شمر کو بے دم کرونگی میں

۴۸
مظلوم نے کہا کہ خدا کی رضا نہیں
زینب کو ہے وہ درد کہ جسکی دوا نہیں
معلوم تجکو مصلحتِ کبریا نہیں
میری قضا ہے شمر کی اسدم قضا نہیں
زیور یہ آج لوٹے گا زہرہ کی آل کا
کاٹے گا یہ گلا ترے صاحب کے لال کا

۴۹
لوگو سنو، بپا ہوا محشر، بکا کرو
تن سے جدا ہوا ہے سرِ سرور، بکا کرو
لاشہ تڑپ رہا ہے زمین پر، بکا کرو
نیزے پہ چڑھتا ہے سرِ اطہر، بکا کرو
بجوائیں نوبتیں عمرِ رو سیاہ نے
تکبیر تین بار کہی فرقِ شاہ نے

۵۰
غش سے دبیر بس کہ ملک کر رہے ہیں بین
جبرئیل دے رہے ہیں ندا یوں بشور و شین
آگاہ ہو کہ قتل ہوئے شاہِ مشرقین
عابد یتیم ہو گئے مارے گئے حسین
کھیتی علی کی لٹ گئی بستی اجڑ گئی
پردیس میں حسین سے زینب بچھڑ گئی

مصائب اہلِ بیت

۱
جب رن میں بوستانِ پیمبر ہوا تباہ
نقدِ حیات نائبِ حیدر ہوا تباہ
سیدانیاں اسیر ہوئیں گھر ہوا تباہ
سردار قتل ہو گیا لشکر ہوا تباہ
محبوس فوج میں حرمِ محترم ہوئے
شب باش، قتلگاہ میں، اہلِ ستم ہوئے

۲
سردار پھر گئے پسرِ سعد سے تمام
اور آ کے ابنِ سعد سے کرنے لگے کلام
جی چاہتا ہے اب کہ مٹا دیں ترا بھی نام
ناحق تری صلاح سے کاٹا سرِ امام
تجسے شقی کا ساتھ دیا آہ کیا کیا؟
سید کا خون ہم نے کیا آہ کیا کیا؟

۳
وہ بولا کچھ کہو تو سہی میں نے کیا کیا؟
سب بولے شقی، تجھے غارت کرے خدا

اب کیا کرے گا نام نبی تو سپٹا چکا | بالفرض تجکو سبط پیمبر سے بغض تھا
سیدانیوں سے آب و طعام اب جو دور ہے | بیچاری بیبیوں کا بھلا کیا قصور ہے؟

یہ رسم ہے عرب کی، ہیں آگاہ اس سے سب | قوم عرب میں مرتا ہے جس کا عزیز جب
کھانا اُسے کھلاتے ہیں سمجھا کے سب عرب | اور حاضری بھی بھیجتے ہیں گھر میں وقت شب
بھوکا ہے تین روز سے کنبہ بتولؑ کا | فاقہ نہ ٹوٹا آج بھی آل رسولؐ کا

تقسیم تو نے سب کو جو اسدم کیا طعام | آل نبیؐ کی بھوک یہ ہم روئے لاکلام
انکا نوالہ حلق میں کھانا ہوا حرام | بیرحمی اور سنگدلی تجھ پہ ہے تمام
آل نبیؐ کے واسطے فکر غذا نہیں! | تجکو حمیت عرب، او بیحیا نہیں؟

بولا یہ ابن سعد، کہ لیجاؤ تم شتاب | چالیس خوان کھانے کے اور سرد جام آب
تب ایک ایک نے یہ شمر کو دیا جواب | کس منہ سے آگے جائیں ہم اُنسے ہمیں حجاب
پیاروں کو اُنکے سامنے نیزے لگائیں ہم | اور حاضری بھی اُنکے لیے لیکے جائیں ہم

بولا عمر یہ شمر سے، تو جا بانکار | عباسؑ کا تو آپ کو کہتا ہے رشتہ دار
اُسکے کنارے میں سب سے زیادہ ہوں شہ سوار | زینبؑ کے آگے سینۂ شہ پر ہوا سوار
تیرے نے کیا شہید شہ مشرقین کو | میں نے تھا یہ مارا یتیم حسینؑ کو

انکار بعد ماننے میں ایک ایک نے کیا | پھر تو عمر نے زوجۂ حر کو طلب کیا
بولا یہ کھانا لیکے تو اہل حرم میں جا | کرنا مری طرف سے بہت عذر و التجا
شوہر ترا ہے فدیۂ شہ مشرقین کا | دینا تو شوہر باوفا کو پرسا حسینؑ کا

جانے کو مستعد ہوئی جسدم وہ باوفا | ہمراہ اُسکے خواہر ہاشم کو بھی کیا
ہاشم بھی ایک فدیہ تھا سبط رسولؐ کا | ساتھ اُنکے عورتیں تھیں بہتر پیادہ پا
خوان لیکے گرد دینیں پیادے تمام تھے | مشعل کی روشنی میں وہ خوان طعام تھے

تھی آگے آگے زوجۂ حر شہ کی دوستدار | پر خیمۂ حرم کے جو نزدیک ہوا گزار

کچھ روشنی بھی خیمے مین پائی نہ زینہار | دیکھا کہ ایک بی بی ہے ڈیوڑھی پہ بیقرار
یہ بات کہ کے ہوتی ہے مشغول آہ مین | اصغر ہے قتلگاہ مین، مین خیمہ گاہ مین

۱۱
مشعل کی روشنی پہ جو زینبؑ نے کی نگاہ | بولی، کہ لوٹنے آئی ہین لوٹنے سپاہ
پھر اس طرح پکاری، ہوا ہم سے کیا گناہ؟ | لوگو ڈرو خدا کے غضب سے یہ کیا ہے آہ؟
کوئی بھی پوچھتا نہین اس واردات کو؟ | لوٹے ہوؤن کو لوٹنے آئے ہو رات کو؟

۱۲
گر اور کچھ گمان ہو تو کر لو ہمین شمار | بھاگا نہین ہے کوئی تمھارا گناہگار
موجود ایک جا ہین تمھارے قصوروار | اس سے تو ہم سبھون کو کرو قتل ایک بار
کل ہم کو لوٹ لیجیو اب کیا ضرر ہے | ذ قیدی بھاگے جاتے ہین نہ صبح دور ہے

۱۳
بچے ہمارے مانگ رہے تھے ابھی غذا | بہلا کے اُن سبھون کو ابھی ہے سُلا دیا
ضامن خدا ہے ہم نہین کرنے کے کچھ دغا | ہے فوج مین تمھاری سرِ شاہِ کربلا
اُس سر سے منھ پھرا کے کسے منھ دکھائینگے | قرآن بیچ مین ہے نہ ہم بھاگ جائین گے

۱۴
یہ بات سُن کے زوجۂ حُر روئی خوب سا | پردہ اُٹھا کے خیمے مین آئی وہ باوفا
ہمراہ ساری عورتین کرتی ہوئین بکا | خوانِ طعام رکھدیے خیمے مین جا بجا
سب عورتون کی شکل تھی پنہان نقاب سے | زینبؑ نے سر جھکا لیا اپنا حجاب سے

۱۵
زینبؑ پھر اپنے دل کو یہ دینے لگی خبر | ان خوانون مین یقین ہے شہیدون کے ہونگے سر
ناگاہ بولی زوجۂ حُر پاس آن کر | لونڈی سلام کرتی ہے بی بی کرو نظر
مین عاشقِ حسینؑ کنیزِ بتولؑ ہون | یعنی زوجۂ حُر ز دلِ سبطِ رسولؐ ہون

۱۶
آیا زبان زوجۂ حُر پہ جو حُر کا نام | تعظیم کو کھڑی ہوئی وہ خواہرِ امام
بولی تو حُر کی زوجہ ہے اے بی بی نیکنام | حق بخشے حُر کو واہ عجب کر گیا وہ کام
پہلے خبر نہ تو نے کی زہرا کی جائی کو | سر ننگے آئی در پہ تری پیشوائی کو

۱۷
یہ کہکے اُس کو اپنے برابر بٹھا لیا | پلہ نہ تھا جو ڈھانپ کے منھ روئے خوب سا

آنکھون پہ ہاتھ رکھ کے لگی رونے اور کہا — پرسا مین حُر کا دیتی ہون تو ساتھ دے مرا
وہ رو کے بولی نام نہ لو اُس غلام کا — مین تمکو دینے آئی ہون پرسا امام کا

۱۸
بانو نے حُر کی زوجہ سے پھر کی یہ گفتگو — ہمدرد مین تمھاری ہون مجھ سے بھی تم ملو
بانو کی شکل دیکھ کے بولی وہ نیک خو — واللہ دل مین ڈھونڈھ رہی تھی مین آپکو
اکبرؑ تھا لال آپ کا اٹھارہ سال کا — پرسا تو مجھ سے لیجیے اُس خوش خصال کا

۱۹
مجرا پھر آ کے خواہرِ ہاشم نے بھی کیا — زینبؑ نے پوچھا کون ہے تو غم کی مبتلا
وہ بولی مین کنیز ہون فضہ کی باوفا — بھائی یہ آپ کے مرا بھائی ہوا فدا
زینبؑ پکاری عاشقِ شاہِ زمن ہے تو — کلثومؑ ہے بہن مری یا اک بہن ہے تو

۲۰
بھائی ترا شہید ہوا رن مین بے گناہ — چہرہ اُتر گیا ترا احوال ہے تباہ
بھائی کا داغ پوچھے مرے دل سے کوئی آہ — ہاشم کے غم مین صبر تجھے دے مرا اِلٰہ
ہنستا ہے شمر سُن کے مری آہِ سرد کو — اُس سے بیان تو کیجیو بھائی کے درد کو

۲۱
زینبؑ نے رو کے زوجۂ حر سے یہ پھر کہا — بارے تمھارے آنے کا یان کیا سبب ہوا؟
کی عرض اُسنے لونڈی کی قسمت ہوئی رسا — بھیجے ہین ابن سعد نے یہ خوان پُر غذا
کہنے سے اُسکے کھانے کے ہمراہ آئی ہون — یہ حاضری حسینؑ کے مرنے کی لائی ہون

۲۲
سُنتے ہی نام حاضریِ شاہِ بے کفن — زینبؑ کا سینہ ہل گیا تھرا گیا بدن
بولی کہ ہاے اے مرے ماں جائے بے وطن — اس حاضری کے کھانے کو جیتی رہی بہن
دنیا مین یادگار رہا یہ سانحہ مرا — تم نے نہ ہاتھ اُٹھا کے دیا فاتحہ مرا

۲۳
یہ بین کر کے زوجۂ حر سے کیا خطاب — کھانا تو لے کے آئی تجھے بھی ہوا ثواب
اب دل کو مطلقاً نہین ذوقِ طعام و آب — کھایا ہے غم عزیزون کے مرنے کا بےحساب
ہم سب حسینؑ پیاسے کے ماتم مین روتے ہین — کسکو کھلائین بچے بھی فاقے سے سوتے ہین

۲۴
انصاف کر تو پانی پیون کیا مین خستہ جان — پیشِ نظر ہے بھائی کی سوکھی ہوئی زبان

پیاسا ہوا حسینؑ کا فرزند نوجوان
کیا ایڑیاں رگڑتا تھا اصغر بھی الامان
جب تک قضا نہ آئے گی مجھ پر ہو اس کو
روؤنگی پیاسے بھائی کو اور اُنکی پیار کو

۲۵
وہ بولی کوئی عذر زبان پر نہ لایئے
فاقے کے توڑنے کے لیے کچھ تو کھایئے
ان بھوکے پیاسے بچوں کو بھی اب جگایئے
ایک اک نوالہ آلِ نبی کو کھلایئے
اب فاقہ توڑو روحِ پیمبرؐ کے واسطے
پانی بھی پی لو ساقیِ کوثر کے واسطے

۲۶
زینبؑ کو تھا جو زوجۂ حُر کا کمال پاس
سجّادؑ کو پکاری ذرا آؤ میرے پاس
ہنگامِ ذبح کہتے تھے بھائی بحالِ یاس
پانی ملے تو بھول نہ جانا ہماری پیاس
دو فاتحہ حسینؑ کا پانی کے جام پر
صدقے میں اُنکی پیاس کے اُنکے نام پر

۲۷
القصہ شہ کا فاتحہ پانی پہ جب دیا
زینبؑ نے کی وہ آہ کہ محشر بپا ہوا
شانہ ہلا ہلا کے سکینہ کا یہ کہا
پانی پیو اُٹھو یہ پھوپھی تم پہ ہو فدا
جاگو ابھی تو واسطے پانی کے روتی تھیں
کل تک تو اپنے باپ کے سینے پہ سوتی تھیں

۲۸
پانی کا نام بالی سکینہ نے جب سُنا
اکبار آنکھیں ملتی اُٹھی اور یہ کہا
پانی تو تم پہ بند تھا کیونکر تمھیں ملا
کیا آیا نہر سے مرا سقا مرا چچا
دن کو تو فوج گھیرے ہوئے تھی فرات کو
پانی چھپا کے لائے ہیں عباسؑ رات کو؟

۲۹
بانو پکاری سُن کے یہ تقریرِ دل خراش
پانی پیو کرو نہ مرے دل کو پاش پاش
واری چچا کہاں ہے جسے کرتی ہو تلاش
شانے کٹی پڑی ہے لبِ نہر اُنکی لاش
اُٹھو پیو یہ پانی ہے نذرِ امام کا
اب فاتحہ ہوا ہے شہِ تشنہ کام کا

۳۰
ہر چند اختتامِ روایت نہیں ہنوز
پر اسے دبیرؔ آتشِ غم سے ہے دل میں سوز
اور آہ مومنوں کی ہے شمعِ جہاں فروز
کرنے دعا خدا سے کہ ہر شب ہو ایک روز
گردش میں گو سدا فلکِ کینہ جو رہے
یارب علیؑ کے دوستوں کی آبرو رہے

رباعیات

خورشید سرِ شام کہان جاتا ہے؟ روشن ہی دبیر یہ، جہان جاتا ہی
مغرب ہی کی جانب کو ہی قبرِ حیدر ۳۲ یہ شمع جلانے کو، وہان جاتا ہی

بانوکو قلق اکبرِ ذیجاہ کے تھے نالے، دلِ سوزان سے، بلند آہ کے تھے
گر پوچھتا تھا کوئی کہ کیا سِن ہوگا؟ ۳۳ کہتی تھی سسکین بھیگی تھین دن بیاہ کے تھے

تکلیف دکھاتا ہے زمانہ ہمکو دیتا ہی نہ دولت نہ خزانہ ہمکو
او گردشِ افلاک ہم سمجھتے ہین سب تجھے ۳۴ تو پیستا ہے جان کے دانہ ہمکو

گھر چھوڑ کے بہرِ جستجو نکلین گے گلزارِ جہان سے مثلِ بو نکلین گے
اس خیمہ مین گرسے تو ہین بمانندِ دلو پرجب نکلین بہ آبرو نکلین گے

رتبہ جسے دنیا مین خدا دیتا ہے دل مین وہ فروتنی کو جا دیتا ہی
کرتا ہی تہی دست ثنا آپ اپنی جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہی

رحمت کا تری امید وار آیا ہون منہ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہون
چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل ۳۵ تابوت مین کاندھے پہ سوار آیا ہون

مال و زر و افسر و حشم ملتا ہی ممکن ہی نگین، طبل و علم ملتا ہی
عنقا کو، گردِ سرخ، پارس، اکسیر یہ سب ملتے ہین دوست کم ملتا ہی

گو صورتِ دریا ہمہ تن جوش ہون مین لب خشک ہین چشم تر ہی خاموش ہون مین
کیا پوچھتے ہو؟ مقام و مسکن کیسا؟ ۳۶ مانندِ حباب خانہ بردوش ہون مین

عابد کو دوا اور نہ غذا دیتے ہین ۳۷ سوتا ہے تو زنجیر ہلا دیتے ہین
سادات کو قید اِس مہینے مین کیا قیدی کو محرم مین چھڑا دیتے ہین

بندون پہ کرم حضرتِ باری کا ہے مقدور کسے شکر گزاری کا ہے
دی ہے جو خدا نے سرفرازی مجکو ۳۸ ثمرہ یہ نہالِ خاکساری کا ہے

انتخاب

از

دیوانِ ذوق

ہم نشتر

ذوق

شیخ ابراہیم تخلص ذوق دہلی مولد و مدفن ۱۲۷۱ھ سال وفات۔

یہ بڑا ہی ذی علم اور ذہین شاعر تھا۔ غالب اسکا ہمعصر تھا غالب کے بعض بعض کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذوق کے پایۂ شاعری کو اُردو مین خود سے کمتر نہین سمجھتا تھا اور بعض متقدمین کی تو یہ رائے ہے کہ غالب سے ذوق بڑھا ہوا تھا لیکن سچ یہ ہے کہ کثرت آرا ہمیشہ غالب کی طرفدار رہی اور رہے گی۔ ذوق دہلی کے برائے نام بادشاہ "بہادر شاہ ظفر" کا اُستاد تھا بادشاہ اپنے کلام برابر اسے دکھاتا تھا اور اسکی بڑی عزت کرتا تھا غالب بھی وظیفہ خوار شاہی تھا اسلیے وہ اپنے مزاج کے خلاف ذوق سے زیادہ کچھ کہنا مناسب نہین سمجھتا تھا۔ اب اسے ذوق کے پایۂ شاعری کی سطوت سمجھیے یا کہ توسل شاہی کی برکت خیال فرمایے ایکمرتبہ غالب نے ایک شاہزادے کے بیاہ مین سہرا لکھا اُسکا ایک شعر تھا "ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین + دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا" اسکے جواب مین بادشاہ کے ایما سے ذوق نے بھی ایک سہرا لکھا اور بہت اچھا لکھا اسکا ایک شعر یہ ہے "جنکو دعوی ہو سخن کا یہ سنا دو اُنکو + دیکھو اس طرح سے کہتے ہین سخنور سہرا" غالب نے معذرت کے طور جو قطعہ لکھکر بادشاہ کی خدمت مین پیش کیا اُسکے دو شعر یہ ہین "مقطع مین آپڑی ہے سخن گسترانہ بات + مقصود اس سے قطع محبت نہین مجھے + روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ + سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے"

ذوق کے قبل کسی اور شاعر نے دربار شاہی مین وہ رسوخ لازوال نہ پایا تھا جو ذوق کو نصیب ہوا اسے یا تو ظفر اور ذوق کے اعتدال طبیعت پر محمول کرین یا یہ سمجھین کہ نہ ظفر کو اختیارات شاہی کا غرور تھا اور نہ ذوق نے اپنے بزرگون کی تمکنت دیکھی تھی ان دنون کا وقت عجب تھا کہ بادشاہ کو تفکرات ملکی ایک طرف مشغول رکھتے تھے اور شاعرونکو بزرگون کی تلوار کی یاد دوسری طرف پریشان رکھتی تھی۔

غزلیات وابیات

جس انسان کو سگِ دنیا بنایا ۱ | فرشتہ اُسکے ہمسایا بنایا
لحد مین بھی ترے مضطر نے آرام | خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا؟
رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ کژدم ۲ | کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا
احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے | نکل جاتے مگر رستا نہ پایا
نظیر اُسکا کہان عالم مین؟ اے ذوق | کہین ایسا نہ پائے گا، نہ پایا

تا مریون پستی مین، بالاتر، ہمارا ہو گیا | جس طرح پانی، کنوئین کی تہ مین تارا ہو گیا
ایک دم بھی، ہم کو جینا ہجر مین تھا ناگوار | پر امیدِ وصل مین برسون گوارا ہو گیا
ذوق، اس بحرِ جہان مین کشتیِ عمرِ روان | جس جگہ پر جا لگی، وہ ہی کنارا ہو گیا

نالہ اس شور سے کیون میرا دُہائی دیتا | اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا
دیکھو، چھوٹون کو ہے اللہ بڑائی دیتا | آسمان، آنکھ کے تِل مین ہے دکھائی دیتا
دکھ دیتا فلک آزار، گوارا تھے مگر | ایک تیرا نہ مجھے داغِ جدائی دیتا
مُنھ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے | گر حریصون کو خدا ساری خدائی دیتا
دیکھ گر دیکھنا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشین | دیدۂ روزنِ دل سے ہے دکھائی دیتا

کسی بیکس کو، اے بیداد گر، مارا تو کیا مارا؟ | جو آپ ہی مر رہا ہو، اُسکو گر مارا تو کیا مارا؟
نہ مارا آپ کو جو خاک ہو، اکسیر بن جاتا | اگر پارے کو، اے اکسیر گر، مارا تو کیا مارا؟
بڑے موذی کو مارا، نفسِ امارہ کو گر مارا ۳ | نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا؟
تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے | الٰہی، پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا؟
ہنسی کے ساتھ یان رونا ہے مثلِ قلقلِ مینا | کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا؟
جگر و دل، دونون پہلو مین ہین زخمی اُسنے کیا جانین | اِدھر مارا تو کیا مارا اُدھر مارا تو کیا مارا؟

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے مین — اگر لاکھون برس سجدے مین سر مارا تو کیا مارا

دل بدخواہ مین تھا مارنا، یا چشم بدبین مین — فلک پر ذوق تیر آہ گر مارا تو کیا مارا

مین کہان سنگ در یار سے ٹل جاؤنگا! — نہ وہ پتھر ہے پھسلنا، کہ پھسل جاؤنگا

دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ دے چل مجکو — ورنہ مین جاکے وہان، دیکھ، مچل جاؤنگا

دل کہے ہے کہ مجھے روزن سینہ سے نکال — ورنہ خون ہوکے مین آنکھون سے نکل جاؤنگا

گر پڑا آگ مین پروانہ دم گرمی شوق — سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت، کہ جل جاؤنگا

جنبش برگ صفت، باغ جہان مین ای ذوق — کچھ نہ ہاتھ آئے گا تو ہاتھ تو مل جاؤنگا

اس سے تو اور آگ، وہ بے درد ہوگیا — اب آہ آتشین سے بھی، دل سرد ہوگیا

سینے مین بوالہوس کے بھی تھا آبدار مگر — نشتر کا نام سنتے ہی منھ زرد ہوگیا

پیر مغان کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق — نامرد مرد، مرد جوان مرد ہوگیا

جدا ہون یار سے ہم، اور نہون رقیب جدا — ہے اپنا اپنا جدا نصیب جدا

دکھادے جلوہ جو مسجد مین وہ بت کافر — تو چیخ اٹھے موذن جدا خطیب جدا

جدا نہ درد جدائی ہو گر مرے اعضا — حروف درد کی صورت ہون، ای طبیب جدا

ہے اور علم و ادب، مکتب محبت مین — کہ ہے، وہان کا معلم جدا، ادیب جدا

فراق حضرت گندم سے سینہ چاک اب تک — الہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا

کیا حبیب کو مجھ سے جدا فلک نے اگر — نہ کر سکا مرے دل سے غم حبیب جدا

کرین جدائی کا کس کس کی رنج ہم ای ذوق — کہ ہونے والے ہین سب ہم سے عنقریب جدا

نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا — سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

دیکھو قسمت کہ گھٹا اس سے ... سو بار — دھیان پر میرا نہ مضمون کسی آن چڑھا

حضرت عشق کی درگاہ مین آکر ای ذوق — دل و دین دیتے ہین سب گبر و مسلمان چڑھا

نیچہ جب سول وہ بانکا جوان لینے لگا — موت کے جی مین مرے پہ نیچان لینے لگا

مجھکو ہر شب ہجر کی، ہونے لگی جون روزِ حشر　مجھ سے یہ کیون دن کے بدلے آسمان لینے لگا؟
ہے جو غنچون کا چٹکنا انگلیون کی سی چٹک　یہ بلائین کسکی، باغ، اے باغبان لینے لگا؟
جس بنے کی اس میکدہ مین بیعتِ دستِ سبو　وہ قدم تیرے، لبس ہے پیرِ مغان، لینے لگا
لے کے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے بہار　اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہان لینے لگا
موت اسکو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور　یون ترا بیمارِ غم جو ہچکیان لینے لگا
رات کو اے ذوق اُسکی نوکِ مژگان کا خیال　تن یہ ہر مو سے مرے، کارِ سنان لینے لگا

ایک دن بالکل نہ مین، اے چارہ گر اچھا ہوا　داغ ادھر تازہ ہوا، گر زخم اُدھر اچھا ہوا
ہے بُرا تو ہی، نظر آیا اگر تجھکو بُرا　تو ہی اچھا ہے، تجھے معلوم اگر اچھا ہوا
ذوق کے مرنے کی سنکر پہلے تو کچھ رُک گئے　پھر کہا تو یہ کہا، مُنھ پھیر کر، اچھا ہوا

عبث جان منتظر ہو ٹھون پہ ہے، وہ شوخ کب آیا؟　اگر جہلم کو بھی آیا، تو ہم جانین گے اب آیا
وہ آئین یا نہ آئین مین نہین رنجیدہ دل اُنسے　مگر یہ رنج ہے، کیون رنج اُنسے بے سبب آیا؟
لگائی زلف کو شانے نے جو اُنگلی پکارا دل　یہ گستاخی، بھلا رہ تو سہی او بے ادب آیا
ترے ڈر سے نہ آیا پاس کوئی نیمجانون کے　مگر رونا کبھی چوری سے بعد از نیم شب آیا
مین اپنے ذوق کے قربان، کہ مستی مین محبت کی　بلایا کس نے اسکو؟ یہ جب آیا بے طلب آیا

آنکھین مری تلوؤن سے وہ مل جائے تو اچھا　ہے حسرتِ پابوس نکل جائے تو اچھا
جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور، تو بہتر　جو دل نہ ہو بے داغ وہ جل جائے تو اچھا
بیمارِ محبت نے لیا تیرے سنبھالا　لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا
تاثیرِ محبت عجب اک حب کا عمل ہے　لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا
فرقت سے ترے تارِ نفس سینہ مین میرے　کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا
وہ صبح کو آئے تو کرون باتون مین دوپہر　اور چاہون کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا
ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کرون شام　اور پھر کہون گر آج سے کل جائے تو اچھا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہون کل کی طرح سے — گر آج کا دن بھی یونہین ٹل جاے تو اچھا
القصہ نہین چاہتا مین جاے وہ یان سے — دل اُسکا ہمین کاش بہل جاے تو اچھا
ہے قطع رہِ عشق مین اے ذوق ادب شرط — جون شمع تو اب سر ہی کے بل جاے تو اچھا

کہے ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا — کمی جو مجھ سے کرے تو پیے لہو میرا
نہ پہنچا گردنِ جانان تک اور لوٹ کے ہاے — پڑا گلے مین مرے دستِ آرزو میرا
ہمیشہ مین ہون اسی داوگھات مین اے ذوق — کہ رام ہو وہ غزالِ پلنگ خو میرا

بعد مُردن بھی خیالِ چشمِ فتان ہی رہا — سبزۂ تربت مرا وقفِ غزالان ہی رہا
کب لباسِ دُنیوی مین چھپتے ہین روشن ضمیر — جامۂ فانوس مین بھی شعلہ عریان ہی رہا
مدتون دل اور پیکان دونون سینے مین رہے — آخرش دل بہ گیا خون ہو کے پیکان ہی رہا
آدمیت اور شی ہے علم ہے کچھ اور شے ۴ کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا
سب کو دیکھا اُس سے اور اُسکو نہ دیکھا جون نگاہ — وہ رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا
آ گئے زلفین تری دلمین بسین اور اب آنکھین تری — ملکِ دل اپنا ہمیشہ کافرستان ہی رہا
مجھ مین اُسمین ربط ہے گویا بہ رنگِ بوے گل — وہ رہا آغوش مین گویا گریزان ہی رہا
دین و ایمان ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت مین — اب نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ ایمان ہی رہا

وہ کون ہے مجھ پر جو تاسف نہین کرتا؟ — پر میرا جگر دیکھ کہ مین اُف نہین کرتا
کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے مین اُسکے — اور دم مرا جانے مین توقف نہین کرتا
دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے — دنیا کے زر و مال پہ مین تف نہین کرتا
پڑھتا نہین خطِ غیر مرا وان کسی عنوان — جب تک کہ عبارت مین تصرف نہین کرتا
اے ذوق تکلف مین ہے تکلیف سراسر ۵ آرام سے وہ ہے جو تکلف نہین کرتا

اُسنے جب دل بہت رد و بدل مین مارا — ہم نے دل اپنا اُٹھا اپنی بغل مین مارا
آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا — کہین یہ جاے نہ اس جنگ و جدل مین مارا

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا؟ پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

جینا ہمیں اصلا نظر اپنا نہیں آتا گر آج بھی وہ رشکِ مسیحا نہیں آتا

کیا جانے اسے وہم ہے کیا میری طرف سے جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہائیں شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت پھر دیکھیے آنا بھی ہے دم یا نہیں آتا

ساتھ اُنکے ہیں ہم سایہ کے مانند ولیکن اسپر بھی جدا ہیں کہ لپٹنا نہیں آتا

دل مانگنا مفت اور پھر اُسپہ تقاضا کچھ قرض تو بندے پہ تمھارا نہیں آتا؟

جاتی ہے زلفوں کی شکن دل سے ہمارے افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا

قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا کام جنت میں ہے کیا ہم سے گنہگاروں کا؟

محتسب گر ہے یہ دل آزار ہے میخواروں کا دیجیے اک جام، تو ہے یار ابھی یاروں کا

اس طپش کا ہے مزا دل ہی کو حاصل ہوتا کاش میں عشق میں سرتا بقدم دل ہوتا

موت نے کردیا ناچار وگرنہ انسان ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

مشہور ہے سفاک شہرہ ہے نگاہِ یار کا سچ کہا ہے باڑھ کاٹے تمام ہو تلوار کا

کوچۂ زلفِ بتاں میں دل پڑا ہوگا کہیں پوچھتے ہو کیا ٹھکانا اُس خدائی خوار کا

یا نئی طبیب دے ہے ہمیں کیا؟ سمجھا ہوا ہے، دل ہی زندگی سے ہمارا اُلجھا ہوا

نہ پکڑیں دامنِ الیاس گرداب بلا میں ہم کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہارے کا

بیٹھ رہیے تو قفس ہے عجب آرام کی جا پر ہے یہ جینا ہمیں شوقِ رہائی کرتا

نہ ہوا آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا مستعد جب وہ ہوا ہائے تو خنجر نہ ہوا

محفل میں شور قلقلِ مینا سے مل ہوا لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قُل ہوا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہون کل کی طرح سے — گر آج کا دن بھی یونہین ٹل جاے تو اچھا
القصہ نہین چاہتا مین جاے وہ یان سے — دل اُسکا کہین کاش بہل جاے تو اچھا
ہی قطعِ رہِ عشق مین ای ذوق ادب شرط — جون شمع تو اب سر ہی کے بل جاے تو اچھا

کہے ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا — کمی جو مجھ سے کرے تو پیے لہو میرا
نہ پہنچا گردنِ جانان تک اور لوٹ کے ہاے — پڑا گلے مین مرے دستِ آرزو میرا
ہمیشہ مین ہون اسی داؤگھات مین ای ذوق — کہ رام ہو وہ غزالِ پلنگ خو میرا

بعد مُردن بھی خیالِ چشمِ فتان ہی رہا — سبزۂ تربت مرا وقفِ غزالان ہی رہا
کب لباسِ دُنیوی مین چھپتے ہین روشن ضمیر — جامۂ فانوس مین بھی شعلہ عریان ہی رہا
تہ تون دل اور پیکان دونون سینے مین ہے — آخرش دل بہ گیا خون ہو کے پیکان ہی رہا
آدمیت اور شی ہی علم سے کچھ اور شے — ۴ کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا
سب کو دیکھا اُس سے اور اُسکو نہ دیکھا جون نگاہ — وہ رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا
آگے زلفین تری دل مین بسین اور اب آنکھین تری — ملکِ دل اپنا ہمیشہ کافرستان ہی رہا
مجھ مین اُسمین ربط ہے گویا برنگِ بوے گل — وہ رہا آغوش مین گویا گریزان ہی رہا
دین و ایمان ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت مین — اب نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ ایمان ہی رہا

وہ کون ہے مجھ پر جو تاسف نہین کرتا؟ — پر میرا جگر دیکھ کہ مین اُف نہین کرتا
کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے مین اُنکے — اور دم مرا جانے مین توقف نہین کرتا
دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے — دنیا کے زر و مال پہ مین تُف نہین کرتا
پڑھتا نہین خطِ غیر مرا وان کسی عنوان — جب تک کہ عبارت مین تصرف نہین کرتا
ای ذوق تکلف مین ہے تکلیف سراسر — ۵ آرام سے وہ ہے جو تکلف نہین کرتا

اُسنے عجب حال بہت رد و بدل مین مارا — ہم نے دل اپنا اُٹھا اپنی بغل مین مارا
آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا — کہین پیجاے نہ اس جنگ و جدل مین مارا

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا؟ پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

جینا ہمیں اصلا نظر اپنا نہیں آتا گر آج بھی وہ رشکِ مسیحا نہیں آتا

کیا جانے اسے وہم ہے کیا میری طرف سے جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہا دیں شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت پھر دیکھیے آنا بھی ہے دم یا نہیں آتا

ساتھ اُنکے ہیں ہم سایہ کے مانند ولیکن اسپر بھی جدا ہیں کہ لپٹنا نہیں آتا

دل مانگنا مفت اور پھر اُسپہ تقاضا کچھ قرض تو بندے پہ تمھارا نہیں آتا؟

جاتی ہے زلفوں کی شکن دل سے ہمارے افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا

قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا کام جنت میں ہے کیا ہم سے گنہگاروں کا؟

محتسب گر ہے پہ دل آزار ہے میخواروں کا دیجیے اک جام، تو ہے یار بھی یاروں کا

اس طپش کا ہے مزا دل ہی کو حاصل ہوتا کاش میں عشق میں سرتا بقدم دل ہوتا

موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انسان ۲ ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

سرمہ سے سفاک شہرہ ہے نگاہِ یار کا سچ کہا ہے باڑھ کاٹے تمام ہو تلوار کا

کوچۂ زلفِ بتاں میں دل پڑا ہوگا کہیں پوچھتے ہو کیا ٹھکانا اُس خدائی خوار کا

پانی طبیب دے ہے ہمیں کیا؟ بجھا ہوا ہے، دل ہی زندگی سے ہمارا، بجھا ہوا

نہ پکڑیں دامنِ الیاس گرداب بلا میں ہم کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہارے کا

بیٹھ رہیے تو قفس ہے عجب آرام کی جا پر ہے بجھیں ہمیں شوقِ رہائی کرتا

نہ ہوا آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا مستعد جب وہ ہوا ہاے تو خنجر نہ ہوا

محفل میں شور قلقلِ مینا سے گُل ہوا لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قُل ہوا

جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیون حسود ہوتا

کیون کہہ کے مکرتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا کہہ جو تجھے کہنا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

وہ دیکھین کس طرح ہر روز فرقت دیکھ کر جیتا کہ جو عاشق ہو تیرا تیری صورت دیکھ کر جیتا

یون لائے وان سے ہم دلِ صد پارہ ڈھونڈ کر دیکھا جہان پڑا کوئی ٹکڑا اٹھا لیا

جنت ہے زندگی مین، زمانہ شباب کا ، پیری ہے پہلے مرگ سے ہونا عذاب کا

ہم برہنہ پا، جنون اور گرم پتھر زیرِ پا دوپہر ہے، سایہ بھی بیٹھے ہے دب کر زیرِ پا

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا مین کیون؟ کیا ڈیڑھ چلو پانی مین ایمان بہ گیا

یان تک عدو زمانہ ہے مردِ دلیر کا جھلسین ہین نشہ شکار کیے پر بھی شیر کا

لگا ہے تیر دل پر آہ کس کافر کی مژگان کا نشان سوفار کا معلوم ہوتا ہے یہ پیکان کا

مسجد مین اُسنے ہمکو آنکھین دکھا کے مارا کافر کی دیکھ شوخی گھر مین خدا کے مارا

دل عبادت سے چُرانا اور جنت کی طلب؟ کام چور، اِس کام پر کس مُنھ سے اُجرت کی طلب؟

حشر تک دل مین رہی اُس سرو قامت کی طلب یہ طلب ہے اپنی یارب کس قیامت کی طلب؟

دور رہ، اور دیر مست رہ سامنے مثلِ ہلال شہر مین تجکو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب

گر گلستان جہان مین تنگ ہے تو غنچہ وار کر کشادہ دل سے اپنے ذوق وسعت کی طلب

سمجھے مینانے کی عظمت تو نہ بیٹھے ہرگز سرِ جمشید پہ اوڑکر مگسِ جامِ شراب

مجنون نے دی لگا جو سرِ خار زار پشت پشت اب ہجومِ خار سے ہے پشتِ خار پشت

بارِ زمانہ پشت پہ لیکر شتر کی طرح سیدھی فلک نے کی نہ کبھی ایک بار پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

معلوم جو ہوتا ہمین انجامِ محبت لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت

کہتی تھی دفا نوحہ کنان نعش پہ میری سونپا کسے تو نے مجھے ناکامِ محبت

بیمارِ عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

ریش سفید شیخ مین ہو ظلمت فریب | اس مکر چاندنی مین نہ کرنا گمان صبح
زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتون سے تو | دیتا ہے کوئی ایسی بھی مرد خدا صلاح؟

بدخصلتون کو کرتا ہی بالانشین فلک | اونچی ہو آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ
مسواک نے بڑھایا ہو زاہد کا اعتبار | ہو یہ بھی اسکی ایک شجر مکر و فن کی شاخ

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد | سینے مین ہوگی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد
کیا روکا اپنے گریے کو ہم نے کہ لگ گئی | پھر وہ ہی آنسوؤن کی جھڑی دو گھڑی کے بعد
کوئی گھڑی اگر وہ ملایم ہوئے تو کیا | کہہ بیٹھین گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد
کل اُس سے ہم نے ترک ملاقات کی، تو کیا؟ | پھر اُس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد
پروانہ گرد شمع کے شب دو گھڑی رہا | پھر دیکھی اُسکی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد
کیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوق کس طرح | پھر تو نہ ٹھہرے پاؤن گھڑی دو گھڑی کے بعد

یون اسیران قفس تک کوئی پہنچا گلبرگ ۸ | جیسے غربت مین شفیقان وطن کا کاغذ

دکھا نہ جوش و خروش اپنا زور پر چڑھ کر | گئے جہان مین دریا بہت اتر چڑھ کر
ہنر شناس کو دکھلا ہنر کی خوبی، زر | اگر کھلے ہے تو قدرت کی نظر چڑھ کر
جو مارے نفس کو اور کرے اپنے غصے کو زیر ۹ | بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پہ چڑھ کر
ہماری خاک پہ برپا ہو ذوق فتنۂ حشر | سمند ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھ کر

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لے کر | چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو مسیحا لیکر
شرط ہمت نہین مجرم ہو گرفتار عذاب | تو نے کیا چھوڑا اگر چھوڑے گا بدلا لیکر
مجھ سا مشتاق جمال ایک نہ پاؤگے کہین | گرچہ ڈھونڈھو گے چراغ رخ زیبا لیکر
وان سے یان آئے تھے اے ذوق تو کیا لائے تھے | یان سے تو جائینگے ہم لاکھ تمنا لیکر

کل گئے تھے تم جسے بیمار ہجران چھوڑ کر ۱۰ | چل بسا وہ آج سب ہستی کا ساماں چھوڑ کر
طفل اشک ایسا گرا دامان مژگان چھوڑ کر | پھر نہ اٹھا کوچۂ چاک گریبان چھوڑ کر

مین وہ مجنون ہون جو نکلون کنجِ زندان چھوڑکر سیبِ جنت تک نہ کھاؤن سنگِ طفلان چھوڑکر
مین ہون وہ گمنام جب دفتر مین نام آیا مرا رہ گیا بس منشیِ قدرت جگہ وان چھوڑکر
ہوگیا طفلی ہی سے دل مین ترازو تیرِ عشق بھاگین ہین مکتب سے ہم اوراقِ میزان چھوڑکر
دل تو لگتے ہی لگے گا حوریانِ عدن سے باغِ ہستی سے چلا ہون ہاے پریان چھوڑکر
اندنون گرچہ دکن مین ہے بڑی قدرِ سخن کون جائے ذوق پر دلّی کی گلیان چھوڑکر

بلبل ہون صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر پروانہ ہون چراغ سے دور اور شکستہ پر
اس مرغِ ناتوان پہ حسرت جو رہ گیا مرغانِ کوہ و زاغ سے دور اور شکستہ پر
اے ذوق حیرِ خانہ دل کو کہان فراغ؟ کوسون ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

صفا سے لگی بھی ہے صورت کہ دل آئینے پر کدورت کہ بیٹھ جاؤ گی بالضرورت اس آئینہ مین یہ زنگ ہوکر

ہا وا وہ جو بیٹھے ہین منھ سے بین ڈال کر ایسا ہے یہ کہ بھیجدو آنکھین نکال کر

تجھ سے مین کیا باقی ہے بتلا دیکھتے ہم تو آن کے پاس بدگمان وہم کی دارو نہین لقمان کے پاس

کیا زبان چلتی ہے اس بزم مین بدگویون کی منھ مین انکے یہ زبان ہین کہ الٰہی مقراض

صفحہ ہر یہ مگر دل ہو ایک سے ایک دل کے دو حرف ہین سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

پھنسے نہ حلقہ گیسو تار مین دل بلا سے گر ہو نوالہ دہانِ مار مین دل
یہ جسم زار ہے یا میرے پیرہن مین دل؟ گرہ ہے تار مین یا میرے جسم زار مین دل؟
بغل مین جیسے میرا دل بغل کا دشمن ہے نہ ایسا ہو کسی دشمن کے بھی کنار مین دل
اٹھا تو [illegible] ذوق رہے گا پیر [illegible] کوے یار مین دل

بلا مین آنکھون سے انکی مدام لیتے ہین ہم اپنے ہاتھون کا مژگان سے کام لیتے ہین
ترے خرام کے پیرو بنے ہین فتنے قدم سب آن کے وقت خرام لیتے ہین
شبِ وصال کے روزِ فراق مین کیا کیا نصیب مجھ سے مرے انتقام لیتے ہین
جگر [illegible] مقابل نہین ہین وہ شہ زور جو عشق مین دل مضطر کو تھام لیتے ہین

ہمارے ہاتھ سے ای ذوق وقت مے نوشی ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہین

وقت پیری شباب کی باتین ۱۲ ایسی ہین جیسے خواب کی باتین

اُسکے گھر لے چلا مجھے دیکھو ۱۳ دل خانہ خراب کی باتین

واعظا چھوڑ ذکر نعمت خلد کر شراب و کباب کی باتین

تجکو رسوا کرین گی خوب ای دل تیری یہ اضطراب کی باتین

سنتے ہین اُس کو چھیڑ چھیڑ کے ہم ۱۴ کس مزے سے عتاب کی باتین

ذکر کیا جوشش عشق مین ای ذوق ہم سے ہون صبر و تاب کی باتین

ہے جی مین اپنے غرہ جوہر کو توڑ دون آئینۂ خیال مکدر کو توڑ دون

ساقی لڑائیون سے تری چاہتا ہے جی باہم لڑا کے شیشہ و ساغر کو توڑ دون

احسان ناخدا کے اُٹھائے مری بلا کشتی خدا پہ چھوڑ دون لنگر کو توڑ دون

نازک کلامیان مری توڑین عدو کا دل ۱۵ مین وہ بلا ہون شیشے سے پتھر کو توڑ دون

پھر اُس غمزہ کو یاد کرے دل تو مین ذوق نشتر چبھو کے مین سر نشتر کو توڑ دون

تو کہے غنچہ کہ اُس لب پہ دھڑی خوب نہین چُپ کہ منہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہین

ساتھ سے میرے ملتی نہین ناصح صحبت تک سفر کیا ناصر اد و چھڑی خوب نہین

خوبرویون سے محبت آنکھ لڑی پر افسوس قسمت ای ذوق کہین اپنی لڑی خوب نہین

خط پڑھ کے اور بھی وہ ہوا پیچ و تاب مین ۱۶ کیا جانے لکھ دیا اُسے کیا اضطراب مین

ہان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین ۱۷ وان ایک خامشی تری سب کے جواب مین

بے بادہ عورگی مین ہوا ذوق جون موز کی توبہ ... رفتہ شباب مین

گل پریشان ہوا ہنس کے چمن مین آخر ۱۸ دیکھ ای غنچہ دہان منہ زنی خوب نہین

بات ہم نے تو بنائی تھی دہان خوب مگر تھی جو بگڑی ہوئی قسمت تو بنی خوب نہین

کہ کاؤ خوب نہین طبع کی روانی مین ۱۹ کہ بو فشان کی آتی ہے سبد بانی مین

نہین خضاب سے مطلب ہین یہ موے سفید   سیاہ پوش ہوئے ماتمِ جوانی مین

ہم اپنے جذبۂ دل کے اثر کو دیکھتے ہین ۲۰   وہ چلے بزم مین دیکھین کدھر کو دیکھتے ہین؟

گہر کو جوہری صراف زر کو دیکھتے ہین ۲۱   بشر کے دیکھنے والے بشر کو دیکھتے ہین

اب کے دل سے یون تو پھر اُس بتِ قاتل کو ندون   جان دون مال دون ایمان دون پر دل کو ندون

چار ٹکڑے کر دون دل کے کہ نہین ہو سکتا   لب کو دون رُخ کو ندون زلف کو دون تل کو ندون

دشنام دو کہ بوسہ خوشی پر ہے آپ کی   رکھتے فقیر کام نہین رد و کد سے ہین

گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غمِ ہجران دل مین ۲۲   ہم نے جانا تھا کوئی دن کا ہی مہمان دل مین

نہ ڈال آبلہ ہے گرمیِ فغان منہ مین   کہ چپکا بیٹھ رہون بھر کے گھنگھنیان منہ مین

مرے نالون کی جب ہین ہمنشین خوش الحان زمانے مین   صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے مین؟

سینہ و دل یہ مرے زخمِ جگر ہنستے ہین   ہنسنے دو چارہ گرو ہنستے ہی گھر بستے ہین

کہتی ہے ماہیِ بریان کو دبیرانِ قضا ۲۳   داغ دیتے ہین اُسے جسکو درم دیتے ہین

آسمان اور وہ انسان بنانا ہم کو   خاک مین تھا مگر اس ڈھب سے ملانا ہمکو

یہ تو یون مضطرب ہے سینے مین کہون ہذرن   دل کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہم کو

دیکھا آذر کو نہ پھوڑے کی طرح پھوٹ بہے   ہم بھرے بیٹھے تھے کیون آپ نے چھیڑا ہمکو

ذوق بازیگہِ طفلان ہے سراسر یہ زمین   ساتھ لڑکون کے پڑا کھیلنا گویا ہمکو

موت ہی سے کچھ علاجِ دردِ فرقت ہو تو ہو   غسلِ میت ہی ہمارا غسلِ صحت ہو تو ہو

انتظارِ یار مین جو چشم ہو جائے سفید   مردمک اُسمین کہان ہو داغِ حسرت ہو تو ہو

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ   پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو

آج اک بگڑی ہوئی تھی سیکڑون مین ہین مگر   ذوق وہ تیری ہی دستارِ فضیلت ہو تو ہو

آن پہنچی سرِ گرداب فنا کشتیِ عمر   ہر نفس بادِ مخالف کا ہے جھونکا ہم کو

ہم گئے جسکی طرف جون گلِ بازی اُسنے ۲۴   پاس آنے نہ دیا دور ہی پھینکا ہمکو

یہ تنگنا ہے دہر نہین منزل فراغ — غافل نہ پاؤن حرص کے پھیلا سو کیٹر تو

کتا محبت مین اے حضرت دل بتاؤ کہ تم لیتے کتنا سبق ہو؟ — کہ جب آنکھ تمکو دیکھا تو وہی لیے دست افسوس کے ورق ہو

ہاے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو — مین تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو

زیادہ ہوتا ہے پیری مین فربہ نفس امارہ — یہ بالون کی سپیدی شیر ہے اس مار رہزن کو

دیکھا دم نزع دلارام کو — عید ہوئی ذوق وہ لے شام کو

مرتے ہین ترے پیار سے ہم اور زیادہ — تو لطف مین کرتا ہے ستم اور زیادہ
کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے رد کرے ہے — اُتنا ہی اُسے چاہین گے ہم اور زیادہ
اس عاشق بیچارہ کا ہے آج بُرا حال — گریے سے ہے آنکھون پہ ورم اور زیادہ
لیتے ہین ثمر شاخ ثمرور کو جھکا کر — جھکتے ہین سخی وقت کرم اور زیادہ
جو کنج قناعت مین ہین تقدیر پہ شاکر — ہے ذوق برابر انھین کم اور زیادہ

اے ذوق وقت نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ — ورنہ جگر کو روئے گا تو دھر کے سر پہ ہاتھ

اے شمع ایک چور ہے باد نسیم صبح ۲۵ — مارے ہے کوئی دم مین ترے تاج زر پہ ہاتھ
جو دیکھے اُسکو تھام کے دل بیٹھ جائے ذوق — جب ناز سے کھڑا ہو وہ رکھکر کمر پہ ہاتھ

ہوش و خرد گئے نگہ سحر فن کے ساتھ — اب جو پڑا ہی بات سو دیوانے پن کے ساتھ
وحشی کو ہم نے دیکھا اُس آہو نگاہ کے — جنگل مین پھر رہا تھا قلانچین ہرن کے ساتھ
افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف؟ — لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ
گندم ہے سینہ چاک فراق بہشت مین ۲۶ — آدم کو کیا نہ ہوگی محبت وطن کے ساتھ
ممکن نہین ہے ذوق علائق سے چھوٹنا — جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

ترے کوچے کو وہ بیمار غم دار الشفا سمجھے — اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے
ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے — اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے
تجھے اے سنگدل آرام جان مبتلا سمجھے — پڑین پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

نہ مجھے آتا ہی رشک اُس رندِ مے آشام پر ساقی　　نہ جو درع ما کدر جانے نہ جو خذ ما صفا سمجھے
نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ مین عمرِ رفتہ کا　۲۷　مگر سمجھے تو داغِ معصیت کو نقشِ پا سمجھے
سمجھ مین ہی نہین آتی ہر کوئی بات ذوقؔ اُسکی　　کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے؟

لیتے ہی دل جو عاشقِ دل سوز کا چلے　　تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے
کیا ہے چلے گلی سی تری ہم کہ جون نسیم　　آئے تھے سر پہ خاک اُڑانے اُڑا چلے
افسوس ہے کہ سایۂ مرغِ ہوا کی طرح　۲۸　ہم جسکے ساتھ ساتھ چلین وہ جُدا چلے
لیجائین تیرے کشتے کو جنت مین بھی اگر　　پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا چلے
اے ذوقؔ ہے غضب نگہِ یار الحفیظ　　وہ کیا بچے کہ جسپہ یہ تیرِ قضا چلے

رخصت اے زندانِ جنون زنجیرِ در کھڑکائی ہے　　مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے
سر برقتِ ذبح اپنا اُسکے زیرِ پائے ہے　　یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے
بل بے استغنا کہ وہ یان آتے آتے رہگئے　　اُف ری بیتابی کہ یان تو دم ہی نکلا جائے ہے
نزع مین بھی ذوقؔ کو تیرا ہی بس ہے انتظار　۲۹　جانبِ در دیکھے ہے جبکہ ہوش آجائے ہے

گرا کبھی پھرے جیتے وہ کعبے کے سفر سے　　تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے
وہ خلق سے پیش آتے ہین جو فیض رسان ہین　　ہر شاخِ ثمردار مین گل پہلے ثمر سے
اے ذوقؔ کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا　۳۰　بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

الٰہی کس بگینہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے؟　　کہ آج کوچے مین اُسکے شورِ ہای ذنب قتلتنی ہے
غمِ جدائی مین تیرے ظالم کہون مین کیا مجھ پہ کیا بنی ہے　　جگر گدازی ہے سینکا دی ہے دلخراشی ہے جانکنی ہے
بشر جو اس تیرہ خاکدان مین پڑا یہ اُسکی فروتنی ہے　　وگرنہ قندیلِ عرش مین بھی اسی کے جلوے کی روشنی ہے
خدنگِ مژگان سے ذوقؔ اُسکے دل اپنا سینہ سپر جب ہے　　مثالِ آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوارِ آہنی ہے

آنکھ اُس پُر جفا سے لڑتی ہے　　جان کشتی قضا سے لڑتی ہے
نہین مژگان کی دو صفین گویا　　اک بلا اک بلا سے لڑتی ہے

شور قلقل یہ کیون ہے دختر رز — کیا کسی آشنا سے لڑتی ہے
سچ ہے الحرب خدعۃ ای **ذوق** — نگہ اُسکی دغا سے لڑتی ہے

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی — رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی
بیٹھے بھرے ہوئے ہین خم مے کی طرح ہم — پر کیا کرین کہ مُہر ہے مُنھ پر لگی ہوئی
میت کو غسل دیجو نہ اِس خاکسار کے — ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی
یہ چاہتا ہی شوق کہ قاصد بجاے مُہر ۴۱ آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی
مُنھ سے لگا ہوا ہی اگر جام مے تو کیا — ہی دل سے یاد ساقی کوثر لگی ہوئی
اے **ذوق** دیکھ دختر رز کو نہ مُنھ لگا ۴۲ چھٹتی نہین ہے مُنھ سے یہ کافر لگی ہوئی

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے — اُنکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے
چاہین گر چارہ جراحت کا محبت والے — بیچین الماس و نمک سنگ جراحت والے
رہے جون شیشۂ ساعت وہ مکدّر دونون ۴۳ کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے
حرص کے پھیلتے ہین پاؤن بقدر وسعت — تنگ ہی رہتے ہین دنیا مین فراغت والے
نہین جز شمع مجاور مری بالین مزار — نہین جز کثرت پروانہ زیارت والے
تو مرے حال سے غافل ہی پر اے غفلت کیش — تیرے انداز تغافل نہین غفلت والے
ناز ہی گل کو نزاکت پہ چمن مین ای **ذوق** ۴۴ اسنے دیکھے ہی نہین ناز و نزاکت والے

بلبل یہ ترے واسطے فریاد غضب ہی — فریاد نہ کر دیکھ یہ صیاد غضب ہے
توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی ۴۵ دنیا مین گرانباری اولاد غضب ہے
اخوان شیاطین ہین یہ مست مے بیداد — کیا حضرت آدم کی بھی اولاد غضب ہی
وہ کونسا غم ہے کہ جو دنیا مین نہین ہی ۴۶ اور اسپہ بھی دلکش یہ غم آباد غضب ہے
یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگین — اے **ذوق** مگر سستی بنیاد غضب ہی

مرے جو موت کے عاشق کبھو بیان کرتے — مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

اگر یہ جانتے چن چن کے ہمکو توڑینگے — تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

سراغ عمر گزشتہ کا ڈھونڈیئے گر ذوق — تمام عمر گزر جائے جستجو کرتے

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہین پاتے — ہنستے ہین مگر تیری ہنسی کو نہین پاتے

کیون ہم نے دیا دل تجھے او سنگدل آیا؟ — کمبخت ہم اُس سخت گھڑی کو نہین پاتے

وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہین دل مین — لیکن نہین پاتے تو خوشی کو نہین پاتے

معلوم نہین اُسکے دہن ہے کہ نہین ہے — اے ذوق ہم اس سخن خفی کو نہین پاتے

مزے یہ دل کے لیے تھے نہ تھے زبان کے لیے — سو ہم نے دل مین مزے سوزش نہان کے لیے

نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہ شے — عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لیے

جو پاس مہر و محبت کہین یہان بکتا — تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لیے

نہین ہے خانہ بدوشون کو حاجت سامان — اثاثہ چاہیے کیا خانہ کمان کے لیے

مثال نے ہے مرا جب تلک کہ دم مین دم — فغان ہے میرے لیے اور مین فغان کے لیے

وبال دوش ہے اس ناتوان کو سر لیکن — لگا رکھا ہے ترے خنجر و سنان کے لیے

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف — اور اس ضعیف سے کل کام دو جہان کے لیے

جو دل قمار خانہ مین بت سے لگا چکے — وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

آنا بلا ہے اُسکا قیامت سے کم نہین — مرتے ہین انتظار مین اک روز آ چکے

یاد آیا یان کے آنے کا وعدہ انھین تو کب؟ — جب رات کو وہ پاؤن مین مہندی لگا چکے

ہنکار دو آج خوب جلو میکدے کو ذوق — چھوڑو کہین وظیفہ بہت بڑبڑا چکے

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے — برق مضطر تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے — دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کیا ہوا اے ذوق ہین جو مثل مردم رو سیاہ — لیکن آنکھون مین سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزین ہے — نہین یہ بھی معلوم ہے یا نہین ہے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے ۳۸ کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخیِ دوراں سے

ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی — ہوتی نہ محبت تو کچھ آفت بھی نہ ہوتی

جو دل نہ کشمکش طرۂ دوتا میں پڑے — تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا میں پڑے

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی — چلی تھی برچھی کسی پر کسی پہ آن لگی

پیئیں ہم آشکارا ہمکو کسکی ساقیا چوری؟ — خدا کی گر نہیں چوری تو پھر بندے کی کیا چوری

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا ... ۴۸ ہر یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

سجدہ کو چاہیے یوں پیر پشت خم دیکھے ۴۹ مرا کو جلیسے تھکا اونٹ دسبدم دیکھے

پھرتے ہیں لکھے پڑھے سوکے میں ملک و جاہ کے — طفل مکتب پڑھتے ہیں گنبد میں بسم اللہ کے

پاک رکھ اپنا دہن ذکر خدائے پاک سے — کم نہیں تیری زبان منہ میں تری مسواک سے

گر درد ہی کھونا دل مضطر سے کسی کے — پانی دو بلا وار کے سر پر سے کسی کے

مقابل اُس رخ روشن کے شمع گر ہو جائے — صبا یہ دھول لگائے کہ پھر سحر ہو جائے

کھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صبا دکھلا گئے — حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

آج تنہا خفقانی سے ہیں گھر میں پھرتے — کل سے کرتے جو وصل کے عالم ہیں نظر میں پھرتے

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے — حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

لاشے کو پھینک دیجئے پر یہ کہ دفن کیجئے — مردہ پرست زندہ جو چاہیے سو تیجئے

ذوق زیبا ہے جو ہو ریش سفید شیخ پر — وسمہ آب رنگ سے مہندی مگر گلرنگ سے

اگر انسان قانع ہو غنی ہو جائے دو عالم سے — ہوا کو حرص لیکن اسکی ہٹی خوار کر دی ہے

اگر اٹھے تو آزردہ ہو بیٹھے تو خفا بیٹھے — لگایا جی کو اپنے روگ جب سے دل لگا بیٹھے

دل کہاں سیر تماشے پہ مرا لگتا ہے — جی کے لگ جانے سے جینا بھی برا لگتا ہے

باقی ہے شیخ کو ابھی حسرت گناہ کی — کالا کرے گا منہ بھی جو داڑھی سیاہ کی

کوئی ان تنگ دہانوں سے محبت نہ کرے — اور جو یہ تنگ کریں منہ سے شکایت نہ کرے

دل گرفتار رہا یار کی عیاری سے ۴۰ ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے
کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے
الفت کا مزا جب کوئی مر جائے تو جانئے یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے

قطعات

ہائے کل سب آشنا تیرے مریض عشق کے تھے علاج ضعف دل و ضعف تن کی فکر مین
آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہین با چشم پر آب گاہ تدبیر لحد مین گہ کفن کی فکر مین

اے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جتائیے معلوم ہے حقیقت ہر حق جناب کی
نکلے ہو میکدے سے ابھی منھ چھپا کے تم دابے ہوئے بغل مین صراحی شراب کی

تو بھلا ہے تو برا ہو نہین سکتا اے ذوق ہے برا وہی کہ جو تجھکو برا جانتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے ۴۱ کیون برا کہنے سے تو اُسکے برا مانتا ہے

جنکو اس وقت مین اسلام کا دعوی ہے کمال دیکھتا ہون یہ اب اے ذوق مین اُنکا احوال
جس طرح سے کہ ہنسانے کو بہاریون کے ۴۲ نقل کرتا ہے مسلمان کی کافر نقال

رباعیات

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا ہم کیا ہین جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

جب تک تھے گرہ مین احمقون کے پیسے سب کہتے تھے اُنکو آپ ایسے ایسے
مفلس ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوق پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے تیسے

ان آنکھون سے روئے لالہ گون بھی دیکھا اور اُنکو پُر از اشک خون بھی دیکھا
کیا کیا دیکھا نہ رنگ ہم نے اے ذوق یون بھی دیکھا جہان کو دون بھی دیکھا

دنیا کے الم ذوق اُٹھا جائین گے ہم کیا کہین کیا آئے تھے کیا جائین گے
جب آئے تھے روتے ہوئے آپ آئے تھے اب جائین گے اورون کو رلا جائین گے

مثنویات

شیشۂ مے کی یہ دراز زبان | اور پھر یہ ستم کہ پنبہ دہان
جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے | پاؤں توبہ کے لڑکھڑانے لگے

شبِ ہجراں بسر نہیں ہوتی | نہیں ہوتی سحر نہیں ہوتی
بسترِ رنج و کلفت و تنہائی | رات کیا آئی اک بلا آئی
شام سے تا سحر اُلٹتے ہیں پلک | نہیں لگتی مری پلک سے پلک
نہیں کیوں بولتے سحر کے طیور | کیا شفق نے کھلا دیا سیندور
دل سے رخصت ہے تاب و طاقت کی | بیقراری نے استقامت کی
ہوش باقی رہا ہے کسکو؟ | دل ہے کسکو دماغ ہے کسکو
کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر | سگِ دیوانہ بن گیا ہے گھر

سہرا

اے جواں بخت مبارک تجھے سر پر سہرا | آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا
روئے فرخ پہ جو ہیں تیرے برستے انوار ۴۳ | تارِ بارش سے بنا ایک سراسر سہرا
ایک کو ایک پہ تزئین ہے دمِ آرائش | سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا
رونمائی میں تجھے دے مہ و خورشید فلک ۴۴ | کھول دے منہ کو جو تو منہ سے اُٹھا کر سہرا
کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیوں کی ۴۵ | دمِ نظارہ ترے روئے نکو پر سہرا
دُرِ خوش آب مضامین سے بنا کر لایا | واسطے تیرے ترا ذوقِ ثنا گر سہرا
جسکو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنادے اُسکو | دیکھ اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

انتخاب

از

کلیاتِ سعدی

۹۶ نشتر

سعدی

مصلح الدین نام سعدی تخلص مشہور بہ شیخ سعدی۔ شیراز مولد ومدفن۔ سعد ابن زنگی کے زمانہ مین یہ تھے اور اسی رعایت سے سعدی تخلص اختیار کیا تھا۔ امرا کے دربار مین بھی حاضر ہوتے تھے اور فقرا سے بھی لطف ملاقات رکھتے تھے۔ یہ عالم صوفی اور شاعر تھے۔ بہت بڑے سیاح تھے اور بڑے باکمال تھے گلستان اور بوستان انکی تصنیفات مین بہت مشہور ہین۔ مُلّا جامی لکھتے ہین۔

در شعر سہ کس پیمبران نند قولیست کہ جملگی بران نند
فردوسی و انوری و سعدی ہر چند کہ لا نبی بعدی

سلطان محمد قاآن حاکم ملتان نے آپ کو چاہا کہ ملتان مین آکر بود و باش اختیار کرین لیکن پیری کی وجہ سے شیخ نے گھر چھوڑنا پسند نہین کیا۔ امیر خسرو کے لیے سفارشی خط شیخ صاحب نے محمد قاآن کے پاس بھیجا تھا اور کچھ اپنی غزلین بھی بھیجی تھین۔ ۶۹۱ھ مین شیخ صاحب نے انتقال کیا۔ اور شیراز مین دفن ہوئے۔ انکا مقبرہ سعدیہ کے نام سے مشہور ہی۔

شمس الدین ابو الفرج ابن جوزی علوم ظاہر مین آپ کے اُستاد تھے اور شیخ شہاب الدین سہروردی علم باطن مین آپ کے مقتدا تھے۔ آپ کے کلام آپکی زیست ہی مین تمام ایشیا مین پہنچ گئے تھے۔ اور پھر آپ کی کتابون نے داخل درس ہوکر ایشیا کی تہذیب و اخلاق مین اثر خاص پیدا کیا۔ سعدی کو اس اعتبار سے ایشیا کا سب سے بڑا معلم کہنا بجا ہی۔

ہندوستان کی تعلیم یافتہ جماعت مین جو پہلے اتحاد خیال تھا اُسمین لوگون کے نزدیک اب کمی آتی جاتی ہی۔ اسکا سبب میرے خیال مین ایک یہ بھی ہی کہ سعدی کی گلستان بوستان اور پندنامہ کی بدولت پہلے ہندوون اور مسلمانون کا علم اخلاق ایک ہوتا تھا اور نئے طرز تعلیم مین یہ امر جاتا رہا

پندنامہ معروف بہ کریما

کریما بہ بخشائے بر حالِ ما   کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا

اشارت بہ نفس

مکن تکیہ بر عمرِ ناپائدار ۱   مباش ایمن از بازیِ روزگار

مدحِ کرم

ورائے کرم در جہاں کار نیست   وزیں گرم تر ہیچ بازار نیست

صفتِ سخاوت

سخاوت مسِ عیب را کیمیاست   سخاوت ہمہ دردہا را دواست

مذمتِ بخل

بخیل ار چہ باشد توانگر بمال   بخواری چو مفلس خورد گوشمال

سخیان ز اموال بر می خورند ۲   بخیلان غمِ سیم و زر می خورند

صفتِ تواضع

دِلا گر تواضع کنی اختیار   شود خلقِ دنیا ترا دوستدار

تواضع کند ہوشمندِ گزین   نہد شاخِ پُرمیوہ سر بر زمین

تواضع ز گردن فرازاں نکوست   گدا گر تواضع کند خوئے اوست

مذمتِ تکبر

تکبر بود عادتِ جاہلاں   تکبر نیاید ز صاحبدلاں

فضیلتِ علم

چو شمع از پئے علم باید گداخت   کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

امتناع از صحبتِ جاہلان

دلا گر خردمندی و ہوشیار — مکن صحبت جاہلان اختیار
ترا اژدہا گر بود یار غار ۳ ازان بہ کہ جاہل بود غمگسار

صفت عدل

رعایت دریغ از رعیت مدار — مراد دل دادخواہان برار

مذمت ظلم

مران ز بیداد بیند جہان — چو بستان خرم ز باد خزان
مکن بر ضعیفان بیچارہ زور — بیندیش آخر ز تنگی گور

صفت قناعت

اگر تنگدستی ز سختی منال ۴ کہ پیش خردمند ہیچ است مال
غنی گر نباشی مکن اضطراب — کہ سلطان نخواہد خراج از خراب

صفت طاعت وعبادت

کسے را کہ اقبال باشد غلام — بود میل خاطر بطاعت مدام
نماز از سر صدق برپاے دار — کہ حاصل کنی دولت پایدار
پرستندہ آفرینندہ باش — در ایوان طاعت نشینندہ باش

بیان شراب محبت وعشق

سوزان دل کہ دارد تمناے دوست — خوش آنکس کہ در بند سوداے اوست
خوش آنکس کہ شد مست بر روے دوست ۵ خوش آنکس کہ شد منزلش کوے دوست

صفت وفا

جدائی ز احباب کردن خطاست — بریدن ز یاران خلاف وفاست

فضیلت شکر

گر از شکر ایزد نہ بندی زبان — بدست آوری دولت جاودان

بیانِ صبر

ترا گر صبوری بود دستیار ۵ بدست آوری دولتِ پائدار

صفتِ راستی

بہ از راستی در جہان کار نیست ۶ کہ در گلبنِ راستی خار نیست

مذمتِ کذب

دروغ اے برادر مگو زینہار ۷ کہ کاذب بود خوار و بے اعتبار

منعِ امید اسید از مخلوقات

منہ دل درین منزلِ جاں ستان ۷ کہ در وے نہ بینی دلے شادمان

منہ دل برین دیر ناپائدار ۸ ز سعدی ہمین یک سخن یاد دار

گلستان

اثرِ صحبت

دیدم گلِ تازہ چند دستہ ۔ بر گنبدے از گیاہ بستہ

گفتم چہ بود؟ گیاہِ ناچیز ۔ تا در صفِ گل نشیند او نیز

بگریست گیاہ و گفت خاموش ۹ صحبت نہ کند کرم فراموش

گر نیست جمال و رنگ و بویم ۔ آخر نہ گیاہِ باغِ اویم

احسان فراموشی

سگے را لقمۂ ہرگز فراموش ۔ نہ گردد، گر زنی صد نوبتش سنگ

دگر عمرے نوازی سفلۂ را ۱۰ بکمتر چیزے آید با تو در جنگ

اسراف

سبلے کور و درِ روشن شمعِ کافوری نہد ۱۱ زود بینی کش بشب روغن نباشد در چراغ

چو دخلت نیست خرج آهسته‌تر کن | که میگویند ملاحان سرودی
بکوهستان اگر باران نبارد | بسالی دجله گردد خشک رودی

اعتدال

ای که مشتاق منزلی مشتاب | پند من کاربند صبر آموز
اسب تازی دو تک رود بشتاب | اشتر آهسته میرود شب و روز

جوانی با پدر گفت ای خردمند | مرا تعلیم کن پیرانه یک پند
بگفتا نیکمردی کن نه چندان | که گردد خیرهٔ گرگِ تیز دندان

اقبال

بالای سرش ز هوشمندی | میتافت ستارهٔ بلندی

انسان

مرغک از بیضه برون آید و روزی طلبد | آدمی زاده ندارد خبرِ عقل و تمیز

بخت و اتفاق

شد غلامی که آب جو آرد | آب جو آمد و غلام ببرد
دام هر بار ماهی آوردی | ماهی این بار رفت و دام ببرد

چه کند زورمند وارون بخت؟ | بازوی بخت به که بازوی سخت

منعم بکوه و دشت و بیابان غریب نیست ۱۲ | هر جا که رفت خیمه زد و بارگاه ساخت

رزق هر چند بیگمان برسد ۱۲ | شرطِ عقل است جستن از درها

گه بود کز حکیم روشن رای | برنیاید درست تدبیری
گاه باشد که کودکی نادان | بغلط بر هدف زند تیری

بخل

مکن نماز بر آن هیچکس که هیچ نکرد | که عمر در سرِ تحصیل مال کرد و نخورد

بد صوت

چون باواز آمد آن بربط سراے ۔ کہ خدا را گفتم از بہرِ خداے

پنبہ ام در گوش کن تا نشنوم ۔ یا درم بکشاے تا بیرون روم

مؤذن بانگ بے ہنگام بر داشت ۔ نمیداند کہ چند از شب گزشت است

درازیِ شب از مژگان من پرس ۔ کہ یکدم خواب در چشمم نگشت ست

بیوفائی

جوانان خردمند و خوب رخسار ۱۴ ۔ ولیکن در وفا با کس نپایند

وفاداری مدار از بلبلان چشم ۱۵ ۔ کہ ہردم بر گلِ دیگر سرایند

بے ہنری

گر بے ہنر بمال کند کبر بر حکیم ۔ کون خرش شمار اگر گاو عنبر است

آن را کہ عقل و ہمت و تدبیر و راے نیست ۔ خوش گفت پردہ دار کہ کس در نیست سراے

پسر

سالہا بر تو بگذرد کہ گزار ۔ نکنی سوے تربتِ پدرت

تو بجاے پسر چہ کردی خیر ۱۶ ۔ تا ہمان چشم داری از پسرت

زنانِ باردار اے مردِ ہشیار ۔ اگر وقتِ ولادت مار زایند

ازان بہتر بنزدیکِ خردمند ۔ کہ فرزندانِ ناہموار زایند

پیری

دمے چند گفتم برآرم بکام ۔ دریغا کہ بگرفت راہِ نفس

دریغا کہ بر خوانِ الوانِ عمر ۔ دمے چند خوردیم و گفتند بس

تربیت اولاد

ہر کہ در خردیش ادب نکنی ۔ در بزرگی فلاح ازو برخاست

چوب تر را چنانکه خواہی پیچ — نشود خشک جز بآتش راست

ہران طفل کو جور آموزگار ۱۷ نہ بیند جفا بیند از روزگار

پادشاہے پسر بمکتب داد — لوح سیمینش بر کنار نہاد

بر سر لوح او نوشتہ بزر ۱۸ جور استاد بہ ز مہر پدر

تواضع

این حکایت شنو کہ در بغداد — رایت و پردہ را خلاف افتاد

رایت از گرد راہ و رنج رکاب — گفت با پردہ از طریق عتاب

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم — بندۂ بارگاہ سلطانیم

من ز خدمت دمے نیاسودم — گاہ و بیگاہ در سفر بودم

تو نہ رنج آزمودۂ نہ حصار — نہ بیابان و باد و گرد و غبار

قدم من بسعی پیشتر است — پس چرا عزت تو بیشتر است

تو بر بندگان مہ روئی — با کنیزان یاسمن بوئی

من فتادہ بدست شاگردان — بسفر پا بند و سر گردان

گفت من سر بر آستان دارم ۱۹ نہ چو تو سر بر آسمان دارم

ہر کہ بیہودہ گردن افرازد — خویشتن را بگردن اندازد

تہذیب سخن

سخن گرچہ دل بند و شیرین بود — سزاوار تصدیق و تحسین بود

چو یکبار گفتی مگو باز پس ۲۰ کہ حلوا چو یکبار خوردند بس

جہل

یکے را زشت خوئے داد دشنام — تحمل کرد و گفت ای نیک فرجام

بتر زانم کہ خواہی گفت آنی — کہ دانم عیب من چون من ندانی

تمیز باید و تدبیر و عقل وانگہ ملک   کہ ملک و دولتِ ناداں سلاحِ جنگِ خداست

حسد

شور بختان بآرزو خواہند   مقبلاں را زوالِ نعمت و جاہ
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟
راست خواہی ہزار چشم چناں   کور بہتر کہ آفتاب سیاہ؟

حسن

با تو مرا سوختن اندر عذاب   بہ کہ شدن با دگرے در بہشت
بوئے پیاز از دہنِ خوبروے   نغز تر آید کہ گل از دستِ زشت

حکمت

دگر رہ گر نداری طاقتِ نیش ۲۱ مکن انگشت در سوراخ کژدم
چو کردی با کلوخ انداز پیکار ۲۲ سرِ خود را بہ نادانی شکستی
چو تیر انداختی بر روئے دشمن   چناں داں کاندر آماجش نشستی
گر گزندت رسد ز خلق مرنج   کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج
از خدا داں خلافِ دشمن و دوست   کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست
گرچہ تیر از کماں ہمی گزرد ۲۳ از کماں دار بیند اہلِ خرد
چہ سالہائے فراواں و عمرہائے دراز   کہ خلق بر سرِ ما بر زمیں بخواہد رفت
چنانکہ دست بدست آمدست ملک بما ۲۴ بدستہائے دگر ہمچنیں بخواہد رفت
کس نیاموخت علمِ تیر از من ۲۵ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد
ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ۲۶ کیں رہ کہ تو میروی بترکستان ست
خاتونِ خوبصورت و پاکیزہ روے را   نقش و نگارِ خاتمِ فیروزہ گو مباش
درویشِ نیک سیرت و فرخندہ روے را   نانِ رباط و لقمۂ دریوزہ گو مباش

گر آب چاه نصرانی نه پاکست　　جهود مرده میشوئی چه باکست

بدوزد شره دیدهٔ هوشمند　　در آرد طمع مرغ و ماهی به بند

چو پرخاش بینی تحمل بیار　　که سهلی ببندد در کارزار

یا مکن با پیلبانان دوستی ۲۷ یا بنا کن خانهٔ درخورد پیل

برینکه می گذرد دل منه که دجله بسے　　پس از خلیفه بخواهد گذشت در بغداد

گرت ز دست برآید چو نخل باش کریم ۲۸ ورت ز دست نیاید چو سرو باش آزاد

حیات انسانی

هردم از عمر میرود نفسے ۲۹ چون نگه میکنم نماند بسے

ایکه پنجاه رفت و در خوابی　　مگر این پنج روز دریابی

خجل آنکس که رفت و کار نساخت ۳۰ کوس رحلت زدند و بار نساخت

خواب نوشین بامداد رحیل ۳۱ باز دارد پیاده را ز سبیل

هر که آمد عمارت نو ساخت ۳۲ رفت منزل بدیگرے پرداخت

وان دگر پخت همچنین هوسے　　وین عمارت بسر نبرد کسے

یار ناپایدار دوست مدار　　دوستی را نشاید این غدار

مادهٔ عیش آدمی شکم است　　تا بتدریج میرود چه غم است

گر ببندد چنانکه نگشاید　　گو دل از عمر برکند شاید

ور گشاید چنانکه نتوان بست　　گو بشو از حیات دنیا دست

چار طبع مخالف و سرکش　　چند روزے بوند باهم خوش

گر یکے زین چهار شد غالب　　جان شیرین برآید از قالب

لاجرم مرد عارف کامل ۳۳ ننهد بر حیات دنیا دل

نیک و بد چون همی بباید مرد ۳۴ خنک آنکس که گوے نیکی برد

برگ عیشے بگورِ خویش فرست — کس نیارد ز پس تو پیش فرست
عمر برفست و آفتاب تموز — اندکے ماند و خواجہ غرہ ہنوز
اے تہیدست رفتہ در بازار — ترسمت پُر نیاوری دستار
پندِ سعدی بگوشِ دل بشنو — رہ چنین است مرد باش و برو
بصورت آدمی شد قطرۂ آب — کہ چل روزش قرار اندر رحم ماند
وگر چل سالہ را عقل و ادب نیست — بہ تحقیقش نشاید آدمی خواند

خادم

غلام آبکش باید و خشت زن — بود بندۂ نازنین مشت زن

خلقت

ہیچ صیقل نکو نداند کرد — آہنے را کہ بدگہر باشد
چون بود اصل جوہرے قابل — تربیت را درو اثر باشد
سگ بدریائے ہفتگانہ بشو — چونکہ تر شد پلید تر باشد
خرِ عیسےٰ اگر بہ مکہ برند — چون بیاید ہنوز خر باشد

خموشی

چو کارے بے فضول من برآید — مرا در وے سخن گفتن نشاید
وگر بینم کہ نابینا و چاہ است — ۳۶ اگر خاموش بنشینم گناہ است

خودداری

کہن خرقۂ خویش پیراستن — ۳۷ بہ از جامۂ عاریت خواستن

دفع دشمن

نہ بینی کہ چون گربہ عاجز شود — برآرد بچنگال چشم پلنگ

دنیا

اگر دنیا نباشد دردمندیم | اگر باشد بمهرش پای بندیم

راستی

راستی موجبِ رضاے خداست ۳۸ کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

رزق

اگر روزی بدانش در فزودی ۳۹ زنادان تنگ روزی تر نبودی

بنادان آنچنان روزی رساند ۴۰ کہ نادان اندران حیران بماند

بخت و دولت بکاردانی نیست | جز بتائیدِ آسمانی نیست

کیمیا گر بغصہ مردہ بر نج ۴۱ ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

فراموشت نکرد ایزد در آنحال | کہ بودی نطفہ مدفون و مدہوش

روانت داد و طبع و عقل و ادراک | جمال و نطق و راے و فکرت و ہوش

دہ انگشتت مرتب کرد برکف | دو بازویت مرتب ساخت بردوش

کنون پنداری اے ناچیز ہمت | کہ خواہد کردنت روزی فراموش

ریا

آنکہ چون پستہ دیدمش ہمہ مغز | پوست بر پوست بود ہمچو پیاز

اے طبلِ بلند بانگ در باطن ہیچ | بے توشہ چہ تدبیر کنی وقت بسیچ

روے طمع از خلق بپیچ ار مردی ۴۲ تسبیح ہزار دانہ بر دست مپیچ

زمانہ

شگوفہ گاہ شگفتست و گاہ خوشیدہ ۴۳ درخت وقت برہنہ ست و وقت پوشیدہ

زبانِ خلق

بعذر و توبہ توان رستن از عذابِ خداے | ولیک می نتوان از زبانِ مردم رست

سخن

سخندانِ پروردہ پیرِ کہن بیندیشد آنگہ بگوید سخن
مزن بے تامل بگفتار دم نکوگوے گر دیر گوئی چہ غم
بیندیش و آنگہ برآور نفس وزان پیش بس کن کہ گویند بس
نطق آدمی بہتر است از دواب ۴۳ دواب از تو بہ گر نہ گوئی صواب
تا مرد سخن نگفتہ باشد ۴۴ عیب و ہنرش نہفتہ باشد
ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی ست شاید کہ پلنگ خفتہ باشد
نہ ہر دست آن بہ نزدیک خردمند کہ با پیلِ دمان پیکار جوید
بلے مرد آن کس است از روے تحقیق ۴۵ کہ چون خشم آیدش باطل نہ گوید
در سخن با دوستان آہستہ باش تا ندارد دشمنِ خونخوار گوش
پیشِ دیوار آنچہ گوئی ہوشدار تا نباشد در پسِ دیوار گوش

شوق

نگارِ من چو در آید بخندہ نمکین نمک زیادہ کند بر جراحتِ ریشان
چہ بودے ار سرِ زلفش بدستم افتادے چو آستینِ کریمان بدستِ درویشان

صبر

گرت خوے من آمد ناسزاوار تو خوے نیک خویش از دست مگزار

صحبت بد

زنہار از قرینِ بد زنہار وقنا ربنا عذاب النار

صحبتِ جاہلان

دو عاقل را نباشد کین و پیکار نہ دانائے ستیزد با سبکسار
اگر نادان بوحشت سخت گوید خردمندش بہ نرمی دل بجوید
دگر در ہر دو جانب جاہلانند ۴۶ اگر زنجیر باشد بگسلانند

امید وار بود آدمی بخیر کسان ۴۷ مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان

بہ تیشہ کس نہ تراشد زروے خارا گل — چنانکہ بانگِ درشت تو می خراشد دل

صحبتِ ناجنس

نہ عجب گر فرو رود نفسش — عندلیبے غراب ہم قفسش

عالم اندر میانہ جہال — مثلے گفتہ اند صدیقان

شاہدے در میانِ کوران است — مصحفے در کنشتِ زندیقان

طعام

سخن آنگہ کند حکیم آغاز — یا سر انگشت سوے لقمہ دراز

کہ زنا گفتنش خلل زاید — یا زنا خوردنش بجان آید

خوردن براے زیستن و ذکر کردن است — تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

نہ چندان بخور کز دہانت برآید — نہ چندانکہ از ضعف جانت برآید

ترکِ احسان خواجہ اولیٰ تر — کاحتمالِ جفاے بوابان

بہ تمناے گوشت مردن بہ ۴۸ کہ تقاضاے زشتِ قصابان

اگر حنظل خوری از دستِ خوشخوے — بہ از شیرینی از دستِ ترشروے

ہر کہ نان از عملِ خویش خورد ۴۹ منتِ حاتمِ طائی نبرد

در بیابانِ خشک و ریگِ روان — تشنہ را در دہان چہ دُر چہ صدف

مردِ بے توشہ کاوفتاد از پاے — بر کمر بندا و چہ زر چہ خزف

مرغِ بریان بہ چشمِ مردم سیر — کمتر از برگِ ترہ بر خوان است

وانکہ را دستگاہ و قدرت نیست — شلغمِ پختہ مرغِ بریان است

گوش تواند کہ ہمہ عمر وے — نشنود آوازِ دف و چنگ و نے

دیدہ شکیبد ز تماشاے باغ — بے گل و نسرین بسر آرد دماغ

گر نبود بالشِ آگنده پر ۵۰ خواب توان کرد حجر زیرِ سر
ورنه بود دلبرِ همخوابه پیش دست توان کرد بآغوشِ خویش
وین شکمِ بی هنرِ پیچ پیچ ۵۱ صبر ندارد که بسازد بهیچ

طمع

هر که بر خود درِ سوال کشاد ۵۲ تا بمیرد نیازمند بود
آز بگذار و پادشاهی کن گردنِ بی طمع بلند بود
سگی را اگر کلوخی بر سر آید ز شادی بر جهد کاین استخوانیست
اگر نعشی دو کس بر دوش گیرند لئیم الطبع پندارد که خوانیست

ظلم

اگر ز باغِ رعیت ملک خورد سیبی بر آورند غلامانِ او درخت از بیخ
به پنج بیضه که سلطان ستم روا دارد ۵۳ زنند لشکریانش هزار مرغ بسیخ
نه هر که قوتِ بازوی منصبی دارد بسلطنت بخورد مالِ مردمان بگزاف
توان بحلق فرو بردن استخوانِ درشت ولی شکم بدرد چون بگیرد اندر ناف
ماری تو که هر کرا ببینی بزنی ۵۴ یا بوم که هر کجا نشینی بکنی
دورانِ بقا چو بادِ صحرا بگذشت تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر که جفا بر من کرد ۵۵ بر گردنِ او بماند و بر ما بگذشت

ظنِ نیک

هر کرا جامه پارسا بینی پارسا دان و نیک مرد انگار
ور ندانی که در نهانش چیست محتسب را درونِ خانه چه کار

عجز

بگذار که بندهٔ کمینم تا در صفِ بندگان نشینم

امید دار بود آدمی بخیر کسان ۴۷ مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان
بہ ہیشہ کس نہ تراشد ز روئے خارا گل چنانکہ با نگِ درشت تو می خراشد دل

صحبتِ ناجنس

نہ عجب گر فرو رود نفسش عندلیبے غراب ہم قفسش
عالم اندر میانہ جہال مثلے گفتہ اند صدیقان
شاہدے در میانِ کوران است مصحفے در کنشتِ زندیقان

طعام

سخن آنگہ کند حکیم آغاز یا سر انگشت سوئے لقمہ دراز
کہ ز نا گفتنش خلل زاید یا ز نا خوردنش بجان آید
خوردن برائے زیستن و ذکر کردن ست تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن ست
نہ چندان بخور کز دہانت بر آید نہ چندانکہ از ضعف جانت بر آید
ترکِ احسان خواجہ اولیٰ تر کاحتمالِ جفائے بوابان
بہ تمنائے گوشت مردن بہ ۴۸ کہ تقاضائے زشتِ قصابان
اگر حنظل خوری از دست خوشخوئے بہ از شیرینی از دستِ ترشروئے
ہر کہ نان از عملِ خویش خورد ۴۹ منتِ حاتمِ طائی نبرد
در بیابان خشک و ریگِ روان تشنہ را در دہان چہ دُر چہ صدف
مردِ بے توشہ کاوفتاد ز پائے بر کمر بند او چہ زر چہ خزف
مرغ بریان بہ چشم مردم سیر کمتر از برگِ ترہ بر خوانست
وانکہ را دستگاہ و قدرت نیست شلغمِ پختہ مرغ بریان ست
گوش تواند کہ ہمہ عمر وے نشنود آوازِ دف و چنگ و نے
دیدہ شکیبد ز تماشائے باغ بے گل و نسرین بسر آرد دماغ

گر نبود بالش آگندہ پر ۵۰ خواب توان کرد حجر زیر سر
ورنہ بود دلبر ہمخوابہ پیش دست توان کرد در آغوش خویش
وین شکم بے ہنر پیچ پیچ ۵۱ صبر ندارد کہ بسازد بہیچ

طمع

ہر کہ بر خود در سوال کشاد ۵۲ تا بمیرد نیازمند بود
آز بگذار و پادشاہی کن گردن بے طمع بلند بود
سگے را اگر کلوخے بر سر آید ز شادی بر جہد کان استخوانیست
اگر نعشے دو کس بر دوش گیرند لئیم الطبع پندارد کہ خوانیست

ظلم

اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبے بر آورند غلامان او درخت از بیخ
بہ پنج بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد ۵۳ زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ
نہ ہر کہ قوت بازوے منصبے دارد بسلطنت بخورد مال مردمان بگزاف
توان بحلق فرو بردن استخوان درشت وے شکم بدرد چون بگیرد اندر ناف
ماری تو کہ ہر کرا بہ بینی بزنی ۵۴ یا بوم کہ ہر کجا نشینی بہ کنی
دوران بقا چو باد صحرا بگذشت تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر کہ جفا بر من کرد ۵۵ بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

ظن نیک

ہر کرا جامہ پارسا بینی پارسا دان و نیک مرد انگار
ور ندانی کہ در نہانش چیست محتسب را درون خانہ چہ کار

عجز

بگزار کہ بندۂ کمینم تا در صف بندگان نشینم

عشق

نباید بستن اندر چیز و کس دل — که دل برداشتن کاریست مشکل
در چشمِ من آمد آن سہی سروِ بلند — بربود دلم ز دست و در پای فگند
این دیدۂ شوخ میبرد دل بکمند ۵۶ خواہی کہ بکس دل ندہی دیدہ ببند

علم

صاحبدلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ — بشکست عہدِ صحبتِ اہلِ طریق را
گفتم میانِ عالم و عابد چہ فرق بود — تا کردی اختیار ازان این فریق را
گفت او گلیمِ خویش بدر میبرد ز موج ۵۷ وین جہد می کند کہ بگیرد غریق را

علم بے عمل

علم چندانکہ بیشتر خوانی — چون عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانشمند ۵۸ چارپائے برو کتابے چند

عمل صالح

دلقت بچہ کار آید و تسبیح مرقع — خود را ز عملہائے نکوہیدہ بری دار
حاجت بکلاہِ برکی داشتنت نیست ۵۹ درویش صفت باش کلاہِ تتری دار

غلام

بر بندہ مگیر خشم بسیار — جورش مکن و دلش میازار
او را تو بدہ درم خریدی ۶۰ آخر نہ بقدرت آفریدی

قضا و قدر

قضا دگر نہ شود از ہزار نالہ و آہ — بشکر یا بشکایت برآید از دہنے
فرشتۂ کہ وکیلست بر خزاینِ باد — چہ غم کند کہ بمیرد چراغِ بیوہ زنے

قناعت

نه باشتر بر سوارم نه چو اشتر زیر بارم ۶۱ نه خداوندِ رعیت نه غلامِ شهریارم

کارِ بے سود

بیفائده هر که عمر در باخت ۶۲ چیزے نه خرید و زر بینداخت

کاہلی

گرچه بیرون ز رزق نتوان خورد		در طلب کاهلی نباید کرد

گوشه گیری

آنانکه بکنجِ عافیت بنشستند		دندانِ سگ و دهانِ مردم بستند
کاغذ بدریدند و قلم بشکستند		وز دست و زبانِ حرفگیران رستند

لطیفه

آن شنیدی که صوفیی میکوفت		زیرِ نعلین خویش میخے چند
آستینش گرفت سرهنگے		که بیا نعل بر ستورم بند

مردم آزاری

من آن مورم که در پایم بمالند		نه زنبورم که از نیشم بنالند
کجا خود شکرِ این نعمت گزارم ۶۳ که زورِ مردم آزاری ندارم

مردم شناسی

توان شناخت بیک روز در شمائلِ مرد		که تا کجاش رسیدست پایگاهِ علوم
ولے ز باطنش ایمن مباش و غره مشو ۶۴ که خبثِ نفس نگردد بسالها معلوم

موت

جهان اے برادر نماند بکس ۶۵ دل اندر جهان آفرین بند و بس
مکن تکیه بر ملکِ دنیا و پشت ۶۶ که بسیار کس چون تو پرورد و کشت
چو آهنگِ رفتن کند جانِ پاک ۶۷ چه بر تخت مردن چه بر روے خاک

فرقِ شاہی و بندگی برخاست چون قضائے نبشتہ آمد پیش
گر کسے خاک مردہ باز کند ۶۸ نشناسد تونگر از درویش
ندیدہ کہ چہ سختی رسد بجان کسے کہ از دہانش بدر می کنند دندانے
قیاس کن کہ چہ حالت بود در آن ساعت کہ از وجودِ عزیزش بدر رود جانے

نا اہل

اگر صد سال گبر آتش فروزد چو یک دم اندران افتد بسوزد

نایابی ہنرمندان

اگر ژالہ ہر قطرۂ دُر شدے چو خرمہرہ بازار ازو پُر شدے
گر سنگ ہمہ لعلِ بدخشان بودے پس قیمتِ لعل و سنگ یکسان بودے

نصیحت

ما نصیحت بجائے خود کردیم روزگارے درین بسر بردیم
گر نیاید بگوشِ رغبت کس بر رسولان بلاغ باشد و بس

نمامی

میانِ دو کس جنگ چون آتش ست ۶۹ سخن چینِ بدبخت ہیزم کش ست

ہمدردی

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند ۷۰ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار دگر عضوہا را نماند قرار
تو کز محنتِ دیگران بیغمی نشاید کہ نامت نہند آدمی
آنکہ در راحت و تنعم زیست او چہ داند کہ حالِ گرسنہ چیست
حالِ درماندگان کسے داند کہ باحوالِ خویش درماند

ہمسایہ

خانہ را کہ چو تو ہمسایہ است | دہ درم سیم کم عیار ارزد
لیکن امیدوار باید بود | کہ پس از مرگِ تو ہزار ارزد

بوستان

بنامِ جہاندارِ جان آفرین | حکیمِ سخن بر زبان آفرین

سبب نظم کتاب

در اقصائے عالم بگشتم بسے | بسر بردم ایام با ہر کسے
تمتع ز ہر گوشۂ یافتم | ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم
چو پاکانِ شیراز خاکی نہاد | ندیدم کہ رحمت برآن خاک باد
تولائے مردان این پاک بوم | برانگیختم خاطر از شام و روم

باب اول۔ عدل۔ رائے و تدبیر جہانداری

چراغیکہ بیوہ زنے برفروخت | بسے دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت
خدا ترس را بر رعیت گمار | کہ معمارِ ملک ست پرہیزگار
سرِ گرگ باید ہم اول برید | نہ چون گوسفندانِ مردم درید
قدیمانِ خود را بیفزائے قدر | کہ ہرگز نیاید ز پروردہ غدر
چو خدمت گزاریت گردد کہن | حقِ سالیانش فرامش مکن
چو بذلِ تو کردم جوانی خویش | بہنگامِ پیری مرانم ز پیش
برآوردنِ کامِ امیدوار | بہ از قید بندی شکستن ہزار
چو نرمی کنی خصم گردد دلیر | وگر خشم گیری شوند از تو سیر
درشتی و نرمی بہم در بہ است | چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است
جوانمرد و خوش خلق و بخشندہ باش | چو حق بر تو پاشد تو بر خلق پاش

مر ابلیس را دید شخصے بخواب | بقامت صنوبر برو آفتاب
نظر کرد و گفت اے نظیرِ قمر | ندارند خلق از جمالت خبر
ترا سهمگین روے پنداشتند | بگرمابه در زشت بنگاشتند
بخندید و گفت آن نه شکلِ منست | ۷۵ ولیکن قلم در کفِ دشمنست
برانداختم بیخِ شان از بهشت | کنونم بکین می نگارند زشت

شنیدم که جمشیدِ فرخ سرشت | بسر چشمۂ بر بسنگے نوشت
برین چشمه چون ما بسے دم زدند | برفتند چون چشم بر هم زدند
گرفتیم عالم بمردی و زور | ولیکن نبردیم با خود بگور
چو بر دشمنے باشدت دسترس | مرنجانش کورا همین غصه بس
عدو زنده سرگشته پیرامنت | ۷۶ به از خون او کشته در گردنت

شنیدم که دارای فرخ تبار | زلشکر جدا ماند روزِ شکار
دوان آمدش گله بانی به پیش | شهنشه برآورد تغلق زکیش
برآورد چوپانِ بددل خروش | که دشمن نیم در هلاکم مکوش
من آنم که اسپانِ شه پرورم | بخدمت درین مرغزار آورم
ملک را دلِ رفته آمد بجاے | بخندید و گفت اے نکوهیده راے
ترا یاوری کرد فرخ سروش | وگرنه زه آورده بودم بگوش
نگهبان مرعی بخندید و گفت | نصیحت زیاران نشاید نهفت
چنانست در مهتری شرطِ زیست | ۷۷ که هر کهترے را بدانی که کیست؟
توانم من اے نامور شهریار | که اسپے برون آرم از صد هزار
مرا گله بانی بعقلست و راے | تو هم گلۂ خویش داری بپاے
دران دارِ ملک از خلل غم بود | که تدبیرِ شاه از شبان کم بود

شنیدم که بگریست سلطانِ روم — بر نیکمردے ز اہلِ علوم
بسے جہد کردم که فرزندِ من — پس از من بود سرورِ انجمن
چه تدبیر سازم چه چاره کنم؟ — که از غم بفرسود جان و تنم ؟
تو تدبیرِ خود کن، که آن پُر خرد — که بعد از تو باشد غمِ خود خورد
چنان قحط سالے شد اندر دمشق — که یاران فراموش کردند عشق
چنان آسمان بر زمین شد بخیل — که لب تر نه کردند زرع و نخیل
شنیدم که یکبار در دجلهٔ — سخن گفت با عابدے کلهٔ
که من فرِّ فرماندہی داشتم — بسر بر کلاہے ہمی داشتم
سپہرم مدد کرد و نصرت وفاق — گرفتم ببازوے دولت عراق
طمع کرده بودم که کرمان خورم — که ناگه بخوردند کرمان سرم
بکن، پنبهٔ غفلت از گوش ہوش — که از مردگان پندے آید بگوش
چنین گفت شوریدهٔ در عجم — بکسریٰ که اے وارثِ مُلکِ جم
اگر ملک بر جم بماندے و بخت؟ ۸ ، — ترا چون میسر شدے تاج و تخت؟
اگر گنجِ قارون بدست آوری — نماند مگر انچه بخشی بری

باب ۳ عشق

ترا بنده از من بافتد بسے — مرا چو نتو دیگر نیفتد کسے

باب ۴ تواضع

یکے قطره باران ز ابرے چکید — خجل شد چو پہنائے دریا بدید
که جائیکه دریاست من کیستم؟ — گر او ہست، حقا که من نیستم
چو خود را بچشمِ حقارت بدید ۹ ، — صدف در کنارش بجان پرورید
سپہرش بجائے رسانید کار — که شد نامور لولوے شاہوار

فروتن بود ہوشمند گزین ۸۰ نہد شاخ پرمیوہ سر بر زمین

باب ۵ رضا

فروکوفت پیرے پسر را بچوب · بگفت اے پدر بیگناہم مکوب

توان بر تو از جور مردم گریست ۸۱ ولے چو تو جورم کنی چارہ چیست؟

شتر کرہ با مادر خویش گفت · پس از رفتن آخر زمانے بخفت

بگفت ار بدست منستے مہار · ندیدے کسم بارکش در قطار

باب ۶ قناعت

جوینے کہ از سعی بازو خورم · بہ از سیدہ بر خوان اہل کرم

چہ دلتنگ خفت آن فرومایہ دوش ۸۲ کہ بر سفرۂ دیگران داشت گوش

باب ۷ تربیت

مدر پردہ بر یار شوریدہ حال ۸۳ نہ طیبت حرام ست و غیبت حلال

یکے گفت با صوفی باصفا · ندانی فلانت چہ گفت از قفا

بگفتا خموش اے برادر بخفت · ندانستہ بہتر کہ دشمن چہ گفت

تو دشمن تری کاوری بر دہان · کہ دشمن چنین گفت اندر میان

سخن چین کند تازہ جنگ قدیم · بخشم آورد نیک مرد سلیم

میان دو تن جنگ چون آتش ست ۸۴ سخن چین بدبخت ہیزم کش ست

جوانے زنا سازگاری جفت · بر پیر مردے بنالید و گفت

گرانباری از دست این خصم چیر · چنان می برم کآسیا سنگ زیر

بسختی بنہ گفتش اے خواجہ دل · کس از صبر کردن نگردد خجل

بشب سنگ بالاے این خانہ شو · چرا سنگ زیرین نباشی بروز؟

چو از گلبنے دیدہ باشی خوشی · روا باشد ار بار خارش کشی

درختے که پیوسته بارش خوری ۸۳ تحمل کن آنگه که خارش خوری

غلام آبکش باید و خشت زن ۸۴ بود بندهٔ نازنین مشت زن

باب ۸ شکر

یکے را عسس دست بربسته بود ۔ همه شب پریشان و دل خسته بود

بگوش آمدش در شب تیره رنگ ۔ که شخصے همی نالد از دستِ تنگ

شنید این سخن دزدِ مغلول گفت ۔ تو بارے زغم چند نالی؟ بخفت

برو شکرِ یزدان کن ای تنگدست ۔ که دستت عسس تنگ برهم نبست

مکن ناله از بینوائی بسے ۸۵ چو بینی ز خود بینوا تر کسے

یکے گوشِ کودک بمالید سخت ۔ که اے بوالعجب رائے برگشته بخت

ترا تیشه دادم که هیزم شکن ۔ نگفتم که دیوار مسجد بکن

زره بازپس ماندهٔ میگریست ۔ که مسکین تر از من برین دشت کیست؟

خرِ بارکش گفتش اے بے تمیز ۔ ز جورِ فلک چند نالی؟ تو نیز

برو شکر کن چون بخر برنهٔ ۔ که آخر بزیر گران خر نهٔ

باب ۹ توبه

دو بیتم جگر کرد روزے کباب ۔ که می گفت گویندهٔ بارباب

دریغا که بے ما بسے روزگار ۸۶ بروید گل و بشکفد لاله زار

بسے تیر و دی ماه و اردی بهشت ۸۷ برآید که ما خاک باشیم و خشت

چرا دل برین کاروانگه نهیم؟ ۸۸ که یاران برفتند و ما بر رهیم

باب ۱۰ مناجات

تنم می بلرزد چو یاد آورم ۔ مناجاتِ شوریدهٔ در حرم

که می گفت با حق بزاری بسے ۔ میفگن که دستم نگیرد کسے

تو دانی که مسکین و بیچاره ایم — فرو مانده بالنفسِ اماره ایم

خدایا بذاتِ خداوندیت — باوصافِ بیمثل و مانندیت

چراغِ یقینم فرا راه دار — ز بد کردنم دست کوتاه دار

شنیدم که مستے ز تابِ نبید — بمقصورهٔ مسجدے در دوید

بنالید بر آستانِ کرم — که یارب بفردوس اعلیٰ برم

موذن گریبان گرفتش که هین — سگ و مسجد اے فارغ از عقل و دین

بگفت این سخن پیر و بگریست مست — که مستم بدار از من اے خواجه دست

عجب داری از لطفِ پروردگار — که باشد گنهگارے امیدوار

ترا مے نگویم که عذرم پذیر — درِ توبه باز است و حق دستگیر

بضاعت نیاوردم الا امید — خدایا ز عفوم مکن نا امید

قصائد و غزل و ابیات

۸۹ چه کند بنده که گردن ننهد فرمان را — چه کند گوے که عاجز نشود چوگان را

دستِ من گیر که بیچارگی از حد بگذشت — سرِ من دار که در پاے تو ریزم جان را

سعدی از سرزنشِ خلق نترسد هیهات — غرقه در بحر چه اندیشه کند طوفان را

ما صلاحِ خویشتن در بینوائی دیده ایم — هر کسے گو مصلحت بیند کارِ خویش را

ایها الناس جهان جاے تن آسانی نیست — مرد دانا بجهان داشتن ارزانی نیست

۹۰ هر کرا خیمه بصحراے فراغت زده اند — گر جهان جمله بلرزد غم ویرانی نیست

خوش است عمر دریغا که جاودانی نیست — پس اعتماد برین پنج روزِ فانی نیست

هر آن نصیبه که پیش از وجود بنهاد است — هر آنکه در طلبش سعی می برد باد است

۹۱ نمیدانم حدیثِ نامه چون است — همی بینم که عنوانش بخون است

سعدیا حالِ پراگندهٔ گوی آن داند — که همه عمر بچوگان کسے افتاده است

خود گفتم که نظر بر رخ خوبان کفر است | من ازین باز نگردم که مرا این دین است
وقت آنست که مردم ره صحرا گیرند | خاصه اکنون که بهار آمد و فروردین است
آنچه سرپنجهٔ سیمین تو با سعدی کرد | با کبوتر نکند پنجه که با شاهین است

مرا ازان چه که بیرون شهر صحرائیست | قرین دوست بهر جا که هست خوش جائیست
کسی که روی تو دیده است از عجب دارم | که باز در همه عمرش سر تماشائیست
ترا ملامت سعدی حلال کی باشد؟ | که بر کناری و او در میان دریائیست

هر آنکو سر بگرداند ز حکمت | ازان بیچاره تر مسکین نباشد

خلاف رای تو هرگز نیامد از سعدی | دلی که از تو بپرداخت با که پردازد؟

دلا اگرچه که تلخ است پیچ صبر ولیک | چو بر امید وصال است خوشگوار آید

سعدیا کنگرهٔ وصل بلند است ولیک | تا سر اندر ننهی دست بدانجا نرسد

آن نه عشق است که از دل بزبان می آید | وان نه عاشق که ز معشوق بجان می آید

زندگانی نتوان گفت حیاتی که مراست | زنده آنست که با دوست وصالی دارد

آن کیست که می رود به نخجیر | پای دل دوستان به زنجیر

من این بیتو که پروای تماشا دارم | کافرم گر دل باغ و سر صحرا دارم
که نه بر نالهٔ مرغان چمن شیفته ام | که نه سودای گل و لالهٔ حمرا دارم
بر گل روی تو چون بلبل مستم واله | از رخ لاله و نسرین چه تمنا دارم
گرچه لایق نبود گردن و دامن تو | هر کجا پای نهی فرق در آنجا دارم
گر بمسجد روم ابروی تو محراب منست | ور در آتشکده زلف تو چلیپا دارم
جانم از پختن سودای وصال تو بسوخت | تو من خام طمع بین که چه سودا دارم
عقل مسکین بچه اندیشه فرادست کنم؟ | دل شیدا بچه تدبیر شکیبا دارم؟
سر من دار که چشم از همگان بر دوزم | دست من گیر که دست از دو سرا بردارم

با توام یکنفس از هشت بهشت اولی تر
که من امروز چنینم غم فردا دارم
سعدیا خویشتنم خوان که بمعنی ز توام
گر بصورت نسب از آدم و حوا دارم

مرا بصورت شاهد نظر حلال بود
که هرچه مینگرم شاهدست در نظرم
دو چشم در سر هر کس نهاده اند ولیک
تو نقش بینی و من نقشبند مینگرم ۹۲

کفایتست همین پوستین پارینم
هزار سنگ پریشان همگینه بخورم

ز خسروان بتقدم چنین که میشنوم
وفا بعهد نکردست با کس این دوران
بنوبت اند ملوک اندرین سپنج سرای
خدای عزوجل راست ملک بی پایان

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین
بر زوال ملک مستعصم امیر المؤمنین
ای محمد گر قیامت می برآری سر ز خاک
سر برآور وین قیامت در میان خلق بین
نازنینان حرم را خون خلق نازنین
ز آستان بگذشت و ما را خون دل از آستین
زینهار از دور گیتی و انقلاب روزگار
در خیال کس نگشتی کانچنان گردد چنین
دیده بردار ای که دیدی شوکت بیت الحرام
قیصران روم سر بر خاک و خاقان بر زمین
خون فرزندان عم مصطفی شد ریخته
هم بران خاکی که سلطانان نهادندی جبین
وه که گر بر خون آن پاکان فرود آید مگس
تا قیامت تلخ گردد در دهانش انگبین
بعد ازین آسایش از دنیا نباید چشم داشت
قیر در انگشتری باید چو بر خیزد نگین
دجله خونابست زین پس گر نهد سر بر نشیب
خاک نخلستان بطحا را کند با خون عجین
روی دریا در هم آمد زین حدیث هولناک
میتوان دانست بر رویش ز موج افتاده چین
لیکن از روی مسلمانی و راه مرحمت
مهربان را دل بسوزد در فراق نازنین
تکیه بر دنیا نشاید کرد و دل بر وی نهاد
کآسمان گاهی بمهرست ای برادر گه بکین
چرخ گردون با زمین گوئی دو سنگ آسیاست
در میان هر دو روز و شب دل مردم طحین
زور بازوی شجاعت بر نیاید با اجل
چون قضا آید نماند قوت رای رزین

تیغ ہندی بر نیاید روز ہیجا از نیام — شیر مردی را که باشد مرگ پنہان از کمین
گر کسانند از پے مردار دنیا جنگجوے — اے برادر گر خردمندی چو سیمرغان نشین
روزگارت باسعادت باد سعدی مدح گوی — رایتت منصور و بختت یار و اقبالت قرین

کسے ملامتم از عشق روے او می کرد — که خیره چند ستانی بخون خود خوردن
نگار من چو در آید بخندۂ نمکین — نمک زیادہ کند بر جراحت ریشان
چہ بودے از سر زلفش بدستم او فتادے — چو آستین کریمان بدست درویشان

اے که پنجاه رفت و در خوابی — مگر این پنج روز دریابی
تا کے این باد کبر و آتش خشم ؟ — شرم بادت که قطرۂ آبی
کہل گشتی و ہمچنان طفلی — شیخ گشتی و ہمچنان شابی
تو به بازی نشسته و ز چپ و راست — میرود تیر چرخ پرتابی
تا درین گله گوسفندے ہست — نه نشیند اجل ز قصابی
تو چراغے نہادہ بر رہ باد — خانۂ در قمر سیلابی
گر برفعت سپہر و کیوانی — ور بحسن آفتاب و مہتابی
در بمشرق روی بسیاحی — در بمغرب روی بجلابی
در بتمکین ابن عفانی — ور به نیروے ابن خطابی
ور به نعمت شریک قارونی — ور بقوت عدیل سہرابی
ور ہمہ شود که سنگ سیاہ — زر خالص کنی بقلابی
ور به مردی زیادہ در گذری — ور بشوخی چو برق بشتابی
ملک الموت را بحیلہ و فن ۹۳ نه توانی که پنجه برتابی
مغتنم دان که ماه نو روزی — گل بریزد بوقت سیرابی
خشت بالین گورِ یاد آور ۹۴ اے که سر بر کنار احبابی

خفتنت زیر خاک خواهد بود ای که در خوابگاه سنجابی
بانگ طبلت نمیکند بیدار تو مگر مرده نه در خوابی
پس خلایق فریفتست این سیم که تو لرزان برو چو سیمابی
بس جهان دیده این درخت کهن که تو پیچان برو چو لبلابی
سعدیا راستی ز خلق مجوی ۹۵ چون تو در نفس خود نمییابی

گرم راحت رسانی ور گزائی محبت بر محبت می فزائی
همه مرغان خلاص از بند خواهند من از قیدت نمی خواهم رهائی
چنان از خمر و زنار و ناقوس نمی ترسم که از زهد و ریائی

تو در کمند نیفتاده و معذوری ازان بقوت بازوی خویش مغروری
بخنده گفت که سعدی سخن دراز مکن میان تهی و فراوان سخن چو طنبوری

هرگز حسد نبردم بر منصبی و مالی ۹۶ الا بر آنکه دارد با دلبری وصالی
دانی کدام دولت در وصف می نیاید چشمی که باز باشد هر لحظه بر جمالی
دانی کدام جاهل بر حال ما بخندد کو ره نبوده باشد در عمر خویش حالی
صوفی نظر نبازد جز با چنین حریفی سعدی غزل نگوید جز بر چنین غزالی

انتخاب

از

کلّیاتِ سودا

۲۹ نشتر

سودا

میرزا محمد رفیع نام - سودا تخلص - دہلی مولد، لکھنؤ مدفن - انکے باپ میرزا محمد شفیع بطریق تجارت کابل سے دہلی آئے اور یہین رہگئے -

خان آرزو میرزا کے اُستاد نہ تھے لیکن درجۂ اُستادی رکھتے تھے - انھین کی صلاح سے میرزا نے بجاے فارسی کے اُردو مین شعر گوئی شروع کی اور حاتم کی شاگردی اختیار کی جب میرزا کی شہرت بڑھی تو شاہ عالم بادشاہ اپنا کلام انھین دکھانے لگا لیکن تھوڑے ہی دنون مین باہمی لطف جاتا رہا اسی زمانہ مین نواب شجاع الدولہ نے لکھنؤ سے طلبی کا خط بھیجا اور اسمین برادر من مشفق مہربان من لکھا - میرزا کے قدردان جو دہلی مین تھے مانع ہوئے اور میرزا نے جواب خط مین یہ رباعی لکھی - رباعی

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک ؟ آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک ؟

حاصل یہی اس سے نا ؟ کہ دنیا ہووے بالفرض ہوا یون بھی، تو پھر تو کب تک ؟

بالآخر اپنے قدردانون کے مرنے پر میرزا نے دہلی چھوڑا - پہلے یہ فرخ آباد مین نواب بنگش کے یہان مقیم رہے پھر وہان سے لکھنؤ پہنچے - نواب کی ملازمت تو پہنچتے ہی ملگئی لیکن جب نواب نے ایک موقع پر وہ رباعی یاد دلائی تو میرزا کبیدہ خاطر ہوکر دربار سے کنارہ کش ہوگئے -

نواب شجاع الدولہ کے مرنے پر جب نواب آصف الدولہ کا زمانہ آیا تو میرزا کی پھر رسائی ہوئی اور ۶ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا جو میرزا کی وفات تک قایم رہا - اب میرزا مین جوانی کی امنگین باقی نہ تھین اور باقی بھی ہوتین تو آصف الدولہ کی بے نفسی کے سامنے اُنکا نذر نہ چلتا -

میرزا بڑے بددماغ اور نازک مزاج تھے یہی وجہ تھی کہ وہ ہجو بہت لکھتے تھے جہان کسی سے لڑائی ہوئی دوات اور قلم لیکر بیٹھ گئے لیکن دل مین کینہ نہین رکھتے تھے ہجو ختم ہوئی اور غصہ فرو ہوا میرزا نے ستر برس کی عمر مین وفات پائی - سال وفات ۱۱۹۵ھ -

غزلیات وابیات

مقدور نہین اُسکی تجلّی کے بیان کا | چون شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا
اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن ۱ | جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا
ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ ۲ | دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہان کا؟
سودا جو کبھی گوش سے ہمت کے سنے تو | مضمون یہی ہے جرس دل کی فغان کا

کس سے بیان کیجیے؟ حال دل تباہ کا، | سمجھے وہی اسے جو ہو زخمی تیری نگاہ کا
مجکو تیری طلب ہے یار تجکو ہے چاہ غیر کی | اپنی نظر مین یان نہین طور کوئی نباہ کا
دین و دل و قرار و صبر عشق مین تیرے کھو چکے | جیتے جواب کہ ہم نجیے نام نہ لین گے چاہ کا
وصل بھی ہو تو دل میرا غم کو نہ چھوڑے ہجر کے | یہ تو ہمیشہ ہے رفیق وصل ہے گاہ گاہ کا
سودا سُنا ہے مین نے یہ اُسپہ ہوا تو مبتلا | رشک سے جسکی چہرے کے داغ جگر ہے ماہ کا

دل مرا پند کو نہ سمجھے گا | پند تیری نکو نہ سمجھے گا
تجھسا دانا ہزار حیف کہ تو | یہ نہ سمجھا کہ وہ نہ سمجھے گا
بچنے کو آگ سے سمندر کو | کچھ نصیحت کرو نہ سمجھے گا
شمع سے دور رہنے کو ہر چند | کہو پروانے کو نہ سمجھے گا
یہ سمجھ لے تو آپ سودا کا | دل تری گفتگو نہ سمجھے گا

بہنا کچھ اپنی چشم کا دستور ہو گیا ۳ | دی تھی خدا نے آنکھ یہ ناسور ہو گیا
بھٹکی ہوئی پھرے ہے خدایا مری دعا | دروازہ کیا قبول کا معمور ہو گیا؟
سودا کو کہتے ہین کہ ہے اُس سے مصاحبت | کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا

نے رستم اب جہان مین نہ سام رہگیا | مردون کا آسمان کے تلے نام رہگیا
ساقی تو ہمکو دینے سے کیون جام رہگیا؟ | ملتا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہگیا

دل تو نے عبث لکھا تھا نامہ ۴ جو اُس نے دیا جواب دیکھا ؟

کھولی گرہ جو غنچے کی تو نے تو کیا عجب؟ — یہ دل کھلے جو تجھ سے تو ہوے صبا عجب

اسلام چھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار — تو بھی وہ بُت نہ رام ہوا اے خدا عجب

کی سیر ملک ملک کی سودا نے بھی ولے — اے شیخ سیکڑے کی ہے آب و ہوا عجب

اگر جنگل میں رہتا تا کسی راست — درختوں میں کہیں کٹ جاتے اوقات

گردنم را چو بآن تیغ سر و کار افتد — ای خوش آندم کہ سرم در قدم یار افتد

مژدۂ وصل تو اے شوخ بدان می ماند — خبرِ عفو چو در گوشِ گنہگار افتد

پیشِ این مشتریان حالِ دلت ای سودا — ہمچو کالاے بدین کوثر بازار افتد

اشک کے قطرے سے نیساں کا اثر رکھتی ہے شمع — سر سے لیکے تا قدم سلکِ گہر رکھتی ہے شمع

اے لالہ گو فلک نے دیے تجھکو چار داغ — پر چھاتی مری سراہ کہ اک دل ہزار داغ

دوست، در عشقِ تو مارا دشمنِ جان در بغل — تیرِ مژگان ترا دل گشت و پیکان در بغل

افسرِ شاہی بسر دارم ز خاکِ کوے دوست — گوشۂ خاطر بہ از ملکِ سلیمان در بغل

بر سمور و قاقم و سنجاب پشتِ پا زدم ۵ — ہمی گزارم دست ہنگامِ زمستان در بغل

درد دل را با کہ گویم آہ ازین خوبانِ ہند — بہرِ زخمش ہر یکے دارد نمکدان در بغل

آن بہارِ عمر کو؟ سودا بیا مے کہ من ۶ — صبح می رفتم سوے مکتب گلستان در بغل

نہ غرض کفر سے رکھتے ہیں نہ اسلام سے کام؟ — مدعا ساقی سے اپنے ہمیں اور جام سے کام

دلِ نالاں کو مرے کس کے ہے آرام سے کام — کوئی بیچین رہے؟ اپنے اسے کام سے کام

گر اکیلا کہیں ملجاے ہمیں تو دل کا — سمجھے من مانتا اُس شوخ گل اندام سے کام

کیوں میں تسکینِ دل اے یار کروں یا نکروں — نالہ جا کر پسِ دیوار کروں یا نکروں؟

ناصحا اُٹھ مرے بالیں سے کہ دم رکتا ہے — ناے دل کھول کے دو چار کروں یا نکروں؟

کوچۂ یار کو میں رشکِ چمن اے سودا — جا کے با دیدۂ خونبار کروں یا نکروں؟

گدا دستِ اہلِ کرم دیکھتے ہین / ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہین
نوشتے کو میرے مٹاتے ہین رو رو / ملایک جو لوح و قلم دیکھتے ہین
اکڑ سے نہین کام سنبل کے ہم کو / کسی زلف کا پیچ و خم دیکھتے ہین
مگر تجھ سے رنجیدہ خاطر ہے **سودا** / اُسے تیرے کوچے مین کم دیکھتے ہین

نی بلبل چمن نہ گلِ نو دمیدہ ہون / مین موسم بہار مین شاخِ بریدہ ہون
گریان بشکلِ شیشہ و خندان بطرز جام / اس میکدہ کے بیچ عبث آفریدہ ہون
مین کیا کہون کہ کون ہون **سودا** بقول درد / جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین / تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین
اے مرغِ دل سمجھ کے تو چشمِ طمع کو کھول / [illegible] ہر دام چھپا ہے دانے مین
چلے مین کھینچ کھینچ کیا قد کو جون کمان / تیر [illegible] پہنچا یا نشانے مین
ہمسا تجھے تو ایک نہین تجھ سے ہین ہمی / جا دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے مین
سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر / اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے مین

جی تک تو دے کے لون مین جو ہو گا اگر کہین / اے آہ کیا کہون نہین ملتا اثر کہین
ساقی ہے اک تبسمِ گل فرصتِ بہار / ظالم بھرے ہے جام تو جلدی سے بھر کہین
خوناب یون کبھی نہ مری چشم سے بہا / لگا نہ جب تک آن کے لختِ جگر کہین
اے دل تو کہہ تو تجھ سے کہ مین کیا کرون نثار / آوے کبھی جو حضرتِ **سودا** ادھر کہین

بلبل کہین پتنگ کہین اور ہم کہین / یک جا یہ دل جلے نہ ہوئے ایک دم کہین
درکار کچھ نہین تجھے چلنے مین خضرِ راہ / کوئی شخص نہ بھولتا راہِ عدم کہین
سودا رہے گی آہ اگر آتی تسلسل / اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جاوے دم کہین

یہ مین بھی سمجھون ہون یار وہ یار یار نہین / کرون مین کیا کہ مرا دل بہ اختیار نہین
عبث تو سر کی مرے ہر گھڑی قسم مت کھا / قسم خدا کی ترے دل مین اب وہ پیار نہین
مین ہون وہ نخل کہ جس نخل کو قیامت تک / بہار کیسی ہی آوے تو برگ و بار نہین

جہان کے بیچ غمِ دل کہون تو مین کس سے ؟ سوائے غم کے مرا کوئی غمگسار نہین
ہزار قول کرین یہ نباہ کا سودا مجھے بتون کی محبت کا اعتبار نہین

جس سے پوچھا کہین دل خوش ہے کہین دنیا مین رو دیا اُن نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہین
جگر انکا ہے جو تجکو صنم کہہ یاد کرتے ہین میان ہم تو مسلمان ہین خدا سے بھی کبھی ڈرتے ہین
کسی کے مرگ پر اے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز بہت سا رویئے اُنکو جو اس جینے پہ مرتے ہین
کیفیتِ چشم اُسکی تجھے یاد ہے سودا ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

زندگی محبوب کیا کیا اسمین ہین محبوبیان بیوفائی نے یہ اسکی میٹ دین سب خوبیان

اسباب سے جہان کے کچھ اب پاس گو نہین یہ فکر تو نہین کہ یہ ہے اور وہ نہین

فائدہ کیا خط تجھے لکھ لکھ اگر رد ہا ہو تمہین ۸ نامۂ اعمالِ دل لکھتا ہون اور دھوتا ہون مین

چیز کیا ہون جو کرین قتل وہ آنکھین مجکو بھر گئی دیکھ کے منہ خنجرِ مژگان مجکو
اے نسیمِ سحری مہر و مروت سے دور بے نہایت نظر آتا ہے گلستان مجکو
ریختہ اور بھی دنیا مین رہے اے سودا جینے دیوے جو کبھی کاوشِ دوران مجکو

شیخ نے اُس بت کو جس کوچے مین دیکھا شام کو لے چراغ اب ڈھونڈھتا ہے تا سحر اسلام کو
چھوٹ کر تجھ سے نہ پتیاوے کسی کو پھر یہ دل مرغ وہ پھنستا نہین جو توڑ بھاگے دام کو
جنسِ دل کتنی ہے ناکارہ ببازارِ بتان ایک پوچھے لون تو لیوے دوسرا کس کام کو

کرے ٹک منفعل کوئی مرے بیداد قاتل کو دکھا دے خاکِ پروانہ پہ گریان شمعِ محفل کو
الٰہی ہے سکت نعم البدل کے تجکو دینے کی مجھے اسکی عوض تو کچھ نہ دے پر پھیر دے دلکو

ایک گل تک مرا مانع نہ ہوا چلتے وقت ۹ خار نے بھی نہ رکھا کھینچ کے دامان مجکو
کسکی ملت مین گنون آپکو بتلا اے شیخ تو مجھے گبر کہے گبر مسلمان مجکو

میکشو روح ہماری بھی کبھی شاد کرو توڑئیے گر بزم مین شیشہ تو ہمین یاد کرو

لیتا ہے تو کسی کا تو دل لے سمجھ سمجھ ۱۰ بازی نجان اسکو بلا لے سمجھ سمجھ

قابل نہین ہی کوئی ملاقات کے دلا | ملتا ہی گر کسی سے تو دل سے سمجھ سمجھ
زاہد نہ کھینچ رنج تو سودا کی وضع کا | جا مدرسہ مین کھینچ تو چلیے سمجھ سمجھ

سودے کی سیر سے جسکو تدبیر نظر آئی | شمشیر کے جوہر کی زنجیر نظر آئی
اس باغ مین اک گل کو خندان جو کبھی دیکھا ۱۱ | سو غنچہ کی وہان صورت دلگیر نظر آئی
کی عمر عبث ضایع خدمت مین مہوس کی ۱۲ | خاک اپنی ہی جب دیکھی اکسیر نظر آئی
صنعت کے مصور نے کھولا جو مرقع کو | ایک اسمین نہ تیری سی تصویر نظر آئی
اس زلف کو جب دیکھا ہر ہاتھ مین سودا کے | بپھری ہوئی ہاتھی کی زنجیر نظر آئی

جب یار نے اٹھا کر زلفون کے بال باندھے | تب مین نے اپنے دلمین لاکھون خیال باندھے
دو دن مین ہم تو ریجھے ای وای حال انکا | گزرے ہین جنکے دل کو یہان ماہ و سال باندھے
دو چار شعر آگے اسکے پڑھے تو بولا | مضمون یہ تو نے اپنے کیا حسب حال باندھے
سودا جو اس نے باندھا زلفون مین دل سزا ہی | شعرون مین اسکے تو نے کیون خط و خال باندھے

جاتے ہین لوگ قافلہ کے پیش و پس چلے | دنیا عجب سرا ہی جہان آکے بس چلے
کہنا صبا سلام ہمارا بہار سے ۱۳ | ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوے قفس چلے
اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ ۱۴ | جمعیت دلی یہ ترے پھول ہنس چلے
تیرے سخن کو مین بسر و چشم ناصحا | مانون ہزار بار اگر دل سے بس چلے
نکلا جو دل سے نالہ تو سینے سے دور کے اشک ۱۵ | سن مردمان قافلہ بانگ جرس چلے
صیاد اب تو کیجیے قفس سے ہمین رہا ۱۶ | ظالم پھڑک پھڑک کے یہ دو بال گھس چلے
کام اس گلی مین سر سے یہ سودا گزر چکا | کیا تاب اک قدم جو ادھر بوالہوس چلے

گوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے ۱۷ | ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے
وہ شخص یار خاطر ہرگز نہ ہو کسی کا | جسکا ندیم ہوئے اسکی نظر کو پرکھے
جوہر ہنوسے جسمین جوہر شناس کب ہے | جو صاحب ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے

دستِ سخن کو اپنے یکھا سے آدمی سے — ہرگز نہ کہہ تو سودا ہر جانور کو پرکھے

بولو نہ بول شیخ جی ہم سے کڑے کڑے — یہاں چیٹ گیے ہین اس سے عمامہ بڑے بڑے
کیا میکدے مین آنکے چڑھے گا محتسب؟ — پیوینگے اُسکی ضد سے تو اب ہم گھڑے گھڑے
قامت نے تیرے باغ مین جا ازبسکہ بندگی — لکھوا لیا ہی سرو چمن سے کھڑے کھڑے
ملیا گلے سے اب تو مرے یار کیا ہوا؟ — دورِ روزِ دوستی مین جو باہم لڑے لڑے
سودا کے ہوتے وامق و مجنون کا ذکر کیا؟ — عالم عشق اُٹھا سے ہی مُردے گڑے گڑے

نسیم ہے ترے کوچے مین اور صبا بھی ہی — ۱۸ ہماری خاک سے دیکھو کہ کچھ رہا بھی ہی؟
ترا غرور مرا عجز تا کجا ظالم — ۱۹ ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہی؟
سمجھ کے رکھیو قدم خار دشت پر مجنون — کہ اس نواح مین سودا برہنہ پا بھی ہی

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے؟ — اپنا ہی تو فریفتہ ہو دے خدا کرے
قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہی ضرور — آیندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے
فکرِ معاش عشقِ بتان یادِ رفتگان — اس زندگی مین اب کوئی کیا کیا کیا کرے
تنہا نہ روزِ ہجر ہی سودا پہ ہے ستم — پروانہ سان وصال مین شب جلا کرے

صورت مین مین کہتا نہین ایسا کوئی کب ہی — ۲۰ اک وضع ہی کہ وہ قہر ہی آفت ہی غضب ہی
کیا چیز ہی وہ دل جسے کہتے ہین الٰہی — یک قطرۂ خون سینہ مین آفات طلب ہی
اک طرز ہو لُٹ جانے کی دل کی تو کہون مین — ہی جو حرکت جان کے غارت کا سبب ہی

وہ ہی جہان مین رموزِ قلندری جانے — ۲۱ بھبوت تن پہ جو ملبوسِ قیصری جانے
غلام اُسکی مین ہمت کا ہون کہ جو اپنے — جگر کے خون کو خوانِ تونگری جانے
زبان ہن مین تو غنچے کی بھی ہی کیا لازم؟ — کہ جسکے منہ مین زبان ہو سخنوری جانے

تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یان خاک کر گئی — شبنم بھی اس چمن سے صبا چشم تر گئی
کیجو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ — سینہ سے ارمغان لیے لختِ جگر گئی

پروانہ رات شمع سے اتنی جلے کہ صبح　　خاکستر انکی لے کے صبا دوش پر گئی
پروانہ کونسا نہ جلا شام کو کہ شمع ؟　　روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی

لاکھ طوفان بجہان ہمکو فلک دکھلا دے　　۲۲ کسی عاشق کے نہ آنسو کی ڈھلک دکھلا دے
تیرے شوریدہ کو حسبان کہ زمین کو سونپا　　زلزلہ کو بھی خدا وہ نہ فلک نہ دکھلا دے

ہر ایک شی مین سمجھ تو ظہور کس کا ہے؟　　شرر مین روشنی شعلہ مین نور کسکا ہے؟
دماغ خلق پر از کبر ہے مین حیران ہون　　یہ مشت خاک مین اتنا غرور کسکا ہے؟

جینا یہ ترا وہم کا اک ریشہ ہے　　اور فکر معیشت کی ترا پیشہ ہے
مرتا نہ تو کیا جانیے تو کیا کرتا　　اے خانہ خراب اسپہ یہ اندیشہ ہے

جب اس چمن مین چھوڑ کے ہم آشیان چلے　　۲۳ ایک ہمصفیر نے بھی نہ پوچھا کہان چلے؟
غنچے سے مسکرا کے اسے زار کر چلے　　نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے

کیا جانیے کس کس سے نگہ اسکی لڑی ہے　　جس کوچے مین جا دیکھو تو اک لوتھ پڑی ہے

دل اس سینہ مین ہے یا قطرہ سیماب ہو گیا ہے؟　　قفس مین مرغ ہے یا ماہی بے آب ہو گیا ہے؟

عبث نالان ہے اس گلشن مین تو اے بلبل نادان　　۲۴ نہین ہے رسم یہان کوئی کسی کی داد کو پہنچے
پہنچا کے سہم دیکھ تو کیا نعمت　　کھاوے نہ اسے آپ وہ اور ہمکو دے

جس روز کسی اور پہ بیداد کرو گے　　۲۵ یہ یاد رہے ہمکو بہت یاد کرو گے

قطعات

تجھ مین عجب معاش ہے سودا کا اندنون　　تو بھی ٹک اسکو جا کے ستمگار دیکھنا
نہ حرف نہ حکایت نے شعر نے سخن　　نے سیر باغ نے گل و گلزار دیکھنا
یا جا کے اس گلی کو جہان تھا ترا گزار　　لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا
تسکین دل نہ اسمین بھی پائی تو پھر شغل　　پڑھنا یہ شعر گر کبھی اشعار دیکھنا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکین روز ہجر کو ۔۔۔ پر جو خدا دکھاوے سو ناچار دیکھنا

کہا کلام یہ سودا سے ایک عاقل نے ۔۔۔ کسی سے ربط کوئی زیر آسمان نکرے
کیا جو تجربہ اُن دوستون کو بد پایا ۔۔۔ بدی کا جن پہ کسی طرح دل گمان نکرے
یہ سن کے اُس سے کہا سُنکر اُسکے سودا نے ۔۔۔ شکایت اتنی کسی کی کوئی بیان نکرے
بھلے بُرے کے تجھے امتحان سے ہی کیا کام؟ ۲۶ ۔۔۔ یہ شکر کر کہ تجھے کوئی امتحان نکرے

قصائد

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہی ۔۔۔ دعوی نہ کرے یہ کہ مرے منھ مین زبان ہی
مین حضرتِ سودا کو سنا بولتے یار و ۔۔۔ اللہ رے اللہ کیا نظم بیان ہی؟
اتنا مین کیا عرض کہ فرمایئے حضرت ۔۔۔ آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہی؟
سنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا ۔۔۔ اس امر مین قاصر تو فرشتے کی زبان ہی
یہان فکرِ معیشت ہی تو وہان دغدغہ حشر ۲۷ ۔۔۔ آسودگی حرفیست نہ یہان ہی نہ وہان ہی

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار ۔۔۔ رکھتا نہین ہی دستِ عنان کا بیک قرار
جنکے طویلے بیچ کئی دن کی بات ہی ۔۔۔ ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار
اب دیکھتا ہون مین کہ زمانے کے ہاتھ سے ۔۔۔ موچی سے کفش پا کو گٹھاتے ہین وہ اُدھار
تنہا دہی نہ دہر سے عالم خراب ہے ۔۔۔ خسّت سے اکثرون نے اُٹھایا ہی ننگ و عار
نوکر ہین سو روپے کے دیانت کی راہ سے ۔۔۔ گھوڑا رکھین ہین ایک سو اتنا خراب و خوار
نہ دانہ و نہ کاہ و نہ تیمار نہ سئیس ۱۰ ۔۔۔ رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفلِ شیر خوار
ناطاقتی کا اُسکے کہان تک کرون بیان ۔۔۔ فاقون کا اُسکے اب مین کہانتک کرون شمار؟
مانندِ نقشِ نعل زمین سے بجز فنا ۔۔۔ ہرگز نہ اُٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایک بار
اس مرتبہ کو بھوک سے پہنچا ہی اُسکا حال ۔۔۔ کرتا ہی راکب اُسکا جو بازار مین گزار

قصاب پوچھتا ہی مجھے کب کرو گے یاد — امیدوار ہم بھی ہین کہتے ہین یون چمار

جس دن سے اس قصائی کے کھونٹے بندھا ہی وہ — گزرے ہی اس نمط سے ہر لیل و ہر نہار

ہر رات اخترون کے تئین دانہ بوجھ کر — دیکھے ہی آسمان کی طرف ہو کے بیقرار

تنکا اگر پڑا کہین دیکھے ہی گھانس کا — جو کی کو آنکھ موند کے دیتا ہی وہ بسیار

خط شعاع کو وہ سمجھ دستۂ گیاہ — ہر دم زمین پہ آپ کو ٹیکے ہے بار بار

ہے اسقدر ضعیف کہ اُڑ جائے باد سے — مینخین گر اُسکے تھان کی ہو دین نہ استوار

سمجھا نہ جاے یہ کہ وہ ابلق ہی یا سرنگ — خارشت سے زبسکہ ہی مجروح بیشمار

ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہین مکھیان ۲۸ کہتے ہین اسکے رنگ کو مگسی اہل اعتبار

تنہا نہ اُسکے غم سے ہی دل تنگ زین کا — خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار

القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور — آیا یہ دل مین جائیے گھوڑے پہ ہو سوار

رہتے تھے گھر کے پاس قضارا وہ آشنا — مشہور جنکے پاس تھا وہ اسپ نابکار

خدمت مین اُنکی مین نے کیا جا یہ التماس — گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار

فرمایا جب اُنھون نے کہ اے مہربان من — ایسے ہزار گھوڑے کرون تم پہ مین نثار

صورت کا جسکا دیکھنا ہیگا گدھے کو ننگ — سیرت سے نت ہی جنکے سگ خشمگین کو عار

مانند میخ جو کی نکلر زنی ہی تھان پر — لاجنب وہ زمین سے ہی جیون میخ استوار

حشری ہی اسقدر کہ یہ حشر اُسکی پشت پر — دجال اپنے منھ کو سیہ کرکے ہو سوار

اتنا دو سرنگون ہے کہ سب اُڑ گئی ہین دانت — جبڑے پہ زبسکہ ٹھوکرون کی نت پڑے ہی مار

ہے پیر اسقدر کہ جو بتلاے اُسکے سن — پہلے وہ دے کے ریگ بیابان کی شمار

لیکن مجھے ز روے تواریخ یاد ہی — شیطان اُسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار

کم رو ہی اسقدر کہ اگر اُسکے نعل کا — لوہا منگا کے تیغ بنا دے کبھی لوہار

ہے دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ — رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار

مانند اسپ خانۂ شطرنج اپنے پاؤن — جز دست غیر کے نہین چلتا ہے زینہار
سودا نے تب یہ قصیدہ کہا سن کے ماجرا — ہے نام اس قصیدے کا تضحیک روزگار

مثنوی

مراد ل نام پر اُسکے ہے شیدا — کیا ہے جس نے حسن و عشق پیدا
وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا — وہی معنی ہے طوطی کے سخن کا
چمن مین ذکر سے اُسکے ہے تفریح — گلون کو دانۂ شبنم ہے تسبیح
یہ جلوہ حسن کا ہے گل مین اُس سے — اثر ہے نالۂ بلبل مین اُس سے
دلون کا عاشقون کے محرم راز — ادا و ناز کا خوبان کے دمساز
کہین نور چراغ خانہ ہے وہ — کہین سوز دل پروانہ ہے وہ
کسی کے دل مین پاتا ہون اُسے درد — کسی سینے مین تاثیر دم سرد
اُسی کا جلوہ حسن زلف مہ رو — اُسی کی نافۂ آہو مین ہے بو
چراغ دیر و کعبہ سے نہین دور — یہ دونون روشن از یک عالم نور
ہر اک جادہ باندازِ دگر ہے — گہر مین آب پتھر مین شرر ہے ۲۹
خدایا دے تو اپنے عشق کا درد — عنایت کر دل گرم و دم سرد
تعشق مین کر اپنے اسقدر غرق — نہ مجھسے کفر و دین مین ہوسکے فرق

انتخاب

از

دیوانِ صائب

۵۰ نشتر

صائب

میرزا محمد علی نام۔ تبریز در نواحی صفہان مولد۔ نامی شاعروں میں انکا شمار ہوتا ہے۔
خزانہ عامرہ میں انکی بابت لکھا ہے " اگر او را رابع رسل ثلاثہ شعر گویند بجا ست " سرو آزاد
اسکی نسبت یہ رائے رکھتا ہے کہ ایسا معنی آفرین شاعر کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا۔ خود صائب
اپنی نسبت فرماتے ہیں ؎ زصد ہزار سخنور کہ در جہان آید + یکے چو صائب شوریدہ حال
برخیزد۔ حافظ و سعدی کے برابر تو میں انکو نہیں سمجھتا لیکن اُن دونوں کے بعد انکا درجہ
ضرور ہے۔ مضمون آفرینی میں انکا درجہ دونوں سے بڑھا ہوا ہے۔ مثلاً شیخ سعدی فرماتے
ہیں ؎ اگر عدو کو تو مرد جائے شادمانی نیست + کہ زندگانی تو نیز جاودانی نیست +
اسی مضمون کو صائب نے یوں ادا کیا ہے ؎ بنان بمرگ عدو خوش دلی وزین غافل +
کہ موج ہمہ بایک دیگرہم آغوش شدار + دونوں میں جو فرق ہے ظاہر ہے۔ لیکن باوجود اسکے
وہ کوئی اور ہی شے ہے جو حافظ اور سعدی کو صائب پر بالا رکھتی ہے۔

صائب نے اصفہان میں نشو و نما پائی پھر سفر کیا وہاں سے واپس آکر شاہ
خراسان کے دربار میں حاضر ہوئے۔ پھر دربار جہانگیری کا شوق انھیں ہندوستان لایا
یہاں سے براہ کشمیر ایران واپس گئے۔ آخر عمر تک شاہان صفویہ کی حضوری میں رہے
اور وہیں ۱۰۸۰ھ میں انتقال کیا۔

تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا کلام بہت بڑی جلدیں ہونا چاہیے لیکن جو نسخہ
" دیوان صائب " نام یہاں دستیاب ہو سکتا ہے اس سے جو کچھ قابل انتخاب تھا
وہ ہدیہ ناظرین ہے۔

غزلیات و ابیات

فقر بقدر کند سلطنتِ عالم را هوسِ ملک نباشد پسرِ ادهم را

سکندر کارِ خرد نفس چو گردید مطیع دزد چون شحنه شود امن کند عالم را

خرد شمار گنه را که گناهیست بزرگ گندمے کرد ز فردوس برون آدم را

نیست ممکن نه کند صحبتِ نیکان تاثیر گل بخورشید رساند سرِ شبنم را

کارِ اکسیر کند همتِ ذاتی صائب خاک در دستِ زر و سیم شود حاتم را

غیرِ حق را میدهی ره در حریمِ دل چرا؟ میکشی بر صفحهٔ هستی خطِ باطل چرا؟

ترا در بوتهٔ گل بهرِ آن دادند این مهلت که سیمِ ناقصِ خود را کنی کامل عیار اینجا

رخنیت چون دندان شود افزون غم از خلق را سدِ راهِ شکوه روزنیست دندان خلق را

عجب که یک دلِ خوش در جهان شود پیدا ز شوره زار کجا زعفران شود پیدا؟

ریشهٔ نخلِ کهن سال از جوان افزون تر است بیشتر دلبستگی باشد بدنیا پیر را

جهان استخوانے است بیمغز صائب به پیشِ سگ انداز این استخوان را

از کدو بوئے شراب آمد بدشواری برون از سرِ بیمغز نتوان برد حُبِّ جاه را

حسد با اہلِ حسد کار می کند صائب چنانکه آتشِ سوزنده می خورد خود را

اگر خدائے جهان را سمیع میدانی مکن بلند برائے خدا تلاوت را

آنچنان کز رفتنِ گل خار میماند بجا از جدائی حسرتِ بسیار میماند بجا

ندارد با تعلق سود دست افشاندن از دنیا که آزادی گرفتار است مرغِ رشته بر پا را

بعصیان مگذران زنهار ایامِ جوانی را مکن صرفِ زمینِ شور آبِ زندگانی را

بمهرِ خاموشی تیغِ زبان را کن سپر داری اگر در بسته میخواهی بهشتِ جاودانی را

زبیدردان علاجِ دردِ خود جستن بآن ماند که خار از پا برون آرد کسے با نیشِ عقربها

نیست در دیدهٔ ما منزلتی دنیا را   ما نه بینیم کسی را که نه بیند ما را

هر قدر صائب شود بنیادِ نخلِ عمر سست   ریشهٔ طولِ امل در دل شود محکم مرا

رزقِ ما آید بپای میهمان از خوانِ غیب   میزبانِ ماست هر کس میشود مهمانِ ما

مگس را بے تردد عنکبوت آرد مدام خود ۴   ید طولی است در تحصیلِ روزی گوشه گیران را

هر که با خود دو گواه از رگِ گردن دارد ۵   می برد پیش دو صد دعویِ بیمعنی را

چون شود هموار دشمن احتیاط از کف مده ۶   مکرها در پرده باشد آبِ زیرِ کاه را

دل بسیرِ عمرِ مستعجل که اسپِ تند را   نیست مانع از دویدن پا فشردن در رکاب

درونِ گنبدِ گردونِ فتنه بار مخسپ   بزیرِ سایهٔ پل موسمِ بهار مخسپ

فتاده است زمین پیشِ پای صرصرِ مرگ   چه گرد بر سرِ این فرشِ مستعار مخسپ

جوابِ آن غزلِ مولوی است این صائب   ز عمرِ یک شبه کم گیر و زینهار مخسپ

خشمِ عالم سوز را کوته زبان کردن بحلم   آتشِ سوزنده را بر خود گلستان کردنست

دلبستگی ست مادرِ هر ماتمی که هست ۷   میزاید از تعلقِ ما هر غمی که هست

خوردنِ گندم برون انداخت آدم را ز خلد   تا بدانی پیشِ حق یک جو اطاعت سهل نیست

بهر که هر چه دهی نامِ آن مبر صائب ۸   که حقِ خود طلبیدن کم از گدائی نیست

نیست ناقص را کمالی بهتر از اظهارِ عجز ۹   دستگیرِ ناشناور دست بالا کردن است

با کمالِ احتیاج از خلق استغنا خوش است   با دهانِ خشک مردن بر لبِ دریا خوش است

فکرِ شنبه تلخ دارد جمعهٔ اطفال را   عشرتِ امروزِ بی اندیشهٔ فردا خوش است

مردمِ هموار را از خاک بر باید گرفت   رشتهٔ بے گره را در گهر باید گرفت

طفل داند دایه را حورِ بهشت و جوی شیر ۱۰   زشتیِ زالِ جهان بر ناقصان معلوم نیست

روزگارِ زندگی نقشی بر آب بیش نیست   موج را قسمت ز دریا پیچ و تابی بیش نیست

از خس و خارِ غرض گر پاک باشد سینها   هیچ باغِ دلگشا چون دیدنِ احباب نیست

درد و زخم بغلمن و نام گنهٔ صبر — آتش بگرمی عرق انفعال نیست

صدای طبل رحیل ست شادیانهٔ او ۱۱ کسیکه توشه باندازهٔ سفر بسته است
چرا غم دگران میکشند پریشانم — اگر نه رشتهٔ جانها بیکدگر بسته است
بچرخ میرود آخر درین جهان صائب — چو سکه هرکه دل خویش را بزر بسته است

برمگس هرگز نرفت از دامگاه عنکبوت — بر دل من این ستم کز رشتهٔ آمال رفت

بهر گندم کرد آدم ترک نعمای بهشت — چاره از الوان نعمت هست و از نان چاره نیست

برون زکیسهٔ ممسک درم نمی آید — ز دست بستهٔ سخا و کرم نمی آید
دهان هرکه بد آموز شد بحرف سوال ۱۲ جراحتیست که هرگز بهم نمی آید
چسان دواند کجی ریشه در جهان صائب — که حرف راست برون از قلم نمی آید

زمال رزق حریصان بود غبار ملال ۱۳ که غیر گرد ز گندم بآسیا نرسد
جگر گداز بود زرد روئی منت — خدا کند که مس ما به کیمیا نرسد

ز زر و سیم نه لعل و نه گهر خواهد ماند — در بساط تو همین گرد سفر خواهد ماند
خشت بالین تو سازند پرستاران — از تو هر چند دو صد بالش پر خواهد ماند

کسی که عیب ترا پیش چشم بنگارد ۱۴ ببوس دیدهٔ او را که بر تو حق دارد
بزرگ اوست که بر خاک همچو سایهٔ ابر ۱۵ چنان رود که دل مور را نیازارد

مرگ را آماده شو هرگاه گردد مو سفید — زندگی بر طاق نسیان نه چو شد ابرو سفید
پرده پوشی چون شب تاریک کار صبح نیست — دست بردار از سیه کاری چو گردد مو سفید

جامهٔ فتحست آگاهی درین وحشت سرا — غوطه در خون میزند صیدی که غافل میشود
دوستی با ناتوانان مایهٔ روشندلیست ۱۶ موم چون با رشته سازد شمع محفل میشود

همیشه خازن شهدست از حلاوت خویش ۱۷ کسی که خانه چو زنبور مختصر دارد
امید مهر ز نوخیزگان مجو صائب — که نونهال کجا طاقت ثمر دارد

حضورِ خاطر اگر در نماز شرط شده است — عبادتِ همه رو سوی زمین قضا دارد

ز بس ز نقشِ تعلق رمیده‌ام **صائب** — بمسجدی ننهم پا که بوریا دارد

میانِ خوف و رجا حالتیست عاشق را — که خنده در دهن و گریه در گلو دارد

به آبروی حیاتِ ابد قناعت کن — که خضرِ وقت بود هر که آبرو دارد

خانهٔ هر که به اندازه بود چون زنبور — همه ایامِ حیاتش به حلاوت گذرد

چون زمین پاک بود تخم مدارید دریغ — صبح حیف است که بی اشکِ ندامت گذرد

مبین بچشمِ حقارت بهیچ خصمِ ضعیف — که پشه گرد بر آورد از سرِ نمرود

چو پشه زود سرِ خویش بنهد بر باد — کسی که رخنهٔ لب را نمیکند مسدود

تیغ بر مرده کشیدن ز جوانمردی نیست — غیبتِ مردمِ پیشینه نمی باید کرد

تا به اکسیرِ ریاضت نکنی خون را مشک — خرقه چون نافه ز پشمینه نمی باید کرد

از درِ حق بدرِ خلق مبر حاجتِ خود — شکوه از یار به اغیار نمی باید کرد

بنوبهارِ جوانی اطاعتِ حق کن ۱۸ — که چوب خشک چو گردید خم نمیگردد

عنانِ نفس ز کف دادن از دلیری نیست — سگِ درنده را اسیرِ قلاده می باید

چارهٔ دل عقل به تدبیر نتوانست کرد — تقصیرِ این ویرانه را تعمیر نتوانست کرد

کسی که بر آید ز خسیسانِ نظر تنگ ۱۹ — آبیست که از چاه بغربال بر آید

هر که زشتست همان زشت [illegible] ۲۰ — کور از خواب محالست که بینا خیزد

در خشک سال آبِ گهر کم نمی شود ۲۱ — بخلِ فلک به اهلِ قناعت چه میکند

بارانِ بی محل ندهد نفع کشت را ۲۲ — در وقتِ پیری اشکِ ندامت چه میکند

پر از گوهر کند نیسان دهانِ تشنه خالی — که تا بندد صدف سالی دهن یکبار بگشاید

نماند از سرد مهریهای دوران در جگر آهم ۲۳ — درختی را که سرما سوخت دودش بر نمی آید

مکن اعانتِ ظالم ز ساده لوحی ها ۲۴ — که تیغ سنگِ فسان را سیاه رو سازد

عارفانیکه به تسلیم و رضا ساخته اند ۲۵ مردمک را سپر تیر قضا ساخته اند

نیست ممکن هیچکس را ز افتادگی نقصان کند   قطره چون از چشم ابر افتاد گوهر می شود

دیدهٔ حرص محالست شود سیر بخاک   دام در زیر زمین هم نگران می باشد

محتاج به زیور نبود حسن خدا داد   دندان گهر حاجت مسواک ندارد

صاف دل محرم و بیگانه نمی داند چیست ۲۶ که بروی همه کس آئینه در باز کند

ازان از گوشهٔ عزلت نمی آیم برون صائب   که ترسم سایه بر فرقم همای دولت اندازد

دهن خویش به دشنام میالا زنهار ۲۷ کین زر قلب به هر کس که دهی باز دهد

درین زمانه باطل کسیکه حق گوید   برای خویش چو منصور ریسمان تابد

ثنای خود بخود گفتن نمی زیبد ترا صائب ۲۸ چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کی یابد

بردار کلاه نمدی از سر بی مغز   کین خوان تهی حاجت سر پوش ندارد

رسد بظالم دیگر ذخیرهٔ ظالم   نصیب تیر شود پر چو از عقاب آید

پاک کن از غیبت مردم دهان خویش را ۲۹ ای که از مسواک هر دم میکنی دندان سفید

بغیر شهد خموشی کدام شیرینی ست ؟ ۳۰ که از حلاوت آن لب بیکدگر چسپید

بکام هر که کشیدند شهد خاموشی ۳۱ لب از حلاوت آن وا نمیتواند کرد

همه کس از دل و جان امت خاموشانند ۳۲ خامشی مرتبهٔ مهر نبوت دارد

ز رفتن دگران خوشدلی ازین غافل ۳۳ که موجها همه بایکدگر هم آغوش اند

شکر قدح تلخ مکافات چه گویم   کز خاطر من دغدغهٔ روز جزا برد

رزق ما تنگ ز اندیشهٔ بیحاصل ماست ۳۴ نان کسی بیخورد اینجا که غم نان نخورد

کار با عمامه و دور شکم افتاده است   خم درین محفل بزرگیها با فلاطون کند

گنبد مسجد شهر از همه فاضل تر بود   گر بعمامه کسی کوس فضیلت میزد

میشود روشن ز آتش بوی هر هیزم که هست   نیست ممکن عیب خود کس در سفر پنهان کند

دل درجهان مبند که این نونهال را | ازبهر سرزمین دگر سبز کرده اند

دل آگاه در پیری زغفلت بیش می لرزد | که وقت صبح اکثر رهروان را خواب می آید

فقیر را زغنی کاهش ست قسمت وبس ۳۵ | زآشنائی گوهر بریسمان چه رسد؟

بخیهٔ منت جراحت را کند ناسور تر | رشته از مریم مخواه و سوزن از عیسی مگیر

از زمین برخاستن چشم از زمینداران مدار ۳۶ | راست گردیدن توقع زین گران باران مدار

چون علم شد سرنگون لشکر پریشان می شود | پاسے چون لغزید امید از هواداران مدار

از سعی کار عشق شود خام بیشتر ۳۷ | پیچد بمرغ بال فشان دام بیشتر

خانهائے کهنه صائب مسکن ماراست و مور ۳۸ | در کهن سالان بود حرص و تمنا بیشتر

جز گوشهٔ قناعت ازین خاکدان مگیر ۳۹ | غیر از کناره هیچ ز اهل جهان مگیر

استحکام ایمن زچشم شور ماند بیشتر | بادهٔ انگور از انگور ماند بیشتر

نمیدانند اهل غفلت انجام شراب آخر | بآتش میروند این غافلان از راه آب آخر

نرمی زحد مبر که چو دندان مار ریخت | هر طفل نے سوار کند تازیانه اش

شود عیار بد و نیک در سفر ظاهر | یکے ست تیر کج و راست تا بود در کیش

لب بسوال هزار از بخیه بیشتر است | عبث بخرقهٔ خود بخیه میزند درویش

چون سرو در مقام رضا پایدار باش | آزاده ز انقلاب خزان و بهار باش

قد نهال خم از بار منت ثمر ست | ثمر قبول مکن سرو این گلستان باش

صحبت ناجنس آتش را بفریاد آورد | آب در روغن چو باشد میکند شیون چراغ

از طلوع و از غروب مهر روشن شد که چرخ | هر که را برداشت صبح از خاک شام افکند بخاک

قد خم گشته رسول سفر عاقبت است | مشو اے گوے سبک مغز زچوگان غافل

شمع برگشته محال ست کند قامت راست | مشو اے دیده ور از پاس ضعیفان غافل

کعبهٔ مقصود را در نقطهٔ دل یافتیم | چون روم بیرون زخود اکنون که منزل یافتیم

از گرفتاران این گلشن چه می پرسی که من … همچو سرو آزادگان از پای در گل یافتم

ز سر کلاهِ نمد را چگونه بردارم … که زیرِ تیغِ حوادث همین سپر دارم

توان ز دشمنِ دانا کناره کرد بعقل … ز تیرِ کج حذر از راست بیشتر دارم

بگرانباریِ من رحم کن ای سیلِ فنا … که من این بار به امیدِ تو برداشته ام

همان بیگانه ام هرچند با خلق آشنا باشم … چه نورِ دیده در یک خانه از مردم جدا باشم

رزق می آید بپای خویش تا دندان بجاست … آسیا تا هست در اندیشهٔ نان نیستم

پیوسته ما ز فکرِ دو عالم مشوشیم … ما از دو خانه همچو کمان در کشاکشیم

اگرچه خویش را گم کردم از نسیانِ پیری‌ها … باین شادم که ایامِ جوانی رفت از یادم

خطر در آبِ زیرِ کاه بیش از بحر می باشد … من از همواریِ این خلقِ ناهموار می ترسم

با هر که شکوه از دلِ افگار می بریم … مجروح را بسیرِ نمکزار می بریم

هر که اینجا با سرافرازی نهد سر بر زمین … خط ز خجلت کم کشد در روزِ محشر بر زمین

ما ز کافرنعمتی از شکرِ منعم غافلیم … می گذارد مرغ در هر دانه سر بر زمین

نیست ممکن بفسون بدگهران نیک شوند … که گره از دمِ عقرب نتوان وا کردن

زن چه باشد که از دمِ دلبر یاد آید … شاهدِ عجز بود شکوهٔ دنیا کردن

جدا شو از دو عالم تا توانی با خدا بودن … که دارد دردِ سر بسیار با خلق آشنا بودن

بکش در زندگی مردانه جامِ نیستی بر سر … که باشد در بلا بودن به از بیمِ بلا بودن

از عزیزانِ رفته شد تهی این خاکدان … یک تن از آیندگان نگرفت جای رفتگان

بیش ازین بر رفتگان افسوس میخوردند خلق … میخورند افسوس در ایامِ ما بر ماندگان

نظر بسبزه مردم سیه مکن صائب … بگریه تا بتوان دیده را جلا کردن

کسیکه می نهد از حدِ خود قدم بیرون … کبوتریست که می آید از حرم بیرون

بی ابر مشکل ست تماشای آفتاب … صائب نظارهٔ رخِ او در نقاب کن

رزق اگر برآدمی عاشق نمیباشد چرا ؟ — از زمین گندم گریبان چاک برآید برون

اوجِ دولت نہ مقامیست کہ غافل باشند ۴۳ — برلبِ بام خطر جہل بود خوابیدن

حرفِ حق با باطلان گفتن ندارد حاصلے — در زمینِ شور صائب دانہ افشانی مکن

نیست مفلس را از قربِ اغنیا جز پیچ و تاب ۴۴ — رشتہ از گوہر ندارد بہرہ جز لاغر شدن

دائم از روے نسب برہم تفاخر میکنند — نیستند از یک پدر پنداری ابناے جہان

گر نمیخواہی شود روشن بمردم حالِ تو — رازِ خود را اخگرِ پیراہن محرم مکن

از پرِ کاہِ جہان ہمتِ من مستغنی ست — التجا پیشِ خسیسان نبرد دیدۂ من

ز صد ہزار پسر ہمچو ماہ بہ سر یکے — چنان شود کہ چراغِ پدر کند روشن

ہر سیہ روے کہ کوشش میکند بر جمع دل — جمع چون شد میکند ہیزم براے سوختن

در کہن سالی ز مرگِ ناگہان غافل مشو — برگ چون شد زرد از بادِ خزان غافل مشو

از چراغ میتوان افروخت چندین شمع را — دولتے چون رو دہد از دوستان غافل مشو

ترکِ افیون را علاجے بہتر از تقلیل نیست ۴۵ — اندک اندک ز آشنایانِ جہان بیگانہ شو

آلِ خواجۂ ممسک بزنبورِ عسل ماند — کہ نیشے ماند از صد خانۂ پر انگبین باو

راستی پیشۂ خود کن کہ بود سبز مدام — مجلس افروزیِ شمع و چمن آرائیِ سرو

طعمۂ مور شوی گرچہ سلیمان شدۂ — زال میگردی اگر رستمِ دستان شدۂ

آسیاے فلک از بہر تو سرگردان ست — تو ز اندیشۂ روزی چہ پریشان شدۂ

پیشِ عفو و کرم و رحمتِ یزدان صائب — کم گناہیست کہ از کردہ پشیمان شدۂ

در مجمع ما نیست کسے را غمِ خانہ — چون ریگِ روان قافلۂ ماست روانہ

دل زود توان کند ز یارانِ مخالف — خوش باش بناسازیِ اوضاعِ زمانہ

صائب نکشی تا بگریبان سرِ خود را — ہرگز نبری گوے سعادت ز میانہ

از توبہ شود سرکشیِ نفس زیادہ — گیرندگیِ سگ شود افزون ز قلادہ

آن به که بگردِ دلِ درویش کند طوف | آنرا که میسر نشود حج پیاده

در قیامت سپرِ آتشِ دوزخ گردد | از درم مهرے اگر بر لبِ سائل زده

سخن چو تازه بر آید ز کلک بقدر رست | چو یوسفی که فروشند بر کنارهٔ چاه

اگر دل از علایق کنده باشی | بمنزل بارِ خود افگنده باشی

مرنجان هیچگاه از خود دلے را | که در روزِ جزا شرمنده باشی

مکن هرگز قبول کدخدائی | ۶۴ گزر تا زنده باشی بنده باشی

سواد الوجه فی الدارین فقرا | حدیثِ مصطفی را خوانده باشی

توانی کوسِ شاهی زد در آفاق | اگر صائب خدا را بنده باشی

گوش تا دل بتماشاے جهان نگذاری | داغِ افسوس بر آئینهٔ جان نگذاری

جادهٔ این بادیه از نقشِ قدم بیشتر ست | پاے مستانه بصحراے جهان نگذاری

عمر چون قافلهٔ ریگ روان درگذر ست | تا بنا بر سرِ این ریگِ روان نگذاری

نرم کن نرم رگِ گردن خود را زنهار | تا سرِ خویش ببالین سنان نگذاری

ما بامیدِ عطاے تو چنین نگذاریم | کارِ ما را بامیدِ دگران نگذاری

زبانِ شکوه اگر همچو خار داشتمے | همیشه خرمنِ گل در کنار داشتمے

هزار خانهٔ زنبور کردمے پر شهد | اگر گزیدنِ مردم شعار داشتمے؟

ز آه کشتیِ دل بادبان اگر میداشت | ازین محیطِ امید کنار داشتمے

بعیبِ خویش اگر راه بردمے صائب | بعیبِ جوئی مردم چه کار داشتمے

یک نفس فارغ ز وسواسِ تمنا نیستی | از پریشان خاطری یک لحظه یکجا نیستی

گرچه شد محتاج عینک دیدهٔ بے شرم تو | همچنان چون کودکان سیر از تماشا نیستی

خامشی را از خدا خواهند دانایان و تو | خون خود را میخوری یکدم چو گویا نیستی

اگر نسیم سحرگاه مهربان بودے | ز بوے گل قفسم رشکِ گلستان بودے

اگر نهفته غمی بود کار فرمائی جهان چنانکه تو میخواستی چنان بودے

قدم برون مگذار از سراے درویشی که مار گنج بود بوریاے درویشی

بقدر مهر بود اعتبار محضر را زمینه عار ندارد قباے درویشی

می شود هر کس بمقدار تواضع سربلند قطرهٔ ناچیز گردد گوهر از افتادگی

نیست جز داغ عزیزان حاصل پایندگی خضر حیرانم چه لذت میبرد از زندگی

تا تو چون شانه دل چاک مهیا نه کنی ۴۷ پنجه با پنجهٔ آن زلف چلیپا نه کنی

ترا بروز حساب این سخن شود معلوم که بود سلطنت بے حساب درویشی

ز برگ ریز خزان ایمن اند بے برگان ۴۸ بهیک هواست بهار و خزان درویشی

چه حاجت است بغمخواری کسان صائب که هست رحمت حق غمگسار درویشی

ز خامشی دهن غنچه مشکبو گردید خوشا لبے که بود مهردار خاموشی

کشتی شرم تو آن روز شود طوفانی ۴۹ که نهان کردهٔ خود را بتراز و بینی

جرم تو از حساب برون ست و از شمار اندیشه از حساب براے چه میکنی

آستانت بوسه گاه راست کیشان میشود از عبادت چون کمان گر قامت خود خم کنی

عنان بدست هوا داده چو برگ خزان خداے داند تا عاقبت کجا افتی

مے توانی صد دل ویرانه را آباد کرد از همان نقدے که صرف خانهٔ گل میکنی

روزیت هر چند بے اندیشه می آید ز غیب غیر ازین اندیشهٔ دیگر ندارد عالمے

گوشه گیرے که بود شاد به صیادی خلق ۵۰ عنکبوتیست که نازد بشکار مگسے

هر موے بر تن تو شود آه حسرتی آگاه گر شوی که چه مقدار غافلی

انتخاب

از

کلامِ ظفر

ہر چہار دیوان

۱۹ نشتر

ظفر

ابو ظفر محمد بہادر شاہ ثانی متخلص بہ ظفر۔ ہندوستان کا آخری بادشاہ شاہ عالم کو سمجھنا چاہیے کہ اُسکی حیات ہی مین سلطنت ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضے مین جا چکی تھی اور وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا وظیفہ خوار رہگیا تھا۔ محض کمپنی کی رعایت تھی کہ قلعہ دہلی کی حکومت شاہ عالم کو حاصل تھی شاہ عالم کے بعد اُسکا بیٹا محمد اکبر ثانی لال قلعے کا بادشاہ اور وظیفہ خوار قرار پایا یہی حالت اُسکے مرنے پر اُسکے بیٹے بہادر شاہ ظفر کی ہوئی۔ شاعری شاہ عالم بادشاہ کے زمانے سے دربار شاہی کی ایک زینت تھی ظفر کے وقت مین اسسے اور بھی رونق ہوئی۔ ولیعہدی کے زمانہ ہی مین ظفر ذوق کا شاگرد ہوا اور تخت پر بیٹھنے کے بعد ذوق کو خاقانی ہند ملک الشعرا کا خطاب دیا اور مرتے دم تک صرف شاعری مشغلہ رکھا۔ یہ بادشاہ باتین ضرور پیدا کرتا تھا اور شعر بہت کہتا تھا طبیعت بھی مضمون آفرین تھی مگر نشست الفاظ کا کام جو شاعری مین بڑی ضروری چیز اور مشکل امر ہے اُستاد کے متعلق تھا۔ ذوق کے پیچھے بادشاہ کے کلام درست کرنے کا جھگڑا نہ ہوتا تو غالباً ذوق کے اشعار اور بھی پُر لطف ہوتے۔ ذوق کو ہمیشہ اسکا افسوس رہا کہ بادشاہ کی بیگار سے اپنے کلام درست کرنے کا موقع نہین ملتا۔ بہرحال ظفر کا کلام ذوق کی اصلاح کی بدولت یا خود اُسکی آفرینی مضمون کے باعث ضرور اس قابل ہے کہ ہندوستان کے اساتذہ کے کلام کے ساتھ جگہ پائے۔

یہ شاعر صوفی مشرب اور نیک نیت تھا اور آنکھون مین مروت بھی تھی بلکہ اس مروت کی بدولت وہ ہمیشہ نقصان مین رہا۔ اخیر اخیر غدر ۵۷ء مین پوربیے سپاہی جب کمپنی کی فوج سے باغی ہوکر دلی پہنچے تو ظفر کو شاہ شطرنج کی طرح تخت پر بٹھلایا۔ ظفر نے بمروت بادشاہ بننا قبول کیا یا مجبوری ایسا کیا یہ صاف ظاہر نہین ہوتا یہ بھی ممکن ہے کہ شوق سلطنت نے اُسکی عقل پر پردہ ڈالدیا ہو بہرحال نتیجہ اس سادہ لوحی کا یہ ہوا کہ وہ گرفتار کرکے رنگون بھیجا گیا ۱۸۶۲ء کے بعد اسکا مشغلہ شاعری جاتا رہا اسلیے اس کتاب کی اغراض کے لیے سال جلاوطنی ہی سنہ وفات ہے

غزلیات و ابیات

ظالم ترے چپ رہنے کا عقدہ نہیں کھلتا   کیا جانے کہ ہے دل میں ترے کیا نہیں کھلتا
جب تک ہو دمِ سرد و رخِ زرد نہ غماز   ہر ایک پہ رازِ دلِ شیدا نہیں کھلتا
اُس مستِ مئے ناز کی اللہ رے تمکین   وہ عالمِ مستی میں بھی اصلا نہیں کھلتا
یاں آئے کہاں سے ہیں کہاں جائیں گے یاں سے ۱ حیران ہیں ظفر ہم یہ معما نہیں کھلتا

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا   کوئی یاں تک اُسے لایا تو ہوتا
مزا رکھتا ہے زخمِ خنجرِ عشق ۲ کبھی اے بوالہوس کھایا تو ہوتا
نہ بھیجا تو نے لکھ کر ایک پرچہ   ہمارے دل کو پرچایا تو ہوتا
جو کچھ ہوتا سو ہوتا تو نے تقدیر   دہان تک مجکو پہنچایا تو ہوتا
دل اُسکی زلف میں اُلجھا ہے کب سے   ظفر اک روز سلجھایا تو ہوتا

رات بھر مجکو غمِ یار نے سونے نہ دیا   صبح کو خوفِ شبِ تار نے سونے نہ دیا
میں وہ مجنون ہوں کہ زندان میں نگہبانوں کو   میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا
یاس و غم رنج و تعب میرے ہوئے مونسِ جان   اے ظفر شب انھیں دو چار نے سونے نہ دیا

غمزہ وہ بر سرِ بیداد آیا   مژدہ اے مرگ کہ جلاد آیا
بلبلو دیکھو چمن میں اتنا   نہ کرو شور کہ صیاد آیا
اُڑ گئے ہوش مرے ناصح کے   سامنے جب وہ پریزاد آیا
جو لکھا تھا مری پیشانی میں   سو وہ پیش اے دلِ ناشاد آیا
تو نہ آیا مری سُنکر فریاد۔   دم لبوں پر دمِ فریاد آیا
دیکھ کر اُس بتِ کافر کے ستم   اے ظفر مجکو خدا یاد آیا

نہیں عشق میں اسکا تو رنج ہمیں کہ قرار و شکیب ذرا نہ رہا   غمِ عشق تو اپنا رفیق رہا کوئی اور بلا سے رہا نہ رہا

دیا اپنی خودی کو جو ہم نے اٹھا وہ جو پردہ بیچ میں تھا نہ رہا
رہے پردہ میں اب نہ وہ پردہ نشین کوئی دوسرا اسکے سوا نہ رہا

ظفر آدمی اسکو نہ جانیے گا وہ ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و زکا ۳ جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

یا مجھے افسرِ شاہانہ بنایا ہوتا
یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا

اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتا تو نے
کیون خردمند بنایا نہ بنایا ہوتا

خاکساری کے لیے گرچہ بنایا تھا مجھے
کاش خاکِ درِ جانانہ بنایا ہوتا

نشۂ عشق کا گر ظرف دیا تھا مجھکو
عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا

دلِ صد چاک بنایا تو بلا سے لیکن
زلفِ مشکین کا ترے شانہ بنایا ہوتا

صوفیون کے جو نہ تھا لائقِ صحبت تو مجھے
قابلِ جلسۂ رندانہ بنایا ہوتا

روز معمورۂ دنیا مین خرابی ہے ظفر
ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

ہم نے سبھی کو عشق مین بدظن بنا لیا
تھا دل جو دوست اُسکو بھی دشمن بنا لیا

قصرِ بہشت تجکو مبارک ہو زاہدا
ہم نے تو کوے یار مین مسکن بنا لیا

بگڑا مزاج دیکھیے کیسے بنے ظفر
مُنہ اُس نے یون جو پھیر کے چتون بنا لیا

بے ضبطِ فغان رازِ نہان ہو نہین سکتا
اور تجھ سے دلا ضبطِ فغان ہو نہین سکتا

جب تک وہ خفا مجھ سے ہین سُن لو طبیبو
کچھ میرا علاجِ خفقان ہو نہین سکتا

کیا جانے بلا کیا ہے ترا غمزہ کہ جس سے
جانبر کوئی اے آفتِ جان ہو نہین سکتا

سوداے محبت مین ظفر سود ہے لیکن
جب تک نہ ہو رسواے جہان ہو نہین سکتا

کیا کہون دل مائلِ زلفِ دوتا کیونکر ہوا
یہ بھلا چنگا گرفتارِ بلا کیونکر ہوا

خاکساری کیا عجب کھوئے اگر دل کا غبار
خاک سے دیکھو کہ آئینہ صفا کیونکر ہوا

جو نہ ہونا تھا ہوا ہم پر تمھارے عشق مین
تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا

وہ تو ہے نا آشنا مشہورِ عالم مین ظفر
پر خدا جانے وہ تجھ سے آشنا کیونکر ہوا

کیا کہون ہے کیا بتون کی آشنائی مین مزا ۴ وہ مزا سب اسمین ہے جو ہے خدائی مین مزا

بیٹھا ہے مہندی لگا کر اپنے دست و پا مین ۔ آج ہے اے شوخ تجھ سے ہاتھا پائی مین مزا

دلِ سودا زدہ کب ایک جگہ مین اُلجھا ۔ کبھی کاکل مین کبھی زلفِ سیہ مین اُلجھا

اے ظفر خوب کیا جس نے کیا ترکِ لباس ۔ نہ رہا جامہ و دستار و کُلہ مین اُلجھا

نہ پوچھو پوچھنے والو بتون مین ہم نے کیا دیکھا ۵ ۔ خدا کا جلوہ دیکھا ہم نے اور ہر دم نیا دیکھا

ترے عالم کو اے یکتاے عالم ہم نے کیا دیکھا ۔ یہی دیکھا کہ عالم مین نہ تجھ سا دوسرا دیکھا

کو بکو چھوٹے مرے واسطے لاکھون جاسوس ۔ مجھ سے پر کوچۂ جانان کا نہ جانا چھوٹا

اُڑ کے جا سکتا نہین تا سرِ دیوارِ چمن ۔ دامِ صیاد سے چھوٹا بھی تو مین کیا چھوٹا

بازارِ محبت مین نہ دل بیچ تو اپنا ۔ بک جاتا ہے ساتھ اسکے ظفر بیچنے والا

ہزار طرح سے کھولا وہ دلربا نہ کھلا ۔ ہمین نہ کھلنے کا کچھ اسکے مدعا نہ کھلا

بتون کی ہے وہ آشنائی کا دھندا ۶ ۔ کہ ہے جسمین ساری خدائی کا دھندا

پہلے تو ہم کو تری عشوہ گری نے مارا ۔ اور اگر اس سے بچے کم نظری نے مارا

ہم اپنے کنجِ غم مین نالہ و فریاد کرتے ہین ۔ ہمین کیا گر چمن مین چہچہا ہے عندلیبون کا

مصور جبکہ اسکی صورتِ مقبول کھینچے گا ۔ نہین کھنچنے کی زلف اور ایک قصہ طول کھنچنے کا

اگر نہ شکوہ کہ مجھے یہ نہ دیا وہ نہ دیا ۔ شکر کر تو کہ دیا ہے تجھے انسان بنا

اگر سمجھتا ہے بیہودہ گو ہمین ناصح ۔ تو ہم کلام وہ کیون بے شعور ہم سے ہوا

مری نگہ نے مرا راز کہہ دیا اُس سے ۔ بلا سے گر نہ کہا مین نے مدعا نہ کہا

پاؤن آرام سے پھیلائے اُسی نے اپنے ۔ ہاتھ دنیا سے ظفر جس نے یہان کھینچ لیا

ہم صورت اُسکو اپنے جو آئے کوئی نظر ۔ حیران ہو کے آئینہ خانے سے اُٹھ گیا

دنیا مین بلا سے اگر آرام نہ پایا ۷ ۔ ہم نے یہی پایا کہ ترا نام نہ پایا

چڑھا کر تیوری اُٹھے ظفر وہ میرے پہلو سے ۔ خدا جانے کہ بیٹھے بیٹھے اُنکے دل مین کیا آیا

دل کا کچھ کام نہ تجھ سے بتِ پرفن نکلا ۔ دوست جانا تھا تجھے جان کا دشمن نکلا

ہزار نخلِ خزان دیدہ پر بہار آئی   نہ اپنا شیب سے پھر عالم شباب آیا

بیان کیجے اگر احوال اپنی شامِ غربت کا   گریبان تا بدامن چاک ہو صبحِ قیامت کا

کام عاشق کا تو مر جانا ہے   آپ کچھ اسکا نہ غم کیجیے گا

سرنامہ میرے نام کا اور خط رقیب کا   ظالم ترے ستم کے ہین عنوان عجب عجب

بل بے تاثیر تری عشق کہ دیکھا ہم نے   شمع خاکستر پروانہ پہ گریان تھی رات

غافلو کرتے ہو تم فکر کی تدبیر عبث   فکر و تدبیر سے ہے چارہ تقدیر عبث

فکر کروان کی ہمیشہ تجھے رہنا ہے جہان   یان مکان کرتا ہے کس واسطے تعمیر عبث

وہی پیش آئے گا لکھا جو ہے پیشانی مین   نامہ کرتے ہو ظفر تم اُسے تحریر عبث

نالون سے میرے آب ہوئے سنگ بارہا   اُس سنگدل کا دل نہ پسیجا کسی طرح

سمجھایا تو نے ہم کو تو سو طرح ناصحا   لیکن ہمارا دل نہین سمجھا کسی طرح

بے طرح دامِ زلفِ بتان مین ہے دل اسیر   چھوٹے یہ اس بلا سے خدایا کسی طرح

ٹوٹے ہزار خارِ غم و نشترِ الم   پھوٹا نہ میرے دل کا پھپھولا کسی طرح

قدر اے عشق رہے گی تری کیا میرے بعد   کہ تجھے کوئی نہین پوچھنے کا میرے بعد

خارِ صحراے جنون یون ہی اگر تیز رہے   کوئی آئے گا نہین آبلہ پا میرے بعد

بٹھا کے غیر کو قائم نہ کر فساد کی جڑ   نکال اسکو کہ ہے یہ لشہ فساد کی جڑ

جو خط کے لکھنے مین رہا ہون سو طرح کی فساد   تو ٹھہری شاخِ قلم سر بسر فساد کی جڑ

اُکھاڑ نخلِ طمع کو کہ باغِ عالم مین   رکھے ہے یہ شجرِ بے ثمر فساد کی جڑ

ظفر جہان مین نہ ہو کوئی مفسدہ پرداز   ہنوز مین وزن و زر اگر فساد کی جڑ

خاطر سے ہون مین آپ کے سنتا کلام تیز   ورنہ زبان تو رکھتا ہے یہ بھی غلام تیز

تار رونے کا جو باندھا تو نہ توڑا ہم نے   ہم سے ہر چند وہ کہتے رہے ہنس ہنس اجی بس

اے ظفر صاحب غرض سے بھاگتے ہین لوگ دور   اس زمانے مین کہین جاؤ تو جاؤ بے غرض

ناصح نے کہا مجھ سے کہ کر آہ و فغان ضبط نادان یہ نہ سمجھا کہ محبت مین کہان ضبط

لیکا مجھے بوسے کا انھین عادتِ دشنام کیا سخت ہے مشکل کہ نہ یان ضبط نہ وان ضبط

رو رو کے نہ کہہ حال کہ رکتا ہے وہ دل مین کر گریہ کو تو اب نہ ظفر وقتِ بیان ضبط

خط مین لکھی ہے ظفر جسکی شکایت ہم نے ہاے پڑھوایا اُسی سے وہ ہمارا ہے خط

ابھی بھیجے نہ یارا یارا خط ۹ دیکھہ تو لیجے ہے یہ سارا خط

خط نہ لکھنے کا اگر شکوہ کرون مین اے ظفر کہتے ہین وہ کیون لکھین ہم ایسے آوارہ کو خط

اشک تو اتنا بہاتی ہے ولیکن تیرا سوزِ دل کم نہین ہوتا کسی عنوان ہے شمع

اے ظفر اشکِ ندامت مین نہ ڈوبی کیونکر کہ جلا کر دلِ پروانہ پشیمان ہے شمع

جو پائی بزم مین ساقی تری جگہ خالی بھر آیا دیکھہ کے دل ساغر و سبو کی طرف

ہے وہ دل ہی مین تمھارے تم اگر ڈھونڈھو اُسے پھرتے ہو ناحق بھٹکتے اے ظفر چارون طرف

جنکے دلون مین فرق ہے اُنکی زبان مین فرق مطلب مین اُنکے فرق ہے اُنکے بیان مین فرق

ہین خاکسار اور فلک پر ترا دماغ ہے مجھ مین تجھ مین جیسے زمین آسمان کا فرق

نہین ہے درد مجھے اور کچھ سواے فراق طبیب تجھ سے اگر ہو تو کر دواے فراق

عرق مین ہے گلِ رخسار کے گلاب کا میل شمیم زلف مین ہے بوے مشکناب کا میل

ہمارا میل ہو کیا اُس سے جسکی باتون مین کبھی ہو لطف کا میل اور کبھی عتاب کا میل

نہ کوہکن سے ملے دل مرا نہ مجنون سے نہین کسی سے بھی اس خانہ خراب کا میل

کب تمھارا شکوۂ جور و ستم کرتے ہین ہم اور کرتے ہم تو کہہ دیتے کہ ہان کرتے ہین ہم

دوست اپنے کچھ نہ کچھ آکر خبر دیتے تو ہین وان کی باتون سے ہمین آگاہ کر دیتے تو ہین

دیکھیے کیا پیش آتا ہے لکھا تقدیر کا لکھ کے ہم نامہ تجھے اے نامہ بر دیتے تو ہین

یاد رکھنا ایک دن بوسہ بھی لے ہی لین گے ہم آپ ہمکو گالیان ہر بات پر دیتے تو ہین

اے خدنگِ یار کیون سینے سے نکلا جاے ہے ہم ترے رہنے کو اپنے دل مین گھر دیتے تو ہین

ہم کو ڈر ہے کے دل وہ جان کا خواہان نہ ہو ۱۰ آپ اُس بے مہر کو دل ای ظفر دیتے تو ہین

تھا فضائے قدس مین اب قالب آدم مین ہون چھٹ گیا مجھ سے وہ عالم اور ہی عالم مین ہون

اس بلا سے دیکھیے کیونکر رہائی ہو نصیب مین اسیر اُسکی کمندِ گیسوے پُرخم مین ہون

نالۂ نے کی طرح سے اپنی ہستی کا ہے مجھے کیا بھروسا ہو کہ اک دم مین نہین اک دم مین ہون

کام ہے رونے سے مجھکو رات دن مانند شمع خواہ بزم عیش مین ہون خواہ بزم غم مین ہون

کرتا ہون جب چارۂ زخم دل اپنا ای ظفر ۱۱ مین ملاتا مشک الماس و نمک مرہم مین ہون

پیر درِ عشق جنون کو کیا غرض ہے خضر سے راہ اُنکی اور ہے اور اُنکے رہبر اور ہین

جو ہے دل مین وہ ہی مُنھ پر لاتے ہین آئینہ وار ہم نہین ہین وہ کہ دل مین اور مُنھ پر اور ہین

ہم قناعت کو تری دولت سمجھتے ہین ظفر ڈھونڈھتے جو زر کو ہین وہ طالب زردار ہین

قتل کرتی ہین مجھے اُسکی رسیلی آنکھین رہتی ہین خون سے مرے روز رنگیلی آنکھین

شدت گریہ سے کس وقت جدائی مین تری آستین کو نہین رہتی مری گیلی آنکھین

ساقی مری توبہ کے ٹھہرنے کے نہین پاؤن گر جھومتا آئے گا سحاب ایسے مزے مین

پوچھو نہ یہ تم بوسے لیے کتنے مزے مین رہتا ہے کسے یاد حساب ایسے مزے مین

حال دیوانون کا اپنے پوچھ خارِ دشت سے یعنے افسانے اُسے نوکِ زبان بہتون کے ہین

اے ظفر جو کچھ کیے ہم نے زبردستی مین کام اُنکے بدلے مل رہے ہین زیردستی مین ہمین

وہ دل لیکر نہ دے تو کیا کرون ای ہمنشین بتلا بمنت لون کہ اُس سے چھین کر لون کس طرح سے لون

کرتا وہ بیچارہ کیا تدبیر سے چارہ نہین پر کرے کیا چارہ گر تقدیر سے چارہ نہین

وہ گالیان ہی سُناتا ہے اسے ظفر لیکن مجھے خوش آتی ہین اُس بدزبان کی باتین

لاکھون انداز ہین کس کس کو ہم اُنسے پوچھین تمکو یہ کس نے سکھایا؟ اسے کیا کہتے ہین؟

ہم اپنا رازِ دل ظاہر کب ای بیباک کرتے ہین ۱۲ ہمین رسوا ہمارے دیدۂ نمناک کرتے ہین

مین بھی تو دیکھون کہ تمکو کس طرح آتی ہے نیند ۱۳ اک ذرا میری مصیبت کی کہانی سُن تو لو

نہ پردہ در پردہ نشین پکڑ کر بیٹھ — جو بیٹھنا ہو تو اسے دل زمین پکڑ کر بیٹھ

گلشن مین جب ادا سے وہ رنگین ادا ہنسے — غنچہ کا منہ ہی کیا کہ جو پھر اے صبا ہنسے
یہ کیا ستم ہو ہم تو کہین اپنا حالِ دل — اور رو کے تیرے سامنے تو بیوفا ہنسے
ہنستا ہو تیغِ یار سے اس طرح میرا زخم ۱۴۱ — جس طرح آشنا سے کوئی آشنا ہنسے
جو دل گرفتہ غنچۂ تصویر ہو ظفر — پھر اُسکو کیا ہنسائے کوئی اور وہ کیا ہنسے

کہان ہو اپنا وہ عالم کہین کہین بیٹھے — ہوئی ہو اب تو یہ حالت جہان بیٹھے وہین بیٹھے
ارادہ تھا کہ اُنسے آج اپنا حالِ دل کہیے — یہ دیکھو خوبیِ قسمت کہ ہین وہ خشمگین بیٹھے
اُٹھائے دو جہان سے ہاتھ جو تیری محبت مین — ترے در پر وہ اہو غار تگرِ دنیا و دین بیٹھے
ہمارا نام تو ہو اے ظفر مشہور عالم مین — اگرچہ ہم ہین اپنے گھر مین مانندِ نگین بیٹھے

عجب روش سے انھین ہم گلے لگا کے ہنسے — کہ گل تمام گلستان مین کھلکھلا کے ہنسے
ہنسا جو سامنے اُس غیرتِ چمن کے گل — تو چٹکیون مین اُسے غنچے سب اُڑا کے ہنسے
غم و الم میرا اُنکی خوشی کا باعث ہے — کہ جب ہنسے وہ مجھے خوب سا رُلا کے ہنسے
نکالا چارہ گرون نے جو ذکر مرہم کا — تو خوب زخمِ جگر میرے لہلہا کے ہنسے

جب وصلِ دلربا کی تدبیرین کے بگڑی ۱۵۱ — ہم سمجھے اپنے دل مین تقدیرین کے بگڑی
دیکھو بگاڑ اپنی قسمت کا اُنسے آگئے — سو بار بات وقتِ تقریرین کے بگڑی
جسوقت زلفِ لیلیٰ بکھری ظفر سنور کر — مجنون کے واسطے اک زنجیرین کے بگڑی

جلوۂ حق یون نمایان صورتِ انسان مین ہو — نورِ خورشیدِ فلک جیسے مہِ تابان مین ہو
تیری پاسِ آبرو سے روکتا ہون ورنہ اشک — ورنہ اک دریا بھرا اس دیدۂ گریان مین ہو
تیرے شیدائی کا اے گل باعث دیوانگی — جو گلستان مین ہو عالم وہ ہی خارستان مین ہو

مجھے بتاؤ مرا کیا گناہ، کیا تقصیر؟ — جو مجھ پہ کھینچ کے تم خنجرِ ستم دوڑے
کرون جو نامۂ شوق اُسکو مین رقم اپنا — تو خود بخود ہو سیاہی روان قلم دوڑے

سمجھ نہ اشک کو لڑکا کہ یہ وہ آفت ہی لگا کے آگ جو پانی کو چشمِ نم دوڑے

خود ہی پہ تکیہ نہ بالکل کرے ۱۶ خدا پر بھی انسان توکل کرے

وہ ہو روبرو اور نہ دیکھوں اُسے یہ دل میرا کیونکر تامل کرے

ہے جو مدت مین کبھی وصل کی صورت بنتی تو گھڑی بھر مرے اُنکے نہین صحبت بنتی

عقلِ راہِ عشق مین ہمراہ تو میرے نہ ہو ۱۷ راہ لے اپنی کہ تجھ سے رہنمائی ہو چکی

چمن مین نغمۂ بلبل کو سنکر وہ لگے کہنے لگے آگ اس چمن کو سیر گھبراتا ہی جی غل سے

پیدا ہوئے ہین شادی و غم باہم اے ظفر ۱۸ خندان اگر ہے برق تو ابر اشکبار ہی

عزیزو، گور مین کیا دل کا داغ جلتا ہی ۱۹ اندھیرے گھر مین ہمارا چراغ جلتا ہی

انتخاب
از
کلامِ
عمرِ خیّام
رباعیاتِ
۲۷ نشتر

عمر خیّام

غیاث الدین ابوالفتح نام - عمر تخلص - نیشاپور مولد - باپ کا نام ابراہیم خیام -
پیشہ خیمہ دوزی - اگر ابراہیم محض خیمہ دوز تھا تو ایک معمولی شخص تھا اور اگر خیمہ کی تجارت کرتا
تھا اور ظاہر قیاس بھی یہی چاہتا ہے تو ایک بڑا تاجر تھا جو شاہی ضرورتون مین خیمہ مہیا کرتا تھا -
سلجوقیون کے عہد مین نیشاپور رشک بغداد تھا - مدینہ کے بعد دمشق اور دمشق کے بعد
بغداد - اور بعد بغداد کے غزنی اور پھر نیشاپور وسط ایشیا مین مصر افریقہ مین - قرطبہ
قسطنطنیہ غرناطہ یورپ مین - دہلی ہندوستان مین اسلامی دارالسلطنتین قرار پائین -
اخیر پانچوین صدی مین سلجوقیون کے عہد مین نیشاپور کمال عروج پر تھا -

نظام الملک طوسی اور حسن صباح اور عمر خیام نے ایک ساتھ بغداد مین تعلیم پائی
تھی الپ ارسلان کی وزارت جب نظام الملک کو ملی تو عمر خیام کو موقع بہبود کا حاصل ہوا -
لیکن عمر نے صرف وظیفہ خواری پر قناعت کی - ملکی معاملات سے عمر کو دلچسپی نہ تھی - علم
ہیئت مین اسکو بہت بڑا ملکہ تھا اور حکیم وقت خیال کیا جاتا تھا - بعد ازان سلطنت
سلجوقی کے جب ٹکڑے ہوئے تو سلجوقیان عراق عرب کے دربار مین اسے بادشاہ کے
پہلو بہ پہلو بیٹھنے کی عزت ملی اور شاہی منجم کی جگہ اسے مرو مین عطا ہوئی - اسنے ایرانی جنتری
مین بکار آمد تبدیلیان کین اسکا جبر و مقابلہ (الجبرا) صدیون تک قبول رہا - یونانی زبان پر اسے
ایسی دستگاہ تھی کہ اس زبان مین لوگ دور دور سے علوم سیکھنے کے لیے اسکے پاس آتے تھے

فارسی زبان کا نہایت مقبول شاعر یہ خیال کیا جاتا ہے اسکی رباعیان یکجا شایع کی گئین اور یورپ
کی زبانون مین اسکے ترجمے ہوئے اسی مجموعہ رباعیات سے جو ہندوستان مین شایع ہوا ہے کچھ کلام انتخاب کیا گیا ہے
سنہ ۹۰ھ سے عراق عرب کے سلجوقیون کا عہد شروع ہوتا ہے اور یہی زمانہ عمر خیام کے عروج کا ہے سال وفات غالباً سنہ ۵۱۷ ہجری

رباعیات

غافل بچه امید درین شوم سرا | بر دولت او دل بنهد از بهر خدا
هر گاه که خواهد که نشیند از پا | گیرد اجلش دست که بالا پیما

ای دل ز زمانه رسم احسان مطلب | وز گردش دوران سر و سامان مطلب
درمان طلبی درد تو افزون گردد | با درد بساز و هیچ درمان مطلب

با بط میگفت ماهیی در تب و تاب | باشد که بجوی رفته باز آید آب
بط گفت چو من و تو گشتیم کباب | بود از پس مرگ من چه دریا چه سراب

چون نیست بهرچه هست جز باد بدست | چون نیست بهرچه هست نقصان و شکست
پندار که هرچه هست در عالم نیست | انگار که هرچه نیست در عالم هست

می خوردن و شاد بودن آئین منست | فارغ بودن ز کفر و دین دین منست
گفتم بعروس دهر کابین تو چیست؟ | گفتا دل خرم تو کابین منست

اسرار جهان چنانکه در دفتر ماست | گفتن نتوان زانکه وبال سر ماست
چون نیست درین مردم نادان اهلی | نتوان گفتن هر آنچه در خاطر ماست

آن به که درین زمانه کم گیری دوست | با اهل زمانه صحبت از دور نکوست
آنکس که بجملگی ترا تکیه بدوست | چون چشم خرد باز کنی دشمنت اوست

ای آمده از عالم روحانی تفت | حیران شده در پنج و چهار و شش و هفت
می خور چو ندانی ز کجا آمده | خوش باش ندانی بکجا خواهی رفت

خیام که خیمه‌های حکمت میدوخت | در کورهٔ غم فتاد و ناگاه بسوخت
مقراض اجل طناب عمرش چو برید | دلال قضا برایگانش بفروخت

یک هفته شراب خورده باشی پیوست | هان تا نه نهی تو روز آدینه ز دست

در مذہب ما شنبہ و آدینہ یکیست | جبار پرست باش نہ روز پرست
ساقی قدحے کہ کارِ عالم نفسے ست | کز شادی ازو یک نفس آن نیز بسے ست
خوش باش ز ہر چہ پیش آید ز جہان ۲ | ہرگز نشود چنانکہ دلخواہِ کسے ست
می میخورم و مخالفان از چپ و راست | گویند مخور بادہ کہ دین را اعداست
چون دانستم کہ می عدوے دین ست | واللہ بخورم خونِ عدو را کہ رواست
دورانِ جہان بے می و ساقی ہیچ ست | بے زمزمۂ نائے عراقی ہیچ ست
ہر چند در احوالِ جہان می نگرم | حاصل ہمہ عشرت ست باقی ہیچ ست
شادی مطلب کہ حاصلِ عمر دمے ست | ہر ذرہ ز خاکِ کیقبادے و جمے ست
احوالِ جہان و اصلِ این عمر کہ ہست ۳ | خوابے و خیالے و فریبے و دمے ست
این کہنہ رباط را کہ عالم نام ست | آرامگہِ ابلقِ صبح و شام است
بزمے ست کہ وا ماندۂ صد جمشید است ۴ | قصریست کہ تکیہ گاہِ صد بہرام ست
من بندۂ عاصیم رضاے تو کجا ست؟ | تاریک دلم نور و صفاے تو کجا ست؟
ما را تو بہشت گر بطاعت بخشی | این بیع بود لطف و عطاے تو کجا ست؟
ہر دل کہ درو مایۂ تجرید کم ست | بیچارہ ہمہ عمر ندیمِ ندم ست
جز خاطرِ فارغ کہ نشاطے دارد؟ ۵ | باقی ہمہ ہر چہ ہست اسبابِ غم ست
قدرِ گل و مل بادہ پرستان دانند | نے تنگدلان و تنگدستان دانند
از بیخبری بیخبری معذوری ۶ | ذوقیست درین بادہ کہ مستان دانند
ز آوردنِ من نبود گردون را سود | وز بردنِ من جاہ و جلالش نفزود
در ہیچ کسے نیز دو گوشم نشنید | کاوردن و بردنِ من از بہر چہ بود؟
آنہا کہ کہن شدند و آنہا کہ نوند | ہر یک بمرادِ خویش یک یک برسند
این سفلہ جہان بکس نماند جاوید | رفتند و روند و دیگر آیند و روند

این چرخ جفا پیشه دغا بنیاد ‏ هرگز گره بسته کس را نگشاد
هرجا که یکے دید که داغے دارد ‏ داغے دگرش بر سر آن داغ نهاد

غافل غم و اندیشهٔ لاشے نخورد ‏ جز جام لبالب و پیاپے نخورد
غم در دل و باده در صراحی باشد ‏ ۷ خاکش بر سر آنکه غم خورد می نخورد

تا بود دلم ز عشق محروم نشد ‏ کم بود ز اسرار که محروم نشد
اکنون که همی بنگرم از روے خرد ‏ معلومم شد که هیچ معلوم نشد

درد سر آنکه نیم نانے دارد ‏ از بهر نشست آستانے دارد
نه خادم کس بود نه مخدوم کسے ‏ ۸ گو شاد بزی که خوش جهانے دارد

زان پیش که بر سر تو شبخون آرند ‏ فرماے که تا بادهٔ گلگون آرند
تو زر نه اے غافل نادان که ترا ‏ ۹ در خاک نهند و باز بیرون آرند

قومے ز گزاف در غرور افتادند ‏ قومے ز پے حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پرده ها بردارند ‏ کز کوے تو دور دور دور افتادند

گویند بهشت حور عین خواهد بود ‏ وانجا مے ناب و انگبین خواهد بود
گر ما مے و معشوق پرستیم رواست ‏ چون عاقبت کار همی خواهد بود

آنروز که توسن فلک زین کردند ‏ آرایش مشتری و پروین کردند
این بود نصیب ما ز دیوان قضا ‏ ما را چه گنه قسمت ما این کردند ،

گویند بهشت و حوض کوثر باشد ‏ وانجا می ناب و شهد و شکر باشد
پر کن قدح باده و بر دستم نه ‏ نقدے ز هزار نسیه خوشتر باشد

آنها که جهان زیر قدم فرسودند ‏ واندر طلبش هر دو جهان پیمودند ،
آگاه نمی شوم که ایشان شب و روز ‏ زین حال چنانکه هست آگه بودند
تا خاک مرا بقالب آمیخته اند ‏ بس فتنه که از خاک برانگیخته اند

در مذہبِ ما شنبہ و آدینہ یکیست
جبار پرست باش نہ زر و زر پرست

ساقی قدحے کہ کارِ عالم نفسے ست
کز شادی ازو یک نفس آن نیز بسے ست

خوش باش زہر چہ پیشت آید ز جہان ۲
ہرگز نشود چنانکہ دلخواہِ کسے ست

می میخورم و مخالفان از چپ و راست
گویند مخور بادہ کہ دین را اعداست

چون دانستم کہ می عدوے دین ست
واللہ بخورم خونِ عدو را کہ رواست

دورانِ جہان بے می و ساقی ہیچ ست
بے زمزمۂ نائے عراقی ہیچ ست

ہرچند در احوالِ جہان می نگرم
حاصل ہمہ عشرت ست و باقی ہیچ ست

شادی مطلب کہ حاصلِ عمر دمے ست
ہر ذرہ ز خاکِ کیقبادے و جمے ست

احوالِ جہان و اصلِ این عمر کہ ہست ۳
خوابے و خیالے و فریبے و دمے ست

این کہنہ رباط را کہ عالم نام ست
آرام گہِ ابلقِ صبح و شام است

بزمے ست کہ وا ماندۂ صد جمشید است ۴
قصرے ست کہ تکیہ گاہِ صد بہرام است

من بندۂ عاصیم رضائے تو کجا ست؟
تاریک دلم نور و صفائے تو کجا ست؟

ما را تو بہشت گر بطاعت بخشی
این بیع بود لطف و عطائے تو کجا ست؟

ہر دل کہ درو مایۂ تجرید کم ست
بیچارہ ہمہ عمر ندیمِ ندم ست

جز خاطرِ فارغ کہ نشاطے دارد؟ ۵
باقی ہمہ ہرچہ ہست اسبابِ غم ست

قدرِ گل و مل بادہ پرستان دانند
نے تنگدلان و تنگدستان دانند

از بیخبری بیخبری معذوری ۶
ذوقیست درین بادہ کہ مستان دانند

ز آوردنِ من نبود گردون را سود
وز بردنِ من جاہ و جلالش نفزود

در ہیچ کسے نیز دو گوشم نشنید
کاوردن و بردنِ من از بہر چہ بود؟

آنہا کہ کہن شدند و اینہا کہ نوند
ہر یک بمرادِ خویش یک یک برسند

این سفلہ جہان بکس نماند جاوید
رفتند و روند و دیگر آیند و روند

این چرخ جفا پیشه دغا بنیاد   هرگز گرہ بستهٔ کس را نگشاد
هر جا که یکے دید که داغے دارد   داغے دگرش بر سر آن داغ نهاد

غافل غم و اندیشهٔ لاشے نخورد   جز جام لبالب و بیابے نخورد
غم در دل و باده در صراحی باشد ،   خاکش بر سر آنکه غم خورد می نخورد

تا بود دلم ز عشق محروم نشد   کم بود ز اسرار که محروم نشد
اکنون که همی بنگرم از روے خرد   معلومم شد که هیچ معلوم نشد

در دهر هر آنکه نیم نانے دارد   از بهر نشست آستانے دارد
نه خادم کس بود نه مخدوم کسے ۸   گو شاد بزی که خوش جهانے دارد

زان پیش که بر سر تو شبخون آرند   فرماے که تا بادهٔ گلگون آرند
تو زر نهٔ اے غافل نادان که ترا ۹   در خاک نهند و باز بیرون آرند

قومے ز گزاف در غرور افتادند   قومے ز پے حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پرده ها بردارند   کز کوے تو دور دور دور افتادند

گویند بهشت و حور عین خواهد بود   وانجا مے ناب و انگبین خواهد بود
گر ما مے و معشوق پرستیم رواست   چون عاقبت کار همی خواهد بود

آن روز که توسن فلک زین کردند   آرایش مشتری و پروین کردند
این بود نصیب ما ز دیوان قضا   ما را چه گنه قسمت ما این کردند ،

گویند بهشت و حوض کوثر باشد   وانجا مے ناب و شهد و شکر باشد
پر کن قدح باده و بر دستم نه   نقدے ز هزار نسیه خوشتر باشد

آنها که جهان زیر قدم فرسودند   واندر طلبش هر دو جهان پیمودند ،
آگاه نمی شوم که ایشان شب و روز   زین حال چنانکه هست آگه بودند

تا خاک مرا بقالب آمیخته اند   بس فتنه که از خاک بر انگیخته اند

من بهتر ازین نمیتوانم بودن ۱۰ کز بوته مرا چنین برون ریخته اند
افسوس که سرمایه ز کف بیرون شد در دستِ اجل بسے جگرها خون شد

کس نامد ازان جهان که تا پرسم ازو ۱۱ کاحوالِ مسافرانِ عالم چون شد؟
با یار چو آرمیده باشی همه عمر خوابے باشد که دیده باشی همه عمر

هم آخرِ عمر رحلتت باید کرد لذاتِ جهان چشیده باشی همه عمر
دی کوزه گرے بدیدم اندر بازار هر پاره گلے کند ہمے زد بسیار

وان گل بزبان حال بادی میگفت من همچو تو بوده ام مرا نیکو دار
چون حاصل آدمی درین جائے دو در جز درد دل و دادنِ جان نیست دگر

خرم دل آنکه یک نفس زنده نبود ۱۲ واسوده کسے که خود نزاد از مادر
گر باده خوری تو با خردمندان خور یا با صنمِ لاله رخ خندان خور

بسیار مخور ورد مکن فاش مساز ۱۳ اندک خور و گاه گاه خور و پنهان خور
با مردمِ پاک اصل و عاقل آمیز وز نا اهلان هزار فرسنگ گریز

گر زهر دهد ترا خردمند بنوش ۱۴ ور نوش رسد ز دستِ نا اهل بریز
از حادثهٔ زمانهٔ آینده مپرس وز هر چه رسد چو نیست پاینده مپرس

این یکدمِ نقد را غنیمت میدان از رفته میندیش و ز آینده مپرس
غم چند خوری ز کار نا آمده پیش رنج است نصیبِ مردمِ دوراندیش

خوش باش و جهان تنگ مکن بر دلِ خویش ۱۵ کز خوردنِ غم قضا نگردد کم و بیش
خیام زمانه از کسے دارد ننگ کو در غمِ ایام نشیند دلتنگ

مے خور تو ز آبگینه با نالهٔ چنگ ۱۶ زان پیش که آبگینه آید بر سنگ
ایزد چو نخواست آنچه من خواسته ام کے گردد راست آنچه من خواسته ام

گر جمله صواب است که او خواسته نیست ۱۷ پس جمله خطاست آنچه من خواسته ام

گویند مرا کہ مے پرستم ہستم　　گویند مرا عارف و مستم ہستم
در ظاہرِ من نگاہ بسیار مکن　　کاندر باطن چنانکہ ہستم ہستم

تا دست باتفاق برہم بزنیم　　پایے ز نشاط بر سرِ غم بزنیم
خیزیم و دمے زنیم پیش از دمِ صبح　　کین صبح بسے دمد کہ ما دم نزنیم

ما خرقۂ زہد در سرِ خم کردیم　　وز خاکِ خرابات تیمم کردیم
باشد کہ درونِ میکدہ ہا دریابیم　۱۸　عمرے کہ درین مدرسہ ہا گم کردیم

چون حاصلِ آدمی درین شورستان　　جز خوردنِ غصہ نیست یا کندن جان
خرم دلِ آنکہ زین جہان زود برفت　۱۹　واسودہ کسیکہ خود نیامد بجہان

آن قصر کہ بر چرخ ہمی زد پہلو　　بر درگہِ او شہان نہادندے رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختۂ　۲۰　بنشستہ ہمی گفت کہ کوکو کوکو

چون بادہ خوری ز عقل بیگانہ مشو　　مدہوش مباش و جہل را خانہ مشو
خواہی کہ مے لعل حلالت باشد　　آزارِ کسے مجوے و دیوانہ مشو

این چرخِ فلک بہر ہلاکِ من و تو　　قصدے دارد بجانِ پاکِ من و تو
بر سبزہ نشین بیالہ کش دیر نماند　　تا سبزہ بردن دمد ز خاکِ من و تو

ماییم خریدارِ مے کہنہ و نو　۲۱　وانگاہ فروشندۂ جنت بدو جو
گفتی ز پسِ مرگ کجا خواہی رفت　　مے پیشِ من آر و ہر کجا خواہی رو

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو؟　　آنکس کہ گنہ نکرد چون زیست بگو؟
من بد کنم و تو بد مکافات دہی　۲۲　پس فرقِ میانِ من و تو چیست بگو؟

نقشے ست کہ بر وجودِ ما ریختۂ　　صد بوالعجبی ز ما برانگیختۂ
من زان بہ ازین نمیتوانم بودن　۲۳　کز بوتہ مرا چنین فرو ریختۂ

عزہ چہ شوی بمسکن و کاشانہ　　بر عمر کہ ہست حاصلش افسانہ

همخوابهٔ بادی و تو افروزی شمع ۲۴ بر رهگذر سیل چه سازی خانه

پیری دیدم بخواب مستی خفته
وز گرد شعور خانهٔ تن رفته

می خورده و مست خفته و آشفته
الله لطیف بعباده گفته

ای بی خبر از کار جهان هیچ نه
بنیاد نه بادست از آن هیچ نه

شد حد وجود در میان دو عدم
اطراف بود تو در میان هیچ نه

ما عاشق و رند و می پرستیم همه
در کوی خرابات نشستیم همه

بگذشت ز قبح و حسن و از وهم و خیال
از ما مطلب هوش که مستیم همه

ابریق می مرا شکستی ربی
بر من در عیش را ببستی ربی

بر خاک فگندی می گلگون مرا ۲۵ من مست نیم مگر تو مستی ربی

خواهی که پسندیدهٔ انام شوی
مقبول و قبول خاصه عام شوی

اندر پی عیش و جهد و ترسا ۲۶ بد گوی مباش تا نکونام شوی

تا کی ز غم زمانه محزون باشی
با چشم پر آب و دل پرخون باشی

می نوش و بعیش خوشدل می باش
زان پیش که زین دائره بیرون باشی

هر چند ز دست دهر غمکش باشی
وز جور و جفای چرخ ناخوش باشی

زنهار ز دست ناکسان آب زلال ۲۷ بر لب مکنان اگر در آتش باشی

انتخاب

از

کلامِ غالب

دیوانِ غالب اردو

کلیاتِ اسد اللہ خان غالب فارسی

۱۰۵ اشعر

غالب

میرزا اسد اللہ خان نام۔ میرزا نوشہ معروف۔ فارسی مین تخلص اسد اور اُردو مین غالب
آگرہ مولد۔ دلی مسکن و مدفن۔ سالِ وفات ۱۲۸۵ھ ہجری۔

حق یہ ہی کہ تمام شعراے ماضی و حال و مستقبل پر یہ غالب خیال کیے گئے۔ انکی خصوصیات
سے یہ ہی کہ دونون زبان مین انکو پورا ملکہ تھا۔ فارسی کلام مین شعراے فارس پر باوجودیکہ انکی
زبان مادری فارسی نہتھی گوے سبقت لے گئے اور زبان اُردو کا تو ایک طور پر انکو موجد کہنا
بیجا ہے۔ انسے پہلے میر و سودا اور انکے ہمعصر ذوق نامی شاعر تھے۔ اور پھر انکے بعد انیس و میر
امیر مینائی اور داغ یہ سب چوٹی کے شاعر ہوئے۔ انمین سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیجاتی ہی
تو وہ محض ایک فوری حالت ہوتی ہی۔ ہر ایک کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اسی پر شاعری ختم ہوگئی
اور قولِ فیصل یہ ہوتا ہی کہ ہر ایک بجاے خود اُستاد ہی ع ہر گلے را رنگ و بوے دیگر ست + گلاب کا
پھول سونگھیے تو معلوم ہوتا ہی کہ باغ بھر مین یہی ایک پھول ہی اُسکے بعد چمبیلی سونگھیے تو یہ کہنا پڑتا ہی
کہ اسکی خوشگواری سب پر بالا ہی جوہی کہتی ہی کہ جو بھینی بھینی خوشبو مجھمین ہی وہ نازک دماغون کی
روح کی جان ہی۔ بھلا جب شام کو سبز پتیون سے غنچہ کی صورت مین اپنا مُنھ نکالتا ہی تو اسکی دلآویزی
کچھ اور ہی لطف دکھاتی ہی اور ہار بنکر جب گلے مین پڑتا ہی تو بے اختیار مُنھ سے نکلتا ہی کہ یہ پھولون کا
بادشاہ ہی۔ مولسری کامنی اور حنیا جب اپنی اپنی بو دور سے سونگھاتے ہین تو کہنا پڑتا ہی کہ باغ مین اگر
یہ پھول نہ ہون تو باغ کا لطف نہین اسی طرح شعراے نامی کے کلام جب پڑھیے تو ہر ایک بجاے
خود سب سے اچھا معلوم ہوتا ہی لیکن یہ محض خداداد بات ہی عقل کو اسمین دخل نہین غالب کا کلام ہر وقت
غالب سمجھا جاتا ہی۔ جو عام پسندیدگی اسکے ساتھ وابستہ ہی دوسرے کے ساتھ نہین ہی۔

غالب کی خصوصیات سے یہ ہی کہ یہ مےخوار تھا دوسرے شعراے اسلام مے کے بیانات محض سُنے سنائی افسانون پہ مبنی
کرتے تھے اور خود کبھی متکیف بھی ہوئے تو نعیب عند اللہ۔

غزلیات وابیات

بزمِ شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا رکھیو یا رب یہ درِ گنجینۂ گوہر کھلا

گو نہ سمجھون اُسکی باتین گو نہ پاؤن اُسکا بھید پر یہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا؟

در پہ رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا ۱ جتنے عرصہ مین مرا لپٹا ہوا بستر کھلا،

کیا رہون غربت مین خوش جب ہو حوادث کا یہ حال نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

اُسکی امت مین ہون مین میرے رہین کیون کام بند؟ واسطے جس شہ کے **غالب** گنبدِ بے در کھلا

شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرۂ ابر آب تھا شعلۂ جوالہ ہر اک حلقۂ گرداب تھا

وان کرم کو عذرِ بارش تھا عنانگیرِ خرام ۲ گریہ سے یان پنبۂ بالش کفِ سیلاب تھا

وان خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال یان ہجومِ اشک مین تارِ نگہ نایاب تھا

جلوۂ گل نے کیا تھا وان چراغان آبجو یان روان مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا

مین نے روکا رات **غالب** کو وگرنہ دیکھتے اُسکے سیلِ گریہ مین گردون کفِ سیلاب تھا

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا

گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی در و دیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا

عشرتِ قتل گہِ اہلِ تمنا مت پوچھ عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریان ہونا

کی مرے قتل کے بعد اُسنے جفا سے توبہ ہاے اُس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

حیف اُس چار گرہ کپڑے کی قیمت **غالب** ۳ جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

دوست غمخواری مین میری سعی فرمائین گے کیا؟ ۴ زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائین گے کیا؟

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک؟ ۵ ہم کہین گے حالِ دل اور آپ فرمائین گے کیا؟

حضرتِ ناصح گر آئین دیدہ و دل فرشِ راہ پر کوئی اتنا تو سمجھا دے کہ سمجھائین گے کیا؟

آج وان تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہون مین عذر میرے قتل کرنے مین وہ اب لائین گے کیا؟

گر کیا ناصح نے ہمکو قید اچھا یوں سہی　　یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا

ہے اب اس معمورہ میں قحطِ غمِ الفت اسد　　ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کیا

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا　　اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدہ پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا ۶　　کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیمکش کو　　یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح ۷　　کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

غم اگرچہ جان گسل ہے یہ کہاں بچیں کہ دل ہے　　غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے　　مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا　　نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالب　　تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

در خورِ قہر و غضب جب کوئی ہمسا نہ ہوا　　پھر غلط کیا ہے کہ ہمسا کوئی پیدا نہ ہوا

سینے کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا　　خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا

نام کا میرے ہے جو دکھ کہ کسی کو نہ ملا　　کام میں میرے ہے جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرزے　　دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

درد منت کشِ دوا نہ ہوا ۸　　میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو　　اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں　　تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب　　گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

ہے خبر گرم انکے آنے کی ۹　　آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کچھ تو کہیے کہ لوگ کہتے ہیں　　آج غالب غزل سرا نہ ہوا

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا — دل جگر تشنۂ فریاد آیا
دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز — پھر ترا وقت سفر یاد آیا
زندگی یون بھی گذر ہی جاتی — کیون ترا راہگذر یاد آیا
کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی — گھر ترا خلد مین گر یاد آیا
مین نے مجنون پہ لڑکپن مین اسد — سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا — آپ آتے تھے مگر کوئی عنان گیر بھی تھا
تو مجھے بھول گیا ہو تو پتہ بتلا دون — کبھی فتراک مین تیرے کوئی نخچیر بھی تھا
پیشہ مین عیب نہین رکھیے نہ فرہاد کو نام — ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوان میر بھی تھا
ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی — آخر اُس شوخ کے ترکش مین کوئی تیر بھی تھا؟
پکڑے جاتے ہین فرشتون کے لکھے پر ناحق — آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا؟ ۱۰
ریختی کے تمھین اُستاد نہین ہو غالب — کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

عرض نیاز عشق کے قابل نہین رہا — جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا
جاتا ہون داغ حسرت ہستی لیے ہوئے — ہون شمع کشتہ، درخور محفل نہین رہا
مرنے کی اے دل، اور ہی تدبیر کر کہ مین — شایان دست و بازوے قاتل نہین رہا
بیداد عشق سے نہین ڈرتا مگر اسد — جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

ذکر اُس پریوش کا، اور پھر بیان اپنا ۱۱ — بن گیا رقیب آخر، جو تھا رازدان اپنا
درد دل لکھون کب تک؟ جاؤن اُنکو دکھلاؤن — اُنگلیان فگار اپنی، خامہ خونچکان اپنا
گھستے گھستے مٹ جاتا آپ نے عبث بدلا — ننگ سجدہ سے میرے، سنگ آستان اپنا
تا کرے نہ غمازی، کر لیا ہے دشمن کو — دوست کی شکایت مین ہم نے ہمزبان اپنا
ہم کہان کے دانا تھے، کس ہنر مین یکتا تھے؟ — بے سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا

عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا ۱۲ — درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال ۱۳ ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہو جانا

لے تو لون سوتے مین اُسکے پاؤن کا بوسہ مگر ایسی باتون سے وہ کافر بدگمان ہو جائیگا

دل کو ہم صرفِ وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا؟ یعنے یہ پہلے ہی نذر امتحان ہو جائیگا

واے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہ ہو ۱۴ اب تلک تو یہ توقع ہے کہ وان ہو جائیگا

فائدہ کیا؟ سوچ آخر تو بھی دانا ہے اسد دوستی نادان کی ہے جی کا زیان ہو جائیگا

یہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخِ مکتوب مگر ستمزدہ ہون ذوقِ خامہ فرسا کا

غمِ فراق مین تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو مجھے دماغ نہین خندہ ہاے بیجا کا

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لیکے رہ گئے صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے اُسکی خطا نہین ہے یہ میرا قصور تھا

دل مین ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہین ۱۵ آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

ہوے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

یہ لاشِ بے کفن اسدِ خستہ جان کی ہے ۱۶ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مین نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹون وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

اُگا ہے گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر ۱۷ مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے دربان کا

صرفہ ہے ضبطِ آہ مین میرا وگرنہ مین طعمہ ہون ایک ہی نفَسِ جانگداز کا

کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب دیکھا تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار تھا

نہ ہے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے کہ حسرت سنج ہون عرضِ ستمہاے جدائی کا

درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانون جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یون ہوتا تو کیا ہوتا

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا اورون پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا

سرمۂ مفت نظر ہون مری قیمت یہ ہے ۱۸ کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

جان در ہوائے یک نگہ گرم ہے اسد پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے؟ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا؟

لکھتا ہون اسد سوزش دل سے سخن گرم تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پہ انگشت

مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین غالب یار لائے مرے بالین پہ اسے پر کس وقت؟

مہربانی ہائے دشمن کی شکایت کیجیے؟ یا بیان کیجیے سپاس لذت آزار دوست؟

لو ہم مریض عشق کے تیماردار ہین ۱۹ اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج؟

حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد بارے آرام سے ہین اہل جفا میرے بعد

منصب شیفتگی کے کوئی قابل رہا ہوئی معزولی انداز و ادا میرے بعد

آئے ہے بیکسی عشق پہ رونا غالب کس کے گھر جائیگا سیلاب بلا میرے بعد

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور تنہا گئے کیون؟ اب رہو تنہا کوئی دن اور

مٹ جائیگا سر گر ترا پتھر نہ گھسے گا ہون در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤن مانا کہ ہمیشہ نہین اچھا کوئی دن اور

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملین گے ۲۰ کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور؟

ہان اے فلک پیر جوان تھا ابھی عارف کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

تم ماہ شب چاردہم تھے مرے گھر کے پھر کیون نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور؟

تم کون سے ایسے ہو کھرے داد و ستد کے کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھ سے تمھین نفرت سہی نیر سے لڑائی بچون کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

گذری نہ بہرحال یہ مدت خوش و ناخوش کرنا تھا جوانمرگ گذارا کوئی دن اور

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیون جیتے ہین غالب قسمت مین ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر؟

کام اس سے آ پڑا ہے کہ جسکا جہان میں — لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر
جی میں ہی کچھ نہیں ہے ہمارے وگرنہ ہم — سر جاوے یا رہے، نہ رہیں پر کہے بغیر
مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو میں کام — چلتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر
بہرا ہوں میں تو چاہیے دونا ہو التفات — سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر

ہے بسکہ ہر اک انکے اشارہ میں نشان اور — کرتے ہیں محبت تو گذرتا ہے گمان اور
یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات — دے اور دل انکو جو نہ دے مجھکو زبان اور
تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھینگے — لے آئیں گے بازار سے اٹھ کر دل و جان اور
ہے خون جگر جوش میں دل کھول کے روتا — ہوتے جو کئی دیدۂ خونناب فشان اور
مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جاوے — جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہان اور
ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے — کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیان اور

زنار باندھ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال — رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر
سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا — یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر

فراغت کسقدر رہتی مجھے تشویش مرہم سے — بہم گر صلح کرتے پارہ ہاے دل نمکدان پر
نہ لڑنا صح سے غالب کیا ہوا گر اسنے شدت کی — ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر
اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے — کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

نہ گل نغمہ ہوں نہ پردۂ ساز — میں ہوں اپنی شکست کی آواز
تو اور آرایش خم کاکل — میں اور اندیشہ ہاے دور دراز
لاف تمکین فریب سادہ دلی — ورنہ باقی ہے طاقت پرواز
اے ترا غمزہ اک قلم انگیز — اے ترا ظلم سر بسر انداز
تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو — ریزش سجدۂ جبین نیاز
مجھکو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا — میں غریب اور تو غریب نواز

اسد اللہ خان تمام ہوا ۔ اے دریغا وہ رندِ شاہد باز

کیونکر اُس بت سے رکھوں جان عزیز ۲۲ کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے ۔ ہے ترے تیر کا پیکان عزیز

تاب لائے ہی بنے گی غالب ۔ واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

مژدہ اے ذوقِ اسیری کہ نظر آتا ہے ۔ دامِ خالی قفسِ مرغِ گرفتار کے پاس

میں بھی رُک رُک کے نہ مرتا جو زبان کے بدلے ۲۲ دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس

دہنِ شیر میں جا بیٹھیے لیکن اے دل ۲۴ نہ کھڑے ہوجیے خوبانِ دل آزار کے پاس

مر گیا پھوڑ کے سر غالبِ وحشی ہے ہے ۲۵ بیٹھنا اُسکا وہ آ کر تری دیوار کے پاس

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک ۔ کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

دامِ ہر موج میں ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ ۔ دیکھیں کیا گزرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب ۔ دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن ۲۶ خاک ہوجائیں گے ہم تمکو خبر ہونے تک

غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج ۲۷ شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

زخم پر چھڑکیں کہاں طفلانِ بے پروا نمک ۔ کیا مزا ہوتا اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک

یاد ہیں غالب تجھے وہ دن کہ وجدِ ذوق میں ۔ زخم سے گرتا تو میں پلکوں سے چنتا تھا نمک

گر تجھکو ہے یقینِ اجابت دعا نہ مانگ ۔ یعنی بغیر یک دلِ بے مدعا نہ مانگ

آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد ۔ مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

مجکو دیارِ غیر میں مارا وطن سے دور ۔ رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

کی وفا ہم سے تو غیر اسکو جفا کہتے ہیں ۔ ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

آج ہم اپنی پریشانیِ خاطر اُن سے ۔ کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھیے کیا کہتے ہیں

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو ۔ جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود — قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہین

اک شرر دل مین ہے اُس سے کوئی گھبرائیگا کیا — آگ مطلوب ہے ہمکو جو ہوا کہتے ہین

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید — مرگیا غالبِ آشفتہ نوا کہتے ہین

ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایکدن — ورنہ ہم چھیڑینگے رکھ کر عذرِ مستی ایکدن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان — رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایکدن

نغمہ ہاے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے — ۲۸ بے صدا ہو جائیگا یہ سازِ ہستی ایکدن

دھول دھپا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہین — ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایکدن

ملتی ہے خوے یار سے نار التہاب مین — کافر ہون گر نہ ملتی ہو راحت عذاب مین

کب سے ہون کیا بتاؤن جہانِ خراب مین — ۲۹ شبہاے ہجر کو بھی رکھون گر حساب مین

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھون — مین جانتا ہون جو وہ لکھینگے جواب مین

مجھ تک کب انکی بزم مین آتا تھا دورِ جام — ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب مین

مین اور حظِ وصل خدا ساز بات ہے — جان نذر دینی بھول گیا اضطراب مین

وہ نالہ دل مین خس کے برابر جگہ نہ پائے — جس نالہ سے شگاف پڑے آفتاب مین

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی — پیتا ہون روزِ ابر و شبِ ماہتاب مین

حیران ہون دل کو روؤن کہ پیٹون جگر کو مین — مقدور ہو تو ساتھ رکھون نوحہ گر کو مین

لو وہ بھی کہتے ہین کہ یہ بے ننگ و نام ہے — یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو مین

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک [راہرو] کے ساتھ — پہچانتا نہین ہون ابھی راہبر کو مین

خواہش کو احمقون نے پرستش دیا قرار — کیا پوجتا ہون اُس بتِ بیداد گر کو مین

پھر بیخودی مین بھول گیا راہِ کوے یار — جاتا وگرنہ ایکدن اپنی خبر کو مین

اپنے پہ کر رہا ہون قیاس اہلِ دہر کا — سمجھا ہون دلپذیر متاعِ ہنر کو مین

غالب خدا کرے کہ سوارِ سمندِ ناز — دیکھون علی بہادرِ عالی گہر کو مین

ذکر میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہین — غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دور نہین

قطرہ اپنا بھی حقیقت مین ہے دریا لیکن — ہمکو تقلیدِ تنک ظرفیِ منصور نہین

مین جو کہتا ہون کہ ہم لینگے قیامت مین تمہین — کس رعونت سے وہ کہتے ہین کہ ہم حور نہین

ہون ظہوری کے مقابل مین خفائی غالب — میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہین

نالہ جز حسنِ طلب اے ستم ایجاد نہین — ہے تقاضائے جفا شکوۂ بیداد نہین

کم نہین وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم — دشت مین ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہین

کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت — یہی نقشہ ہے ولے اسقدر آباد نہین

کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب — ۳۰ تمکو بے مہریِ یارانِ وطن یاد نہین؟

نہین، کہ مجکو قیامت کا اعتقاد نہین — شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہین

کوئی کہے کہ شبِ مہ مین کیا بُرائی ہے — بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہین

کبھی جو یاد بھی آتا ہون مین تو کہتے ہین — کہ آج بزم مین کچھ فتنہ و فساد نہین

جہان مین ہو غم و شادی بہم ہمین کیا کام — دیا ہے ہمکو خدا نے وہ دل کہ شاد نہین

تم اُنکے وعدہ کا ذکر اُنسے کیون کرو غالب؟ — یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہین کہ یاد نہین

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہین ہون مین — خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہین ہون مین

کیون گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل — ۳۱ انسان ہون پیالہ و ساغر نہین ہون مین

یا رب! زمانہ مجکو مٹاتا ہے کس لیے؟ — لوحِ جہان پہ حرفِ مکرر نہین ہون مین

حد چاہیے سزا مین عقوبت کے واسطے — ۳۲ آخر گناہگار ہون، کافر نہین ہون مین

غالب وظیفہ خوار ہو، دو شاہ کو دعا — وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہین ہون مین

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہو گئین — ۳۳ خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہو گئین

یاد تھین ہمکو بھی رنگا رنگ بزم آرائیان — ۳۴ لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیان ہو گئین

تھین بنات النعشِ گردون دنکو پردہ مین نہان — شب کو انکے جی مین کیا آئی کہ عریان ہو گئین

نیند اُسکی ہی دماغ اُسکا ہی راتین اُسکی ہین ۳۵ تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہوگئین
وہ نگاہین کیون ہوئی جاتی ہین یارب دل کے پار جو مری کوتاہی قسمت سے مژگان ہوگئین
بسکہ روکا مین نے اور سینہ مین اُبھرین پے بہ پے میری آہین بخیۂ چاکِ گریبان ہوگئین
وان گیا بھی مین تو اُنکی گالیون کا کیا جواب یاد تھین جتنی دعائین صرفِ دربان ہوگئین
رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہی رنج ۳۶ مشکلین مجھ پر پڑین اتنی کہ آسان ہوگئین
یون ہی گر روتا رہا غالب تو ای اہلِ جہان دیکھنا اِن بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

دل ہی تو ہی، نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون؟ ۳۷ روئینگے ہم ہزار بار، کوئی ہمین ستائے کیون؟
دیر نہین، حرم نہین، در نہین، آستان نہین ۳۸ بیٹھے ہین رہگذر پہ ہم، کوئی ہمین اُٹھائے کیون؟
جب وہ جمالِ دلفروز صورتِ مہرِ نیمروز آپ ہی ہو نظارہ سوز، پردہ مین منہ چھپائے کیون؟
دشنۂ غمزہ جانستان، ناوکِ ناز بے پناہ، تیرا ہی عکسِ رخ سہی، سامنے تیرے آئے کیون؟
قیدِ حیات و بندِ غم، اصل مین دونون ایک ہین ۳۹ موت سے پہلے آدمی، غم سے نجات پائے کیون؟
وان وہ غرورِ عز و ناز، یان یہ حجابِ پاسِ وضع راہ مین ہم ملین کہان، بزم مین وہ بلائے کیون؟
ہان وہ نہین خدا پرست، جاؤ وہ بیوفا سہی جسکو ہو دین و دل عزیز اُسکی گلی مین جائے کیون؟
غالبِ خستہ کے بغیر، کون سے کام بند ہین؟ روئیے زار زار کیا، کیجیے ہائے ہائے کیون؟

دھوتا ہون جب مین پینے کو اُس سیمتن کے پاؤن رکھتا ہی ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پاؤن
بھاگے تھے ہم بہت سو اُسی کی سزا ہی یہ ہو کر اسیر دابتے ہین راہزن کے پاؤن
مرہم کی جستجو مین پھرا ہون جو دور دور تن سے سوا فگار ہین اِس خستہ تن کے پاؤن
اللہ رے ذوقِ دشت نوردی کہ بعد مرگ ہلتے ہین خود بخود مرے اندر کفن کے پاؤن
شب کو کسی کے خواب مین آیا نہ ہو کہین؟ دکھتے ہین آج اُس بتِ نازک بدن کے پاؤن
غالب مرے کلام مین کیونکر مزا نہ ہو پیتا ہون دھو کے خسروِ شیرین سخن کے پاؤن

مہربان ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت ۴۰ مین گیا وقت نہین ہون کہ پھر آ بھی نسکون

ضعف مین طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہی؟ — بات کچھ سر تو نہین ہی کہ اُٹھا بھی نہ سکون
زہر ملتا ہی نہین مجکو ستمگر ورنہ — کیا قسم ہی ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکون

ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گمان نہین — اک چھیڑ ہے وگرنہ مرا امتحان نہین
بوسہ نہین نہ دیجیے دشنام ہی سہی — آخر زبان تو رکھتے ہو تم گر دہان نہین
نقصان نہین جنون مین بلا سے ہو گھر خراب ۴۱ — سو گز زمین کے بدلے بیابان گران نہین

سلطنت دست بدست آئی ہی — جامِ مے خاتمِ دردلیش نہین
رازِ معشوق نہ رسوا ہو جاے — ورنہ مر جانے مین کچھ بھید نہین
کہتے ہین جیتے ہین امید پہ لوگ ۴۲ — ہم کو جینے کی بھی امید نہین

یہ ہم جو ہجر مین دیوار و در کو دیکھتے ہین — کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہین
وہ آئے گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہی ۴۳ — کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین
نظر لگے نہ کہین اُسکے دست و بازو کو — یہ لوگ کیون مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

دونون جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا — یان آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین؟
کیا شمع کے نہین ہین ہوا خواہ اہلِ بزم — ہو غم ہی جانگداز تو غمخوار کیا کرین؟

مضمحل ہو گئے قوی غالب — وہ عناصر مین اعتدال کہان؟

مین اور صد ہزار نواے جگر خراش — تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہون؟

مانعِ دشت نوردی کوئی تدبیر نہین — ایک چکر ہے مرے پاؤن مین زنجیر نہین

بنا کر فقیرون کا ہم بھیس غالب ۴۴ — تماشاے اہلِ کرم دیکھتے ہین

اس سادگی پہ کون نہ مر جاے اے خدا — لڑتے ہین اور ہاتھ مین تلوار بھی نہین

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یون — بوسے کو پوچھتا ہون مین منہ سے مجھے بتا کہ یون
مین نے کہا کہ بزمِ ناز غیر سے چاہیے تہی — سُنکے ستم ظریف نے مجکو اُٹھا دیا کہ یون؟

قفس مین ہون گر اچھا بھی نہ جانین میرے شیون کو — مرا ہونا برا کیا ہی نوا سنجانِ گلشن کو؟

خدا شرمائے ہاتھون کو کہ رکھتے ہین کشاکش مین / کبھی میرے گریبان کو کبھی جانان کے دامن کو

خوشی کیا کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آئے / سمجھتا ہون کہ ڈھونڈھے ہے ابھی سے برق خرمن کو

شہادت تھی مری قسمت مین جو دی تھی یہ خو مجھکو / جہان تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یون بیخبر سوتا ۴۴ رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہون رہزن کو

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہین غالب / فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو / مجکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو؟

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید ۴۵ مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست / لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو

غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہین / دنیا ہو یارب اور مرا بادشاہ ہو

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو؟ / کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو تو کیونکر ہو؟

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہے نام وصال ۴۶ کہ گر نہو، تو کہان جائین؟ ہو، تو کیونکر ہو؟

تمھین کہو کہ گذارا صنم پرستون کا ۴۷ بتون کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو؟

الجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ / جو تم سے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو؟

جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا / وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو؟

ہمین پھر ان سے امید اور انھین ہماری قدر / ہماری بات ہی پوچھین نہ وہ تو کیونکر ہو؟

مجھے جنون نہین غالب ولے بقول حضور / فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو؟

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغان کیون ہو / نہو جب دل ہی سینہ مین تو پھر منھ مین زبان کیون ہو

وہ اپنی خو نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع کیون چھوڑین / سبک سر بنکے کیا پوچھین کہ ہم سے سرگران کیون ہو

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو / نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا رازدان کیون ہو

وفا کیسی؟ کہان کا عشق؟ جب سر پھوڑنا ٹھہرا ۴۸ تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستان کیون ہو

قفس مین مجھسے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم / گری ہے جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

یہ کہہ سکتے ہو ہم دل مین نہین ہین، پر یہ بتلاؤ
کہ جب دل مین تمھین تم ہو تو آنکھون سے نہان کیون ہو

سہی ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہین ؟
عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

کہا تم نے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی
بجا کہتے ہو، سچ کہتے ہو، پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

نکالا چاہتا تھا کام کیا طعنون سے تو غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھپر مہربان کیون ہو

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہان کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو، اور ہم زبان کوئی نہ ہو

بے در و دیوار سا اک گھر بنانا چاہیے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسبان کوئی نہ ہو

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جائیے، تو نوحہ خوان کوئی نہ ہو

ہی مجکو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلا
ہر چند بر سبیلِ شکایت ہی کیون نہ ہو؟

ہے آدمی بجاے خود اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہ ہو

اُس فتنہ خو کے در سے اب اُٹھتے نہین اسد
اسمین ہمارے سر پہ قیامت ہی کیون نہ ہو

لکھنؤ آنے کا باعث نہین کُھلتا، یعنی
ہوسِ سیر و تماشا، سو وہ کم ہی ہمکو

مقطعِ سلسلۂ شوق نہین ہی یہ شہر
عزمِ سیرِ نجف و طوفِ حرم ہی ہمکو

لیے جاتی ہی کہین ایک توقع غالب
جادۂ رہ کششِ کافِ کرم ہے ہمکو

بساطِ عجز مین تھا ایک دل یک قطرہ خون وہ بھی
باندازِ چکیدن ہو رہا ہے سرنگون وہ بھی

رہا اُس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے
تکلف برطرف تھا ایک اندازِ جنون وہ بھی

نکرتا کاش نالہ مجکو کیا معلوم تھا ہمدم
کہ ہوگا باعثِ افزایشِ دردِ درون وہ بھی

غمِ دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اُٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

لپٹنا پرنیان مین شعلۂ آتش کا آسان ہی
ولے مشکل ہی حکمت دل مین سوزِ غم چھپانے کی

انھین منظور اپنے زخمیون کا دیکھ آنا تھا
اُٹھے تھے سیرِ گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی

ہماری سادگی تھی التفاتِ ناز پر مرنا
ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

کلد کوبِ حوادث کا تحمل کر نہین سکتی
مری طاقت، کہ ضامن تھی بتون کے ناز اُٹھانے کی

ہون کیا خوب ہے اوضاعِ ابنائے زمان غالبؔ ۴۹ بدی کی اُس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

درد سے میرے ہے تجھکو بیقراری ہاے ہاے | کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہاے ہاے
عمر بھر کا تونے پیمانِ وفا باندھا تو کیا ؟ | عمر کو بھی تو نہین ہر پائداری ہاے ہاے
خاک مین ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی | اُٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ یاری ہاے ہاے
کس طرح کاٹے کوئی شبہاے تارِ برشگال | ہر نظر خو کردۂ اختر شماری ہاے ہاے
گوش مہجورِ پیام و چشم محرومِ جمال | ایک دل تس پر یہ نا امیدواری ہاے ہاے
عشق نے پکڑا نہ تھا غالبؔ ابھی وحشت کا رنگ | رہگیا تھا دل مین جو کچھ ذوقِ خواری ہاے ہاے

گر خامشی سے فائدہ اخفاے حال ہر | خوش ہون کہ میری بات سمجھنی محال ہر
ہے ہے خدا نخواستہ تو اور دشمنی ؟ | اے شوقِ منفعل یہ تجھے کیا خیال ہر
ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسدؔ | عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہر

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی | میری وحشت تری شہرت ہی سہی
قطع کیجے نہ تعلق ہم سے | کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی
میرے ہونے مین ہر کیا رسوائی | اے وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی
عمر ہرچند کہ ہے برق خرام | دل کے خون کرنے کی عادت ہی سہی
کچھ تو دے اے فلکِ ناانصاف | آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالین گے | بے نیازی تری عادت ہی سہی

اس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے | بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے
دل ہی تو ہر سیاستِ دربان سے ڈر گیا | مین اور جاؤن در سے ترے بن صدا کیے
مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم | تو نے وہ گنجہاے گرانمایہ کیا کیے ؟
صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو | دینے لگا ہر بوسہ بغیر التجا کیے
ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہین | بھولے سے اُسنے سیکڑون وعدے وفا کیے

غالب تمھین کہو کہ ملے گا جواب کیا؟ | مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سُنا کیے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجاے ہے | مین اُسے دیکھون بھلا کب مجھ سے دیکھا جاے ہے
شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے | دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جاے ہے
ہوکے عاشق وہ پری رو اور نازک بن گیا | رنگ کھُلتا جائے ہے جتنا کہ اُڑتا جاے ہے
نقش کو اُسکے مصور سے بھی کیا کیا ناز ہین | کھینچتا ہے جسقدر اُتنا ہی کھنچتا جاے ہے
سایہ میرا مجھ سے مثلِ دود بھاگے ہے اسد | پاس مجھ آتش بجان کے کس سے ٹھہرا جاے ہے

سادگی پر اُسکی مرجانے کی حسرت دل مین ہے | بس نہین چلتا کہ پھر خنجر کفِ قاتل مین ہے
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا | مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہے
گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے با اینہمہ | ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس محفل مین ہے
بس ہجومِ نا امیدی خاک مین ملجائے گی | یہ جو اک لذت ہماری سعیِ بے حاصل مین ہے
ہے دلِ شوریدہ غالب طلسمِ پیچ و تاب | رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل مین ہے

دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی | دونون کو اک ادا مین رضامند کر گئی
شق ہوگیا ہے سینہ خوشا لذتِ فراغ | تکلیفِ پردہ داریِ زخمِ جگر گئی
وہ بادہ شبانہ کی سرمستیان کہان؟ | اُٹھیے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی
اُڑتی پھرے ہے خاک مری کوے یار مین | بارے اب اے ہوا ہوسِ بال و پر گئی
پھر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی | اب آبروے شیوہ اہلِ نظر گئی
مارا زمانے نے اسداللہ خان تمھین | وہ ولولے کہان وہ جوانی کدھر گئی؟

کوئی امید بر نہین آتی | کوئی صورت نظر نہین آتی
موت کا ایک دن مقرر ہے | نیند کیون رات بھر نہین آتی
آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی | اب کسی بات پر نہین آتی
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون | ورنہ کیا بات کر نہین آتی

کیون نہ چیخون کہ یاد کرتے ہین | میری آواز گر نہین آتی
داغِ دل گر نظر نہین آتا | بو بھی اے چارہ گر نہین آتی
مرتے ہین آرزو مین مرنے کی | موت آتی ہے پر نہین آتی
کعبے کس منھ سے جاؤ گے غالب | شرم تمکو مگر نہین آتی

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟ | آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
ہم ہین مشتاق اور وہ بیزار | یا الٰہی، یہ ماجرا کیا ہے؟
مین بھی منھ مین زبان رکھتا ہون | کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟
جبکہ تجھ بن نہین کوئی موجود | پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہین | غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟
شکنِ زلفِ عنبرین کیون ہے؟ | نگہِ چشمِ سرمہ سا کیا ہے؟
سبزہ و گل کہان سے آئے ہین | ابر کیا چیز ہے، ہوا کیا ہے؟
ہم کو اُن سے وفا کی ہے امید | جو نہین جانتے وفا کیا ہے؟
ہان بھلا کر ترا بھلا ہوگا | اور درویش کی صدا کیا ہے؟
جان تم پر نثار کرتا ہون | مین نہین جانتا دعا کیا ہے؟
مین نے مانا کہ کچھ نہین غالب | مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے؟

پھر کچھ اک دل کو بیقراری ہے | سینہ جویاے زخمِ کاری ہے
پھر جگر کھودنے لگا ناخن | آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے
چشم، دلالِ جنسِ رسوائی | دل، خریدارِ ذوقِ خواری ہے
پھر اُسی بے وفا پہ مرتے ہین | پھر وہی زندگی ہماری ہے
پھر کھلا ہے درِ عدالتِ ناز | گرم بازارِ فوجداری ہے
ہو رہا ہے جہان مین اندھیر | زلف کی پھر سرشتہ داری ہے

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال — ایک فریاد وآہ و زاری ہے
پھر ہوئے ہین گواہِ عشق طلب — اشکباری کا حکم جاری ہے
دل و مژگان کا جو مقدمہ تھا — آج پھر اُسکی روبکاری ہے
بیخودی بے سبب نہین غالب ۵۱ — کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

ظلمتکدہ مین میرے شبِ غم کا جوش ہے — اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے
نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال — مدت ہوئی کہ آشتی چشم وگوش ہے
اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل — زنہار گر تمھین ہوسِ نائے ونوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو — میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے
ساقی بجلوہ دشمنِ ایمان و آگہی — مطرب بنغمہ رہزنِ تمکین وہوش ہے
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط — دامانِ باغبان وکفِ گل فروش ہے
لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ — یہ جنتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے
یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم مین — نے وہ سرور وسوز نہ جوش وخروش ہے
داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی ۵۱ — اک شمع رہگئی ہے سو وہ بھی خموش ہے
آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین — غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

جس بزم مین تو ناز سے گفتار مین آئے — جان کالبدِ صورتِ دیوار مین آئے
سایہ کی طرح ساتھ پھرین سرو وصنوبر — تو اس قدِ دلکش سے جو گلزار مین آئے
تب نازِ گرانمایگیِ اشک بجا ہے — جب لختِ جگر دیدۂ خونبار مین آئے
دے مجکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر ۵۲ — کچھ تجکو مزا بھی مرے آزار مین آئے
کانٹون کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب — اک آبلہ پا وادیِ پُرخار مین آئے
تب چاک گریبان کا مزا ہے دلِ نالان — جب اک نفس الجھا ہوا ہر تار مین آئے
گنجینۂ معنی کا طلسم اسکو سمجھیے — جو لفظ کہ غالب مرے اشعار مین آئے

حسن مہ گرچہ بہ ہنگام کمال اچھا ہی   اُس سے میرا مہِ خورشید جمال اچھا ہی
بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہی ہر لحظہ نگاہ   جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہی
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا   ۵۳ ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہی
بے طلب دین تو مزہ اسمین سوا ملتا ہے   وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہی
اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہی مُنھ پر رونق   وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہی
قطرہ دریا مین جو مل جاے تو دریا ہو جاے   کام اچھا ہی وہ جس کا کہ مآل اچھا ہی
ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن   دل کے بہلانے کو **غالب** یہ خیال اچھا ہی

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی   امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
ایک ہنگامے پہ موقوف ہی گھر کی رونق   ۵۴ نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا   نہ سہی گر مرے اشعار مین معنی نہ سہی
عشرتِ صحبتِ خوبان ہی غنیمت سمجھو   نہو **غالب** کی اگر عمرِ طبیعی نہ سہی

شکوہ کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہی   یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہی
پُر ہون مین شکوہ سے یون راگ سے جیسے باجا   اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہی
کیون نہ ٹھہرین ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم   آپ اُٹھا لاتے ہین گر تیر خطا ہوتا ہی
خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ   کہ بھلا چاہتے ہین اور برا ہوتا ہی
رکھیو **غالب** مجھے اس تلخ نوائی سے معاف   آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہی

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے   ۵۵ تمھین بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے
نہ شعلے مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا   کوئی بتائے کہ وہ شوخِ تندخو کیا ہے
چپک رہا ہی بدن پر لہو سے پیراہن   ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے
جلا ہی جسم جہان دل بھی جل گیا ہوگا   کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے
رگون مین دوڑتے پھرنے کے ہم نہین قائل   جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جسکے لیے ہمکو ہو بہشت عزیز سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے
پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے
رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے
ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

غیر لین محفل مین بوسے جام کے ہم رہین یون تشنہ لب پیغام کے
خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ ہتھکنڈے ہین چرخ نیلی فام کے
خط لکھین گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو ہم تو عاشق ہین تمھارے نام کے
رات پی زمزم پہ مے اور صبحدم دھوئے دھبے جامۂ احرام کے
عشق نے غالب نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اس انداز سے بہار آئی کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی
دیکھو اے ساکنان خطۂ خاک اسکو کہتے ہین عالم آرائی
کہ زمین ہو گئی ہے سر تا سر روکش سطح چرخ مینائی
سبزہ کو جب کہین جگہ نہ ملی بن گیا روئے آب پر کائی
سبزہ و گل کو دیکھنے کے لیے چشم نرگس کو دی ہے بینائی
ہے ہوا مین شراب کی تاثیر بادہ نوشی ہے بادپیمائی
کیون نہ دنیا کو ہو خوشی غالب شاہ دیندار نے شفا پائی

کب وہ سنتا ہے کہانی میری اور پھر وہ بھی زبانی میری
خلش غمزۂ خونریز نہ پوچھ دیکھ خونابہ فشانی میری
کیا بیان کرکے مرا روئین گے یار مگر آشفتہ بیانی میری
ہون ز خود رفتۂ بیدائے خیال بھول جانا ہے نشانی میری
قدر سنگ سر رہ رکھتا ہون سخت ارزان ہے گرانی میری

حسن مہ گرچہ بہنگامِ کمال اچھا ہی — اُس سے میرا مہِ خورشید جمال اچھا ہی
بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہی ہر لحظہ نگاہ — جی مین ہی اُنکے کہ مفت آئے تو مال اچھا ہی
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا ۵۳ ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہی
بے طلب دین تو مزہ اسمین سوا ملتا ہے — وہ گدا جس مین نہ ہو خوے سوال اچھا ہی
اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہی مُنھ پر رونق — وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہی
قطرہ دریا مین جو مل جاے تو دریا ہو جاے — کام اچھا ہی وہ جس کا کہ مآل اچھا ہی
ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن — دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہی

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی — امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
ایک ہنگامے پہ موقوف ہی گھر کی رونق ۵۴ نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا — نہ سہی گر مرے اشعار مین معنی نہ سہی
عشرتِ صحبتِ خوبان ہی غنیمت سمجھو — نہو غالب کی اگر عمرِ طبیعی نہ سہی

شکوہ کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہی — یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہی
پُر ہون مین شکوہ سے یون راگ سے جیسے باجا — اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہی
کیون نہ ٹھہرین ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم — آپ اُٹھا لاتے ہین گر تیر خطا ہوتا ہی
خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ — کہ بھلا چاہتے ہین اور بُرا ہوتا ہی
رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف — آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہی

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے ۵۵ تمھین بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے
نہ شعلے مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا — کوئی بتائے کہ وہ شوخِ تندخو کیا ہے
چپک رہا ہی بدن پر لہو سے پیراہن — ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے
جلا ہی جسم جہان دل بھی جل گیا ہوگا — کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے
رگون مین دوڑتے پھرنے کے ہم نہین قائل — جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جس کے لیے ہم کو ہو بہشت عزیز — سواے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے
پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار — یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے
رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی — تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے
ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا — وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

غیر لیں محفل میں بوسے جام کے — ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کے
خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ — ہتھکنڈے ہیں چرخِ نیلی فام کے
خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو — ہم تو عاشق ہیں تمھارے نام کے
رات پی زمزم پہ مے اور صبحدم — دھوئے دھبے جامۂ احرام کے
عشق نے غالب نکما کر دیا — ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اس انداز سے بہار آئی — کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی
دیکھو اے ساکنانِ خطۂ خاک — اس کو کہتے ہیں عالم آرائی
کہ زمیں ہو گئی ہے سر تا سر — روکشِ سطحِ چرخِ مینائی
سبزہ کو جب کہیں جگہ نہ ملی — بن گیا روے آب پر کائی
سبزہ و گل کو دیکھنے کے لیے — چشمِ نرگس کو دی ہے بینائی
ہے ہوا میں شراب کی تاثیر — بادہ نوشی ہے بادپیمائی
کیوں نہ دنیا کو ہو خوشی غالب — شاہِ دیں دار نے شفا پائی

کب وہ سنتا ہے کہانی میری — اور پھر وہ بھی زبانی میری
خلشِ غمزۂ خوں ریز نہ پوچھ — دیکھ خونابہ فشانی میری
کیا بیاں کر کے مرا روئیں گے یار — مگر آشفتہ بیانی میری
ہوں ز خود رفتۂ بیداے خیال — بھول جانا ہے نشانی میری
قدرِ سنگِ سرِ رہ رکھتا ہوں — سخت ارزاں ہے گرانی میری

گرد بادِ رہِ بیتابی ہوں / صرصرِ شوق ہے بانی میری
گرد یا ضعف نے عاجز غالبؔ / ننگِ پیری ہے جوانی میری

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے / ٥٦ یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے؟
چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟ / بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے
چاک مت کر جیب بے ایامِ گل / کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے
دوستی کا پردہ ہے بیگانگی / مُنھ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے
منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید / ٥٧ ناامیدی اُسکی دیکھا چاہیے
غافل، ان مہ طلعتوں کے واسطے / چاہنے والا بھی اچھا چاہیے
چاہتے ہیں خوبرویوں کو اسدؔ / آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی، / ٥٨ لکھ دیجیو یارب اُسے قسمت میں عدو کی
اچھا ہے سرِ انگشتِ حنائی کا تصور، / دل میں نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی
صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالبؔ / حسرت میں رہے ایک بتِ عربدہ جو کی

نکتہ چیں ہے، غمِ دل اسکو سنائے نہ بنے / کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے
میں بلاتا تو ہوں اُسکو مگر اے جذبۂ دل / اُسپہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
غیر پھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ اگر / کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے
اس نزاکت کا بُرا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا / ہاتھ آئیں تو انھیں ہاتھ لگائے نہ بنے
کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کسکی ہے / پردہ چھوڑا ہے وہ اُسنے کہ اُٹھائے نہ بنے
عشق پر زور نہیں، ہے یہ وہ آتش غالبؔ / کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

وہ آکے خواب میں تسکینِ اضطراب تو دے / ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے
پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے / پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے، شراب تو دے
اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے / کہا جو اُسنے ذرا میرے پاؤں داب تو دے

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے ۵۷ نالہ پابندِ نے نہیں ہے
ہرچند ہر ایک شے میں تو ہے پر تجھ سی کوئی شے نہیں ہے
ہاں کھائیو مت فریبِ ہستی ہرچند کہیں کہ ہے نہیں ہے
ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب آخر تو کیا ہے اے نہیں ہے

دیا ہے دل اگر اُسکو بشر ہے کیا کہیے؟ ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہے کیا کہیے؟
سمجھ کے کرتے ہیں بازار میں وہ پرسشِ حال کہ یہ کہے کہ سرِ رہگذر ہے کیا کہیے؟
کہا ہے کس نے کہ غالب بُرا نہیں لیکن سوائے اسکے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیے؟

کبھی نیکی بھی اُسکے جی میں گر آجائے ہے مجھ سے جفائیں کرکے اپنی یاد شرما جائے ہے مجھ سے
خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر اُلٹی ہے کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے
وہ بدخو اور میری داستانِ عشق طولانی ۵۸ عبارت مختصر، قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے
سنبھلنے دے زرا او نا امیدی کیا قیامت ہے کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے
قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
اک کھیل ہے اورنگِ سلیماں مرے نزدیک اک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے
جُز نام نہیں، صورتِ عالم مجھے منظور جُز وہم نہیں ہستیِ اشیا مرے آگے
مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے
پھر دیکھیے اندازِ گل افشانیِ گفتار ۵۹ رکھدے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے
نفرت کا گماں گزرے ہے میں رشک سے گزرا کیونکر کہوں لو نام نہ اُنکا مرے آگے
ہے موجزن اک قلزمِ خوں کاش یہی ہو آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے
گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے؟ ۶۰ تمھیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے؟

جو مدعی بنے اُسکے نہ مدعی بنیے — جو ناسزا کہے اُسکو نہ ناسزا کہیے
نہین نگار کو الفت نہ ہو، نگار تو ہے — روانیِ روش و مستیِ ادا کہیے
نہین بہار کو فرصت نہ ہو بہار تو ہے — طراوتِ چمن و خوبیِ ہوا کہیے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا **غالب** ۶۱ — خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے — دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے
صرفِ بہاے مے ہوئے آلاتِ میکشی — تھے یہ ہی دو حساب سو یون پاک ہو گئے
رسواے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم — بارے طبیعتون کے تو چالاک ہو گئے
کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر؟ ۶۱ — پردے مین گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے
کرنے گئے تھے اُس سے تغافل کا ہم گلا — کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے
اس رنگ سے اُٹھائی کل اُسنے اسد کی لاش — دشمن بھی جسکو دیکھ کے غمناک ہو گئے

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی — میرے دل کی دوا کرے کوئی
شرع و آئین پر مدار سہی — ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی
چال، جیسے کڑی کمان کا تیر — دل مین ایسی کہ جا کرے کوئی
بات پر وان زبان کٹتی ہے — وہ کہین اور سُنا کرے کوئی
بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھ ۶۲ — کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی — بخش دو گر خطا کرے کوئی
کون ہے جو نہین ہے حاجتمند ۶۳ — کس کی حاجت روا کرے کوئی
کیا کیا خضر نے سکندر سے — اب کسے رہنما کرے کوئی
جب توقع ہی اُٹھ گئی **غالب** ۶۴ — کیون کسی کا گلا کرے کوئی

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے — بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
نکلنا خلد سے آدم کا سُنتے آئے ہین لیکن ۶۵ — بہت بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے

بھرم کھل جائیگا ظالم تیری قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغ ستم نکلے

محبت مین نہین ہے فرق جینے اور مرنے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہین جس کافر پہ دم نکلے

کہان میخانہ کا دروازہ غالب اور کہان واعظ؟
پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی

اک خونچکان کفن مین کرورون بناؤ ہین
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدون پہ حور کی

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو
کیا بات ہے تمھاری شراب طہور کی

آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج
اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

گو وان نہین پہ انکے نکالے ہوئے تو ہین
کعبہ سے ان بتون کو بھی نسبت ہے دور کی

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کرین کوہ طور کی

گرمی سہی کلام مین لیکن نہ اسقدر
کی جس سے بات اسنے شکایت ضرور کی

غالب گر اس سفر مین مجھے ساتھ لے چلین
حج کا ثواب نذر کرون گا حضور کی

غم کھانے مین بودا دل ناکام بہت ہے
یہ رنج کہ کم ہے مے گلفام بہت ہے

کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ
ہے یون کہ مجھے درد تہ جام بہت ہے

نے تیر کمان مین ہے نہ صیاد کمین مین
گوشہ مین قفس کے مجھے آرام بہت ہے

کیا زہد کو مانون کہ نہ ہو گرچہ ریائی
پاداش عمل کی طمع خام بہت ہے

زمزم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوف حرم سے
آلودہ بمے جامۂ احرام بہت ہے

ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے
شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

مدت ہوئی ہے یار کو مہمان کیے ہوئے
جوش قدح سے بزم چراغان کیے ہوئے

کرتا ہون جمع پھر جگر لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوت مژگان کیے ہوئے

پھر گرم نالہ ہاے شرربار ہے نفس
مدت ہوئی ہے سیر چراغان کیے ہوئے

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق　　سامان صد ہزار نمکدان کیے ہوئے

مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس　　زلف سیاہ رخ پہ پریشان کیے ہوئے

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں　　سر زیر بار منت دربان کیے ہوئے

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے　　بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفان کیے ہوئے

نوید امن ہے بیداد دوست جاں کے لیے　　رہی نہ طرز ستم کوئی آسماں کے لیے

بلا سے گر مژۂ یار، تشنۂ خوں ہے　　رکھوں کچھ اپنی بھی مژگان خوں فشاں کے لیے

فلک نہ دور رکھ اُس سے مجھے کہ میں ہی نہیں　　دراز دستیِ قاتل کے امتحاں کے لیے

مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر　　۶۸ کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لیے

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری خوشامد سے　　اُٹھا اور اُٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے　　بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لیے

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا　　کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

ادائے خاص سے **غالب** ہوا ہے نکتہ سرا　　صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں؟　　سوز غمہائے نہانی اور ہے

بارہا دیکھی ہیں اُنکی رنجشیں　　۶۹ پر کچھ اب کی سرگرانی اور ہے

دے کے خط منھ دیکھتا ہے نامہ بر　　۷۰ کچھ تو پیغام زبانی اور ہے

ہو چکیں **غالب** بلائیں سب تمام　　۷۱ ایک مرگ ناگہانی اور ہے

میں انھیں چھیڑوں اور وہ کچھ نہ کہیں　　چل نکلتے جو مے پیے ہوتے

قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو　　کاشکے تم مرے لیے ہوتے

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا　　دل بھی یارب کئی دیے ہوتے

آ ہی جاتا وہ راہ پر **غالب**　　کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

ایک جا حرف وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا　　ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

آگ سے پانی میں بجھتے وقت اٹھتی ہے صدا
ہر کوئی درماندگی میں نالے سے ناچار ہے

مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی
زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے

میرے غم خانے کی قسمت جب لگی ہونے رقم
لکھ دیا منجملۂ اسباب ویرانی مجھے

وائے واں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا
لے گیا تھا گور میں ذوقِ تن آسانی مجھے

وعدہ آنے کا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے
تم نے کیوں سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے؟

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو؟
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

پی جسقدر ملے شبِ مہتاب میں شراب
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

اپنی گلی میں مجھکو نہ کر دفن بعدِ قتل
میرے پتہ سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے؟

اے ساکنانِ کوچۂ دلدار دیکھنا
تمکو کہیں جو غالبِ آشفتہ سر ملے

جب تک دہانِ زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی

رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے
آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

اے عندلیب، یک کفِ خس بہرِ آشیان
طوفانِ آمدِ فصلِ بہار ہے

غفلت کفیلِ عمر و اسد ضامنِ نشاط
اے مرگِ ناگہان تجھے کیا انتظار ہے؟

ہے دورِ قدح وجہِ پریشانیِ صہبا
اک بار لگا دو خمِ مے میرے لبوں سے

تا ہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا
سن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے

گھر میں تھا کیا کہ ترا غم اسے غارت کرتا
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے

بینش میں گزرتے ہیں جو کوچہ سے وہ میرے
کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

نہ لائے شوخیِ اندیشہ تابِ رنجِ نامیدی
کفِ افسوس ملنا عہدِ تجدیدِ تمنا ہے

چشمِ خوبان خامشی میں بھی نوا پرداز ہے
سرمہ تو کہوے کہ دودِ شعلۂ آواز ہے

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب ۲، ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب ۳، ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہے

کہتے تو ہو تم سب کہ بتِ غالیہ مو آئے / یکمرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے

چھوڑی اسد نہ ہم نے گدائی مین دل لگی / سائل ہوئے تو عاشقِ اہلِ کرم ہوئے

ہون سراپا سازِ آہنگِ شکایت کچھ نہ پوچھ / ہے یہی بہتر کہ لوگون مین نہ چھیڑے تو مجھے

تو وہ بدخو کہ تحیر کو تماشا جانے / غم وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحتِ دل کا ۴، کہ اسمین ریزۂ الماس جزوِ اعظم ہے

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے / عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

بھولے نہین ہین سیرِ گلستان کے ہم ورے / کیونکر نہ کھائیے کہ ہوا ہے بہار کی

گو وہ کے ہون بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے / بے تکلف اے شرارِ جستہ کیا ہو جائیے

غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے / ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

(فارسی)

چون بہ قاصد بسپرم پیغام را / رشک نگذارد کہ گویم نام را

آن نیم باید کہ چون ریزم بجام / زور مے در گردش آرد جام را

بیگنا ہم پیرِ دیر از من مرنج / من بمستی بستہ ام احرام را

دوستان در خشم و غالب بوسہ جوے / شوق نشناسد ہمی ہنگام را

دل تابِ ضبطِ نالہ ندارد خداے را ۵، از ما مجوے گریۂ بے ہاے ہاے را

مُردم ز فرطِ ذوق و تسلی نمی شوم / یارب کجا برم لبِ خنجر ستاے را

غالب بریدم از ہمہ خواہم کہ زین سپس / گنجے گزینم و بپرستم خداے را

سحر دمیدہ و گل در دمیدہ نیست مخسپ / جہان جہان گلِ نظارہ چیدنیست مخسپ

تو محوِ خواب و سحر ز تاسعف انجم / بہ پشتِ دست بدندان گزیدنیست مخسپ

بذکر مرگ شبے زندہ داشتن ذوقیست   گرت فسانۂ غالب شنید نیست مخسپ

بوادیے کہ دران خضر را عصا خفتست   بسینہ می سپرم رہ اگرچہ پا خفتست
ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز   ۷۶ گسستہ لنگر کشتی و ناخدا خفتست
بخواب چون خودم آسودہ دل مدان غالب   کہ خستہ غرقہ بخون خفتہ است تا خفتست

با من کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست؟   در امر خاص حجت دستور عام چیست؟
مستم ز خون دل کہ دو چشمم ازان پرست   گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیست؟
باد دست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام   داند کہ حور و کوثر و دار السلام چیست؟
غالب اگر نہ خرقہ و مصحف بہم فروخت   پرسد چرا کہ نرخ مئ لعل فام چیست؟

ریزد آن برگ این گل افشاندند ۷۷   ہم خزان ہم بہار در گذر است

آن راز کہ در سینہ نہانست نہ وعظ است ۷۸   بر دار توان گفت و بہ منبر نتوان گفت

بجو و بوقت ذبح تپیدن گناہ من ۷۹   دانستہ دشنہ تیز نکردن گناہ کیست؟

بہ بند پرسش حالم نمی توان افتاد   توان شناخت ز بندے کہ بر زبان افتاد
فغان من دل خلق آب کرد ورنہ ہنوز   نگفتہ ام کہ مرا کار با فلان افتاد
غریبم و تو زبان دان من نۂ غالب   بہ بند پرسش حالم نمی توان افتاد

چون گویم از تو بر دل شیدا چہ میرود ۸۰   بنگر بر آئینہ ز رخسار چہ میرود
یک رہ اگر بوادی مجنون کند گزار   از ساربان ناقۂ لیلا چہ میرود
ہفت آسمان بگردش و ما در میانہ ایم   غالب دگر مپرس کہ بر ما چہ میرود

دوش از گردش بختم گلہ بر روے تو بود ۸۱   چشم بر سوے فلک و روے سخن سوے تو بود
دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند   کاین ہمانست کہ پیوستہ در ابروے تو بود
لالہ و گل دمد از طرف مزارش پس مرگ   تا چہا در دل غالب ہوس روے تو بود

نقاب دار کہ آئین رہزنی دارد   جمال یوسفی و فر بہمنی دارد

بباده گر بودم میل شاعرم نه فقیه / سخن چه ننگ ز آلوده دامنی دارد

بیاورید گر اینجا بود زباندانی ۸۲ / غریب شهر سخنهاے گفتنی دارد

بہار کست رفیق ار چنین بود غالب / ضیاے نیر ما چشم روشنی دارد

فداے شیوهٔ رحمت که در لباسِ بہار / بعذر خواہیِ رندان باده نوش آمد

پیمانه بران رند حرامست که غالب / در بیخودی اندازهٔ گفتار نداند

بیا و جوشِ تمناے دیدنم بنگر / چو اشک از سرِ مژگان چکیدنم بنگر

ز من بجرمِ طپیدن کناره مے کردی / بیا بخاکِ من و آرمیدنم بنگر

دمید دانه و بالید و آشیان گه شد / در انتظارِ ہما دام چیدنم بنگر

نواے صفعے نکنم بے نواے صفعے غالب / بسایۂ خمِ تیغش خمیدنم بنگر

دود سودائی تتق بست آسمان نامیدمش / دیده بر خوابِ پریشان زد جہان نامیدمش

وہم خاکے ریخت در چشمم بیابان دیدمش / قطرهٔ بگداخت بحرِ بیکران نامیدمش

باد دامن زد بر آتش نوبہاران خواندمش / داغ گشت آن شعله از مستی خزان نامیدمش

غربتم ناسازگار آمد وطن فہمیدمش / کرد تنگی حلقۂ دام آشیان نامیدمش

بود غالب عندلیبے از گلستانِ عجم / من ز غفلت طوطیِ ہندوستان نامیدمش

مرا که باده ندارم ز روزگار چه حظ؟ / ترا که ہست و نیاشامی از بہار چه حظ؟

گفتم ز شادی نبودم گنجیدن آسان در بغل / تنگم کشید از سادگی در وصل جانان در بغل

دانش بہ بے در باخته خود را ز من نشناخته / رخ در کنار رم ساخته از شرم پنہان در بغل

ہان غالب خلوت نشین بیمے چنان عیشے چنین / جاسوسِ سلطان در کمین مطلوبِ سلطان در بغل

بیا که قاعدهٔ آسمان بگردانیم / قضا بگردشِ رطلِ گران بگردانیم

بگوشۂ بنشینیم و در فراز کنیم / بکوچه بر سرِ ره پاسبان بگردانیم

اگر ز شحنه بود گیر و دار نندیشیم / وگر ز شاه رسد ارمغان بگردانیم

بمن وصالِ تو باور نمی کند غالب — بیا کہ قاعدهٔ آسمان بگردانیم

سپر بایم بوسہ و عرضِ ندامت میکنم، — اختراعے چند در آدابِ صحبت میکنم

خوش بود فارغ ز بندِ کفر و ایمان زیستن — حیف کافر مردن و آوخ مسلمان زیستن
شیوهٔ رندان بے پروا خرام از من مپرس — اینقدر دانم کہ دشوار است آسان زیستن
بر نویدِ مقدمت صد بار جان باید فشاند — بر امیدِ وعدہ ات زنہار نتوان زیستن
غالب از ہندوستان بگریز فرصت مفتِ تست — در نجف مردن خوش است و در صفاہان زیستن

دولت بہ غلط نبود از سعی پشیمان شو — کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو
از ہرزہ روان گشتن قلزم نتوان گشتن — جوئی بخیابان رو سیلی بہ بیابان شو
گر چرخِ فلک گردی سر بر خطِ فرمان نہ — در گوے زمین باشی وقفِ خمِ چوگان شو
جان دادہ بغم غالب خشنودیِ روحش را — در بزمِ عزا مے کش در نوحہ غزلخوان شو

چون زبانہا لال و جانہا تیرہ ز غوغا کردہ ۸۳ بایدت از خویش پرسید آنچہ با ما کردہ
گر نہ مشتاقِ عرضِ دستگاہِ حسنِ خویش ۸۴ جان فدایت دیدہ را ہر جا چہ بینا کردہ
دیدہ میگرید زبان مینالد و دل می تپد ۸۵ عقدہ ہا از کارِ غالب سر بسر وا کردہ

مثنویان - قصائد - قطعات و متفرقات

ہاں مہ نو! سنیں ہم اُس کا نام — جسکو تو جُھک کے کر رہا ہے سلام
دو دن آیا ہے تو نظر دمِ صبح — یہی انداز اور یہی اندام
بارے دو دن کہاں رہا غائب؟ — بندہ عاجز ہے گردشِ ایام
اُڑ کے جاتا کہاں؟ کہ تاروں کا — آسمان نے بچھا رکھا تھا دام
مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص — حبذا اے نشاطِ عامِ عوام
عذر میں تین دن نہ آنے کے — لے کے آیا ہے عید کا پیغام

اُسکو بھولا نہ چاہیے کہنا — صبح جو جائے اور آوے شام
ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا — تیرا آغاز اور ترا انجام
رازِ دل مجھ سے کیوں چھپاتا ہے؟ — مجھ کو سمجھا ہے کیا کہیں نمّام
جانتا ہوں کہ آج دنیا میں — ایک ہی ہے امیدگاہِ انام
میں نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش — غالب اُسکا مگر نہیں ہے غلام
جانتا ہوں کہ جانتا ہے تو — تب کہا ہے بطرزِ استفہام
مہرِ تاباں کو ہو تو ہو اے ماہ — قربِ ہر روزہ برسبیلِ دوام
تجھکو کیا پایہ روشناسی کا — جز بہ تقریبِ عیدِ ماہِ صیام
جانتا ہوں کہ اُسکے فیض سے تو — پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام
ماہ بن، ماہتاب بن، میں کون؟ — مجھکو کیا بانٹ دے گا تو انعام
میرا اپنا جدا معاملہ ہے — اور کے لین دین سے کیا کام
ہے مجھے آرزوئے بخششِ خاص — گر تجھے ہے امیدِ رحمتِ عام
جو کہ بخشے گا تجھکو فرِّ فروغ — کیا نہ دے گا مجھے مئے گلفام؟
جبکہ چودہ منازلِ فلکی — کر چکی قطع تیری تیزیِ گام
تیرے پرتو سے ہوں فروغ پذیر — کوے و مشکوے و صحن و منظر و بام
دیکھنا میرے ہاتھ میں لبریز — اپنی صورت کا اک بلوریں جام
پھر غزل کی روش پہ چل نکلا — توسنِ طبع چاہتا تھا لگام
زہرِ غم کر چکا تھا میرا کام — تجھکو کس نے کہا کہ ہو بدنام
مے ہی پھر کیوں نہ میں پیے جاؤں — غم سے جب ہو گئی ہو زیست حرام
بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے — کہ نہ سمجھیں وہ لذتِ دشنام
بوسہ دینے میں اُنکو ہے انکار — دل کے لینے میں جنکو تھا ابرام

چھیڑتا ہون کہ اُن کو غصہ آئے — کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام

جب ازل مین رقم پذیر ہوئے — صفحہ ہائے لیالی و ایام

اور اُن اوراق مین بکلک قضا — مجملاً مندرج ہوئے احکام

لکھ دیا عاشقون کو شاہد کش — لکھ دیا عاشقون کو دشمن کام

آسمان کو کہا گیا کہ کہین — گنبد تیز گرد نیلی فام

حکم ناطق لکھا گیا کہ لکھین — خال کو دانہ اور زلف کو دام

آتش و آب و باد و خاک نے لی — وضع سوز و نم و رم و آرام

مہر رخشان کا نام خسرو روز — ماہ تابان کا اسم شحنۂ شام

تیری توقیع سلطنت کو بھی — دی بدستور صورت ارقام

کاتب حکم نے بموجب حکم — اُس رقم کو دیا طراز دوام

ہان دل دردمند زمزمہ ساز — کیون نہ کھولے در خزینۂ راز

خامہ کا صفحہ پر روان ہونا — شاخ گل کا ہی گلفشان ہونا

مجھ سے کیا پوچھتا ہی کیا لکھیے — نکتہ ہائے خرد فزا لکھیے

بارے آمون کا کچھ بیان ہوجائے — خامہ نخل رطب فشان ہوجائے

آم کا کون مرد میدان ہے — ثمر و شاخ گوئے و چوگان ہے

تاک کے جی مین کیون رہے ارمان — آئے یہ گوئے اور یہ میدان

آم کے آگے پیش جاوے خاک — پھوڑتا ہی جلے پھپھولے تاک

نہ چلا جب کسی طرح مقدور — بادۂ ناب بن گیا انگور

یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہی — شرم سے پانی پانی ہونا ہی

مجھ سے پوچھو تمھین خبر کیا ہی — آم کے آگے نیشکر کیا ہی

نہ گل اُس مین نہ شاخ و برگ نہ بار — جب خزان آئے تب ہو اُسکی بہار

اور دوڑائیے قیاس کہان؟ | جان شیرین مین یہ مٹھاس کہان؟
جان مین ہوتی گر یہ شیرینی | کوہکن باوجودِ غمگینی
جان دینے مین اُسکو یکتا جان | پر وہ یون سہل دے نہ سکتا جان
نظر آتا ہے یون مجھے یہ ثمر | کہ دواخانۂ ازل مین مگر
آتشِ گل پہ قند کا ہے قوام | شیرہ کے تار کا ہے ریشہ نام
یا یہ ہوگا کہ فرطِ رافت سے | باغبانون نے باغِ جنت سے
انگبین کے بحکمِ ربّ الناس | بھر کے بھیجے ہین سربمہر گلاس
یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات | مدتون تک دیا ہے آبِ حیات
تب ہوا ہے ثمرفشان یہ نخل | ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل
تھا ترنجِ زر ایک خسرو پاس | رنگ کا زرد پر کہان بو باس؟
آم کو دیکھتا اگر اک بار | پھینک دیتا طلاے دست افشار

ہے جو صاحب کے کفِ دست مین یہ چکنی ڈلی | زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے | ناطقہ سربگریبان کہ اسے کیا کہیے
مُہرِ مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھیے | حرزِ بازوے شگرفانِ خودآرا کہیے
مِسی آلودہ سرِ انگشتِ حسینان لکھیے | داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے
خاتمِ دستِ سلیمان کے مشابہ لکھیے | سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہیے
اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے | خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے
حجرِ اسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض | نافہ آہوے بیابانِ ختن کا کہیے
وضع مین اُسکو اگر سمجھیے قافِ تریاق | رنگ مین سبزۂ نوخیزِ مسیحا کہیے
صومعہ مین اُسے ٹھہرائیے گر مُہرِ نماز | میکدہ مین اُسے خشتِ خمِ صہبا کہیے
کیون اسے قفلِ درِ گنجِ محبت کہیے | کیون اسے نقطۂ پرکارِ تمنا کہیے؟

کیون اسے گوہرِ نایاب تصور کیجے؟ کیون اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے؟
کیون اسے تکمۂ پیراہنِ لیلی لکھیے؟ کیون اسے نقشِ پئے ناقۂ سلمےٰ کہیے؟
بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجے فرض اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے؟

نہ پوچھ اسکی حقیقت، حضورِ والا نے مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی
نہ کھاتے گیہون، نکلتے نہ خلد سے باہر جو کھاتے حضرتِ آدم یہ بیسنی روٹی

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہین مجھے
سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجھے
آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہے صلحِ کل ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے
کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے
اُستادِ شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہین مجھے
جامِ جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر سوگند اور گواہ کی حاجت نہین مجھے
مین کون اور ریختہ؟ ہان اس سے مدعا جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہین مجھے
سہرا لکھا گیا ز رہِ امتثالِ امر دیکھا کہ چارہ غیرِ اطاعت نہین مجھے
مقطع مین آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات مقصود اس سے قطعِ محبت نہین مجھے
روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ سودا نہین، جنون نہین، وحشت نہین مجھے
قسمت بُری سہی پہ طبیعت بُری نہین ۸۶ ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہین مجھے
صادق ہون اپنے قول کا غالب خدا گواہ کہتا ہون سچ کہ جھوٹ کی عادت نہین مجھے

اے شہنشاہِ آسمان اورنگ اے جہاندارِ آفتاب آثار
تھا مین اک بینوائے گوشہ نشین تھا مین اک دردمندِ سینہ فگار
تم نے مجکو جو آبرو بخشی ہوئی میری وہ گرمیِ بازار
کہ ہوا مجھ سا ذرۂ ناچیز روشناسِ ثوابت و سیّار

گرچہ از روئے ننگِ بے ہنری ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار

کہ گر اپنے کو مین کہون خاکی جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار

شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون بادشہ کا غلامِ کارگزار

خانہ زاد اور مرید اور مداح تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر نسبتین ہو گئین مشخص چار

نہ کہون آپ سے تو کس سے کہون مدعائے ضروری الاظہار

پیر و مرشد اگرچہ مجھکو نہین ذوقِ آرائشِ سر و دستار

کچھ تو جاڑے مین چاہیے آخر تا نہ دے بادِ زمہریر آزار

آپ کا نوکر اور پھرے ننگا؟ جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار

کچھ خریدا نہین ہے اب کی سال کچھ بنایا نہین ہے اب کی بار

رات کو آگ اور دن کو دھوپ ۸۷ بھاڑ مین جائین ایسے لیل و نہار

آگ تاپے کہان تلک انسان؟ دھوپ کھائے کہان تلک جاندار

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی وقنا ربنا! عذاب النار

میری تنخواہ جو مقرر ہے اُسکے ملنے کا ہے عجب ہنجار

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار

مجھکو دیکھو تو ہون بقیدِ حیات اور چھ ماہی ہو سال مین دو بار

بس کہ لیتا ہون ہر مہینے قرض اور رہتی ہے سود کی تکرار

میری تنخواہ مین تہائی کا ہو گیا ہے شریک ساہوکار

آج مجھ سا نہین زمانے مین شاعرِ نغز گوے خوش گفتار

رزم کی داستان اگر سُنیے ہے زبان میری تیغِ جوہردار

بزم کا التزام اگر کیجے، ہے قلم میرا ابرِ گوہر بار

ظلم ہے گر نہ دو سخن کی داد
قہر ہے گر کرو نہ مجھکو پیار

آپ کا بندہ اور پھروں ننگا
آپ کا نوکر اور کھاؤں ادھار

میری تنخواہ کیجے ماہ بماہ
تا نہ ہو مجھکو زندگی دشوار

ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام
شاعری سے نہیں مجھے سروکار

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

سہل تھا مسہل مگر یہ سخت مشکل آ پڑی
مجھ پہ کیا گزریگی؟ اتنے روز حاضر بن ہوے

تین دن مسہل سے پہلے تین مسہل کے بعد
تین مسہل، تین تبریدیں یہ سب کے دن ہوئے

(فارسی)

نقط کن وصفے تو در ورقِ من
گوئی کہ جہانست و بہارست جہان را

از بہر نثارِ قدمِ تست و گرنہ
ایزد بکفِ خاک ادے دل و جان را

در جلوہ پرستم رخ و گیسوے صنم را
در شیوہ پسندم روش و کیشِ مغان را

شرع آئنہ خود بین دمن اینما یہ سبا بہ
کز ساقیِ کوثر طلبم رطلِ گران را

از غالبِ دل تختہ مجو منقبت و نعت
دریاب بجوشِ جگر آغشتہ فغان را

نازم بہ گرانمایگیِ دل کہ ز سودا
ہر قطرۂ خون یافتہ پروردۂ سویدا

اجزاے وجودم ز گدازی کہ زجان یافت
یابود ہمان شیوہ کہ دل گشت سراپا

دریاب ندا قسم ز کلامم کہ نباشد
میناے مرا پنبہ بغیر از کفِ صہبا

با نغمۂ مطرب نتوان شد متعصب
از جلوۂ ساقی نتوان کرد تبرا

شوقست کہ چون نشۂ توحید رساند
از دار برد پایۂ منصور ببالا

شوقست کہ فرہاد ازو مردہ بسختی
شوقست کہ مجنون شد ازو بادیہ پیما

شوقست کہ مرآتِ مرا داد بہ صیقل
شوقست کزو طوطیِ طبعم شدہ گویا

پیداست کہ ہیچیم ہمہ را چہ ستایم
من ذرہ تو خورشید من و مدحِ تو حاشا

اندیشه تشنجی رسے و رگِ خامه گیاہے | با فکر چه نیروے و بتحریر چه یارا
در عرضِ ثنایت نفسم چو نفسِ سعدی | در بزمِ ولایت لقبم غالبِ شیدا

آوارهٔ غربت نتوان دید صنم را | خواهم که دگر بتکده سازند حرم را
نازم به صنم خانه که شاهانِ جهان جوے | هم بر درِ آن خانه گذارند حشم را
خون می خورم از ذوق تو دانی که درین خورد | هر مائده سیری نتوان داد شکم را
نازم بکمالِ خود و بر خود نغزایم | آثار در و بام صفاهان دید عجم را

گفتم حدیث دوست بقرآن برابرست | نازم به کفرِ خود که بایمان برابرست
امروز من نظامی و خاقانیم بدهر | دهلی ز من به گنجه و شروان برابرست
سلجوقیم به گوهر و خاقانیم بفن | توقیعِ من به سنجر و خاقان برابرست

گفتم از کثرت و وحدت سخنے گوے برمز | گفت موج و کف و گرداب همانا دریاست
گفتم از بالشِ پر پاره ندارد سرِ من | گفت هر سر که چنین نیست سزاے سرپاست
گفتم از اهلِ فنا گردِ رہے هست بگوے | گفت این قافله بے گرد رهِ بانگِ دراست
گفتم از داغ چه سینه دگرم هم بدل | گفت چون درد گرائیده شود داغ دواست
گفتم از چیست که چون شمع گدازد نفسم | گفت اے جانِ بلا روشنیِ صبح بلاست
گر همین جوشِ بهارست چه حاجت بصباست | که خود از تنگیِ جا پیرهنِ غنچه قباست

رشحهٔ هر مژه بچکان باده گلرنگ نیوش | جرعه بر خاک فشاندن روشِ اهلِ صفاست
فیضِ حقست قبولِ سخن و شادیِ فتح | به قلم نازم اگر نازشِ موسی به عصاست
همچو من شاعر و صوفی و نجومی و حکیم | نیست در دهر قلم مدعی و نکته گراست

جادهٔ عرفی در رفتار شفائی دارم | دهلی و آگره شیراز و صفاهانِ منست
تاجرِ نطقیم و از کشورِ جان مے آیم | مدح و تشبیب و سپاس و گله سامانِ منست

دوشش آمد و بوسه ایم بر دهان نهاد | راز دهانِ خویش بلب درمیان نهاد

وانگه بمیغ ریزشِ رازِ لب از زبان — مہرے ز بوسہ و گرمم بر زبان نہاد
چون لب ز بوسہ گنجِ گہرہاے راز شد — بر گنجِ لب ز تیزیِ دندان نشان نہاد
زان رخ کہ دمبدم ز کنارم بسینہ سود — گوشے بروے دل بپیچ و درکِ فغان نہاد
تا دید جز بچاکِ گریبان ندوخت چشم — تارے درونِ روزنِ سوزن روان نہاد
شد صحنِ خانہ دجلۂ خون چون فرو فشرد — آن آستین کہ بر قطرۂ خون فشان نہاد
نازم بہ پیش بینیِ ساقی کہ ہم ز پیش — آوردہ بود بادہ و از ما نہان نہاد
اے کز نوازشِ اثرِ اسم و رسمِ تو — نامم زمانہ غالبِ معجز بیان نہاد

تو و خدا کہ درین کشمکش کہ من باشم — چگونہ چون دگران زیستن توان بمراد
روان ز غصہ سفالیست در گذرگہِ سنگ — خرد ز فتنہ چراغیست بر دریچۂ باد
ز جوشِ خونِ جگر دیدہ کوزۂ صبّاغ — ز سوزِ داغ درون سینہ کورۂ حداد
گزارشِ ہوسم نوبہار در دی ماہ — گزارشِ نفسم آفتاب در مرداد
مرا چو سایہ سیاہست روز و شب تاریک — مرا چو شعلہ بآتش ست دود و داغ معاد
چو دیدہ شمع دقِ لباسِ پیرہن سازم — گہے بماتمِ دانش گہے بحسرتِ داد
نفس بلرزہ ز بادِ نہیبِ کلکتہ — نگاہ خیرہ ز ہنگامۂ الہ آباد
تواے ستارہ ندانی کہ رنجم از آزار — تواے سپہر نہ سنجی کہ ترسم از بیداد
ترا غمیست لبِ سرمایہ گرانیِ کوہ — مرا ہمیست بہ نیروے تیشۂ فرہاد
من و بلاے تو قطعِ امید و تابِ سہیل — من و جفاے تو شاگرد و سیلیِ استاد
من و ستمِ دلِ رنجور و التفاتِ طبیب — من و خطرِ رگِ مجنون و نشترِ فصّاد
ستارہ را ہمہ رفتار ز اقتضاے قضاست — چنانکہ جنبشِ نرد از انامل نرّاد
فلک کجائی و طالع چہ و ستارہ کدام — کنم شکایتِ دشمن ز دست شرمم باد

آنکہ از دست درین دائرہ تنہا ماند — جز دران خانہ نماند کہ بصحرا ماند

ما به جائے کز جم ماند قناعت کردیم ۸۸ بشکست در بد مہد آنچہ ز دارا ماند
سخن از پیشروان ماند ہمانا زین پس ماند نمائیم و گیتی سخن از ما ماند
کیست کز کوشش فرہاد نشان بازدہد مگر آن نقش که از تیشه بخارا ماند
شبنم از روشنی داغ به روزم خندد روزم از تیرگی خویش بشبہا ماند

آن بلبلم که در چمنستان شاخسار بود آشیان من شکن طرۂ بہار
وقت مرا روانیے کوثر در آستین بزم مرا طراوت فردوس درکنار
ہموارہ ذوق مستی و لہو سرود و شور پیوستہ شعر و شاہد و شمع و مے و قمار
با کیسہ در خصومت و با کاسہ در لجاج رندان پاکباز و شگرفان شاد خوار
بد مستی شبینہ و خواب سحرگہے رنگینی سفینہ اشعار آبدار
اکنون منم که رنگ بردیم نمی رسد تاریخ بجون دیدہ نشویم ہزار بار
صد رہ زداد رہی بگرو بازہ بردہ ام افتادگی زخاک و پریشانی از غبار
نقشم بنامہ نیست بجز سرنوشت داغ تارم بجامہ نیست بغیر از تن نزار

چہرہ اندودہ بگرد و مژہ آغشتہ بخون ۸۹ خود گواہم که ز دہلی بچہ عنوان رفتم
اضطرار آئینہ پرواز جا بے بنیست نہ بدل رفتم از آن انجمن از جان رفتم
ہم جگر تفتہ زکین خواہی اغیار شدم ہم دل آزردہ ز بے مہری خویشان رفتم
از [illegible] نبود در د لعقضا رفتن من وحشتے بردم از احباب و ہراسان رفتم
داغ حسرت بدل و شکوہ اختر بزبان ۹۰ منت از بخت که بسیار بسامان رفتم
کمشو دام نشاطے صبرا ہم گستر د ۹۱ بیخود از ولولہ شوق پرافشان رفتم

ساقی بزم آگہی روزے رادوقے ریخت در پیالۂ من
چون دماغم رسید زان صہبا شدم از ترکتازی وہم ایمن
ہمہ را ان سرخوشی حریفانہ بے محابا گرفتمش دامن

گفتم اے محرم سراے سرور | از ادب دور نیست پرسیدن
اول از دعوے وجود بگو | گفت کفر ست در طریقت من
گفتم آخر نمود اشیا چیست؟ | گفت ہے ہے نمیتوان گفتن
گفتمش با مخالفان چہ کنم | ۹۲ گفت طرح بناے صلح فگن
گفتم این حب جاہ و منصب چیست | گفت دام فریب اہرمن
گفتمش چیست منشا سفرم | گفت جور و جفاے اہل وطن
گفتم اکنون بگو کہ دہلی چیست؟ | گفت جانست این جہانش تن
گفتمش چیست این بنارس گفت | شاہدے مست محو گل چیدن
گفتمش چون بود عظیم آباد | گفت رنگین تر از قضاے چمن
گفتمش سلسبیل خوش باشد؟ | گفت خوشتر نباشد از سوہن
حال کلکتہ باز جستم گفت | بایداقلیم ہشتمش گفتن
گفتم آدم بہر سد ز دوسے | گفت از ہر دیار و از ہر فن
گفتم این جا چہ شغل سود دہد | گفت از ہر کہ ہست ترسیدن
گفتم اینجا چہ کار باید کرد؟ | گفت قطع نظر ز شعر و سخن
گفتم این ماہ پیکران چہ کس اند؟ | گفت خوبان کشور لندن
گفتم ایشان مگر دلے دارند ۹۳ گفت دارند لیکن از آہن
گفتم از بہر داد آمدہ ام | گفت بگریز و سر بسنگ مزن
گفتم اکنون مرا چہ زیبد گفت | آستین بر دو عالم افشاندن
گفتمش باز گو طریق نجات | گفت غالب بکہ بلا رفتن

گوئی در اہتمام دل و دیدہ سن است | پنہان بخون تپیدن و بیدا گریستن
اندہ و خوشدلی نشناسیم کار ماست | یا خندہ بر سحاب زدن یا گریستن

کفرست کفر در پی روزی شتافتن   ننگ است ننگ در غم دنیا گریستن
گاہے بداغ شاہد و ساقی گداختن   گاہے بمرگ مادر و بابا گریستن
با یار بد بہرزہ گرستن دگر گریست   بیجا گریستیم دریغا گریستن
رشک آیدم بابر کہ در حد وسع اوست   ۹۴ بر خاک کربلای معلی گریستن
خود را ندید زان لب نوشین بکام خویش   زیبد بشور بختی دریا گریستن

ہزار آفرین بر من و دین من   کہ منعم پرستی است آئین من

اے ز وہم غیر غوغا در جہان انداختہ   گفتہ خود حرفے و خود را در گمان انداختہ
دیدہ بیرون و درون از خویشتن پر آگہی   پردہ رسم پرستش در میان انداختہ
عاشقان در موقف دار و رسن وا داشتہ   غازیان در معرض تیغ و سنان انداختہ
رنگہا در طبع ارباب قیاس آمیختہ   نکتہ ہا در خاطر اہل بیان انداختہ
آسمان شمعے براہ شب روان افروختہ   ہمچنین گنجے بجیب بے دلان انداختہ
گل چو ماند دیر گرد و بلبلش بازار سرد   بہر تجدید طرب طرح خزان انداختہ
تا علاج خستگی آسائش دیگر دہد   ۹۵ خارہا در رہ گزار رہروان انداختہ
سوخت عالم را صریر کلک من غالب منم   کآتش از بانگ نی اندر نیستان انداختہ

آزرم گل و سرزنش خار نسنجد   نازم بگرانمایگی بے سر و پائی
چون دید کہ اندوہ نزاید مگر از دل   دل برد ز من تا کند اندوہ ربائی
چون باد کہ در غنچہ کشودن نکشد رنج   وحشی نشود خستہ تن از قلعہ کشائی
در جنگ کند بر تن بدخواہ سمومی   در صلح کند بر چمن ملک صبائی
غم کاہ تراز مژدہ ایام وصالی   دلخواہ تراز سرعت تاثیر دعائی

(مثنوی باد مخالف)

اے تماشائیان بزم سخن   وے مسیحا دمان نادر فن

اے سخن پروران گلکتہ وے زبان آوران گلکتہ
ہر یکے صدرِ بزمِ بارگہے شمعِ خلوت سرائے کارگہے
اے سخن را طرازِ جان داده صفحہ را سازِ گلستان داده
عطر بر مغزِ گیتی افشانان پہلوانانِ پہلوی دانان
ہمچو من آرمیدۂ این شہر بہر کارے رسیدۂ این شہر
اسد اللہِ بخت برگشتہ در خم و پیچ عجز سرگشتہ
گرچہ ناخوانده میہمانِ شماست بے سخن ریزه چینِ خوانِ شماست
بہ تظلم رسیده است اینجا با امید آرمیده است اینجا
آرمیدن و مہر روزے چار خستہ را سایۂ دیوار
کارِ احباب ساختن رسم است ۹۶ میہمان را نواختن رسم است
کیستم دل شکستہ غمزدۂ بیدلے خستہ ستمزدۂ
برقِ بے طاقتی بجان زدۂ آتشِ غم بخان و مان زدۂ
دردمندِ جگر گداختۂ از غمِ دہر زہره باختۂ
چہ بلاہا کشیده ام آخر کہ بدین جا رسیده ام آخر
بسکہ روزِ غربتم بینید تیره شبہاے وحشتم بینید
اندهِ دوریِ وطن نگرید غمِ ہجرانِ انجمن نگرید
نہ ہمین نالہ و فغان بہ لبم من و جان آفرین کہ جان بلبم
مو بہ مو چون موے کرده است مرا غصہ بدخوے کرده است مرا
ذوقِ شعر و سخن کجاست مرا کے زبانِ سخن سراست مرا
با من این خشم و کین دریغ دریغ من چنان تا چنین دریغ دریغ
در مگوئید ماجرائے رفت از تو در گفتگو خطائے رفت

مهربانان خدا را انصاف — تا نخست از که بود رسم خلاف

نمک اندر سبوے مے که فگند؟ ۹۰ — بر چمن رست و خیز دے که فگند؟

زلف گفتار را که درهم کرد؟ — بزم اشعار را که برهم کرد؟

همه عالم غلط که گفت نخست؟ — پاره زین نمط که گفت نخست؟

بیش را بیشتر که گفت بمن؟ — بد ز من بیشتر که گفت بمن؟

موے را بر کمر که گفت غلط؟ — شعر را سر بسر که گفت غلط؟

چون بدیدید کاعتراض خطاست — هرچه غالب نوشته است بجاست

رشتهٔ بازپرس تاب که داد؟ — معترض را ز من جواب که داد؟

چون بدیدید بے گناهی من — تان نه شستید روسیاهی من

هر که دیدم ره خموشی رفت — بود لازم بران گرفت گرفت

از چه بود آن بعرصه دم نزدن؟ — در ره آگهی قدم نزدن

نگشودن لبے بیاوریم — خیره نگذاشتن بداوریم

تا بشوریدل ز بے جگری — بفغان آمدم ز خیره سری

از غم دل ستوه گردیدم — چیره بایک گروه گردیدم

گله مندانه گفتگو کردم — پاره در سخن غلو کردم

چون شنیدم که نکته پردازان — قدر دانان و انجمن سازان

از من آزرده اند زان پاسخ — بنالیش بخاک سودم رخ

خجلت آوردم و جنون کردم — خویشتن آب و دیده خون کردم

آب گردیدم و چکیدم من — قطره آسا بسر دویدم من

نفس من بجمع در نگرفت — کس نیازم بهیچ بر نگرفت

زان که آنهم رضاے یاران بود — رنگے از جوش این بهاران بود

خارِ دامانِ دوستان بودن ۹۸	خوشتر از باغ و بوستان بودن
بندہ ام بندہ مہربانان را	رمز فہمان و نکتہ دانان را
نہ ز آویزشِ بیان ترسم	سن و ایمان من گزان ترسم
کہ پس از من لبالہاے دراز	بزبان ماند این حکایت باز
کہ سفیہے رسیدہ بود اینجا	چند روز آرمیدہ بود اینجا
با بزرگان ستیزہ پیش گرفت	تہمتے داد و راہِ خویش گرفت
شوخ چشمے درشت خوئے بود	بیحیائے و ہرزہ گوئے بود
ہم سفیہانہ گفتگوے داشت	ہم خرا باتیانہ ہوئے داشت
برگِ دنیا نہ ساز و نیش بود	ننگِ دہلی و سرزمینش بود
آہ ازان دم کہ بعد رفتنِ من	خونِ دہلی بود بگردنِ من
این رقمہا کہ ریخت کلکِ خیال	بود سطرے ز نامۂ اعمال
از منِ نارسا ے ہیچمدان	معذرت نامہ ایست اے یاران
بو کہ آید ز عذر خواہیِ ما	رحم بر ما و بیگناہیِ ما
آشتی نامۂ و داد پیام	ختم شد و السلام والاکرام

(مناجات)

بروزے کہ مردم شوند انجمن	شود تازہ پیوندِ جان ہا بہ تن
روان را بہ نیکی نواز ندگان	بسرمایۂ خویش نازندگان
گہرہاے شہوار پیش آورند	فرو ہیدہ کردار پیش آورند
بہ ہنگامہ با این جگر گوشگان	در آیند مشتے جگر تشنگان
ز حسرت بدل بردہ دندان فرو	ز خجلت سر اندر گریبان فرو
در آن حلقہ من باشم و سینۂ	ز غمہاے ایام گنجینۂ

در آب و در آتش بسر بردہ — زدستواری زیستن مردہ
تن از سایۂ خود بہ بیم اندرون — دل از غم بہ پہلو دو نیم اندرون
ز ناسازی و ناتوانی بہم — دم اندر کشاکش ز پیوند دم
زبس تیرگیہاے روز سیاہ — نگہ خوردہ آسیب دوش از نگاہ
بدوش ترازو ہنہ بار من — نسنجیدہ بگزار کردار من
بکردار سنجی سپزاے رنج — گرانبارے درد عمرم بسنج
کہ من با خود از ہر چہ سنجد خیال — ندارم بغیر از نشان جلال
اگر دیگران را بود گفت و کرد — مرا مایۂ عمر رنجست و درد
چہ پرسی؟ چو آن رنج و درد از تو بود — غمے تازہ در ہر نورد از تو بود
فرو ہل کہ حسرت خمیر من است — دم سرد من زمہریر من است
مبادا بہ گیتی چو من ہیچکس — جحیمے و لے زمہریرے نفس
بہ پرسش مرا در ہم افشردہ گیر — پرکاہ را صرصرے بردہ گیر
دگر ہمچنین ست فرجام کار — کہ مے باید از کردہ راندن شمار
مرا نیز باراے گفتار دہ — چہ گویم بران گفتہ زنہار دہ
درین خستگی پوزش از من مجوے — بود بندہ خستہ گستاخ گوے
دل از غصہ خون شد نہفتن چہ سود — چو ناگفتہ دانی نہ گفتن چہ سود
زبان گرچہ من دارم آغاز تست — بہ بندست ار چہ گفتارم آغاز تست
ہمانا تو دانی کہ کافر نیم — پرستار خورشید و آذر نیم
نکشتم کسے را باہریمنی — نبردم ز کس مایہ در رہزنی
مگر مے کہ آتش بگورم از دست — بہ ہنگامہ پرداز سودم از دست
من اندوہ گین و مے اندہ ربائے — چہ میکردم اے بندہ پرور خدائے

حساب مے و رامش و رنگ و بوے   ز جمشید و بہرام و پرویز جوے

کہ از بادہ تا چہرہ افروختند   دل دشمن و چشم بد سوختند

نہ از من کہ از تاب مے گاہ گاہ ۹۹   بدریوزہ [illegible] کردہ باشم سیاہ

نہ بستان سرائے نہ میخانہٗ   نہ دستان سرائے نہ جانانہٗ

نہ رقص پری پیکران بر بساط   نہ غوغاے رامشگران در رباط

شبانگہ بہ مے رہنمونم شدے   سحرگہ طلبگار خونم شدے

تمناے معشوقہٗ بادہ نوش   تقاضاے بیہودہٗ مے فروش

چہ گویم! چہ ہنگام گفتن گزشت   زغم گرانمایہ برمن گزشت

بسا روزگاران بدلدادگی   بسا نوبہاران بہ بے بادگی

بسا روز باران و شبہاے ماہ   کہ بودہ است بے مے بچشمم سیاہ

افق ہا پر از ابر بہمن مہی ۱۰۰   سفالینہ جام من از مے تہی

بہاران و من در غم برگ و ساز   در خانہ از بینوائی فراز

جہان از گل و لالہ پر بوے و رنگ   من و حجرہ و دامنے زیر سنگ

دمم عیش جز رقص بسمل نبود   باندازۂ خواہش دل نبود

اگر تافتم رشتہ گوہر گسست   دگر یافتم بادہ ساغر شکست

چہ خواہی ز دلق مے آلود من   ببین جسم خمیازہ فرسود من

ز پائیز گویم بہارم گزشت   ز مے بگزرم روزگارم گزشت

بنا سازگاری ز ہمسایگان   بسرمایہ جوئی ز بے مایگان

سر از سفت ناکسان زیر خاک   لب از خاکبوس خسان چاک چاک

بگیتی درم بینوا داشتی   دلم را اسیر ہوا داشتی

نہ بخشندہ شاہے کہ بارم دہد   بہر بار زر بیل بارم دہد

کہ چون بیل زانجا بہانگیز مے — زرش بر گدایان فرو ریزمے

نہ نازک نگارے کہ نازش کشم ۱۰۱ بہر بوسہ زلفِ درازش کشم

چو ان زان غمزہ نیشے بدل بر خورد — رگِ جان غم نوکِ نشتر خورد

بدان عمرِ ناخوش کہ بس ۱ شتم ۱۰۲ ز جان خار در پیرہن داشتم

چو دل زین ہوسہا بجوش آیدے — ز دل بانگِ خونم بگوش آیدے

ہنوزم ہمان دل بجوش اندرست — ز دل بانگِ خونم بگوش اندرست

چو آن نامرادی بیاد آیدم — بفردوس ہم دل نیاسایدم

دمے را کہ کمتر شکیبد بباغ — در آتش چہ سوزی بسوزندہ داغ؟

صبوحے خورم گر شرابِ طہور — کجا زہرہ صبح و جام بلور

دمِ شیردی ہائے مستانہ کو؟ — بہ ہنگامہ غوغائے مستانہ کو؟

دران پاک میخانہ بے خروش — چہ گنجایشے شورشِ نائے و نوش؟

سیہ مستیٔ ابر و باران کجا؟ — خزان چون نباشد بہاران کجا؟

اگر حور در دل خیالش کہ چہ؟ — غمِ ہجر و ذوقِ وصالش کہ چہ؟

چہ منت نہد ناشناسا نگار ۱۰۳ چہ لذت دہد وصلِ بے انتظار

گریزد دم بوسہ امنیش کجا؟ ۱۰۴ فریبد بسوگند دینش کجا؟

برو حکم نبود لبش تلخگوے — دہد کام و نبود دلش کامجوے

نظر بازی و ذوقِ دیدار کو؟ — بفردوس روزن بدیوار کو؟

نہ چشم آرزو مندِ دلالہ — نہ دل تشنۂ ماہ پرکالہ

ازین ہا کہ پیوستہ می خواست دل — ہنوزم ہمان حسرت آلاست دل

چو پرسش رسگے را بگاود زدل — دو صد دجلہ خونم تراود ز دل

بہر خرم گزروے دفتر رسد — زمن حسرتے در برابر رسد

بفرمائے کین داوری چون بود؟ | کہ از جرمِ من حسرت افزون بود
ہر آئینہ ہیچون سمنے راہ بند | تلافی فراخور بود سنے گزند
بدین مویہ در روزِ امید و بیم | نگریم بدینسان کہ عرشِ عظیم
شود از تو سیلاب راچارہ جوے | تو بخشی بدان گریہ ام آبروے
دگر خونِ حسرت ہدر کردہ | زیادِ داشس قطع نظر کردہ
گزشتم زحسرت امیدیم ہست | سپید آبروئے سپیدیم ہست
کہ البتہ این رندِ ناپارسا | کج اندیشہ گبرِ مسلمان نما
پرستارِ فرخندہ منشورِ تست | ہوادارِ فرزانہ دستورِ تست
بہ بنیادِ امید استواری فرست | بہ غالب خطِ رستگاری فرست

رباعیات

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل | سُن سُن کے اُسے سخنورانِ کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمایش | گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل ،

بھیجی ہے جو مجکو شاہ جمجاہ نے دال | ہے لطف و عنایاتِ شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال | ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

ساماںِ خور و خواب کہاں سے لاؤں؟ | آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں؟
روزہ مرا ایمان ہے غالب لیکن | خسخانہ و برفاب کہاں سے لاؤں؟

ان سیم کے بیجوں کو کوئی کیا جانے | بھیجے ہیں جو ارمغانِ شہ والا نے
گن کر دیوینگے ہم دعائیں سوبار | فیروزے کی تسبیح کے ہیں یہ دانے

(فارسی)

آن مرد کہ زن گرفت دانا نہ بود | از غصہ فراغتش ہما نا نبود

دارد بجهان خانه و زن نیست درد — نازم بخدا چرا توانا نه بود

ای آنکه ترا سعی بدرمان منست — منعم مکن از باده که نقصان منست

حیفست که بعدِ من بمیراث رود — این یک دو سه خم که در شبستانِ منست

غالب روشِ مردمِ آزاده جداست — رفتارِ اسیرانِ رهِ آزاده جداست

ما ترکِ مراد و ارم میدانیم — وان باغچهٔ ضبطیِ شداد جداست

غالب بسخن گرچه بگیتی همسر نیست — از نشأهٔ هوش هیچت اندر سر نیست

میخواهی و مفت و نغز وانگه بسیار — این باده فروش ساقیِ کوثر نیست

در عالمِ بی زری که تلخست حیات — طاعت نتوان کرد بامیدِ نجات

ای کاش ز حق اشارتِ صوم و صلوات — بودی بوجودِ مال چون حج و زکات

هرچند زمانه مجمعِ جهالست — در جهل نه حالِ شان بیک منوالست

کودن همه لیک از یکی تا دگری — فرقِ خرِ عیسیٰ و خرِ دجالست

هرچند توان بی سر و سامان بودن — بازیچهٔ خوی زشت نتوان بودن

باشد که ز دشنه بر جگر سخت تر است — ۱۰۵ از کردهٔ خویشتن پشیمان بودن

آنرا که ز دستِ بی زری پامالست — رسوائی نیز لازمِ احوالست

ما خشک لبیم و خرقه آلوده بمی — ۱۰۶ ساقی نگرش پیاله از غربالست

عمریست که در خمِ خمارم ساقی — تابِ تفِ تشنگی ندارم ساقی

بگشا سرِ مشک و در گلویم سر ده — سائل بکفم قدح ندارم ساقی

اِنتخاب

از

کلامِ غنی

دیوان غنی فارسی

۱۶ انشتر

غنی

ملّا محمد طاہر نام ۔ کشمیر مولد و مدفن ۔ سال وفات سنہ ۷۹ ہجری ۔ یہ شاعر نہایت مستغنی تھا اسنے وطن سے قدم باہر نہین نکالا ۔ اسی رعایت سے غنی اسکا تخلص تھا ۔ صائب کا ہمعصر تھا اور اُسی رنگ مین کہتا بھی تھا ۔ کلام اسکا عام پسند ہوتا تھا ۔ دیوانِ غنی درسیات مین داخل ہوگیا تھا ۔

صائب کشمیر کے سفر مین اگر غنی سے ملا ہو تو عجب نہین ۔

غزلیات وابیات

جنونے کو؟ کہ از قید خرد بیرون کشم پارا — کنم زنجیر پاے خویشتن دامان صحرا را
بہ بزم مے پرستان محتسب خوش عزتے دارد — کہ چون آید بمجلس شیشہ خالی میکند جا را
اگر شہرت ہوس داری اسیر دام عزلت شو — کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نام عنقا را
ندارد رہ بگردون روح تا باشد نفس در تن — رسائی نیست در پرواز مرغ رشتہ بر پا را
غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن — کہ روشن کرد نور دیدہ اش چشم زلیخا را

ما بلبلان بلند نسازیم خانہ را — خوش کردہ ایم خانۂ یک آشیانہ را
سنگین دل است ہر کہ بظاہر ملایم است — پنہان درون پنبہ نگر پنبہ دانہ را
روزے کہ گل ز باغ بغارت برد صبا — بلبل بباد دہ سبد آشیانہ را
اندیشہ گر ز تنگی گور است بود غنی — در زندگی ز خاک برآور خزانہ را

در فقر ہیچکس نبود آشناے ما — نشکست غیر گرد کسے در سراے ما
از روزگار روزی ما جز شکست نیست — سنگ فلاخن است مگر آسیاے ما
زان پیشتر کہ دانہ ز خرمن جدا کنند — سوراخ مور شد دہن آسیاے ما
کاہیدہ است بسکہ تن ما ز قید عشق — طوق گلوے ما شدہ زنجیر پاے ما
مشکل بود گرفتن چیزے ز تنگ چشم — نگرفتہ است بخیہ ز سوزن قباے ما
در علم فقر ہر کہ شد استاد چون غنی — برداشت نسخہ از ورق بوریاے ما

زروے ماہ سیاہی بنور ماہ نرفت — نیامدست بکارے کمال خویش مرا
کسے بہ پرسش احوال من نمی آید — بغیر گریہ کہ آید بحال خویش مرا
بہ غنچہ تکیہ چو شبنم بزیر سر نہ نہم — کہ بہ ز بالش پرست بال خویش مرا
لبان شمع کہ افتد ز پیہ خود بگداز — دبال گردن خود گشت بال خویش مرا

حاجت از حد چو رود دست دہد استغنا
قدِ خم حلقہ چو شد کار ندارد بعصا

سرکش از جائے نجنبد پئے تعظیم کسے
شمع آسا رگِ گردن بودش رشتۂ پا

چون مہِ نو کہ نہ گردد ز شفق ہرگز سرخ
ناخنِ ہمتِ من رنگ نگیرد ز حنا

فروغِ شعلۂ ادراک در پیریست کم پیدا
بود این معنی پنہان ز شمعِ صبحدم پیدا

قلم باشد بجائے شمعِ بزمِ اہلِ معنی را
بود این معنی از تاریکئ پائے قلم پیدا

نمی باشد مخالف قول و فعلِ راستان باہم
کہ گفتارِ قلم باشد ز رفتارِ قلم پیدا

غنی تا چند پرسی دستگاہِ اہلِ دنیا را
کہ باشد وسعتِ آن از حصارِ جامِ جم پیدا

ساقی بجام ریز مے پرتگال را
ماہِ تمام ساز بیک شب ہلال را

تا رزق خود رسد بدہانت چو آسیا ۴
دایم خموش دار زبانِ سوال را

نبود گلِ تواضع دشمن بجز گزند
پابوسِ تیشہ افگند از پا نہال را

رفت مانندِ شیشۂ ساغر
عمرِ من در نفس شماریہا

روزی مار نیست غیر از خاک
خاک بر فرقِ مالداریہا

گردد آئینہ روشن از نفست
گر زنی دم ز خاکساریہا

در معرکہ صد زخم رسد گر بہ تنِ ما
زان بہ کہ بود داغِ سپر بر بدنِ ما

از بس کہ ضعیفیم بیادِ کمرِ او
جز مور کسے نیست غنی گورکنِ ما

سعی بہر راحتِ ہمسائگان کردن خوش ست
بشنود گوش از برائے خوابِ چشم افسانہا

بعدِ مرگم گر خورد افسوس آن سرکش چہ سود
میگزد انگشت شمع از ماتمِ پروانہا

ز بزمِ مے بر اے محتسب کہ دستارت
چو پنبہ سرِ میناست بارِ خاطرہا

اگر ز فاقہ ببندیم بر شکم سنگے
گمان برند کہ داریم در بغل نان را

عشق بیک فرش نشاند گدا و شاہ را
سیل یکسان میکند پست و بلندِ راہ را

کاسۂ خود پر مکن زنہار از خوانِ کسے ۴
داغ از احسانِ خورشیدست بر دلِ ماہ را

گل آمیزش منعم مدان جز داغ محرومی ۵ نسازد آب دریا سبز هرگز خار ماهی را

غنی از دولت دنیا نگردد عیب کس زائل که زر نتواند از روئے محک بردن سیاهی را

نقصان ما بود گل حسن کمال ما از برگ خود چو شمع بسوزد نهال ما

ما را ز آفتاب قیامت غنی چه باک دوزخ ترست از عرق انفعال ما

نگردد شعر من مشهور تا جان در تنم باشد که بعد از مرگ آهو نافه بیرون میدهد بو را

بر تواضع هائے دشمن تکیه کردن ابلهی ست ۶ پائے بوس سیل از پا افگند دیوار را

خانهٔ ما زیر بار منت نقاش نیست نیست نقشے پیش ما خوشتر ز نقش بوریا

بجو دوری ز همجنسان نشاطے گر طمع داری چو مے بینی جدا از یک دگر لبهائے خندان را

غنی اگرچه فقیرست همتے دارد فشانده است بکونین دست خالی را

مشهور در سواد جهان از سخن شدیم همچون قلم سفر بزبان میکنیم ما

بهم شیر و شکر آمیزشے دارد نمیدانم که ره چون نیست در چشم سفیدم خواب شیرین را

تا زبان چون قلم از کام نیاید بیرون یکدم این چرخ سیه کاسه نداد آب مرا

کج را به تکلف نتوان راست نمودن کے تیر توان ساختن از چوب کمانها

نیفتد کارسازان را بکس درکار خود حاجت بخاریدن نباشد احتیاجے پشت ناخن را

بے وجه مدان جاهلی ما که ز استاد از همت عالی نگرفتیم سبق را

خلل پذیر شد از ضبط گریه نور نگاه ز آستین گله دارد چراغ دیدهٔ ما

عبادتے به جهان به ز خاکساری نیست به از وضوے عزیزان بود تیمم ما

چو استعداد نبود کار از اعجاز نکشاید مسیحا کے تواند کرد روشن چشم سوزن را

روزیِ ما می شود آخر نصیب دیگران طالع برگشته همچون آسیا داریم ما

عاشقان روز شهادت خسرو وقت تواند تیشه بر سر افسر شاهی بود فرهاد را

یار ما با آئینه گوید ز روے التفات ساده رویان دوست میدارند روئے ساده را

ز پهلوی ضعیفان ست گرمی پشت سرکش را ، پر کاهی که بینی بال پرواز ست آتش را

نتوان برد ز دشمن بتواضع جان را — قامت خم نرهاند ز اجل پیران را

تابوت مردهٔ دوش هشیار کرد ما را — پای بخواب رفته بیدار کرد ما را

خویش را با که بسنجیم غنی در سبکی — نیست جز سایهٔ خود سنگ ترازو ما را

پروانه گو بمیر ز غیرت که شمع را — روشن کنند خلق بخاک مزارها

ملایم می شود در گفتگو هر کس که کامل شد — که دایم پنبه باشد بر دهن مینای پر می را

آدمی در عهد پیری بی خرد گردد غنی — می شمارم طفل خود را ریخت تا دندان مرا

هر کس که داد تن به بلا ایمن از بلاست — ویران کجا ز موج شود خانهٔ حباب

آدم خاکی ز خامی دارد از می اجتناب — کوزهٔ گل پخته چون گردد نمی ترسد ز آب

هر رگ گل رشتهٔ باشد بپای عندلیب — دام دیگر نیست حاجت از برای عندلیب

هست هر شاخ گلی عشرت سرای عندلیب — بر زمین کی می رسد در باغ پای عندلیب

از صدای خندهٔ گل میشود روشن که نیست — هیچ صوتی دلکشاتر از نوای عندلیب

پیر شد زاهد و از راز درون بیخبر ست — قد خم گشتهٔ او حلقهٔ بیرون در ست

هر که پرسد ز غنی چیست شکست رنگم — دانم از سنگدلیهای بتان بیخبر ست

بالش خوبان دگر از پر ست — شوخ مرا فتنه بزیر سر ست

پیش لب یار که جان پرور ست — هر که زند دم ز مسیحا خر ست

موی سر کردم سفید اما خیالت در سر ست — اخگر پنهان تهٔ این تودهٔ خاکستر ست

خواب راحت در حقیقت مایهٔ دردسر ست — هر که دارد این مرض پیوسته صاحب بستر ست

تا کار تو بیداری شبهای دراز ست — چشمت در فیض ست که بر روی تو باز ست

گر پردهٔ ناموس کس از ناخن مطرب — در بزم طرب پاره نشد پردهٔ ساز ست

بر روی زمین هیچکس آسوده نباشد — گنجی بود آرام که در زیر زمین ست

ز شرم انگشت دارد در دهان طفل　　سرِ پستان گرفتن هم گدائی ست

بے تعب در منزلِ مقصود کس را بار نیست　　نردبانِ این سرا جز راهِ ناهموار نیست

بچشمِ خود نتوان دید صبحِ پیری را　　خوشم که دیده ز مو بیشتر سفید شده است

زنده نتوان بود بے لعلت که مشتاقِ ترا　　یا لبِ شیرینِ تو یا جانِ شیرین بر لب ست

خدا زبانِ مرا چرب و نرمی داد ست　　هزار شکر که نانم بروغن افتاد است

مرا بخانه سفالے ز بینوائی نیست　　۸ خوشم که در کفِ من کاسهٔ گدائی نیست

سبحه در مسجد و در میکده پیمانه خوش ست　　گریه در خانقه و خنده بمیخانه خوش ست

نمیکند بمنِ ناتوان نگه آن شوخ　　ز بیم آن که بگویند ناتوان بین ست

در هر نماز دست بزانو چرا زند　　زاهد اگر ز کرده پشیمان نگشته ست

از بستنِ حنا چه کنی رنجه دستِ خویش　　مشقِ اسیر کردنِ خونین دلان بس است

تا بکے تشنهٔ خونم باشد؟　　تیغ را گر بدهی آب خوش ست

بے ریاضت نشود دولتِ عرفان حاصل　　تا کدو خشک نگردد مےِ ناب نیافت

زنده در گورم اگر گردشِ افلاک کند　　به که در مرگِ عزیزان بسرم خاک کند

میکشم گریه ز آلودگیِ دامنِ خویش　　اشک تا دامنِ آلودهٔ من پاک کند

هر که چون گور زند خنده بماتم زدگان　　چشم دارم که فلک در دهنش خاک کند

زمار گشتهٔ گیسوے دلبران ترسد　　چنانکه مار گزیده ز ریسمان ترسد

کسیکه ابروے آن ترکِ جنگجو بیند　　عجب مدار که از سایهٔ کمان ترسد

گدا چون یافت روزی خویش را داند سلیمانی　　۹ بجاے مور سنگِ آسیا تختِ روان باشد

کارِ گره کش نشود در زمانه بند　　هرگز کسے ندید در انگشتِ شانه بند

چو سرکش بر سرِ افتادگی آید بشو ایمن　　که کارِ خویش خواهد کرد آتش هر کجا افتد

زند ربطِ بهم پیوستگان را گفتگو برهم　　سخن چون در میان آمد دو لب از هم جدا گردد

منصور بست رخت ز دنیا و دار ماند | پرواز کرد گل ز گلستان و خار ماند

مکن با دوستان از آشنائی اختلاط افزون | ۱۰ درآید چون درونِ دیده مژگان خار میگردد

کودکان سنگ بکف بر سرِ راه‌اند غنی | ۱۱ خواهم این قرعه بنامِ منِ دیوانه فتد

از تواضع‌های مردم سخت حیرانم غنی | هر که می افتد بپایم کندهٔ ما می شود

دلم سوزد چو برگی از درختی در خزان افتد | که از برگِ خزان آتش بجانِ بلبلان افتد

ز راهِ حرص عجب نیست گر بخاک افتند | سبکروان که چو شاهین بلند پروازند

چشم بر راه‌اند میخواران که کی باران شود | ابر میخواهند مستان خانه گو ویران شود

کسی آواره تا کی در دیارِ خویشتن باشد | چو ریگِ شیشهٔ ساعت مسافر در وطن باشد

کبر در سلسلهٔ باده کشان کم باشد | تاک هر چند که بی بار بود خم باشد

چون بسیرِ چمن آن دلبرِ طناز آید | رنگِ گل پیشتر از بوی بپرواز آید

خوش آن زمان که تیرش از شست جسته باشد | در پهلویم چو ترکش تا پر نشسته باشد

دنیا بزرگ باشد در دیدهٔ غلط بین | اندک بچشمِ احول بسیار می نماید

ساغر بکف گرفته چو نرگس میا برون | ترسم باین بهانه دهانِ تو بو کنند

هر کسی گوهرِ مقصود نیابد بی سعی | پای من بسکه دوید آبله را پیدا کرد

لبِ سوال غنی، پیشِ همکسان مگشای | که ترسم از دمِ منت لقمهٔ زبان گیرند

سخت دلبستگی داشت ببالم صیاد | تا نشد بالشِ او پرِ زیرم خواب نکرد

میرسد روزی ز هر کس در خورِ همت ز غیب | کی بدامِ عنکبوت افتد شکاری جز مگس

تا کی آن نازک بدن را تنگ در بر میکشد | روزِ محشر دستِ ما و دامنِ پیراهنش

خاکساران مدد از عالمِ بالا یابند | گرد را میکند از روی زمین باران پاک

بود کلیدِ درِ رزقِ پارسا مسواک | کجا ز دست دهد هیچ آسیا مسواک

نیست عینک که نهادیم ز پیری بر چشم | نگه از شوقِ جمالِ تو زند سر بر سنگ

سرو در فصلِ خزان ماند بحال — راستی را نبود بیمِ زوال

بہ بزمِ دردمندان زار نالیدن ہوس دارم — چو نے خواہم کہ در فریاد باشم تا نفس دارم

بے تو بر فرشِ گل ز بیتابی — مرغِ در خون طپیدہ را مانم

ہستیم سرا فراز چو خارِ سرِ دیوار — از بسکہ درین باغ بپائے نخلیدیم

حسنِ سبزے بخطِ سبز مرا کرد اسیر — دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

فیض از بیگانہ نہ میخواہیم نے از آشنا — چون صدف در بحر آب از جاے دیگر میخوریم

جلوۂ حسنِ تو آورد مرا بر سرِ فکر — تو حنا بستی و من معنیِ رنگین بستم

جان بلب از ضعف نتواند رسید — من بزورِ ناتوانی زندہ ایم

ہر پنبہ کہ بر سرِ داغم نہد طبیب — بردارم و فتیلۂ داغِ دگر کنم

گشت چون رشتۂ عمرم کوتاہ ۱۲ — معنے سالگرہ فہمیدم

جاے خود چون مہرۂ شطرنج خالی میکنم — دشمنِ ما می شود در خانۂ ما میہمان

موے چون از سر جدا گردد نمیگردد سفید — عیشِ غربت مرد را پیوستہ میدارد جوان

جستجو از بہرِ روزی باعثِ شرمندگی ست — زین خجالت آسیا انگشت دارد در دہان

کامیاب از جامِ وصلت غیر و من از رشکِ داغ — آب میگردد مرا در دیدہ اورا در دہان

باسبکساران غنی پیوستہ ہمراہی گزین — رہ بساحل می برد کشتی بزورِ بادبان

کشادِ کارِ خود نتوان طمع از آشنا کردن — کجا ناخن تواند بند از انگشت وا کردن

اعتبارِ پست فطرت یکدو ساعت بیش نیست — گرد آخر تہ نشین گردد کہ شد بالا نشین

چون شمع رسد گر سرِ سرکش ببریدن — ہرگز نہد تن بتواضع ز خمیدن

از سختیِ زمانہ لبِ شکوہ وا مکن . — بر سنگ اگر چو سایہ بیفتی صدا مکن

چارہ سازان ہم بکارِ خود غنی بیچارہ اند — کی تواند بخیہ زد سوزن بزخمِ خویشتن

مو گشت سپید و ریخت دندان — در صبح شود ستارہ پنہان

ازبسکہ شعر گفتن شد مبتذل درین عہد | لب بستن است اکنون مضمون تازہ بستن
چشم ہر دو نرگس نبود چون صدف مرا | فیضی مگر ز عالم بالا رسد بمن

سیلی نخوری تا ز کفِ اہلِ زمانہ | چون مہرۂ شطرنج مرو خانہ بخانہ
از توشۂ رہ بگذر و سرگرم سفر باش | چون مور منہ بر سرِ پا کندۂ ز دانہ
از رشک کند باد صبا بر سر خود خاک | در زلف تو شد بند مگر ناخن شانہ

عزتِ شاہ و گدا زیرِ زمین یکسان است ۱۳ | میکند خاک برائے ہمہ کس جا خالی
یک تن درین زمانہ بداغ ما نے نیست | گردیم سیر عالم از ماہ تا بماہی
ایمن مشو ز دشمن شد گرچہ با تو ہمرنگ | آتش کہ خصمِ کاہ است دارد لباس کاہی
مدتِ شادی و غم نیست برابر بجہان | گریۂ شمع شبے خندۂ صبح است دمے
زیبا ست خوئے آتش اولاد بولہب را ۱۴ | تو ابن بو ترابی باید کہ خاک باشی
غنی ز صدر نشینی گزشتہ دشادم | کہ ہر کجا کہ روم ہست جائے من خالی

رباعیات

اے دل نخوری فریبِ ارباب دغا | غافل نشوی ز دشمنِ دوست نما
ہر چند کہ آستین نماید فانوس | در کشتنِ شمع باشدش دست رسا

برخیز غنی ہوائے فروردین ست | مے نوش کہ وقتِ بادہ خوردن این ست
فصلے ست کہ آشیانِ مرغانِ چمن | از کثرتِ گل چون سبدِ گلچین ست

ہوش ست کہ سرمایۂ صد دردِ سر ست | فارغ بال آنکہ از جہان بے خبر ست
در بیضہ نمیکنند مرغان فریاد ۱۵ | ہر چند کہ بیضہ از قفس تنگ تر ست

در فصل بہار پارسا نتوان شد | ہمصحبتِ اربابِ ریا نتوان شد
فیضی نبر د ہیچکس از زاہد خشک ۱۶ | سیراب ز موجِ بوریا نتوان شد

نشترؔ

منیر

سیّد محمد اسمعیل متخلص بہ منیر باپ کا نام سید احمد حسین متخلص بہ شاد تھا- شکوہ آباد مولد تھا- لیکن لکھنؤ- فرخ آباد- باندہ مین زائد تر رہنے کا اتفاق ہوا- کلب علی خان کے وقت مین رام پور کی بھی سیر کی تھی- بہت ذہین اور پُرگو شاعر تھے- انکی غزلون مین مطلع بہت ہوتے تھے- اور اشعار مین آمد کی شان ہوتی تھی- کہتے چلے جاتے تھے- مین نے اکثر دن کو شدید دیکھ کر انکے کلام کا انتخاب کیا- مجھے انکے اشعار مین نشتر کم ملے پھر بھی واقعات نگاری کی صفت انمین ضرور تھی اور ہمیشہ خود مصائب مین مبتلا رہے اسلیے اپنے حسب حال جو کچھ لکھتے تھے بہتر لکھتے تھے- انکو زمانے کی گردش نے کالے پانی بھی پہنچایا تھا اِسکے متعلق انکے کلام مین بھی تذکرہ ہی- وہ تذکرہ رنج و غم کی حکایت ہی اسلیے خواہ مخواہ دل پر اثر کرتا ہے- رباعیات مین دیکھیے کالے پانی مین جو تکلیف حقہ اور افیون نہ ملنے سے ہوئی اُسے کس خوبصورتی سے ادا کیا ہی- اپنی قید اور قید کے سفر کو جس درد سے بیان کیا ہی وہ خاص انکا حصہ ہی- غزل مین انکا یہ شعر ؎ عجز و نخوت نے قدم جب حد سے باہر رکھدیا + پاؤن پر سر مین نے اُسنے پاؤن سر پر رکھدیا- نیا مضمون ہی اور بندش بھی پیاری ہی- پھر کہتے ہین ؎ راہ مین صورتِ نقشِ کفِ پا رہتا ہون + ہر گھڑی مٹنے مگڑنے کو پڑا رہتا ہون- نرالا مضمون ہی اور بندش بھی اچھی ہی- بہر حال اُستادون مین انکا شمار ضرور ہی-

---

غزلیات وابیات

دل تو پژمردہ ہے داغِ غم گلستان ہون تو کیا
آنکھین روتی ہین دہانِ زخم خندان ہون تو کیا

لاکھون گلرو داغِ حسرت لیگئے زیرِ زمین
باغِ عالم مین اگر دو پھول خندان ہون تو کیا

داغِ غم دل پر اٹھا کر مرنے والے مر گئے
برج قبرون کے اگر سرو چراغان ہون تو کیا

مسجدین ٹوٹی پڑی ہین صومعہ ویران ہین
یادِ حق مین ایک دو دلہائے سوزان ہون تو کیا

خانقاہین منہدم ہین میکدہ آباد ہین
رنج مین ہین اہلِ دین خوش اہلِ عصیان ہون تو کیا

لُٹ گئے قصرِ مرصع ڈھ گئے زرین محل
رنج سے معمور اگر دلہائے ویران ہون تو کیا

نور کی خلوت مین پریان ناچتی تھین جس جگہ
اُس جگہ مشعل بکف غولِ بیابان ہون تو کیا

نخلبندانِ ریاضِ فیض و ہمت ہین تباہ
پاسبانِ کشتِ خست چند دہقان ہون تو کیا

یوسفون سے ہو گئے بازار خالی اے فلک
زشت رویانِ جہان اجناسِ دکان ہون تو کیا

دانہ دانہ کے لیے محتاج ہین عالی گہر
اشکِ حسرت اپنے مروارید غلطان ہون تو کیا

صوفیان صاف طینت واصلِ حق ہو گئے
خود نما دو چار ننگِ اہلِ عرفان ہون تو کیا

کاملون کو کر دیا برباد تو نے اے فلک
چند نالائق ترے ممنونِ احسان ہون تو کیا

منعم و فیاض ہین محتاج نانِ خشک کے
خاکروبون کو میسر خوانِ الوان ہون تو کیا

بے کفن وہ ہین کہ شانِ میرزائی جنمین تھی
سوگ مین صد چاک دامان و گریبان ہون تو کیا

بجھ گئین شمعین جلین پروانے تو کیا فائدہ
اُڑ گئے پروانے شمعین نور افشان ہون تو کیا

دیکھنے والے نہین آئینے پھر کس کام کے
بے زلیخا شہر سارے یوسفستان ہون تو کیا

سختِ جان و بیحیا دو چار ہم سے جو رہے
ہر گھڑی پابندِ خوفِ عزت و جان ہون تو کیا

کھائے جاتی ہے انھین بھی رات دن فکرِ معاش
روز کھائے تاسفِ رزق دندان ہون تو کیا

یہ غزل ہے حسبِ حالِ دہر مثلِ قطعہ بند
سست بندشین صورتِ خوابِ پریشان ہون تو کیا

عجز و نخوت نے قدم جب حد سے باہر رکھدیا ۱ پاؤن پر سر مین نے اُسنے پاؤن سر پر رکھدیا

مرضِ عشق کے بدلے مرضِ سل ملتا کاش پتھر مجھے یارب عوضِ دل ملتا
کثرتِ غم سے سماتا نہ کبھی سینہ مین چھاتی پھٹ جاتی جو پتھر کو مرادل ملتا

بعد مُردن لحد مین گڑتے ہین گھر تو بستا ہی ہم اُجڑتے ہین
صبحدم گل سے کہتی ہی شبنم مل کے روتے ہین جو بچھڑتے ہین
حرم و دیر سے نبچے سالک دو کھنڈر راستے مین پڑتے ہین
ضعف پیری مین گر رہے ہین دانت ٹانکے اِس بخیہ کے اُدھڑتے ہین
لطف بچپن کے کھو رہا ہی شباب ساتھ کھیلے ہوئے بچھڑتے ہین
ہو مبارک منیر شادیِ وصل آج وہ میرے گھر مین پڑتے ہین

اے فلک مانگی تھین کس نے تجھ سے بھاری بیڑیان گیسوئے جانان کی پہنا پیاری پیاری بیڑیان
پاؤن کو دیتی ہین رنگِ خونِ جاری بیڑیان جنگلون مین کر رہی ہین لالہ کاری بیڑیان
ناتوانی مین دباتی ہین ہماری بیڑیان ہلکے سے ہلکے ہین ہم بھاری سے بھاری بیڑیان
سوے کلکتہ الہ آباد سے پیدل چلے چوب سو رلنگ پر سکھین سواری بیڑیان
ٹھوکرین کھاتی ہوئی آتی ہین ہر دم ساتھ ساتھ کسقدر رگڑیان اُٹھاتی ہین ہماری بیڑیان
ہم ہین پیدل راہ طولانی سفر ہے دور کا دیکھیے منزل ہی بھاری یا ہین بھاری بیڑیان
دو قدم بڑھکر نہ چلنے پائے انکے ہاتھ سے پاشکستہ کو ب آئین آخر تک ہماری بیڑیان
دور کر دین خدا نے اندمن مین خود بخود کرتی تھین برسون کی ناحق ذمہ داری بیڑیان
قطع زنجیرِ ستم کی ہی یہ تاریخ اے منیر کٹ گئین کیا لطف سے آہی ہماری بیڑیان

راہ مین صورتِ نقشِ کفِ پا رہتا ہون ۲ ہر گھڑی بننے بگڑنے کو پڑا رہتا ہون

پلکون کی محبت کا خلل جاے تو جانین یہ پھانس کلیجے سے نکل جاے تو جانین
ہر چند کہ آوارہ بہت ہے دلِ وحشی باہر ترے کوچے سے نکل جاے تو جانین

دل کے تو خریدار نظر آتے ہیں لاکھوں — تسلی سے کلیجہ کوئی مل جائے تو جانیں
سو بار بلائے شب فرقت سے بچے ہیں — آئی اگر آئی ہوئی ٹل جائے تو جانیں
آنسے دو منیر آئے اگر فصل بہاری — ہاں نخل تمنا کبھی پھل جائے تو جانیں

ترقی دو گے تم کب تک قد بالا کی شہرت کو — نکلوا دو گے شاید دونوں عالم سے قیامت کو
کفن صبح وطن کا بھی جو ملتا تو غنیمت تھا — بچھائے یا کوئی اوڑھے گلیم شام غربت کو
تری رفتار کے فتنوں سے دنیا بھر گئی ساری — کہیں سے آنے کا رستہ نہیں ملتا قیامت کو
منیر اٹھنے سے محفل لپیٹ جائیں گے ہم کچھ ہو — سلام آخری ہے آج سے آداب صحبت کو

اے بے مثال آپ تو اپنی مثال دیکھ — ضد ہے تو آئینہ میں وقوع محال دیکھ
دن ہو گئے مہینے مہینے ہوئے برس — عبرت سے روزنامچۂ ماہ و سال دیکھ
اوقات کان پور میں ضایع نہ کر منیر — چل لکھنؤ میں صحبت اہل کمال دیکھ

تم اگر خوش ہو تو فرقت ہی سہی — عیش جانے دو مصیبت ہی سہی
بیکسی کا تو کہیں نام مٹے — کوئی تو آئے قیامت ہی سہی
کیا بنا لیں گے بگڑ کر مجھ سے — تیرے تیور مری قسمت ہی سہی
مل تو جائے گی کبھی جیب کی داد — کچھ نہ کہنا مری عادت ہی سہی
عیش سے گزری جوانی تو منیر — عہد پیری میں مصیبت ہی سہی

حال سابق نہ کہے اے دل دانا کوئی — اگلی باتوں سے پھر آتا ہے زمانا کوئی
اے فلک یاد ہیں طفلی و جوانی کے مزے — اگلے عہدوں میں سے دے ڈال زمانا کوئی
میں بگڑ کر جو اٹھا غیروں سے ارشاد کیا — نہ بلانا نہ بلانا نہ بلانا کوئی
جوگیے کا ہے مزا تارک دنیا ہم ہیں — مجلس فقر میں گائے نہ شہانا کوئی
مطربوں پر بھی تاکید ہے غربت میں منیر — دیس کی چیز مرے آگے نہ گانا کوئی

کس طرف کوٹھے سے وہ مہ جلوہ گر ہونیکو ہے — عید کا چاند آج کیا جانے کدھر ہونیکو ہے

بال پکّے عمر آخر ہو چلی اب آنکھ کھول | آفتاب آتا ہی سر پر دوپہر ہونیکو ہی
جسم خاکی چھوڑ دے گی روح دامن جھاڑ کر | ایک جھٹکے مین جدا گردِ سفر ہونیکو ہی
یوسفِ مضمون کو لائے فکرِ کہنہ اے منیر | یہ زلیخا نوجوان بارِ دگر ہونے کو ہی

آئی خاک اُسکے رہگذر کی | یارب یہ ہوا چلی کدھر کی
بارے تہِ تیغِ یار نکلی | حسرت دم بھر مین عمر بھر کی
مُنھ ڈھانکو نہ وقتِ نزع ایجان | رخصت ہے اب آخری نظر کی
چلد طرفِ نجف منیر اب | حاجت نہین خضرِ راہ بر کی

کیا فقط ہین ہی ہون جفا کے لیے | مُنھ نہ کھلوائیے خدا کے لیے
صندلِ بوسے یار مفت نہ مانگ | درد پیدا کر اس دوا کے لیے
کربلا مین منیر کو مولا | جلد بلوائیے خدا کے لیے

بُت بھی عاشق ہین اپنی صورت کے | ای مین قربان تیری قدرت کے
آتے ہی چشمِ اہل دنیا مین | سو گئے پاؤن خوابِ غفلت کے
نہین سنتا ہے ای منیر کوئی | ڈنکے بجتے ہین کوس رحلت کے

صبح طالع ہوئی سوبھی اُٹھے سونے والے | آفرین اے مرے بیدار نہ ہونے والے
آنکھین کھو بیٹھتے ہین ہجر مین رونے والے | پکّے داغون کو چھڑا دیتے ہین دھونے والے

اہلِ پسند کو گذر جاتی ہر کھٹکے ہی مین رات | مست ہین سایۂ دیوار کے سونے والے
نازپروردہ ہین آفت مین گرفتار منیر | تارے گنتے ہین سرِ شام کے سونے والے

پیتے ہین خون جگر پیٹ نہین بھرتا ہی | کھا گئی تیرے ندیدون کی نظر غم کو بھی
سخت جانی کے شبِ ہجر کھڑے ہین پہرے | ہونٹھون پر آکے ٹھہرنا نہ پڑے دم کو بھی

زرداروں کو اکسیرِ قناعت نہین ملتی | جب تک نہ لُٹے کوئی یہ دولت نہین ملتی
طفلی کی جوانی مین بھی راحت نہین ملتی | جو کھیل مین کھوئی ہی وہ دولت نہین ملتی

کہنے سُننے کو تو اے یار مری یاد رہے | گالیاں منہ مین رہین کانون مین فریاد رہے
یہی انصاف ہو اے فصلِ بہاری تیرا | جال مین مرغِ چمن باغ مین صیاد رہے
آنکھ پھرتے ہی تری مجھ سے خدائی پھر گئی | کیا مری برگشتہ بختی کی دُہائی پھر گئی

قصائد

اس انجمن مین کوئی دلِ شادمان نہ تھا | تھی اوجڑے گھر کی رات سوادِ جہان نہ تھا
جنسِ شباب کا یہ کبھی قدردان نہ تھا | کیا کہیے اب وہ دانہ ہمارا ایسان نہ تھا
جس بزمِ جان فزا مین ابھی کل کی بات ہے | خالی سرور سے دلِ پیر و جوان نہ تھا
فرشِ نفیس دامنِ نظارہ سے لطیف | ذی رتبہ میر فرش سے تاجِ شہان نہ تھا
اربابِ عیش کی کہون کیا خوش سلیقگی | وہ کون تھا کہ ہمسرِ شائستہ خان نہ تھا
صحبت برنگِ خاطرِ اطفالِ روزِ عید | کمتر جوان تازہ سے پیرِ مغان نہ تھا
پریون کے جھنڈ تھے کہین جھرمٹ حسینون کے | محبوب جنکے آگے مہ آسمان نہ تھا
فتنہ کے عطر کو سر مو بھی نہ تھی جگہ | آشفتہ کوئی گیسوے عنبر فشان نہ تھا
چھائے ہوئے تھے چمپئی رنگون کے قہقہے | جس سے شگفتہ تر چمنِ زعفران نہ تھا
چٹکی بجا بجا کے بلاتے تھے عیش کو | گانے کی دھوم تھی کہین نامِ فغان نہ تھا
مستانہ غزلین تھین طرب انگیز ٹھمریان | وہ کون تھا جو عاشقِ رقصِ بتان نہ تھا
وہ ناچ سحر کا وہ بتانا طلسم کا | وہ بھاؤ تھے کہ نرخِ مسرت گران نہ تھا
وہ بزم دلفریب تھی ایسی کہ رات بھر | رنج و ملال کے لیے رستا جہان نہ تھا
دیکھا اُسی طلسمِ خوشی کو جو صبحدم | جز جغد اور کوئی وہان نوحہ خوان نہ تھا
محفوظ اُنکے گوشۂ رحمت مین ہے منیر | جنمین خدا مین فاصلۂ دو کمان نہ تھا
مجھے یہ فکر ہے اے چرخ کچھ تو منہ سے بول | کہ پھر رہا ہے زمانہ مین کیون تو ڈانوان ڈول
کسی جگہ کسی پہلو ٹھہر نہین سکتا | کھُلا یہ حال کہ تو سر سے پاؤن تک ہے گول

نہ ڈھونڈھ مشتری جنسِ ہمت حاتم | نگر جواہر انصافِ گر دی کا مول
اگر تجھے طلبِ گوہر مطالب ہی | تو رُخ نکر طرفِ مصر و چین و استنبول
حضور کے درِ دولت پہ آکے سائل ہو | ٹھہر کے منطقۂ کہکشان کمر سے کھول
جنابِ کلبِ علی خان خدیو عالم فیض | بنے ہین قطرے گہر جسکے جود سے انمول

رت ہی برسات کی بہت پیاری | موج زن جھیلین ندیان ساری
بدلیان چھا رہی ہین گردون پر ، | زرد اودی سنہری زنگاری
مچھلیون کی چمک مین ہی جھلبل ، | جیسے رقصان بتانِ فرخاری
کیا ہری دوب جنگلون مین ہے | سبز مخمل سے ہی سوا پیاری
ہر طرف کھل رہے ہین گل بوٹے | جنسے شرمندہ باغ کی کیاری
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائین پروائی | لہرین لیتی ہین ندیان ساری
شفقِ سرخ رنگ لائی ہی | لالہ گون ہے سپہر زنگاری
ننھی ننھی برستی ہین بوندین | روح پر ہوتی ہی خوشی طاری
کو کلا بگلہ کویلین طاؤس | اپنی تانین سناتی ہین پیاری
قازین مرغابیان بطین سرخاب | جھیلون کے ساتھ کرتی ہین یاری
کھیت دہقانون کے لیلے شاداب | کر رہے ہین نظر کی دلداری
عکسِ طوطی ہو جیسے آئینہ مین | پانی انمین ہے اس طرح جاری
سوندھی سوندھی زمین کی مٹی | بھینی بھینی چمن کی بو پیاری
سیر مجھی بھون کی چل کر دیکھ | کیا نمایان ہی قدرتِ باری

بارے آئی نجات کی باری | کھل گیا عقدۂ گرفتاری
ہمکو منصب ملا رہائی کا | قید کو جائدادِ بیکاری
پاؤن کو چھوڑ بھاگے بارِ دوش | سر کو لپٹا رۂ گرانباری

کوچ ٹھہرا مقامِ غربت سے | اب وطن چلنے کی ہے تیاری
رخصت اے دوستانِ زندانی | الوداع اے غمِ گرفتاری
الرحیل اے مشقتِ ہر روز | الفراق اے ہجومِ ناچاری
دال جا دل سے کہدو رخصت ہون | پانی مین ڈوبے یہ نمک کھاری
مچھلیون سے کہو ہٹ کے سڑین | گھاس کھودے یہان کی ترکاری
چین برہما ملاے جاپانی | اہلِ آسام جنگلی تاتاری
اپنے دیدار سے معاف کرین | اپنی باتون سے دین سبکباری
کالے پانی سے ہوتے ہین رخصت | اشکِ شادی ہین آنکھون سے جاری
بیٹھتے ہین جہازِ دودی پر | اُٹھتے ہین لنگرِ گرانباری
السلام اے خروشِ بحرِ محیط | السفر اے سفینۂ جاری
سامنے ہر طرف سمندر ہے | سایۂ آسمانِ زنگاری
ہم سفر قافلہ ہین موجون کے | خضر اور نوح کی ہے سالاری
جامِ بلورِ ہر حباب مین ہے | عکسِ خورشید کی طلاکاری
دن کو خورشید کے زرافشانی | رات کو اوس کی گہرباری
بحرِ اخضر کی پستئی رنگت | فلکِ سبز کی حنا باری
پانی کے اُٹھتے ہین بلند پہاڑ | اُس پر آتی ہے موج کی باری
پانی پر چڑھ کے پانی بہتا ہے | قدرتِ حق کی ہے نموداری
نکلے دریاے شور سے صد شکر | بحرِ شیرین کی آگئی باری
نظر آیا سوادِ کلکتہ | شکر ہے شکرِ حضرتِ باری

مناجات

یہ عرض ہے تری درگاہ مین خداوندا | کہ تیرہ دل ہون نہایت گناہگار ہون مین

مکان ہے دل کافر سے تیرہ تر میرا
سیاہ بخت ہون یارب سیاہ کار ہون مین

بلند ہے عرقِ انفعال کا طوفان
وفورِ جرم سے اس درجہ شرمسار ہون مین

یہ التجا ہے کہ بہر نبی و آلِ نبی
معاف کر مجھے تیرا قصوروار ہون مین

دلِ زمانہ تو رکھ صاف میری جانب سے
اگرچہ آئینۂ دہر کا غبار ہون مین

خلش کسی کی بھی دل مین نہ مجھ سے پیدا ہو
اگرچہ گلشنِ عالم مین مثل خار ہون مین

زبان چاہتی ہے مانگئے مغفرت کی دعا
صدا یہ آتی ہے دل سے خطا شعار ہون مین

کسی کمال کا دعوی نہین معاذ اللہ
غرور خاک کرون ننگ روزگار ہون مین

میرا کلام ہو مقبولِ اہلِ دل یارب
ترے کرم سے بس اتنا امیدوار ہون مین

قطعہ تاریخ

فرخ آباد اور یاران شفیق
چھٹ گئے سب گردشِ تقدیر سے

آئے باندہ مین مقید ہو کے ہم
سو طرح کی ذلت و تحقیر سے

جسقدر احباب خالص تھے وہان
درگزر کرتے نہ تھے تدبیر سے

پر کہون کیا کاوشِ اہلِ نفاق
تھے وہ خونریزی مین بڑھکر تیر سے

کچھ سزا شد اند قید کے کہدون اگر
خون ٹپکے ہر لبِ تقریر سے

باندہ کے زندان مین لاکھون ستم
سہتے تھے ہم گردشِ تقدیر سے

کوٹھری تاریک پائی مثل قبر
تنگ تر تھی حلقۂ زنجیر سے

بول و غائط کی جگہ بستر کے پاس
تھی نجس تر خانۂ خنزیر سے

کیا تیمم کیا وضو ممکن نہ تھا
کیسے طاہر رہتے کس تدبیر سے

ترکِ افیون سے اذیت جو ہوئی
ہر فزون اندازۂ تحریر سے

سختیِ نزعِ یہودی و مجوس
سہل تھی اُس سختیِ تقدیر سے

کوٹھری مین گرمی دوزخ سی فزون
دست و پا بدتر تھے آتشگیر سے

کانپتے تھے موسمِ سرما میں یون
جیسے عریان سردیِ کشمیر سے
محنت و مزدوری و تکلیف و رنج
تھا زیادہ حیطۂ تحریر سے
اس جہنم کے موکل سب کے سب
دشمنی رکھتے تھے بے تقصیر سے
قاتلِ اشراف و اہلِ علم تھے
رنج پہنچاتے تھے ہر تدبیر سے
جل مین ٹھگ بدیا مین بے بدل
نقد جان کو چھین لین تزویر سے
پھر الہ آباد مین بھجوا دیا
ظلم سے تلبیس سے تزویر سے
ننگی تلوارین کھچی تھین گرد و پیش
نوکین سنگینون کی بدتر تیر سے
جو الہ آباد مین گزرے ستم
ہین فزون تقریر سے تحریر سے
پھر ہوئے کلکتہ کو بیدل زوان
گرتے پڑتے پاؤن کی زنجیر سے
ہتھکڑی ہاتھون مین بیڑی پاؤن مین
ناتوان ترقیس کی تصویر سے
راستے مین ظلمِ اعدا بیشمار
ہر گھڑی تھے شامتِ تقدیر سے
بے حواس و بے لباس و بے دیار
دل گرفتہ جورِ چرخِ پیر سے
نقشہ کلکتہ مین کھچوایا مرا
رنگ منہ کا اُڑ گیا تصویر سے
کالے پانی مین جو پہنچے یک بیک
کٹ گئی قیدِ ستم تقدیر سے
یہ کہی تاریخ ہم نے اے منیر
صاف نکلے خانۂ زنجیر سے

رباعیات

دم ناک مین عسرت سے مرا ہو کب تک
حقہ نہ ملے پینے کو اچھا کب تک
تاچند لپیٹون دھجیان نیچہ پر
بدلا کرون پوستِ استخوان کب تک

دل آتشِ مطبخ سے جلانا ٹھہرا
غم کھانے سے بھی سوا یہ کھانا ٹھہرا
کیونکر طمع کی پھر دال سے گلے
اپنے ہاتھون سے جب پکانا ٹھہرا

ہرچند کہ ہم دل کے کڑے ہوتے ہین
جاڑے کے مگر صدمے بڑے ہوتے ہین

سردی کا خوف دیکھو عریانی مین
کمل کے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہین

ہر خارِ سرِ رہ کو نشتر سمجھو
پھرتے ہو جو ننگے پاؤن بہتر سمجھو

نالش نہ کرو برہنہ پائی کی منیر
ہر آبلہ موزے کے برابر سمجھو

لذت کی زبان سے جدائی ٹھہری
روکھے کھانے سے آشنائی ٹھہری

گھی کی صورت نظر نہین آتی منیر
شیرِ کنجشک کی ملائی ٹھہری

پڑتی نہین کانون مین مزے کی باتین
اب سنتے ہین تجھ سے روکھی روکھی باتین

کہتا ہی منیر اے لبِ نان یہ بتا
کیا ہو گئین تری چکنی چپڑی باتین

ہر طرح ہی راحت مین خلل ان روزون
بے حقہ کے پڑتی نہین کل ان روزون

ہمدم ہون مین دردِ آہِ سوزان سے منیر
تبخالۂ لب ہے ناریل ان روزون

تمباکو بھی ہوا ہے کڑوا ہم سے
رک رک کر بولتا ہے حقا ہم سے

برسات مین کس غضب کی گرمی ہی منیر ۵
جھلوانے لگی آگ بھی پنکھا ہم سے

حقہ اور دن کو تو میسر ہی یہان
پر دودِ جگر کام و زبان پر ہے یہان

دیکھو یہ غضب ایک چلم تمباکو ۶
اک نافۂ مشک کے برابر ہی یہان

زندان مین تو ہم اسیر و مجہول آئے
کس طور سے نیند حسبِ معمول آئے

گھر سے نکلے جو بیچوا اسی مین منیر ۷
خوابِ راحت پلنگ پر بھول آئے

پہلے ہوئی چھ روپے ہماری تنخواہ
پھر آٹھ سے دس ہوئی خدا ہے گواہ

ننانوے کا پھیر رہا قید مین بھی
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ہر چند محاسبون مین کم قیمت ہین
پر قیدیون کے کفیلِ کیفیت ہین

لکھ دیتے ہین رہائی و اسیری سب کی
ہم نقل نویسِ دفترِ قسمت ہین

انتخاب

از

کلیاتِ مومن

و نثر

مومن

مومن خان نام۔ مومن تخلص۔ یہ شخص معجون مرکب تھا۔ شاہ عبدالعزیز نے انکے پیدا ہونے کے وقت کان مین اذان دی اور انھین نے مومن خان نام رکھا۔ شاہ عبدالقادر صاحب سے عربی کتابین پڑھین۔ پھر فن طب جو آبائی پیشہ تھا اُسکی طرف توجہ کی اور کمال حاصل کیا۔ علم نجوم مین انکو ایسا ملکہ تھا کہ دور دور تک کوئی انکا مدِمقابل نہ تھا۔ شروع شروع عاشقی کی طرف طبیعت مائل ہوئی۔ تمام دیوان انکا عاشقانہ مضامین سے بھرا ہوا ہے۔ پھر نوجوانی ہی مین طبیعت نے پلٹا کھایا مولوی محمد اسماعیل صاحب کے مرشد مولانا سیّد احمد صاحب بریلوی کے یہ مرید ہوئے اور اخیر اخیر برگزیدگی مین شہرۂ آفاق ہوئے۔

یہ شاعر حافظہ کا بہت قوی تھا۔ شعر پڑھنے کا انداز نرالا رکھتا تھا۔ کسی امیر کی درباداری کبھی نہ کی اور نہ کسی امیر کی مدح مین قصیدہ لکھا صرف ایک مرتبہ رئیس پٹیالہ کی مدح مین ایک قصیدہ لکھا وہ بھی مدحیہ نہین ہے شکریہ کے طور پر ہے رئیس نے ایک ہتھنی بلا طلب انکے نذر کی۔ انکی طبیعت غیور تھی اسکا صلہ سخن مین دیا۔ دلّی انکا مولد تھا۔ دلی سے باہر جانے کا بھی اتفاق ہوا۔ رام پور مین بھی یہ پہنچے تھے۔ راجہ کپورتھلہ نے تین سو روپیہ مہینے پر انھین بُلایا تھا لیکن اس خیال سے کہ یہی تنخواہ ایک گویے کی بھی تھی نہ گئے۔ شرفاے دلی سے تھے اور بڑی عزت رکھتے تھے۔ ۱۲۶۸ھ ہجری وفات۔

دم نکلنے کی طاقت ہی بیمارِ محبت سے — اتنا بھی غنیمت ہے مومن کا سنبھل جانا

تھے ہمین مومن کی خودداری پہ کیا کیا اعتماد — کیا خبر تھی یہ کہ یون محوِ بتان ہو جائیگا

بنے کیون کر کہ ہے سب کار الٹا — ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

بے طاقتی سے مجھ مین نہین تابِ التفات — بیہودہ فکرِ جورِ دگر امتحان ہی اب

پنجۂ شانہ سے تو زلفِ گرہ گیر نہ کھینچ — دل سے دیوانے کو مت چھیڑ یہ زنجیر نہ کھینچ

ہم تو سمجھے نہین تا شام وہ آئے بھی تو کیا — اے دعاے سحری منتِ تاثیر نہ کھینچ

روزِ غم کون بھلا ان کے ہوتا ہی شریک — انتظارِ اثر اے نالۂ شبگیر نہ کھینچ

مومن آئینِ محبت مین کہ ہی سب جائز — حسرتِ حرمتِ صہبا و مزامیر نہ کھینچ

کھا گیا ہی غمِ بتان افسوس — گھل گئی غم کے مارے جان افسوس

میرے مرنے سے بھی وہ خوش نہوا — جی گیا یون ہی رایگان افسوس

گلِ داغِ جنون کھلے بھی نہ تھے — آ گئی باغ مین خزان افسوس

موت بھی ہو گئی ہی پردہ نشین — راز رہتا نہین نہان افسوس

تھا عجب کوئی آدمی مومن — مر گیا کیا ہی نوجوان افسوس

قہر ہے موت ہی قضا ہے عشق — سچ تو یون ہے بری بلا ہی عشق

وصل مین احتمالِ شادیِ مرگ — چارہ گر دردِ بے دوا ہے عشق

ہمکو ترجیح تم پہ ہے یعنی — دلربا حسن و جان ربا ہے عشق

اب تو دل عشق کا مزا چکھا — ہم نہ کہتے تھے کیون برا ہی عشق

قیس و فرہاد و وامق و مومن — مر گئے سب ہی کیا وبا ہی عشق

امتحان کے لیے جفا کب تک — التفات ستم نما کب تک

مجھ پہ عاشق نہین ہے کچھ ظالم — صبر آخر کرے وفا کب تک

تمکو خو ہو گئی برائی کی — درگزر کیجیے بھلا کب تک

مر چلے اب تو اُس صنم سے ملین
مومن اندیشۂ خدا کب تک

مردِ عشقِ ستیزہ کار ہے دل
ملک الموت سے دوچار ہے دل

بسکہ مشتاق نازِ یار ہے دل
ستم آموزِ روزگار ہے دل

وصل جانان نہین سواے خیال
ہم ہین مایوس امیدوار ہے دل

شبِ ہجران کو سمجھے روزِ جزا
مومن ایسا سیاہ کار ہے دل

کیا کرون کیونکر رکون ناصح رُکا جاتا ہی دل
پیش کیا چلتی ہی اُس سے جب آجاتا ہی دل

چاہتا ہون مین تو مسجد مین رہون مومن ولے
کیا کرون بتخانہ کی جانب کھچا جاتا ہی دل

جو پہلے دن ہی سے دل کا کہا نہ کرتے ہم
تو اب یہ لوگون کی باتین سنا نہ کرتے ہم

اگر نہ ہاتھ مین اُس دلربا کے دل دیتے
تو دل یہ ہاتھ سدا دھر لیا نہ کرتے ہم

اُس آفتِ دل و جان پر اگر نہ مرجاتے
تو اپنے مرنے کی ہر دم دعا نہ کرتے ہم

اگر نہ دیکھتے وہ پیاری پیاری صورت آہ
تو ایک ایک کے مُنہ کو تکا نہ کرتے ہم

جو غم بتون کا نہ ہوتا تری طرح مومن
تو دیکھ چرخ کو ہے ہے خدا نکرتے ہم

ٹھانے تھے دل مین اب نہ ملینگے کسی سے ہم
پر کیا کرین کہ ہوگئے ناچار جی سے ہم

ہنستے جو دیکھتے ہین کسی کو کسی سے ہم
منہ دیکھ دیکھ روتے ہین کسی بیکسی سے ہم

کب چھوڑتے ہین اُس ستم ایجاد کے قدم
سر ہے ہمارا اور ہین جلاد کے قدم

مانے نہ مانے منعِ تپشہاے دل کرون
مین غیر تو نہین کہ تماشاے دل کرون

ہو جان بھی جا کے کچھ تو مداواے دل کرون
کب تک مین دل پہ ہاتھ دھرے ہاے دل کرون

چھٹتا ہی جیتے جی کوئی زنجیرِ زلف سے
دیوانہ ہون کہ چارۂ سوداے دل کرون

اُس بت کو ترکِ دین سے نہین مومن اعتماد
کیون کر نہ مین شکایتِ اغواے دل کرون

بیمزا ہو کر نمک کو بے وفا کہنے کو ہین
کھل گئے زخمون کے مُنہ کیسے بُرا کہنے کو ہین

دیکھنا کس حال سے کس حال کو پہنچا دیا
بخت تیرے عاشقون کے نارسا کہنے کو ہین

ہو گئے نام بتان سنتے ہی مومن بیقرار — ہم نہ کہتے تھے کہ حضرت پارسا کہنے کو ہین
ہو گئی گھر مین خبر ہی منع وہان جانا ہمین — وہ بھی رسوا ہو خدا جس نے کیا رسوا ہمین

اُس نام کے صدقے جسکی دولت — مومن رہون اور بتون کو چاہون

ہو تو بیٹھے بٹھائے خراب اے مومن — لڑا ہے اُس بتِ خانہ خراب سے آنکھین

یہ قدرت ضعف مین بھی ہے فغان کو — کہ دے پٹکے زمین پر آسمان کو
دنا سکھلا رہے گا دل ہمارا — تمھاری خاطرِ نامہربان کو
دلِ مضطر کی بیتابی نے مارا — کہان سے لاؤن اُس آرامِ جان کو
سن اے مومن یہ ایمان ہے ہمارا — نہ کہنا کفر پھر عشقِ بتان کو

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو — وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ جو لطف مجھ پہ تھے بیشتر وہ کرم کہ تھا مرے حال پر — مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ نئے گلے وہ شکایتین وہ مزے مزے کی حکایتین — وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کبھی ہم مین تم مین بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی — کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
جسے آپ کرتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا — مین وہی ہون مومن مبتلا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اے ناصحو آ ہی گیا وہ فتنۂ ایام لو — ہم کہتے تھے بھلا اب تم تو دل کو تھام لو
کیا ٹھہر ہے کب تک کوئی رہ جائے افسوس کے یون — ہنس ہنس کے میرے آگے تم دستِ عدو سے جام لو
مومن تم اور خرقہ و تسبیح یا پیر و مرشد خیر ہے — یہ ذکر اور منہ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا منہ — اے شبِ ہجر تیرا کالا منہ
بات پوری بھی منہ سے نکلی نہین — آپ نے گالیون پہ کھولا منہ
شبِ غم کا بیان کیا کیجے — ہے بڑی بات اور چھوٹا منہ
جب کہا یار سے دکھا صورت — ہنس کے بولا کہ دیکھو اپنا منہ
پھر گئی آنکھ مثلِ قبلہ نما — جس طرف اُس صنم نے پھیرا منہ

سنگِ اسود نہین ہی چشمِ بتان — بوسہ مومن طلب کرے کیا منہ

ہو صورت خاک جی لگنے کی جنت مین بھلا مومن — مری نظرون مین ہی شاہِ جہان آباد کا نقشہ

خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی — خبر ہی نعش پہ اُس بیوفا کے آنے کی

نہ جاے کیون دلِ مرغِ چمن کہ سیکھ گئی — بہار وضع تری مسکرا کے آنے کی

مجھے یہ ڈر ہی کہ مومن کہین نہ کہتا ہو — مری تسلی کو روزِ جزا کے آنے کی

دفن جب خاک مین ہم سوختہ سامان ہونگے — فلس ماہی کے گلِ شمع شبستان ہونگے

ناوک انداز جدھر دیدۂ جانان ہونگے — نیم بسمل کئی ہونگے کئی بیجان ہونگے

تو کہان جاے گی؟ کچھ اپنا ٹھکانا کرلے ۲ — ہم تو کل خواب عدم مین شبِ ہجران ہونگے

منتِ حضرتِ عیسیٰ نہ اُٹھائینگے کبھی — زندگی کے لیے شرمندۂ احسان ہونگے؟

ناصحا دلمین تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم — لاکھ نادان ہوئے کیا تجھ سے بھی نادان ہونگے

ایک ہم ہین کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس — ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے

پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی — پھر وہی پاؤن وہی خارِ مغیلان ہونگے

عمر ساری تو کٹی عشقِ بتان مین مومن — آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے؟

آج اُس بزم مین طوفان اُٹھا کے اُٹھے — یان تلک روئے کہ اُسکو بھی رولا کے اُٹھے

جی ہی مانند نشانِ کفِ پا بیٹھ گیا — پاؤن کیا کوچہ سے اُس ہوش رُبا کے اُٹھے

شعر مومن کے پڑھے بیٹھ کے اُسکے آگے — خوب احوالِ دلِ زار سُنا کے اُٹھے

تسلی دمِ واپسین ہو چکی — ہمین ہو چکی جب نہین ہو چکی

قلق کشتۂ سخت جانی ہے پھر — امیدِ اجل آفرین ہو چکی

یہان دم نہین شوق سے قتل کر — مری خون سے تر آستین ہو چکی

کہین مین ہی مومن وہ کافر صنم — بس اب پاسبانیِ دین ہو چکی

کیونکر یہ کہین منتِ اعدا نہ کرینگے — کیا کیا نہ کیا عشق مین کیا کیا نہ کرینگے

ہنس ہنس کے وہ مجھ سے ہی مرے قتل کی باتین　　　اس طرح سے کرتے ہین کہ گویا نہ کرین گے

کیا نامہ مین لکھون دل وابستہ کا احوال　　۳　معلوم ہی پہلے ہی کہ وہ وا نہ کرین گے

رکھ لیوین گے پتھر مگر ان سنگدلون کو　　　چھاتی سے لگانے کی تمنا نہ کرین گے

نہ کٹتی ہم سے شب جدائی کی　　　کتنی ہی طاقت آزمائی کی

کیون بُرا کہتے ہو بھلا ناصح　　　مین نے حضرت سے کیا بُرائی کی

مومن آؤ تمھین بھی دکھلادون　　　سیر بُت خانہ مین خدائی کی

کبھی ریشم کی نہ ہاتھون مین پہن　　　دیکھ نازک ہے کلائی تیری

پھر محبت مین مزا آتا ہے　　　کیون نہ کھائین ہین غم بھاتا ہی

کس سے پھر وعدہ وصلت ہی کہ دل　　　میرے ملنے کی قسم کھاتا ہی

پھر ہون دیوانہ ہیجز کس کا　　　خار تلوے مرے سہلاتا ہی

پھر دل اک بت کو دیا مومن نے　　　کب وہ ان باتون سے باز آتا ہی

جوش وحشت ہے یہی تو اک دن　　　او لجھین گی زلف دوتا سے تیری

مومن اُس بُت سے بگڑنا ہی نہ تھا　　　بن چکی بات خدا سے تیری

واسوخت

اے ستمگر کہان تلک بیداد　　　سر پامالِ عاشقِ ناشاد

قول دینا عدو کو حسبِ مراد　　　مر گیا تیرے ہاتھ سے فرہاد

فکرِ جور و سرِ جفا کب تک　　　ہو وفا غیر سے وفا کب تک

اب بھی آجانے دے دل آزاری　　　چھوڑ دے خودسری و خونخواری

دیکھ اچھی نہین ستمگاری　　　نہ پڑے صبرِ نالہ و زاری

کہین تو بھی نہ دل کو کھو بیٹھے　　　کہین آنکھون کو یون نہ رو بیٹھے

کچھ زمانے کا اعتبار نہین　　　دورِ گردون پہ اختیار نہین

عشرتِ دہر پایا ئدار نہین — چرخ کو ایک دم قرار نہین
ہو نہ جاے ہماری بات بڑی — کبھی دن ہے کبھی ہے رات بڑی
حسن آخر ہی بیوفا ہے — چہرہ گلرنگ دبا صفا ہے
شوخی نازش و ادا ہے — لب شیرین مین کچھ مزا ہے
شور اُٹھے نہ خوشخرامی سے — نہ حلاوت ہو تلخکامی سے
طرہ مارِ سپید سا ہوجاے — کاکل ایک جان کی بلا ہوجاے
زلف کے بدلے قد دوتا ہوجاے — خوشنما چہرہ بدنما ہوجاے
آپ مو کی عوض پریشان ہو — روے آئینہ وار حیران ہو
تیغِ ابرو سے دل فگار نہ ہو — تیرِ مژگان جگر کے پار نہ ہو
خنجرِ غمزہ زخم پار نہ ہو — کوئی دنیا مین جان نثار نہ ہو
ایک قلق طبعِ نازنین پہ رہے — بے ارادے شکن جبین پہ رہے
کلفت آجاے ماہِ کامل مین — داغ رُخ لالہ کے مقابل مین
غنچہ ہو گلرخون کی محفل مین — مثل سنبل شکن پڑین دل مین
جلوۂ بے بدل بدل جائے — زلفِ خوش خم کا بل نکل جائے
چھوڑنے کی مرے ندامت ہو — آپ کو دمبدم ملامت ہو
بیٹھتے اُٹھتے ایک قیامت ہو — پھر ملے تجھ سے کس کی شامت ہو
یون غضب مین رہے بلا میری — یہ مصیبت سہے بلا میری
فکرِ انجام سے نہ ہو انجان — مجھ سے ملجا تو میرا کہنا مان
اس زمانے کو ظالم اپنا جان — دل مین اپنے ذرا سمجھ نادان
کب تلک کوئی نامراد رہے — بھول جاؤن گا مین بھی یاد رہے
تابِ پرخاش ستمہاے نہان کی حد بھی — قوتِ کشمکش آہ دفغان کی حد بھی

کچھ فریبِ دلِ بیتاب و تواں کی حد بھی
ضبطِ سوزانِ نفسِ شعلہ فشاں کی حد بھی

کیونکہ خالی نکروں [illegible] کہ بھرا آتا ہے
پیش [illegible] نہیں غصہ چلا آتا ہے

کب تلک کوئی نہ سرگرم حکایت ہووے
[illegible] تک لب نہ شرر ریزِ شکایت ہووے

ہو تحمل جو تحمل کی نہایت ہووے
کیجیے صبر اگر صبر کی غایت ہووے

کچھ زبان بھی تو نہیں زور اجل بھی لیسکے
غم کچھ ارمان نہیں ہے کہ نکل بھی سکے

جب سے عاشق ہوئے ہم رنج نہ پائی کیا کیا
لب پر آئے نہ گلے جی میں گزرے کیا کیا

کیا کہیں آہ کہ خا[illegible] میں نالے نے کیا کیا
جب تلک تاب رہی ناز اٹھائے کیا کیا

پر نہیں حوصلہ [illegible] ستم [illegible] اب تو
ہیوفا [illegible] ہوئے [illegible] ہم بھی اہتو

دل مرے کہنے میں ہوتے تو کچھ اب بھی نہ کہوں
پر بگڑ ہی گئی [illegible] بات تو کیوں [illegible] دوں

اسکو بھی چاہیے طاقت کہ میں جب [illegible] ہوں
کچھ [illegible] آئی [illegible] نہیں [illegible] رنجور ہوں

دل یہ کیا ہاتھ [illegible] ہاتھ ہی [illegible] میں ہیں
سر [illegible] کر [illegible] میں ہیں

دل ہے یا دشمن جانی کہ ستاتا [illegible] مجھے
داغ ہے یا سرپہ غیرت کہ جلاتا [illegible] مجھے

جوش ہے یا شبِ وعدہ کہ بھرا آتا ہے مجھے
شکوہ [illegible] یا [illegible] ل کہ کھاتا [illegible] مجھے

غش مگر اسکا تصور ہے کہ آ جاتا ہے
جی بھی [illegible] ق ہے گویا کہ چلا جاتا ہے

ہم پہ جو گزرے تعلق اسکی بلا سے گزرے
جان سے جائیں بلے وہ نہ جفا سے گزرے

ہے وفا سے یہی حاصل تو وفا سے گزرے
کب تلک کچھ نہ کہیں ایسی حیا سے گزرے

پاسِ ناموس ہمیں کیوں ہو جو انکو بھی نہیں
جس نظر سے کہ لحاظ آئے تھا اب وہ بھی نہیں

ملک الموت بھی آتا نہیں ہاں کیا کیجیے
کچھ توقع نہیں دلجوئی جاناں کیا کیجیے

نہیں کہنے میں زباں منہ میں زباں کیا کیجیے
دم ہی باقی نہ رہا ضبطِ فغاں کیا کیجیے

نالۂ گرم و دمِ سرد کی طغیانی سے
کوئی دن اور جو دنیا کی ہوا کھانی ہے

دل کو اس دشمن جانی سے لگانا ہی تھا
باتوں پر اس لبِ دمباز کے جانا ہی نہ تھا

دم مین اُس چشم سخن ساز کے آنا ہی نہ تھا | جور کم سننے تجھے یہ قصّہ بڑھانا ہی نہ تھا
اب بھی اے کاش کچھ ایسا ہو کہ جھگڑا جائے | رحم آجائے اُسے یا مجھے صبر آجائے ۴

خوب کرتے ہین کہ وہ ظلم کیے جاتے ہین | رنج دینے کو دل اور دکھ لیے جاتے ہین
دادِ بیرحمی و بیداد دیے جاتے ہین | ہم بھی ایک اتنی توقع پہ جیے جاتے ہین
کہ جو ہو اُنکی ملاقات تو بدلا لیلین | جنسے وہ خوب لیے جائین وہ لعنے دے لین

چشمِ فتان نگہِ شوخ وہ شرما جائے | عرقِ شرم کے طوفان مین ڈوبا جائے
جی یہ کچھ ایسی بنے رُخ پہ تغیر آجائے | بگڑے یہ چہرہ کہ مجھ سے بھی نہ دیکھا جائے
ہووے یہ رنگ کہ پھر منھ وہ دکھا ہی نہ سکے | سر کو زانو سے مری طرح اُٹھا ہی نہ سکے

اے چارہ گر اُچک کہ دمِ چارہ گری ہے | مین جان سے مرتا ہون تجھے بیخبری ہے
کیون پہلے ہی درمان سے یقین بے اثری ہے | اپنی سی تو کر دیکھ عبث نسخہ دری ہے
ہو جاؤن مین جانبر تو تری ناموری ہے | یون دعوی بے صرفہ تو بیہودہ سری ہے
گر ہم سے مریضون کی دوا ہوے تو جانے | بیمارِ محبّت کو شفا ہوے تو جانے

ہر چند کہ درمان ہی نہین عشق بتان کا | زخمِ دلِ مجروح پہ لگتا نہین ٹانکا
مرنا قلق ہجر مین بچنا ہی یہان کا | پر شکر ہوا سہل علاج اپنی تو جان کا
وہ حال نہین ہی دلِ بیتاب و توان کا | تھمتا نظر آتا ہے لہو زخم نہان کا
تاثیر دوا اب تری کر جاے تو کر جاے | ہر چند کہ ناسور ہی بھر جاے تو بھر جاے

یعنی کہ دل اُس دشمن جانی سے پھرا اب | گو تھا مرض الموت پہ ممکن ہے شفا اب
بیلیا قتیِ جان نہین آزار فزا اب | سینے سے مرے ہاتھ جدا ہونے لگا اب
وہ عشق کی خاطر ہے نہ وہ پاسِ وفا اب | وہ فتنہ کی الفت ہے نہ وہ شوقِ بلا اب
کچھ کام نہین پیچ و خمِ زلفِ دوتا سے | کھایا کرے بل سیکڑون اب میری بلا سے

ایک عمر تلک زیست سے بیزار رہا مین | سر مشقِ غم و وقف صد آزار رہا مین

معشوق سے کے پرہیز سے بیمار رہا ہین ‏ بے جرم جفاؤن کے سزاوار رہا ہین
کیا کیا نہ مصیبت مین گرفتار رہا ہین ‏ افسردہ دلِ گرمیِ اغیار رہا ہین
آخر تپشِ اس آتشِ خاموش مین آئی ‏ جان گرمیِ غیرت سے غضب جوش مین آئی

متفرقات

ساقی مے سُرخ رائگان ہی ‏ خم بھرے کہ چشم خونفشان ہی
اُٹھے بھی نہ تھے کہ گر پڑے ہم ‏ کیا لغزشِ پا زمان زمان ہی
اے ہمدم جان نواز تجھ سے ‏ کیا دل کی کہون مین دل کہان ہی
تو چھوڑ نہ مجھے چلا گیا دل ‏ ہے اُس سے زیادہ بیوفا دل
دیتا ہون دم ایسے فتنہ گر پر ‏ انصاف سے دیکھنا مرا دل
اُس چشم نے کردیا خراب آہ ‏ تھا ورنہ بہت ہی پارسا دل
اے محرم راز کیا کہون مین ‏ کس آفتِ جان سے لگا دل
دن بھر دے کہین اگر مرے بھی ‏ کیا گردشِ روزگار ہوتا؟
اے پند شعار ہوش مین آ ‏ کوئی بھی ہے آپ خوار ہوتا
ہم کاہے کو دل کو جانے دیتے ۵ ‏ اپنا اگر اختیار ہوتا

ساقی نامہ

ساقیا زہر پلا دے مجکو ‏ شربتِ مرگ چکھا دے مجکو
ہان سیہ مستی حرمان یہ نگاہ ‏ دے وہ مے یعنی کفِ مار سیاہ
تلخیِ یاسِ عیادت کب تک ‏ حسرتِ ذوقِ شہادت کب تک
کیا زرا سودۂ الماس نہین ‏ سچ ہلاہل ترے کچھ پاس نہین
گر یہان ہے تو اُٹھا لا جلدی ‏ اور نہین پاس تو جا لا جلدی
کیا خمارِ خفقان ہے ظالم ‏ بس چلا جی تو کہان ہے ظالم
بھر دے اک جام کہ مرجاؤن ابھی ‏ بھول کر آپ مین آؤن نہ کبھی

کاسۂ عمر کا بھرنا اچھا | ایسے جینے سے تو مرنا اچھا
کاش مرجاؤں کہ چین آئے کہیں | بد دماغی سے سر زیست نہیں
کب تلک نزع کی حالت میں ہوں | کب تلک یوں ستم مرگ سہوں
کب تلک چشم سے خوں ہو جاری | کب تلک درد کرے دلداری
عمر برباد نہ جائے ای کاش | دل کی آئی مجھے آئے ای کاش
ہائے یہ ظلم سہا کیونکر جائے ۶ | میں جیوں اور مرا دل مرجائے
جان ہمہ رنج و سراپا غم ہے | رنج سا رنج ہی غم سا غم ہے؟
دیکھتا ہوں عجب احوال اپنا | کیا ہوں کس سے کہوں حال اپنا
درد ہجران سے سبھی کو ہی فراغ | بات پوچھے کوئی یہ کسکو دماغ
سب ہیں بیدرد الفت کسکا غم ہے | غم دوران کا کسی کو کیا غم ہے
کون پوچھے ہے کسی کا احوال | جانتے ہم ہیں سبھی کا احوال
کون سنتا ہی فغان درویش ۷ | قہر درویش بجان درویش
کوئی ناشاد ہو یا ہو ناکام | اپنے سب خوش ہیں کسی کو کیا کام
کوئی ہمدم ہے نہ دمساز مرا | کوئی محرم ہے نہ ہمراز مرا
کوئی اتنا نہیں جو حال سنے | متوجہ ہو کچھ احوال سنے
کوئی اتنا نہیں جو چارہ کرے ۸ | چارہ مومن آوارہ کرے
چارہ گر ہو نہ سکے فکر تو ہو | وصل جاناں نہ سہی ذکر تو ہو
ماجرا سنکے مرا رونے لگے | روتے دیکھے تو زرا رونے لگے
سینۂ چاک کا گر ہو نہ رفو ۹ | ٹانک دے چاک گریبان تو کبھو
چشم خونریز سے خوں پاک کرے | پیرہن ساتھ مرے خاک کرے
دل ہو مضطر تو نہ آرام لے وہ | میں جو تڑپوں تو زرا تھام لے وہ

نرم سا کچھ تہ پہلو رکھدے | سر کو ٹیکون تو وہ زانو رکھدے
کچھ کرے بات ذرا بہلائے | جی کسی ڈھب سے مرا بہلائے
ہاے مین ڈھونڈھ کے لاؤن کسکو | ماجرا اپنا سناؤن کسکو
کون میرا مگر اپنا ہون مین | عاشق بیکس و تنہا ہون مین
اس تکلم سے یہ مطلب ہے مرا | جو سُنے سمجھے وہ افسانہ مرا
گو کہین ہو وہ کسی جا ہووے | دل مین پر درد ذرا سا ہووے
ہو یہ مجھ سا وہ نہ ہو دیوانہ | تا سُنے سمجھے مرا افسانہ
اُسکو پہنچا ہو جدائی کا درد | تا وہ جانے کہ ہے اسمین کیا درد
ماجرائے غم حرمان سمجھے | سرگزشت شب ہجران سمجھے
بات کچھ میری زبانی سن لے | غور سے ساری کہانی سن لے
سب مضامین و معانی سوچے | مطلب راز نہانی سوچے
نہ کہانی نہ یہ ہے افسانہ | داد و بیداد ہے مظلومانہ

رباعیات

مومن شوق گناہگاری کب تک | اے تیرہ درون سیاہ کاری کب تک
مان اپنے خدا کو باز آ پھر خدا | اے دشمن دین تو ن سے یاری کب تک
جو یہ ہے بخار کا سبب ہے نہ کہو | یہ بات جگر سوز غضب ہے نہ کہو
معلوم نہین تمکو طبیبو احوال | جلتا ہون یہ کہنے سے کہ تپ ہے نہ کہو
کب تک ربط بتان دلجو کی نباہ | کب تک فکر حصول حشمت و جاہ
آتا ہے یہ جی مین چھوڑ سب کچھ مومن | ایک کونے مین بیٹھے کیجے اللہ اللہ
مومن یون بھی کسی پہ مرتا ہے کوئی | اس طرح بھی جان سے گزرتا ہے کوئی
خود کام کیا دل سمجھ کے تو نے دیا | نادان ایسا بھی کام کرتا ہے کوئی

انتخاب

از

کلیاتِ میرتقی

دیوان۔ اوّل۔ دوم۔ سوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ششم

اہ نشتر

محمد تقی نام - میر تخلص - شرفاے اکبرآباد سے تھے - یہ وہ شاعر ہے جسکو ریختی کا جگت اُستاد کہنا چاہیے - ذوق لکھتا ہے -

ذوق یارون نے بہت زور غزل مین مارا		نہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب

غالب کہتے ہین -

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ		آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہین

باپ کے مرنے پر خان آرزو کے پاس جو انکے سوتیلے ماموں تھے دلی آئے اور وہین پرورش پائی - دلی مین انکی بڑی قدر ہوئی خود شاہ عالم اور اُنکے دربار کے امرا اور شرفا انکی تعظیم کرتے تھے لیکن خالی تعظیم سے انکا کام نہ چلا یہ دلی سے لکھنؤ پہنچے - لکھنؤ مین انکی بڑی عزت ہوئی - رفتہ رفتہ نواب آصف الدولہ تک رسائی ہوئی اور دو سو روپیہ مہینہ مقرر ہوگیا - مزاج کے یہ چھچلے تھے بدماغی اور نازک مزاجی نے دربار شاہی کی حاضری سے روکا اور گوشہ نشینی مین فقر و فاقہ سے زندگی کے دن پورے کرتے لگے - سو برس کی عمر مین ۱۲۲۵ھ ہجری مین فوت ہوئے -

---

غزلیات وابیات

الٹی ہوگئین سب تدبیرین، کچھ نہ دوا نے کام کیا — دیکھا اس بیماریِ دل نے، آخر کام تمام کیا

عہد جوانی رو رو کاٹا، پیری مین لین آنکھین موند — یعنی رات بہت تھے جاگے، صبح ہوئی آرام کیا

یان کے سفید و سیہ مین ہمکو دخل جو ہے سو اتنا ہے — رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جون تون شام کیا

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اُس نے تو — قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا تب ترک اسلام کیا

چمن مین گل نے جو کل دعویِ جمال کیا — جمالِ یار نے مُنھ اُسکا خوب لال کیا

فلک نے آہ تری رہ مین ہمکو پیدا کر ۱ — برنگِ سبزۂ نورستہ پایمال کیا

لگا نہ دل کو کہین، کیا سُنا نہین تو نے — جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

وہ اک روش سے کھولے ہوئے بال ہو گیا — سنبل چمن کا مفت مین پامال ہو گیا

الجھاؤ پڑ گیا جو ہمین اُسکے عشق مین ۲ — دل سا عزیز جان کا جنجال ہو گیا

دعویٰ کیا تھا گل نے ترے رخ سے باغ مین — سیلی لگی صبا کی، سو مُنھ لال ہو گیا

قامت خمیدہ رنگ شکستہ بدن نزار — تیرا تو میر غم مین عجب حال ہو گیا

اتنا نہ تجھ سے ملتے، نہ دل کو کھو کے روتے — جیسا کیا تھا ہم نے، ویسا ہی یار پایا

کیا اعتبار یان کا، پھر اُسکو خوار دیکھا — جس نے جہان مین آکر کچھ اعتبار پایا

آہون کے شعلے جس جا اُٹھتے تھے میر سے شب — وان جا کے صبح دیکھا مشتِ غبار پایا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا — دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

وہ کج روش نہ ملا مجھ سے راستے مین کبھی — نہ سیدھی طرح سے اُس نے مرا سلام لیا

مزا دکھاوینگے بیرحمی کا تری صیاد — گر اضطراب اسیری نے زیرِ دام لیا

اگرچہ گوشہ گزین ہون مین شاعرون مین میر — پہ میرے شور نے روئے زمین تمام لیا

دل سے شوقِ رُخِ نکو نہ گیا — جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

ہر قدم پر تھی اُسکی منزل پر
سر سے سوداے جستجو نہ گیا

سب گئے ہوش و صبر تاب و تواں
لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا

دل مین کتنے مسودے تھے وے
ایک پیش اُسکے رو برو نہ گیا

سجہ گردان ہی میر ہم تو رہے
دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

راہ دردِ عشق مین روتا ہی کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہی کیا

قافلے مین صبح کے اک شور ہے
یعنے غافل ہم چلے سوتا ہی کیا

غیرتِ یوسف ہی یہ وقتِ عزیز
میر اُسکو رائگان کھوتا ہے کیا

بارہا گور دل جھکا لایا
اب کی شرطِ وفا بجا لایا

دل کہ بس ایک قطرۂ خون ہی
ایک عالم کے سر بلا لایا

دل مجھے اُس گلی مین لیجا کر ۳
اور بھی خاک مین ملا لایا

اب تو جاتے ہین بتکدے سے میر
پھر ملین گے اگر خدا لایا

غم رہا جب تک کہ دم مین دم رہا
دل کے جانے کا نہایت غم رہا

جامۂ احرام زاہد پر نہ جا
تھا حرم مین جب بھی نامحرم رہا

میرے رونے کی حقیقت جسمین تھی ۴
ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا

صبحِ پیری شام ہونے کو ہی میر
تو نہ چیتا یان بہت دن کم رہا

دل عشق کا ہمیشہ حریفِ نبرد تھا
اب جس جگہ کہ داغ ہی یان آگے درد تھا

دل کی شکستگی سے ڈرائے رکھا ہمین
وان جبین جبین پر آئی کہ یان رنگ زرد تھا

عاشق ہین ہم تو میر کے بھی ضبطِ عشق کے
دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

دیکھ آرسی کو یار ہوا محو ناز کا
خانہ خراب ہوجیو آئینہ ساز کا

اس لطف سے نہ غنچۂ نرگس کھلا کبھو
کھلنا تو دیکھ اُس مژۂ نیم باز کا

کوتاہ تھا فسانہ جو مرجاتے ہم شتاب
جی پر وبال سب ہے یہ عمرِ دراز کا

پھر میر آج مسجد جامع کے تھے امام — داغ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا

پھرتا ہے زندگی کے لیے آہ خوار کیا؟ — اس وہم کے نمود کا ہے اعتبار کیا؟
کیا جانین ہم اسیر قفس زادے نسیم — گل کیسے باغ کہتے ہین کسکو بہار کیا؟
عاشق کے دل سے رکھ تسلی کی چشم داشت — ہے برق پارہ یہ اسے آوے قرار کیا؟
آخر زمانہ سازی سے کھویا نہ وقت میر — یہ اختیار تم نے کیا روزگار کیا؟

یار ہے میر کا مگر گل سا — کہ سحر نالہ کش ہو بلبل سا
کب تھی جرات رقیب کی اتنی — تم نے بھی کچھ کیا تغافل سا
اک نگہ ایک چشمک ایک سخن — اسمین بھی تمکو ہے تامل سا
بارے مستون نے ہوشیاری کی — دیکھے کچھ محتسب کا منھ پھل سا
تو نے زنجیر پائی میر مگر — رات سنتے رہے ہین ہم غل سا

ہوئین رسوائیان جسکے لیے چھوٹا دیار اپنا — ہوا وہ بے مروت بیوفا ہرگز نہ یار اپنا
اگرچہ خاک اڑائی دیدۂ تر نے بیابان کی — وے نکلا نہ خاطر خواہ رونے سے غبار اپنا
گیا وہ بوجھ سب ہلکے ہوئے ہم میر آخر کو — مناسب تھا نہ جانا اس گلی مین بار بار اپنا

چاک کر سینہ دل کو پھینک دیا — کھینچے ایذا ہمیشہ کسکی بلا؟
تمکو جبار رکھے خدا اے یار — مر گئے ہم تو کرتے کرتے وفا
اٹھ گیا میر تو وہ بالین سے — پھر مری جان مجھ مین کچھ نہ رہا

ہر جا بکھرا غبار ہمارا اڑا ہوا — تیری گلی مین لائی صبا تو بجا ہوا
آہ سحر نے دل کی نہ کھولی گرہ کبھی — آخر نسیم سے بھی یہ غنچہ نہ وا ہوا
وہ میر اثر جو شورش دل مین تھے ہین کہان؟ — نالے کیے جرس نے بہت سے تو کیا ہوا؟

عید آئندہ تک رہے گا گلا — ہو گئی عید تو گلے نہ ملا
ڈوبے لوہو مین دیکھتے سر خار — حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

میر افسردہ دل چمن میں پھرا غنچۂ دل کہیں نہ اسکا کھلا

دل نے ہمکو مثالِ آئینہ ایک عالم کا روشناس کیا
صبح تک شمع سر کو دُھنتی رہی ۵ کیا پتنگے نے التماس کیا

عفتِ آبروئے زاہدِ علامہ لے گیا اک مغبچہ اُتار کے عمامہ لے گیا
داغِ فراق و حسرتِ وصل آرزوئے شوق میں ساتھ زیرِ خاک بھی ہنگامہ لے گیا

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا ۶ موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا
جیتے جی آہ ترے کوچہ سے کوئی نہ پھرا جو ستم دیدہ رہا جاکے سو مر کر نکلا
اشک تر قطرۂ خون، لختِ جگر، پارۂ دل ایک سے ایک عدو آنکھ سے بہتر نکلا
ہم نے جانا تھا، لکھیگا تو کوئی حرف اے میر پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

کیا اُس نے نشے میں مجکو مارا؟ اتنا بھی تو بے خبر نہ ہوگا
دنیا کی نکر تو خواستگاری اس سے کبھو بہرہ ور نہ ہوگا

دل و دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا
اگرچہ عمر کے دس دن یہ لب رہے خاموش سخن رہے گا سدا میری کم زبانی کا

کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پر پیچ و تاب ۷ شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانا گیا
دور تجھ سے میر نے ایسا تعب کھینچا کہ شوخ کل جو دیکھا میں نے وہ مطلق نہ پہچانا گیا

شرکتِ شیخ و برہمن سے میر کعبہ و دیر سے بھی جائے گا
اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدا مسجد میر ویرانے میں بنائے گا

حسرت اسکی جگہ تھی، خوابیدہ ۸ میر کا کھول کر کفن دیکھا

کھلا نشہ میں جو پگڑی کا پیچ اُسکے میر سمندِ ناز کا ایک اور تازیانہ ہوا

آنکھوں میں جی مرا ہے اِدھر یار دیکھنا عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا
آنکھیں چرائیو نہ تم ابرِ بہار سے میری طرف بھی دیدۂ خونبار دیکھنا

جو اس شور سے میر روتا رہیگا ۔ تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہیگا
مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح ۹ تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہیگا

نہ جانون میر کیون ایسا ہی چپکا ۔ نمونہ ہے یہ آشوب و بلا کا
کرون دن ہی سے رخصت ورنہ شبگو ۔ نہ سونے دیگا شور اس بینوا کا

روتے پھرتے ہین ساری ساری رات ۔ اب یہی روزگار ہے اپنا
دے کے دل ہم جو ہوگئے مجبور ۔ اس مین کیا اختیار ہے اپنا

کیا کہین کچھ کہا نہین جاتا ۔ اب تو چپ بھی رہا نہین جاتا
کب تری رہ مین میر گرد آلود ۔ لوہو مین آنہا نہین جاتا

آنسو مری آنکھون مین ہر دم جو نہ آجاتا ۔ تو کام مرا اچھا پردے مین چلا جاتا
اصلح ہے حجاب اسکا ہم شوق کے مارون کو ۔ بے پردہ جو وہ ہوتا تو کس سے رہا جاتا

مین تو حیران ہون کس کس کا گلا تجھ سے کرون ۔ بدگمانی کا تغافل کا ترے کینے کا
میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب ۔ آج کی رات یہ بیمار نہین جینے کا

جانے کا نہین شور سخن کا مرے ہرگز ۔ تا حشر جہان مین مرا دیوان رہیگا

جس سر کو غرور آج ہے یان تاجوری کا ۔ کل اسپہ یہین شور ہے پھر نوحہ گری کا

بیتاب جی کو دیکھا دل کو کباب دیکھا ۔ جیتے رہے تھے کیون ہم جو یہ عذاب دیکھا

حال دل میر کا رو رو کے سب اے ماہ سنا ۔ شب کو القصہ عجب قصۂ جانکاہ سنا

جا پھنسا دام زلف مین آخر ۔ دل نہایت ہی بے تامل تھا

بن پوچھے کرم سے وہ جو بخش نہ دیتا تو ۔ پرسش مین ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا

مارا زمین مین گاڑا کب اسکو صبر آیا ۔ اس دل نے ہمکو آخر یون خاک مین ملایا

پوچھو تو میر سے کیا کوئی نظر پڑا ہے ۔ چہرہ اتر رہا ہے کچھ آج اس جوان کا

لایا مرے مزار پہ اسکو یہ جذب عشق ۔ جس بیوفا کو نام سے بھی میرے ننگ تھا

اے تو کہ یان سے عاقبتِ کار جائیگا غافل نرہ کہ قافلہ یک بار جائیگا

کیا کہون کیسا ستم غفلت سے مجھپر ہو گیا قافلہ جاتا رہا مین صبح ہوتے سو گیا

آخانہ خرابی اپنی مت کر قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے؟ یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

عالم مین کوئی دل کا طلبگار نہ پایا اس جنس کا یان ہم نے خریدار نہ پایا

دل سے آنکھون مین لہو آتا ہے شاید رات کو کشمکش مین بیقراری کے یہ پھوڑا اچھل گیا

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر ۱۰ مذہبِ عشق اختیار کیا

دکھ اب فراق کا ہم سے سہا نہین جاتا پھر اس پہ ظلم یہ ہے کچھ کہا نہین جاتا

وصل و ہجران یہ جو دو منزل ہین راہِ عشق کی دل غریب انمین خدا جانے کہان مارا گیا

چارۂ عشق بجز مرگ نہین کچھ اے میر اس مرض مین ہے عبث فکر تمھین درمان کا

معیشت ہم فقیرون کی سی اخوانِ زمان سے کر کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا

کب تلک یہ ستم اٹھائیے گا ایک دن یون ہی جی سے جائیے گا

ایسے بتِ بے مہر سے ملتا بھی ہے کوئی دل میر کو بھاری تھا جو پتھر سے لگایا

دل کی کچھ قدر کرتے رہنا تم ۱۱ یہ ہمارا بھی ناز پرور تھا

بے زری کا نہ کر گلہ غافل ۱۲ رکھ تسلی کہ یون مقدر تھا

لذت سے نہین خالی جانون کا کھپا جانا کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا

تیغِ ستم سے اسکی مرا سر جدا ہوا شکرِ خدا کہ حقِ محبت ادا ہوا

طریق خوب ہے آپس مین آشنائی کا نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا

نہ وہ آئے نہ جائے بیقراری کسی دن میر یونہین مر رہون گا

گرچہ امیدِ اسیری پہ یہ ناشاد آیا دام صیاد کا ہوتے ہی خدا یاد آیا

کیا کہون مین میر اپنی سرگذشت ابتداے قصہ مین وہ سو گیا

ایک عالم سے ہے گشتہ اُس لب کا | الغرض اُس پہ دانت ہو سب کا
آنسو آتا ہے کب نہین آتا | خون آتا ہے جب نہین آتا
دور بیٹھا غبار میر اس سے | عشق مین یہ ادب نہین آتا
جو کہو تم سو ہے بجا صاحب | ہم بُرے ہی سہی بھلا صاحب
بندگی ایک اپنی کیا کم ہے | اور کچھ تم سے کہیے کیا صاحب
کس نے سن شعر میر یہ نہ کہا | کہیو پھر ہاے کیا کہا صاحب
اندوہ سے ہوئی نہ رہائی تمام شب | مجھ دل زدہ کو نیند نہ آئی تمام شب
کہتے ہین آگے تھا بتون مین رحم ۱۲ | ہے خدا جانیے یہ کب کی بات
ہوتی ہے گرچہ کہنے سے یارو پرائی بات | پر ہم سے تو تھمتی نہ کبھی مُنھ پر آئی بات
نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد | آخر کار کیا کہا قاصد؟
گر پڑا خط تو تجھ پہ حرف نہین | یہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد
سر اُٹھاتے ہی ہو گئے پامال | سبزۂ نودمیدہ کے مانند
فکرِ تعمیر مین نہ رہ منعم | زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد
تسکین اپنے دل کی جو پایا نہین کہین | جز صبر اور کیا کرے بیچارہ دردمند
غیرون سے یہ اشارے ہم سے چھپا چھپا کر | پھر دیکھنا ادھر کو آنکھین ملا ملا کر
ہر گام سدِّ رہ تھی بت خانے کی محبت | کعبے تلک تو پہنچے لیکن خدا خدا کر
نخچیر گہ مین تجھ سے جو نیم کشتہ چھوٹا | حسرت نے اُسکو آخر مارا لٹا لٹا کر
اک لطف کی نگہ بھی ہم نے نہ چاہی اُس سے | رکھا ہمین تو اُس نے آنکھین دکھا دکھا کر
ناصح مرے جنون سے آگہ نہ تھا تو ناحق | گوڈر کیا گریبان سارا سِلا سِلا کر
مین منع میر تجھکو کرتا نہ تھا ہمیشہ | کھوئی نہ جان تو نے دل کو لگا لگا کر
ہم بھی پھرتے ہین اک حشم لیکر | دستۂ داغ و فوجِ غم لیکر

دل پہ کب اکتفا کیے ہے عشق　　جائیگا جان بھی نہ غم لیکر
میر صاحب بھی چوکے اے بدعہد　　ورنہ دینا تھا دل قسم لیکر

نہ دعوی تیرے آنے کا نہ کچھ امید طالع سے　　۱۴ دل بیتاب کو کس منہ سے کہیے کچھ تحمل کر

میر صاحب زمانہ نازک ہے　　۱۵ دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار

دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے　　پچتاؤگے ضرور یہ بستی اوجاڑ کر
جی میں تھا اس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر　　پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر

وہ سر چڑھا ہے اتنا اپنی فروتنی سے　　کھویا ہمیں نے اُسکو ہر لحظہ پاؤں پڑ کر

شکوہ آبلہ ابھی سے میر　　۱۶ ہے پیارے ہنوز دلی دور

ناز و عتاب و خشم کہاں تک اُٹھائیے　　یارب کبھی تو ہم پہ اُسے مہربان کر

ہوتا نہیں ہے باب اجابت کا وا ہنوز　　بسمل پڑی ہے چرخ پہ میری دعا ہنوز
احوال نامہ بر سے مرا سنکے بول اُٹھا　　جیتا ہے وہ ستمزدہ مہجور کیا ہنوز
بے بال و پر اسیر ہوں کنج قفس میں میر　　جاتی نہیں ہے سر سے چمن کی ہوا ہنوز

دل جلوں پر روتے ہیں جنکو ہے کچھ سوز جگر　　شمع رکھتی ہے ہماری گور پر ماتم ہنوز

آگے جب اُس آتشیں رخسار کے آتی ہے شمع　　پانی پانی شرم مفرط سے ہوئی جاتی ہے شمع
آتی ہے مجلس میں تو فانوس میں آتی ہے شمع　　وہ سراپا دیکھ کر پردے میں جلجاتی ہے شمع

محبت نے شاید کہ دی دل کو آگ　　دھواں سا ہے کچھ اس نگر کی طرف

شوق ہے تو ہے اُسکا گھر نزدیک　　دوری رہ ہے راہ بر نزدیک
آہ کرنے میں دم کو سادھے رہ　　۱۷ کہتے ہیں دل سے ہے جگر نزدیک
توشۂ آخرت کی فکر رہے　　جی کے جانے کا ہے سفر نزدیک
دور پھرنے کا ہم سے وقت گیا　　پوچھ کچھ حال بیٹھ کر نزدیک
مر بھی رہ میر شب بہت رویا　　ہے مری جان اب سحر نزدیک

مدت ہوئی گھٹ گھٹ کے ہمین شہر مین مرتے — واقف نہ ہوا کوئی اس اسرار سے اب تک
کیا جانیے ہوتے ہین سخن لطف کے کیسے — پوچھا نہین اُسنے تو ہمین پیار سے اب تک

جسے شب آگ سا دیکھا سُلگتے — اُسے پھر خاک ہی پایا سحر تک
گلی تک تیری لایا تھا ہمین شوق — کہان طاقت کہ اب پھر جائین گھر تک

فصلِ خزان مین سیر جو کی ہم نے جائے گل — چھانی چمن کی خاک نہ تھا نقش پائے گل
اللہ رے عندلیب کی آوازِ دل خراش — جی ہی نکل گیا جو کہا اُسنے ہائے گل ۱۸
بلبل ہزار جی سے خریدار اسکی ہے — اے گلفروش کر تو سمجھ کر بہائے گل ۱۹
گلچین سمجھ کے چنیو کہ گلشن مین میر کے — لختِ جگر پڑے ہین نہین برگہائے گل

کھنچتا ہے اُس طرف ہی کو بے اختیار دل — دیوانہ دل بلا زدہ دل بے قرار دل
کچھ جانتا ہے دل کسے کہتے ہین دل ہی کیا — آتا ہے جو زبان پہ ترے بار بار دل

طریقِ عشق مین ہے رہنما دل — پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل
قیامت تھا مروت آشنا دل — موئے پر بھی مرا اسمین رہا دل
رُکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا — کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل

کون کہتا ہے مُنہ کو کھولو تم — کاشکے پردے ہی مین بولو تم
حکم آبِ روان رکھے ہے حُسن — بہتے دریا مین ہاتھ دھولو تم
جب میسر ہو بوسہ اُس لب کا — چُپکے ہی ہو رہو نہ بولو تم
رات گزری ہے سب تڑپتے میر — آنکھ ٹک لگ جائے گر تو سو لو تم

آئے تو ہو طبیبو تدبیر گر کرو تم — ایسا نہ ہو کہ میرے جی کا ضرر کرو تم

ہوتا ہے شوق وصل کا انکار سے زیاد — کب تجھ سے دل اُٹھاتے ہین تیری نہین سے ہم

ز ضعف دست بدیوار دادہ آمدہ ام — بہر دو گام زمانے ستادہ آمدہ ام

یارو مجھے معاف رکھو مین نشے مین ہون — اب دو تو جام خالی ہی دو مین نشے مین ہون

ایک ایک خرط دور مین یونہین مجھے بھی دو جام شراب پُر نہ کرو مین نشے مین ہون
مستی سے درہمی سی ہے میرے کلام مین جو چاہو تم بھی مجھکو کہو مین نشے مین ہون
یا ہاتھون ہاتھ لو مجھے مانندِ جام مے یا تھوڑی دور ساتھ چلو مین نشے مین ہون
معذور ہون جو پاؤن مرا بے طرح پڑے تم سرگران تو مجھ سے نہو مین نشے مین ہون
نازک مزاج آپ قیامت ہین میر جی جون شیشہ میرے منہ نہ لگو مین نشے مین ہون

ہوے سہتے سہتے جفا کاریان کوئی ہم سے سیکھے وفاداریان
ہماری تو گزری اسی طور عمر یہی نالہ کرنا یہی زاریان
کہان تک یہ تکلیفِ مالا یطاق ہوئین مدتون ناز برداریان
نہ بھائی ہماری تو قدرت نہین کھچین میر تجھ ہی سے یہ خواریان

عشق مین جی کو صبر و تاب کہان اُس سے آنکھین لگین تو خواب کہان
ہستی اپنی ہے بیچ مین پردا ہم نہو دین تو پھر حجاب کہان
گریۂ شب سے سُرخ ہین آنکھین مجھ بلا نوش کو شراب کہان
عشق کا گھر ہے میر سے آباد ایسے پھر خانمان خراب کہان

جانے والون مین وان کے ہم بھی ہین ساتھ اس کاروان کے ہم بھی ہین
جس چمن زار کا ہے تو گلِ تر بلبل اُس گلستان کے ہم بھی ہین
وجہ بیگانگی نہین معلوم ۲۰ تم جہان کے ہو وان کے ہم بھی ہین
اس سرے کی ہے پارسائی میر معتقد اس جوان کے ہم بھی ہین

اس گلشن دنیا مین شگفتہ نہ ہوا مین ہون غنچۂ افسردہ کہ مردودِ صبا ہون
تب گرم سخن کہنے لگا ہون مین کہ اک عمر جون شمع سرِ شام سے تا صبح جلا ہون
سینہ تو کیا فضل الٰہی سے سبھی اب چاک ہے وقتِ دعا میر کہ اب دل کو لگا ہون

اب آنکھون مین خون دمبدم دیکھتے ہین نہ پوچھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہین

جو بے اختیاری یہی ہے تو قاصد | ہمین آکے اُسکے قدم دیکھتے ہین
کہان تک بھلا روؤ گے میر صاحب | اب آنکھون کے گرد اک ورم دیکھتے ہین

خوش نہ آئی تمھاری چال ہمین | یون نہ کرنا تھا پائمال ہمین
حال کیا پوچھ پوچھ جاتے ہو | کبھی پاتے بھی ہو بحال ہمین؟
وجہ کیا ہے کہ میر منھ پہ ترے | نظر آتا ہے کچھ ملال ہمین

مدعی مجکو کھڑے صاف بُرا کہتے ہین | چپکے تم سُنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہین؟
دیکھ کر اُن کو بجا دل نہین رہتا ہرگز | لوگ جو کچھ انھین کہتے ہین بجا کہتے ہین
حسن تو ہی کر لطفِ زبان بھی پیدا | میر کو دیکھو کہ سب لوگ بھلا کہتے ہین

دفتر نہین کہانی نہین مثنوی نہین | کیا شرحِ سوزِ عشق کرون مین زبان نہین
اپنا ہی ہاتھ سر پہ رہا اپنے یان سدا | مشفق کوئی نہین ہے کوئی مہربان نہین
اس عہد کو نہ جانیے اگلا سا عہد میر | وہ دور اب نہین وہ زمین آسمان نہین

کس جگہ جاؤن الٰہی کیا دوا پیدا کرون | دل تو کچھ بیٹھا ہی جاتا ہے کرون تو کیا کرون
خاک اُڑاتا اشک افشان مین جو آنکلا تو پھر | دشت کو دریا کرون بستی کو اک صحرا کرون
جب جانے سے کہین کچھ شیخ مجکو آتا نہ تو | ۲۱ چال وہ بتلا کہ مین دل مین کبھی جا کرون

جور کیا کیا جفائین کیا کیا ہین | عاشقی مین بلائین کیا کیا ہین
گہ نسیمِ صبا ہے گاہ سموم | اس چمن مین ہوائین کیا کیا ہین
منظرِ دیدہ قصرِ دل اے میر | شہرِ تن مین بھی جائین کیا کیا ہین

بیکسی صبح و شام کرتا ہون | فاقہ مستی مدام کرتا ہون
کوئی ناکام یون رہے کب تک | مین بھی اب ایک کام کرتا ہون
یا تو لیتا ہون دادِ دل یا اب | کام اپنا تمام کرتا ہون

بیکلی بیخودی کچھ آج نہین | ایک مدت سے وہ مزاج نہین

ہم نے اپنی سی کی بہت لیکن | مرضِ عشق کا علاج نہین
شہرِ خوبی کو خوب دیکھا میر | جنسِ دل کا کہین رواج نہین

متصل روتے ہی رہیے تو بجھے آتشِ دل ۲۲ | ایک دو آنسو تو اور آگ لگا دیتے ہین
بےبسی سے تو تری بزم مین ہم بہرے بنے | نیک و بد کوئی کہے بیٹھے سُنا کرتے ہین

پھاڑا ہزار جا سے گریبانِ صبر میر ۲۳ | کیا کہہ گئی نسیمِ سحر گل کے کان مین
ایک فقط ہے سادگی تسپہ بلاے جان ہو تو | عشوہ کرشمہ کچھ نہین، آن نہین، ادا نہین
دن نہین رات نہین صبح نہین شام نہین | وقت ملنے کا مگر داخلِ ایام نہین
کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا | عجب نسبت ہے بندہ مین خدا مین

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق مین | ایک رہتا ایک کھوتے عشق مین
دیکھے ہین کیا کیا ڈھلکتے ہم نے اشک | بیٹھے موتی سے پروتے عشق مین
تعارف ہمصفیرون سے نہین کچھ | ہوا ہون ایک مدت مین رہا مین

سب سرگزشت سُن چکے اب جھکیے مو رہو | آخر ہوئی کہانی مری تم بھی سو رہو
اتنا سیاہ خانۂ عاشق سے ننگ کیا | کتنے دنون مین آئے ہو یان رات تو رہو
خطرہ بہت ہے میر رہِ صعبِ عشق مین | ایسا نہ ہو کہین کہ دل و دین کو کھو رہو

بدزبان ہو جیسے خوش اسلوب ہو | کیا کہین جو کچھ کہ ہو تم خوب ہو
ایسا شہرِ حُسن سے ہے تازہ رسم | دوستی باہم جہان معیوب ہو

نہ سمجھا گیا کھیل قدرت کا ہم سے | کیا اُسکو بد خوب نا کر نکورو
رہے آبرو میر تو ہے غنیمت | کہ غارت مین دل کی ہے ایماے ابرو

یاد جب آتی ہے وہ زلفِ سیاہ | سانپ سا چھاتی پہ پھر جاتی ہے آہ
یار کا وہ ناز اپنا یہ نیاز | دیکھیے ہوتا ہے کیونکر یون نباہ
شیخ تو نے خوب سمجھا میر کو | واہ وا اسے بے حقیقت واہ وا

ظالم یہ کیا نکالی رفتار رفتہ رفتہ — اس چال پر چلے گی تلوار رفتہ رفتہ
جاہت میں دخل مت دے زنہار آرزو کو — کر دے ہے دل کی خواہش بیمار رفتہ رفتہ
گر بتکدے میں جانا ایسا ہی میر جی کا — تو تارِ سبحہ ہوگا زنار رفتہ رفتہ

لطف کیا ہر کسی کی چاہ کے ساتھ — چاہ وہ ہے جو ہو نباہ کے ساتھ
وقت گڑھنے کے ہاتھ دل پر رکھ — جان جاتی رہے نہ آہ کے ساتھ
میر سے تم برے ہی رہتے ہو — کیا شرارت ہے خیرخواہ کے ساتھ

ہم جانتے تو عشق نکرتے کسی کے ساتھ ۲۴ لیجاتے دل کو خاک میں اس آرزو کے ساتھ

فقیرانہ آئے صدا کر چلے ۲۵ میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی — کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جسکے لیے ۲۶ ہر اک چیز سے دل اٹھا کر چلے
بہت آرزو تھی گلی کی تری ۲۷ سو یاں سے لہو میں نہا کر چلے
جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی — حقِ بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یاں تک کہ ای بت تجھے — نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے
ندیکھا غمِ دوستاں شکر ہے — ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر ۲۸ جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے؟

غالب کہ یہ دلِ خستہ شبِ ہجر میں مر جاے — یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں گزر جاے
ہی طرفہ مفتن نگہ اس آئینہ رو کی — اک پل میں کرے سیکڑوں خون اور مکر جاے
نہ بتکدہ ہے منزلِ مقصود نہ کعبہ — جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدھر جاے
ہر صبح جو خورشید ترے منھ پہ ہی چڑھتا — ایسا نہو یہ سادہ کہیں جی سے اتر جاے
ہم تازہ شہیدوں کو نہ آ دیکھنے ناداں — دامن کی تری زہ کہیں لوہو میں نہ بھر جاے
مت بیٹھ بہت عشق کے آزردہ دلوں میں — نالہ کسی مظلوم کا تاثیر نہ کر جاے

اس ورطے سے تختہ جو کوئی پہنچے کنارے
تو میرؔ وطن میرے بھی شاید یہ خبر جاوے

نہیں وسواس جی گنوانے کے
ہائے رے ذوق دل لگانے کے

میرے تغیر حال پر مت جا ۲۹
اتفاقات ہیں زمانے کے

دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا
اور بھی وقت تھے بہانے کے

اس کدورت سے ہم سمجھتے ہیں
ڈھب ہیں یہ خاک میں ملانے کے

بس ہیں دو برگ گل قفس میں صبا ۳۰
نہیں بھوکے ہم آب و دانے کے

دل و دین ہوش و صبر سب ہی گئے
آگے آگے تمھارے آنے کے

مژہ ابرو نگہ سے اسکے میرؔ
کشتہ ہیں اپنے دل لگانے کے

دل جو بس بیقرار رہتا ہے
آج کل مجکو مار رہتا ہے

دل کدورت بھول جانا میرے بعد
مجھ سے یہ یادگار رہتا ہے

دور میں چشم مست کے تیرے
فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہے

ہر گھڑی رنجش ایسی باتوں میں
کوئی اخلاص و پیار رہتا ہے؟

بے ترے ہم ہیں تنگ جینے سے
مرنے کا انتظار رہتا ہے

کیوں نہووے عزیز دلہا میرؔ
کس کے کوچے میں خوار رہتا ہے

کیا کروں شرح خستہ جانی کی
میں نے مر مر کے زندگانی کی

حال بد گفتنی نہیں میرا
تم نے پوچھا تو مہربانی کی

تشنہ لب مر گئے مرے عاشق
نہ ملی ایک بوند پانی کی

جس سے کھوئی تھی نیند میرؔ نے کل ۳۱
ابتدا پھر وہی کہانی کی

کس غم میں مجکو یارب یہ مبتلا کیا ہے؟
دل ساری رات جیسے کوئی ملا کیا ہے

تھوڑے سے دنوں سے ہوں میں افسردہ کچھ وگرنہ
پھوڑا سا دل بغل میں برسوں جلا کیا ہے

اس گل کی اور اپنا تب منھ کیا ہے میں نے
جب آشنا لبوں سے ملی علی کیا ہے

ہے منھ پہ میر کے کیا گردِ ملال تازہ — یہ خاک میں ہمیشہ یونہیں رلا گیا ہے

گئے جی سے چھوٹے بتون کی جفا سے — یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے
وہ اپنی ہی خوبی سے رہتا ہے نازان — مرے یا جیے کوئی اسکی بلا سے
طبیبِ سُبک عقل ہرگز نہ سمجھا — ہوا دردِ عشق آہ دونا دوا سے
نہ شکوہ شکایت نہ حرفِ حکایت — کہو میر جی آج کیون ہو خفا سے؟

بات شکوہ کی ہم نے گاہ نہ کی ۴۲ بلکہ دی جان اور آہ نہ کی
واہ اے عشق اُس ستمگر نے — جان فشانی پہ میر کے واہ نہ کی
جس سے تھی چشم ہم کو کیا کیا میر — اس طرف اُس نے اک نگاہ نہ کی

یارب کوئی ہو عشق کا بیمار نہووے — مرجاے ولے اُسکو یہ آزار نہووے
زندان مین پھنسے طوق پڑے قید مین مرجاے — پر دامِ محبت مین گرفتار نہووے
صحراے محبت مین قدم دیکھ کے رکھ میر — یہ سیر سرِ کوچہ و بازار نہووے

شب گئے تھے باغ مین ہم ظلم کے مارے ہوئے — جان کو اپنی گلِ مہتاب انگارے ہوئے
گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا — خاک مین مجکو ملا کر مہربان بارے ہوئے
پھرتے پھرتے عاقبت آنکھین ہماری مندگئین — سو گئے بیہوش تھے ہم راہ کے مارے ہوئے

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے — اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے
یون کانون کان گل نے نہ جانا چمن میں آہ — سر کو پٹک کے ہم پسِ دیوار مر گئے
صد کاروان وفا ہے کوئی پوچھتا نہیں — گویا متاعِ دل کے خریدار مر گئے

ہے یہ بازارِ جنون منڈی ہے دیوانون کی ۴۳ یان دکانین ہین کئی چاک گریبانون کی
سرگزشتین نہ مری سُن کہ اُچٹتی ہے نیند ۴۴ خاصیت یہ ہے مری جان ان افسانون کی
مسجد سے سے تو ابھی آیا ہے مسجد مین میر — ہو نہ لغزش کہین مجلس ہے یہ بیگانون کی

جس جگہ دورِ جام ہوتا ہے — وان یہ عاجز مدام ہوتا ہے

ہم تو اک حرف کے نہیں ممنون — کیسا خط و پیام ہوتا ہے
میر صاحب بھی اُسکے ہان تھے پر — جیسے کوئی غلام ہوتا ہے

اِدھر سے ابر اُٹھ کر جو گیا ہے — ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے
مصائب اور تھے پر دل کا جانا — عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے
سرہانے میر کے آہستہ بولو ۳۵ ابھی یہ روتے روتے سو گیا ہے

بہار آئی ہی غنچے گل کے نکلے ہین گلابی سے — نہال سبز جھومے ہین گلستان مین شرابی سے
بہت رویا نوشتے پر مین اپنے دیکھ قاصد کو — کہ سر ڈالے غریب آتا تھا خط کی بیجوابی سے
مبادا اکار دان جابار ہے توصبح سوتا ہی — بہت ڈرتا ہون مین اے میر تیری دیر خوابی سے

کب تلک احوال یہ جب کوئی تیرا نام لے — عاشقِ بیحال دونون ہاتھ سے دل تھام لے
شاخ گل تیری طرف جھکتی جو ہی اے مستِ ناز — چاہتا ہی تو بھی میرے ہاتھ سے اک جام لے
ہمنشین کہہ مت بتون کی میر کو تسبیح ہی — کام کیا اس ذکر سے انکو خدا کا نام لے

کارِ دل اُس مہِ تمام سے ہے — کاہش اک روز مجھکو شام سے ہی
کوئی تجھ سا بھی کاش تجھکو ملے — مدعا ہمکو انتقام سے ہے
سہل ہے میر کا سمجھنا کیا؟ — ہر سخن اُسکا اک مقام سے ہی

نہین ملتا سخن اپنا کسی سے — ہماری گفتگو کا ڈھب جدا ہی
دلِ بیتاب آفت ہی بلا ہے — جگر سب کھا گیا اب کیا رہا ہی
نگاہین گردِ سر پھرنے تو بولا — تمھارا میر صاحب سر پھرا ہی

اُس شوخ ستمگر کو کیا کوئی بھلا چاہے — جو چاہنے والے کا ہر طور بُرا چاہے
کعبے گئے کیا کوئی مقصد کو پہنچتا ہے — کیا سعی سے ہوتا ہے جب تک نہ خدا چاہے
ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن — رہتا ہی ہوئے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے
مدت سے تو دونون کی ملاقات بھی گئی — ظاہر کا پاس تھا سو مدارات بھی گئی

کتنے دنون مین آئی تھی اُسکی شب وصال — باہم رہی لڑائی سو وہ بات بھی گئی
پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین — اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

تجب کڑی اُٹھائی گئی ہم کڑے رہے — ایک ایک سخت بات پہ برسون لڑے رہے
اب کیا کرین نہ صبر ہے دل کو نہ جی مین تاب — کل اُس گلی مین آٹھ پہر بیس پڑے رہے

کچھ موج ہوا پیچان اے میر نظر آئی — شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی
دلی کے نہ تھے کوچے اوراق مصور تھے ۳۶ جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

تمنائے دل کے لیے جان دی — سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے
بہت سعی کرنے سے مرر ہیے میر ۳۷ بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

منع گریہ نکر تو اے ناصح — اسمین بے اختیار ہین ہم بھی
میر نام اک جوان سُنا ہوگا — اسی عاشق کے یار ہین ہم بھی

آمیزش بیجا ہے تجھے جن سے ہمیشہ — وہ لوگ ہی آخر تجھے بدنام کرینگے
گر دل ہے یہی مضطرب الحال تو اے میر — ہم زیر زمین بھی بہت آرام کرین گے

نازکی اِن ہونٹون کی کیا کہیے — پنکھڑی اک گلاب کیسی ہے
میر اِن نیم باز آنکھون مین — ساری مستی شراب کیسی ہے

گریہ ہر وقت کا نہین بے وجہ ۳۸ دل مین کوئی غم نہانی ہے
رنج کھینچے تھے داغ کھائے تھے ۳۹ دل نے صدمے بڑے اُٹھائے تھے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے ۴۰ زمین سخت ہے آسمان دور ہے

خوب تھے وہ دن کہ ہم تیرے گرفتاروں مین تھے ؛ غمزدون اندوہ گینون ظلم کے مارون مین تھے

ہم خامشون کا ذکر تھا شب اُسکی بزم مین ؛ نکلا نہ حرف خیر کسی کی زبان سے

آلیا کیا مین نے فلک کا کہ مجھے ؛ خاک ہی مین ملائے جاتا ہے

کبھی میر اُس طرف آکر جو چھاتی کوٹ جاتا ہے — خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے

مین چراغ صبح گاہی ہون نسیم ۔ اہ مجھ سے اک دم کے لیے کیا دشمنی ہے؟

سب مزے در کنار عالم کے ۔ یار جب ہم کنار ہوتا ہے

جون جون بڑھاپا آتا ہی ہم جاتے ہین اینٹھے ۔ کس مٹی کا نہ جانیے اپنا خمیر ہے

نسبت اُس آستان سے کچھ نہوئی ۔ برسون تک ہم نے جبہ سائی کی

اُنکی دل انسے بچ گیا تو کیا ۔ چور جاتے رہے کہ اندھیاری

سوائے سنگدلی اور کچھ ہنر بھی ہے؟ ۔ بتو دلون مین تمھارے خدا کا ڈر بھی ہی؟

دیکھتا ہون تو کام میر امیر ۔ اول عشق ہی مین آخر ہے

لوٹ منظور ہے کافر اگر ایمانون کی ۔ ادھر آیہ بھی تو بستی ہی مسلمانون کی

مثنوی دریاے عشق

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال ۔ ہر جگہ اُسکی اک نئی ہے چال

دل مین جا کر کہین تو درد ہوا ۔ کہین سینہ مین آہِ سرد ہوا

کہین آنکھون سے خون ہو کے بہا ۔ کہین سر مین جنون ہو کے رہا

کہین رونا ہوا ندامت کا ۔ کہین ہنسنا ہوا جراحت کا

گہ نمک اسکو داغ کا پایا ۔ گہ پتنگا چراغ کا پایا

کہین باعث ہی دل کی تنگی کا ۔ کہین موجب شکستہ رنگی کا

کہین عشاق کی نیاز ہوا ۔ کہین اندوہ جان گداز ہوا

کہین بے سبب کو لگائی آگ ۔ کہین تیغ و گلو مین رکھی لاگ

کبھی افغان مرغ گلشن تھا ۔ کبھی قمری کا طوقِ گردن تھا

ایک عالم مین دردمندی کی ۔ ایک محفل مین جا سپندی کی

نمک چشم سینہ ریشان ہے ۔ نگہ یاس مہر کیشان ہی

جسکو ہوا اسکی التفات نصیب ۔ ہے وہ مہمان چند روزہ غریب

ایسی تقریب ڈھونڈھ لاتا ہے ۔ کہ وہ ناچار جی سے جاتا ہی

انتخاب

از

کلّیاتِ ناسخ

کا نشتر

ناسخ

شیخ امام بخش متخلص بہ ناسخ لاہور کے ایک مالدار تاجر کے ساتھ بطور فرزند کے لکھنؤ مین تھے خدا بخش کے بھائیون سے بعد مرنے خدا بخش کے ترکہ خدا بخش کی بابت نزاع ہوئی۔ بھائیون نے انھین خدا بخش کا پروردہ کہا اور انھون نے خود کو بیٹا بتایا لیکن عدالت شاہی نے انھین کا بیان باور کیا۔ یہ ابتدا مین فیض آباد تھے۔ فیض آباد سے جب دار الخلافت لکھنؤ منتقل ہوا تو یہ بھی فیض آباد سے لکھنؤ آئے اور وہین رہے لیکن الہ آباد دائرہ شاہ اجمل مین وہ اکثر جا کر مقیم ہوتے تھے۔ اسی کے متعلق انکا شعر ہے ؎ ہر پھر کے دائرے ہی مین رکھتا ہون مین قدم + آئی کہان سے گردش پرکار پاؤن مین۔ ناسخ نے میر تقی سے کچھ تلمذ کا سلسلہ شروع کیا تھا مگر دونون طرف نازک مزاجی تھی سلسلہ قایم نہ ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناسخ نے خود مشق سخن بڑھائی شعر کہتے تھے اور رکھ دیتے تھے بار بار دیکھتے تھے اور درست کرتے تھے۔ سید انشا مرزا قتیل جرات مصحفی ان سب کے مشاعرون مین جاتے تھے لیکن اپنے اشعار کا پڑھنا اسوقت شروع کیا جب انکے دور ختم ہو چکے تھے اور کہنہ مشق کی حیثیت سے دفعتہ ظاہر ہو کر خود کو سب سے استاد کہلوا لیا۔ مصحفی کے شاگرد سید علی آتش انکے ہمسر تھے اِن دونون مین خوب چوٹین چلتی تھین بعضون نے لکھا ہے کہ مصحفی سے ناسخ نے شاگردی شروع کی تھی لیکن ناسخ کی بد دماغی نے یہ سلسلہ بہت جلد مسدود کر دیا انکے مزاج مین غصہ بہت تھا۔ مشہور ہے کہ ایکدن اپنے خانہ باغ کے بنگلہ مین بیٹھے ہوئے فکر مضمون مین غرق تھے ایک صاحب آکر بیٹھے انھون نے بہتیرے اشارے کیے کہ وہ اٹھ جائین جب وہ نہ سمجھے تو بنگلے کی ٹٹی پر چلم سے ایک چنگاری اٹھا کر رکھدی جب بنگلہ جلنے لگا تب وہ گھبرا کر اٹھے ناسخ نے ہاتھ پکڑا کہ اب ہم دونکو یہین جلکر راکھ کا ڈھیر ہونا چاہیے۔ ناسخ نواب نصیر الدین حیدر کے حضور مین بھی حاضر ہوتے تھے اسکے قبل غازی الدین حیدر کا عتاب تھا اور حالت عتاب مین یہ بنارس عظیم آباد الہ آباد گھومتے رہے لیکن زیادہ قیام الہ آباد مین کیا لکھنؤ مین جب آخر مرتبہ ناسخ الہ آباد سے آئے تو پھر باہر نہ گئے اور یہین ۱۲۵۴ھ مین وفات پائی حکیم مہدی وزیر سلطنت کے جب اختیارات بڑھتے تھے تو انکو لکھنؤ چھوڑنا ہوتا تھا اور جب انکے اختیارات کم ہو جاتے تھے تو یہ واپس آتے تھے۔

غزلیات و ابیات

رہے کیونکر نہ دل ہردم نشانہ ناوکِ غم کا
کہ ہے میرا تولد ہفتمِ ماہِ محرم کا

سخاوت جسکو کہتے ہین کہانی ہے زمانہ مین
بخیلون کی بدولت رہگیا ہے نام حاتم کا

مسی آلودہ لب کو تونے جس کپڑے سے پونچھا ہے
وہ میرے زخم دل کے واسطے پھاہا ہے مرہم کا

گزر ناگاہ جو میرا ہوا شہرِ خموشان مین
عجب نقشہ نظر آیا وہان شاہانِ عالم کا

کہین آئینہ زانوِ سکندر کا شکستہ تھا
کسی جانب پڑا تھا کاسۂ سر خاک مین جم کا

محب ہین سایۂ رہ اور عدو ہین خارِ رہ ناسخ
مسافر عالمِ امکان مین ہون گویا کوئی دم کا

جب خرامِ نازکو تو اے پری پیکر اُٹھا
ہر قدم پر جا بجا ایک فتنۂ محشر اُٹھا

چاہیے تعمیرِ دل جو ساتھ اُٹھا لیجائے گا
یون خرابی کے لیے دیوار اُٹھا یا در اُٹھا

بات جن نازک مزاجون سے نہ اُٹھتی تھی کبھی
بوجھ اُنسے سیکڑون من خاک کا کیونکر اُٹھا

کیا سخن سنجی سے حاصل جب سخندان ہی نہین
زانوے فکرت سے لے ناسخ تو اپنا سر اُٹھا

تو نزاکت سے گلستان تک جو رخصت مانگتا
رنگ روے گل سے اُڑنے کی اجازت مانگتا

غیر حسرت کے گیا یان سے کوئی کیا اپنے ساتھ
آسمان سے کس توقع پر مین دولت مانگتا

ہاتھ اُٹھا کر دونون عالم مین خدا کے سامنے
کیا مین اس وحشت سرا مین غیرِ وحشت مانگتا

گر نہ ہوتا سرخ رو اشکِ غمِ شبیر سے
حشر مین کس مُنہ سے ناسخ مین شفاعت مانگتا

پیشتر سر سے یہان ہوتے ہین سامان پیدا
کھانے کے وقت سے اول ہوئے دندان پیدا

دل جو مجروح ہوا پائے یہ رنگین مضمون
نخلِ گل ہو جو قلم گل ہون دو چندان پیدا

روزِ مولد سے نہین عیش و طرب قسمت مین
رمز یہ ہے جو بشر ہوتے ہین گریان پیدا

کیون نہ ہم عالمِ امکان مین کرین ترکِ لباس
جبکہ خالق نے کیا ہو ہمین عریان پیدا

تا رہین سجدۂ معبود مین ناسخ مصروف
سر سے اسواسطے ہوتے ہین سب انسان پیدا

اے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہے ولے | آج آتی شبِ فرقت میں تو احسان ہوتا
حسرتِ دل نہیں دنیا میں نکلنے ناسخ | ہاتھ شل ہوتے میسر جو گریبان ہوتا

گلفشاں عکس ہوا کس کے رخِ رنگیں کا | ہے جو آئینہ میں عالم سبدِ گلچیں کا

رات ایسا انتظارِ یار میں بیتاب تھا | بسترِ گل پر نہ تھا میں اک پرِ سیماب تھا

اے فلک دیکھوں تو کب تک روزِ وصل آتا نہیں | منتظر بیٹھا ہوں میں بھی گردشِ ایام کا

آزاد ہیں قیود سے افتادگانِ خاک ۲ | اڑتا پھرا شجر سے جو برگِ خزاں گرا

مژہ جو ہے وہ گویا اک زبان کا کام کرتی ہے | یہ عالم ہم نے دیکھا ہے کسی چشمِ سخن گو کا

تو نے شہبازِ نگہ کو جو ادھر چھوڑ دیا ۲ | ہم نے بھی طائرِ دل ماندہ کے پر چھوڑ دیا

مانعِ صحرا نوردی پاؤں کی ایذا نہیں ۳ | دل دکھا دیتا ہے میرا ٹوٹ جانا خار کا

پہنچے ہم آتش زبانوں کو ضررِ دشمن سے کیا | شمع کو کرتا ہے روشن تر ستمِ گلگیر کا

مال ملتا جو فلک سے ضررِ جان ہوتا | سر نہ ہوتا جو میسر نہ مجھے سامان ہوتا

کجی روزِ اجل سے طینتِ موذی میں داخل ہے | کیا خالق نے ساتھ افعی کے ناسخ پیچ و خم پیدا

تو نہیں ملتا تو ہم بھی تجھ سے اب ملتے نہیں | سنگدل ہم نے بھی اپنے دل کو اب پتھر کیا

کی ادھر دل نے کشش کھینچا ادھر سفاک نے | ٹوٹ کر آخر مرے سینہ میں پیکاں رہ گیا

جیتے جی جاؤں میں کیونکر کوے جاناں چھوڑ کر | بلبلِ نالاں کہاں جائے گلستاں چھوڑ کر
عیشِ تنہائی ہوا مردوں کی کثرت سے محال | جاؤں یارب اب کہاں شہرِ خموشاں چھوڑ کر
مرگیا ناسخ مے کش جو سارے مے فروش | مسجدوں میں بیٹھے اپنی اپنی دکاں چھوڑ کر

اگر ہوتا ہے اک دانہ بھی اسمیں میری قسمت کا | فلک بجلی گرا دیتا ہے ناسخ میرے خرمن پر

کیا روزِ بد میں ساتھ رہے کوئی ہمنشیں ۴ | پتی بھی بھاگتی ہے خزاں میں شجر سے دور

اے میکشو نزاکتِ ساقی تو دیکھنا | نالاں ہے رکھ کے مثلِ سبو جام دوش پر

اک دن ہوئی صنوبرِ دل کو نہ تازگی | بے برگ ہو کے نخل ہوئے لاکھ بار سبز

پست و بلند عالم بالا کو ایک ہین — کرتا ہے کوہ و دشت کو ابر بہار سبز

سکے نور رخ کے آگئے بوستان بزم سے — دور ہوتی ہے ہر رنگ سبزۂ بیگانہ شمع
اشک مالا موتیون کا دود کلغی شعلہ تاج — رکھتی ہے تخت لگن مین شوکت شاہانہ شمع
کیون نہین ہوتا تجھے غم عاشق جانباز کا — دیکھ روتی ہے بروئے لاشۂ پروانہ شمع
ہون وہ پروانہ کہ در تک باوجود عذر لنگ — ۵ نکلی استقبال کو محفل سے بیتابانہ شمع
سر پہ سوزان داغ سودا پاؤن مین زنجیر اشک — تیری محفل مین کھڑی ہے صورت دیوانہ شمع
کچھ فقط تو ہی نہین ناسخ دل و جان سے نثار — بزم مین یان پروانہ ہین سب اور صاحبانہ شمع

کیا بحر حسن کی ہے کمر پیچ و تاب مین — یہ پیچ و تاب کب ہین بھلا موج آب مین
سب سے زیادہ صبح ہماری ہوئی سیاہ — جو شیب مین کیا نہ کیا تھا شباب مین
ہر جی مین آفتاب پرستون سے پوچھیے — تصویر کسکی ہے ورق آفتاب مین

طائر روح کو کردیتے ہین کیونکر بسمل؟ — تیر رکھتے ہین پری رو نہ کمان رکھتے ہین
بھاگئی کون سی وہ بات بتون کی ورنہ — نہ کمر رکھتے ہین کافر نہ دہان رکھتے ہین
عوض ملک جہان ملک سخن ہے ناسخ — گو نہین حکم روان طبع روان رکھتے ہین

زندگی زندہ دلی کا ہے نام — مردہ دل خاک جیا کرتے ہین
دھیان آتا ہے کفن کا مجکو — کپڑے جب قطع کیا کرتے ہین
نیک و بد کیا ہون ہمیشہ باہم — پھول کانٹون سے جدا کرتے ہین

اے تصور کیون بتون کو جمع کرتا ہے یہان — دل مرا کعبہ ہے کچھ بت خانۂ آذر نہین
شکوہ جو بے نوکری کا کرتے ہین ناداں ہین — ۶ آپ آقا ہے کسی کا جو کوئی نوکر نہین
طفل چلتے ہین جب اپنے پاؤن کہتی ہے قضا — ۷ غیر آغوش لحد اب دامن مادر نہین
ہے خرابات جہان مین بھی وہ ساقی سے نفور — جبکہ اے ناسخ غلام ساقی کوثر نہین

ہے عجب رنگ کی وحشت ترے دیوانے مین — جی نہ آبادی مین لگتا ہے نہ ویرانے مین

یان تجلی بھی سنبھل جاتی ہی گرتے گرتے — شمع کے شہر مین قدم کیا مرے ویرانے مین
نوش کر شوق سے جی کھول کے صرفہ کیا ہی — خوف بدہضمی کا ناسخ نہین غم کھانے مین

ماہِ نو ہی مثلِ ابرو لیکن اُسکے رو نہین — ماہِ کامل صورتِ رو ہی مگر ابرو نہین
مشک مین خوشبو ہی پیچ و تاب مثلِ مو نہین — پیچ ہین سنبل مین مثلِ مو مگر خوشبو نہین

سوا سے مکر زمانے مین رسم و راہ نہین — وہ کون جا ہی جہان چاہِ زیرِ کاہ نہین
مین گو کہ حسن سے ظاہر مین مثلِ ماہ نہین — ہزار شکر کہ باطن مرا سیاہ نہین

غمِ شبیر مین رو رو کے کرون تر دامن — جاؤن تا حشر کے میدان مین بھی تر دامن
طمع خام سے پھیلے جو کسی کے آگے — یا رب ایسا تو مجھے ہو نہ میسر دامن

یہی کہتی ہوئی جاتی ہی چلی عمرِ روان ۸ — پھر سے دامن سے نہ باندھے کبھی صرصر دامن
صبحِ محشر یہی کہتا مین اُٹھون گا ناسخ — دے مرے ہاتھ مین یا سبطِ پیمبر دامن

منعم کے شکر مین نہ بھی ہلائین کبھی کبھی — تنہا برائے لذتِ دنیا زبان نہین
دھوکا نہ کھا ظروفِ وضو کو تو دیکھ کر — مسجد ہی مے فروش کی ناسخ دکان نہین

کسی مین زر کسی مین سنگ یہ ہی پھیر قسمت کا — برابر گرچہ ناسخ دونون پلے ہین ترازو مین
تری آنکھین نہین یہ دونون پلے ہین ترازو کے — ہمیشہ نیک بد کو تولا ناسخ اس ترازو مین

سبب اثر کسکی نگاہِ تفرقہ انداز کا ؟ — بلبلین ہین دام مین آوارہ گل بازار مین
کسقدر ترا اعمال سے خفت اُٹھائی بعدِ مرگ — کیا عجب ترتا پھرے گر سنگِ مدفن آب مین

وہ بتِ شیرین ادا کرتا ہی مجکو سنگسار — یہ شکر پارے برستے ہین جنون پھر نہین
اے جنون یان کوئی جز ضعف گلوگیر نہین — طوق گردن مین نہین پاؤن مین زنجیر نہین

کیون دلا پیری مین بھی مرنے کی تدبیر نہین ؟ — ہو چکی صبح بس اب کوچ مین تاخیر نہین
شبہ ناسخ نہین کچھ میر کی اُستادی مین — آپ بے بہرہ ہی جو معتقدِ میر نہین

دل مین پوشیدہ غمِ عشقِ بتان رکھتے ہین ۹ — آگ ہم سنگ کے مانند نہان رکھتے ہین

گدائے میکدہ کس چین سے ہین خاک نشین — یہ عیش تخت پہ کب پادشاہ کرتے ہین

دو روزہ ایک وضع پہ رنگ جہان نہین — وہ کون سا چمن ہی کہ جسکو خزان نہین ؟

کان دیتا گل کو بھی بلبل کو گر نالہ دیا — تھا یہ لازم نخلبند گلشن ایجاد کو

ہین اشک مری آنکھون مین قلزم سے زیادہ — ہین داغ مرے سینہ مین انجم سے زیادہ

سو رمز کی کرتا ہی اشارہ مین وہ باتین — ہے لطف خموشی مین تکلم سے زیادہ

معشوق سے امید وفا رکھتے ہو ناسخ — نادان نہین دنیا مین کوئی تم سے زیادہ

آئینہ مین زلف پرشکن مین آئینہ — یہ حلب مین مشک ہی اور وہ ختن مین آئینہ

خاک ہو کر صورت اصلی کو بھی وہ دیکھتا ۱۰ — رکھدیا ہوتا سکندر کے کفن مین آئینہ

ہنسنے مین کھلتے ہین جسدم صاف پڑ جاتا ہی عکس — اے پری ہر دانت ہی گویا دہن مین آئینہ

اسقدر ہی تیرگی اک دم مین ہوجائے تو — کوئی گر لائے مرے بیت الحزن مین آئینہ

یہ جسم زار بے حرکت پیرہن مین ہی — سب مجکو جانتے ہین کہ مردہ کفن مین ہی

فرقت قبول رشک کے صدمے نہین قبول — کیا آئین ہم رقیب تری انجمن مین ہے

ہین بے نصیب صحبت جانان سے ایک ہم — پروانہ بزم مین ہی تو بلبل چمن مین ہے

دونون کا کر چکا ہون مین اے ناسخ امتحان — سید مین مہر ہے نہ وفا برہمن مین ہے

پریزادو پرے اس سوچ مین سارا زمانہ ہی — وہان مارین ہین دانت یا زلفون مین شانہ ہی

اجل سر پر کھڑی ہی خواب غفلت مین زمانہ ہی ۱۱ — چھپرکھٹ کے عوض لازم جنازہ کا بنانا ہی

بگڑتے جاتے ہین لاکھون ہزارون بنتے جاتے ہیں ۱۲ — جہان مین رات دن جاری خدا کا کارخانہ ہی

نکلتا ہی جو ہر گل زر بکف گلزار عالم مین — خدا جانے زمین مین دفن یہ کسکا خزانہ ہی

کمی ہوتی نہین نقد سخن کی یان کبھی ناسخ — ازل سے اپنے قابو مین معانی کا خزانہ ہی

جو دیکھتے تھے کل جنہین آنکھون سے ہم اے غافلو — آج انکا اپنے کانون کے لیے افسانہ ہی

تامل کرتا ہی کبھی اور لاش گرتی ہے کبھی ۱۳ — جو زچہ خانہ ہی وہ اک روز ماتم خانہ ہی

اپنے کامون مین رہو مشغول تم ای غافلو — اسکی باتون پر نہ جاؤ ناسخ اک دیوانہ ہی

لالہ و گل کا جوش ہی بلبلون کا خروش ہی — فصلِ وداعِ ہوش ہی موسمِ نا و نوش ہی

صدقہ ہو تیری چال پر کیون نہ نسیمِ ہر سحر — نقشِ قدم سے رہگذر دامنِ گلفروش ہی

ناسخ یہ قول ہی بجا حضرتِ میر درد کا ۱۴ — حُسن بلائے چشم ہے نغمہ وبالِ گوش ہی

چشمِ جانان اور ہی چشمِ غزالان اور ہی — وضعِ انسان اور ہی ترکیبِ حیوان اور ہی

سیرِ مقتل مت سمجھ گلگشت ای نازک مزاج — باغِ دلبستان اور ہی گنجِ شہیدان اور ہی

فرق ہی شاہ و گدا مین قولِ شاعر ہی یہی — شیرِ قالین اور ہی شیرِ نیستان اور ہی

مسی مالیدہ لب پر رنگِ پان ہی — تماشا ہے تہِ آتش دھوان ہے

ہمارا ہر نفس اک بادبان ہے — روانہ کشتیِ عمرِ روان ہے

اسکی ہر دم کی نصیحت سی مین تنگ آیا ہون — کاش ناصح سے بھی آنکھ اُسنے لڑائی ہوتی

ابرِ رحمت سے تو محروم رہی کشت مری — کوئی بجلی ہی فلک تونے گرائی ہوتی

خاک ہو جاتے ہین دونون خاک مین ملنے کے بعد ۱۵ — چار دن کوئی گدا ہی کوئی کیکاؤس ہی

رزق کا کیا غم کہ ہوتا ہی تولد بعد طفل ۱۶ — پہلے بھرتا ہی خدا پستانِ مادر شیر سے

گو مرا تابوت یارون کو وبالِ دوش ہی ۱۷ — گور تو میرے لیے کھولے ہوئے آغوش ہی

اے شیخ و گبر سبحہ و زنار توڑ دیے — پر دل کسی بشر کا نہ زنہار توڑ دیے

یہ آدمی ہی کہ برسون جمال رہتا ہی — وگرنہ ماہ کو اک شب کمال رہتا ہی

داغِ فرقت زیست بھر جو رِ جہنم بعدِ مرگ — ان بتون کو کس توقع پر خدا یا چاہیے

تمام شد

مؤلفات علامۂ ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی

ترجمہ قرآن مجید

علامۂ موصوف نے سب سے پہلے یہ ضرورت محسوس کی کہ مسلمانان ہند کی موجودہ زبان مین جب تک قرآن مجید کا ترجمہ نہ ہو ہندوستان کی اسلامیت ادھوری ہی۔ اس غرض سے علامہ موصوف نے قرآن مجید کا ترجمہ شروع کیا اس طور پر کہ ایک کالم مین قرآن مجید اور دوسرے کالم مین اُسکا بامحاورہ اُردو ترجمہ رکھا۔ ذیل مین ضروری توضیح اور شان نزول بیان کی جو مختصر سی تفسیر کا کام دے سکے۔ ترجمہ چھپنا شروع ہوا اور ڈھائی ڈھائی پارے کے حصے شایع ہونے لگے۔ ساڑھے آٹھ پارے کی تفسیر چھپ چکی تھی کہ مولانا نذیر احمد کا ترجمہ قرآن پورا چھپ کر شایع ہوگیا۔

پہلا حصہ ترجمہ قرآن دیکھ کر مولانا موصوف نے اختلاف کیا تھا۔ دیر تک علامہ اور مولانا مین گفتگو رہی لیکن کوئی بات طے نہین پائی۔ اسکے بعد ہی مولانا نذیر احمد کے خیالات نے پلٹا کھایا اور بہت سے عالمون کو جمع کرکے اس سرعت سے اُنھون نے ترجمے کا کام جاری کیا کہ علامہ ساڑھے آٹھ پارے تک پہنچے تھے کہ مولانا کا پورا ترجمہ قرآن بازار دن مین ہدیہ ہونے لگا۔ علامہ نے ضرورت قومی کی تکمیل دیکھ کر اپنے ترجمے کی اشاعت روک دی۔ یہان یہ لکھنا بے موقع نہین ہی کہ مولانا نذیر احمد نے جو اپنے دیباچہ ترجمہ قرآن مین اپنے خیال کے بدلنے کا ذکر کیا ہی شاید وہ مفصلہ بالا واقعہ کی طرف اشارہ ہو۔

علامہ موصوف کے ترجمۂ قرآن مین ایک خاص وصف یہ ہی کہ زبان بالکل فصیح

اُردو کی زبان ہی اور اُنھون نے یہ ثابت کر دیا ہی کہ زبان اُردو قرآن کے لفظی ترجمہ کے لیے بالکل کافی ہی - دیگر ترجمون کی طرح الفاظ زائد کا اضافہ اظہار مطلب کے لیے اس ترجمہ مین نسبتاً نہایت کم یا ایک اعتبار سے کہیے تو بالکل نہین ہی - جن باکمال لوگون نے ترجمہ علامۂ عباسی دیکھا اُنھون نے بار بار تقاضا کیا کہ ترجمہ پورا ہو جائے لیکن دیگر تصانیف کے مشاغل نے علامہ کو فرصت نہ دی کہ وہ اس ترجمے کی تکمیل کرتے - لیکن لوگون کے تقاضا سے پارہ عم کا ترجمہ علیحدہ شایع کیا جسمین ایک صفحہ پر عبارت قرآن اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ ہی -

(ترجمہ سورۂ فاتحہ بطور نمونہ)

"سب تعریف اللہ کے واسطے ہی جو پروردگار عالمین ہی - بڑا مہربان ہی نہایت رحم والا ہی - قیامت کے دن کا مالک ہی - اے اللہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہین اور تجھی سے مدد چاہتے ہین - ہمکو سیدھی راہ چلا جنپر تیرا فضل ہی اُنکی راہ - نہ ایسی راہ جس پہ تیرے غضب کے مارے گمراہ لوگ چلتے ہین -"

یہ ساڑھے آٹھ پارے یکجا مجلد ہین پہلے ۸ ؏ پر ہدیہ ہوتے تھے اب ۱۲ ؏ مین ہدیہ ہوتے ہین اور پارۂ عم ۸ مین ہدیہ ہوتا تھا اور اب بھی اُتنے ہی پر ہدیہ ہوتا ہی -

تاریخ الاسلام

ترجمہ قرآن لکھتے ہوئے کتب سیر کی ضرورت علامہ موصوف کو محسوس ہوئی اور اُنھون نے کتب سیر کا وہ حصہ جو پیغمبر خدا کے زمانے کی تاریخ ہی نہایت اہتمام سے پڑھا - اُسوقت علامہ موصوف کو معلوم ہوا کہ کوئی تاریخ پیغمبر خدا اور اُنکے جانشینون کی زبان اُردو مین ایسی نہین ہی کہ سب حالات یکجا معلوم ہو جائین - بیان حشو و زوائد سے پاک ہو اور مذہبی تعصبات سے مبرا ہو - سُنی - شیعہ - اہل حدیث - صوفی سب کے لیے یکسان ہو - اس خیال سے تاریخ الاسلام کا لکھنا مؤلف نے شروع کیا - عرب کے مختصر حالات لکھکر پیغمبر خدا کا زمانہ اور اُنکے بعد خلفاے اربعہ اور سلاطین مابعد کے حالات عبدالملک

ابن مروان تک بالاستیعاب لکھا اور پھر اسکے بعد مختصر حالات تمام دنیا کی اسلامی
سلطنتوں کے زمانۂ حال تک لکھ کر سلسلہ ملا دیا اور اخیر مین مشاہیر اسلام کے حالات
بھی درج کیے ۔ اس کتاب کے ابواب اور فصول حسب ذیل ہین

باب ۶۔ مسلمانونکی موجودہ سلطنتین

ف ۱۔ سلطنت عثمانیہ یعنی سلطنت ٹرکی ف ۲ سلطنت ایران۔ ف ۳۔ مصر۔ ف ۴ مسلمانون کی چھوٹی چھوٹی ریاستین۔

باب ۷۔ محض اغلاق اسلام کے ذریعہ سے اشاعت دین

ف ۱۔ مسلمانان چین۔ ف ۲ مسلمانان مجمع الجزائر۔ ف ۳۔ یورپ اور امریکا مین اسلام

باب ۸۔ مشاہیر اسلام

ف ۱۔ الرجال۔ ف ۲۔ خواتین

قیمت اصلی ۱۲ تھی اب للعہ کردیگئی ہے

تاریخ الاسلام کی نسبت اہل ملک کی رایون کا خلاصہ

رائٹ آنریبل سر سید امیر علی صاحب ضوی سابق جج ہائیکورٹ کلکتہ حال ممبر جوڈیشیل کمیٹی لندن مین نے بغور و تامل تاریخ الاسلام کو ملاحظہ کیا۔ اسکے طرز جدید اور عمدگی ترتیب پر بہت ہی خوش ہوا۔ تمام تر واقعات اہل اسلام ابتدا سے انتہا تک بصورت اختصار اچھی طرح سے بیان کیے گئے ہین گویا دریا کو کوزے مین بھر دیا ہے۔

آنریبل مسٹر جسٹس بدرالدین طیب جی صاحب سابق جج ہائیکورٹ بمبئی۔ ہمارے اُردو لٹریچر مین ایک بڑی حاجت تھی جو اس کتاب سے پوری ہوئی۔ اس غیر نمائشی نہایت مفید کام کرنے سے مولف نے بڑی خدمت انجام دی ہے۔ یہ کتاب مسلمانون کی تاریخ کے لیے بطور ٹیکسٹ بک کے اسکولون مین داخل ہو اور ہماری قوم کے نوجوانون کے ہاتھ مین یہ کتاب آئے تو ہم دیکھ کر بہت خوش ہونگے۔

آنریبل حاجی مولوی محمد اسمعیل خان صاحب سابق ممبر امپیریل لیجسلیٹو کونسل ممالک متحدہ۔ مین خیال کرتا ہون کہ یہ پہلی کتاب ہے جو اُردو مین شایع کی گئی ہے کیونکہ مین نے قبل ازین اپنی زبان مین کوئی ایسی کتاب نہین دیکھی جیسی تاریخ الاسلام ہے۔

مولانا محمد اصغر صاحب بسمتین جج سابق ریاست رام پور۔ کوئی شک نہین کہ اس زمانے مین ایک ایسی اُردو کتاب کی سخت ضرورت تھی۔

استاد وقت جناب مولانا محمد فاروق صاحب سابق مدرس اعلی ندوۃ العلما لکھنؤ۔ ہمارا نسخہ کہ شکر فی ست د

ونادرہ حرفے او ساطہ مردم را ابرا ے ادراک حالات ائمہ اسلام بس مفید بلکہ کاتب الحروف مدید او
کتابے بدین گرانمایگی و خجستگی ندید۔

مولوی محمد مظہر الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا بہار کلکتہ ہائیکورٹ - عبارت اس کتاب کی نہایت صاف سلیس اور عام فہم ہر اُردو زبان مین اپنی قسم کی پہلی کتاب ہر۔

الاسلام

ترجمہ قرآن شریف اور تاریخ الاسلام لکھتے وقت علامہ کو نئے تعلیم یافتون کے مذاق کا خیال آیا تو ایک ایسی کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اسلام کو فلسفہ جدید کے خلاف نہ ہونے دے - جس طرح خلفاے عباسیہ کے زمانہ مین متکلمین نے یونانی فلسفہ کے حملون سے اسلام کو بچایا تھا اسی طرح علامہ نے جدید فلسفہ کا مقابلہ اس کتاب مین کیا ہر اور یہ دکھایا ہر کہ اسلام کا یہ ایک بڑا اعجاز ہر کہ وہ عالم جاہل فیلسوف سب کی تشفی کرسکتا ہر - اس کتاب مین علاوہ اس خدمت کے جو اوپر بیان ہوئی تمام مسائل اسلام آجکل کے مہذب ممالک کے مذہبی خیالات سے مقابلہ کیے گئے ہین اور اسلام کی برتری دکھائی گئی ہر - دیگر اقوام کے جتنے اعتراضات فلسفہ اسلام اور اچھے مسلمانون کے گزشتہ اعمال و افعال پر تھے سب کے جواب دیے گئے ہین - اس کتاب مین مذہب اسلام کے اصول بتائے گئے ہین اور اسکی خوبیان اس طرح دکھائی گئی ہین کہ علوم جدیدہ کی تعلیم او فلسفہ کی تحصیل سے جو کمزوری مسلمانون کے عقائد مین پیدا ہوتی جاتی ہر اُسکی روک تھام پورے طور پر ہوجاے اور غیر قوم کو مذہب اسلام کی طرف رغبت ہو علامہ ممدوح کی اکثر کتابین مذہبی خیالات کی اشاعت اور اُنکی اصلاح کے متعلق ہین اور ممدوح نے اپنی تمام کتابون مین غیر قومون کے اعتراضات کے جواب دینے کی طرف توجہ کی ہر اور مذہب کو فلسفہ کے ساتھ ساتھ رکھنے کی کوشش کی ہر لیکن یہ بیچ کا پیوند ضرورت کے لحاظ سے کافی نہ تھا اور ایک مستقل کتاب کی اشد ضرورت تھی کیونکہ اس زمانے مین اشاعت مذہب زبان سے تعلق نہین رکھتی قلم سے تعلق رکھتی ہر جسکا

قوم مین جتنا ہی علم ہو اُتنا ہی وہ اپنے مذہب کو دیگر مذاہب پر فوق دینے مین کوشان ہے
اس جہاد فی سبیل اللہ مین مسلمان پیچھے ہوتے جاتے ہین اسلیے انکو گزند پہنچا جاتا ہے - الاسلام مین
مذہب اسلام کی فلاسفی اتنے عمدہ طور پر دکھائی گئی ہے کہ تحریر کا اس سے بہتر طریقہ ذہن مین نہین آتا
اس کتاب کی ترتیب یون ہے کہ تمام اہم مسائل اور اہم امور مضامین (آرٹیکل) کی صورت مین
لکھے گئے ہین - زبان شستہ طرز ادا پسندیدہ - عبارت سلیس - قرآن حدیث اور فقہ کی کتابین
سامنے رکھ کر ایک سمجھدار ذی علم جتنی سرخیان پیدا کرسکتا ہے اُتنی ہی سرخیان اُن مضامین کی
ہین اور کتاب کا حجم بھی زیادہ ہے - ابواب اور فصول حسب ذیل ہین -

باب ۱ - ملکی اور اخلاقی معاملات

ف ۱ - اصول جہانداری - ف ۲ - ہند اور اہل اسلام
ف ۳ - سیف اور اسلام - ف ۴ - اخلاق محمدی
ف ۵ - تمدن اور حسن معاشرت - ف ٦ - مان باپ
کی اطاعت - ف ۷ - صدقہ اور زکوۃ - ف ۸ -
غریبون کی بہادری - ف ۹ - غلامون کی حالت -
ف ۱۰ - عورتون کے متعلق نصوص قرآنی - ف ۱۱
کار منصبی - ف ۱۲ - الرفیق ثم الطریق - ف ۱۳ - قومی
امتیاز - ف ۱۴ - بخل اور اسراف - ف ۱۵ - حسن پرستی
ف ۱٦ - جہاد - ف ۱۷ - مسلمانون کے احسانات دنیا
پر - ف ۱۸ - جنگ صلیبی - ف ۱۹ - اخوت اسلامی

باب ۲ - تعزیرات

ف ۲۰ - جرایم - ف ۲۱ - سزاے موت - ف ۲۲ -
زناکاری ف ۲۳ - شراب خواری - ف ۲۴ - جھوٹی
قسمین - ف ۲۵ - جرایم پر نصوص قرآنی -

باب ۳ - عبادات

ف ۲٦ - وضو اور غسل - ف ۲۷ - تیمم اور مسح - ف ۲۸
اذان - ف ۲۹ - نماز - ف ۳۰ - روزہ - ف ۳۱ -
عبادات کے متعلق نصوص قرآنی -

باب ۴ - شخصی معاملات اور ضابطہ عدالت

ف ۳۲ - شرکت کاروبار - ف ۳۳ - توریث -
ف ۳۴ - وصیت - ف ۳۵ - بیع - ف ۳٦ -
ہبہ - ف ۳۷ - وقف بکار خیر - ف ۳۸ - نکاح
ف ۳۹ - مہر - ف ۴۰ - طلاق - ف ۴۱ - کثرت
ازدواج - ف ۴۲ - عقد بیوگان - ف ۴۳ - امہات
مومنین یا ازواج مطہرات رسول ؐ - ف ۴۴ - عدالتی
کارروائی - ف ۴۵ - شہادت -

باب ۵ - عقائد و علمی مباحث

قیمت اصلی سے ہے اب عا کر دی گئی ہے

زاہدہ ۵

جب بہت سی کتابین مذہبی علامہ نے شایع کین تو ایک مایوسانہ خیال یہ پیدا ہوا کہ ان کتابون کو پڑھے گا کون ؟ - زمانے کی جو روش ہے اُس سے یہ امید نہین کہ نئے خیالات والے اِن کتابون کو پڑھین گے - پُرانے خیال کے لوگون نے اگر پڑھا تو وہ تحصیل حاصل ہوئی - ان کتابون سے تعلیم مذہب کا کام نہ نکلے گا جو اصل غرض مولف کی ہے - اس خیال نے ایک فرضی قصہ حسن و عشق کا مولف سے لکھوایا اور اُسمین تمام مسائل مذہبی جابجا اس طرح درج ہوئے کہ قصہ کا لطف جانے نہ پائے جس طرح بچّون کی دوا کی تلخ گولیون پر شکر چڑھائی جاتی ہے اُسی طرح آوارہ مزاج مسلمان بچّون کے لیے مذہبی مسائل پڑھانے کا یہ نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے - مولف کی زبان سے سُنی ہوئی ایک نقل یہین لکھتا ہون " ایک مرتبہ دلی کے سفر مین مولف جس ہوٹل مین مقیم تھا اُسی مین ایک نوجوان مسلمان لڑکا اٹھارہ اُنیس برس عمر کا مقیم تھا جو اپنی بےاحتیاطیون کی وجہ

سے مختلف امراض مین مبتلا ہوکر حکیم حاذق الملک کے پاس علاج کی غرض سے آیا تھا
ایک روز اُسنے کسی ضرورت سے داہنے ہاتھ کی آستین اُلٹی تو ہاتھ پر ایک مرد اور ایک
عورت کی تصویر اس طرح بنی ہوئی تھی گویا ایک دوسرے کا بوسہ لے رہے ہین - اور تصویر
بھی اُسی مصالحہ سے تھی جس سے ہندو عورتین گُدنا گدواتی ہین - اور انگلستان کے دیہاتون
مین بھی اسی قسم کے گُدنے کی رسم ہے اور فوجی گورون کے ہاتھون پر چڑیون یا پھل پھول
کی تصویرین یا اور نشانات و علامات بنائے جاتے ہین جو آخر عمر تک قایم رہتے
ہین - علامہ کو اس لڑکے کے ہاتھ پر وہ تصویر دیکھکر سخت حیرت ہوئی - اول تو
ایک مسلمان کے ہاتھ پر انسانی تصویر کا ہونا بعید تھا - دوسرے یہ کہ تصویر ایسی کہ گھر کی بہو
بیٹیون اور بڑے بوڑھون کے سامنے کسی طرح دکھانے کے لایق نہین - علامہ
اسی حیرت مین تھے کہ اُس نوجوان لڑکے کا بایان ہاتھ نظر آیا اور اُس پر اُسی پایدار ذریعہ
جسکا ذکر اوپر ہوا ہی ایک نوجوان عورت کی برہنہ تصویر بنی ہوئی نظر آئی - علامہ کو دریافت
سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکا کسی بڑے متمول مسلمان کا ہے - مان زندہ ہے - بوڑھا باپ بھی
موجود ہے اور وہی کفیل ہے - اُسوقت علامہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس لڑکے کے گھر مین
کبھی بھولے سے بھی مذہبی چرچا نہ ہوتا ہوگا - وہ باپ بیٹے سے بھی بڑھکر آوارہ مزاج
ہوگا جس نے بیٹے کی یہ آزادی روا رکھی - علامہ نے دوسرے دن زاہدہ اُس لڑکے
کے ہاتھ مین دی - ۳۲ گھنٹہ مین صرف چھ گھنٹہ وہ لڑکا سویا اور ۴ گھنٹہ اور حوائج ضروری
مین اُسنے صرف کیے بقیہ ۲۶ گھنٹے مین اُسنے شروع سے آخر تک زاہدہ پڑھی حسن و
عشق کا بھی تذکرہ جابجا تھا اسلیے اُس لڑکے نے کتاب ختم کیے بغیر چین نہین لیا اور آخر
مین وہ کہنے لگا کہ ایسی عمدہ کتاب کبھی اُسکی نظر سے نہین گزری تھی - اور اُسنے یہ بھی کہا
کہ اگر ابتدائے عمر مین اس قسم کے چرچے میرے گھر مین ہوتے اور وہ باتین بتائی
جاتین جو اس کتاب مین ہین تو آج مین اُن مصائب کا شکار نہ ہوتا جسمین کہ مبتلا ہون

اسوقت علامہ کے خیالات کی پوری تائید ہوئی اور انکو یقین ہوا کہ اس زمانے کے وارستہ مزاج نوجوانون کو مذہب سکھانے کے لیے زاہدہ ایک بہترین ذریعہ ہے۔ حکایت اور قصہ کے پیرایہ مین عمدہ باتون کا سبق دینا کچھ نئی بات نہین ہے۔ دیگر اقوام کے علاوہ خود اکابر اسلام کی بہت سی تصانیف اسکی شاہد ہین۔ لیکن جو جدت اس کتاب مین ہے وہ یہ ہے کہ قصہ حد سے زیادہ دلچسپ ہے اور مذہب اور اخلاق کی تمام اہم باتین موجودہ زمانے کی ضرورتون کے لحاظ سے اس طرح بیان کی گئی ہین کہ دل پر اثر کیے بغیر نہین رہ سکتین۔ مذہب اسلام کے تمام ضروری مسائل اس اٹھارہ جزو کی کتاب مین ذکر کیے گئے ہین۔ اور پھر ہم لکھتے ہین کہ مذہبی مسائل کے ساتھ قصہ کا ازحد دلچسپ ہونا اس کتاب کا حصہ ہے۔ مضامین کتاب حسب ذیل ہین۔

:

وضعداری۔ احسان کا بدلا۔ حمیت۔ مان کی نصیحت۔ مان کی محبت۔ بے ثباتی عالم۔ موت۔ عادت طبیعت ثانی ہے۔ رسم پردہ۔ غم بے ثبات۔ نئی تہذیب کا اثر۔ وعظ و نصیحت۔ مشن اسکول۔ نئی تعلیم۔ رسالت کی ضرورت۔ توکل۔ راستی۔ السلام علیکم معانقہ۔ حیا۔ سحر خیزی۔ نماز صبح۔ مذہبی تعلیم۔ ہندوون کی عبادت۔ حضور قلب۔ حسن صوت سماع۔ اثر صحبت۔ ضرورت مذہب۔ عبادت اہل اسلام۔ کرشمۂ قدرت۔ چھپ کے بات سننا۔ شرعی پابندی۔ بچپنے کی شادی۔ عقد بیوگان۔ رنڈاپا۔ بیاہ کے لیے کفو۔ مسلمانی کیا شئی ہے۔ الوہیت مین شرک۔ نبوت مین شرک۔ پیغمبرؐ کی بیبیان۔ ملکی رسم و رواج۔ خدا کا عدل۔ حکمت کسی کو ذلیل نہ جانو۔ عورتون کے حقوق دو۔ خدا سے ڈرو۔ حکمت عملی۔ دور اندیشی۔ ارکان مذہب کی توہین نہ کرو۔ مذہب مین نیا ایجاد نہ کرو۔ شعار اسلام کیا ہین۔ وطن کی محبت۔ تبدیل وضع۔ بے ثباتی حسن۔ مسلمان قوم کا ضعف۔ قومی تفریق۔ ہندوؤن نے رسم نہ سیکھو۔ طلسم مجنین۔ حب دولت۔ شرم بیجا۔ فرایض والدین۔ فرایض اولاد۔ کشش عشق۔ اثر دعا۔ تصوف۔ کثرت ازدواج۔ زنا۔ مہر۔ طلاق۔ توریث۔ مذاہب کا مقابلہ۔ وضو۔ نماز۔ تجہیز و تکفین۔ اجتہاد۔ حقیقت اسلام۔ تمدن۔ توحید۔ معاد۔ روح۔ دوزخ۔ بہشت۔ لباس زنان۔ نتایج

بدکاری ـ معاصی ـ توبہ ـ سجدہ ـ شکر ـ ایمانداری ـ نفقۂ زوجہ ـ ارواح ـ نظر کا دھوکا ـ مصالح نکاح
مذہب ـ فلسفہ ـ جبر و اختیار ـ قرآن موافق عقل ـ قمار بازی ـ سود خواری ـ بہنون کے حق غصب کرنا
کرامات اولیا ـ اوقات نماز ـ جمعہ ـ عیدین ـ حج ـ زکوٰۃ ـ اخوت اسلامی" غرضکہ شروع سے
آخر تک یہ کتاب نصیحت ہی نصیحت ہی ـ لیکن پھر ہم اس کتاب کی جدت کی طرف ناظرین کو متوجہ
کرتے ہین کہ حسن و عشق کی دلفریب حکایت مین یہ باتین اس طرح موقع موقع سے بیان کی
گئی ہین کہ قصہ کی دلچسپی مین زرا فرق نہین آتا ـ

زاہدہ کی نسبت معزز اڈیٹران اخبار کی رائین درج ذیل ہین

"جامع العلوم" زاہدہ کا پلاٹ بالکل ہی نیا ہی ـ ہماری زبان مین مسلمانون کے مذہب کی تعلیم
دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہین سکتا ـ

"معین الہند" اتنا موثر قصہ جسمین واقعیت ظاہر کرنے کا لحاظ کیا گیا ہو ہماری نظر سے نہین گزرا
یہ محض ایک دلچسپ کہانی نہین ہی بلکہ اسکا ہر ہر فقرہ تہذیب اور شائستگی خیالات سے لبریز ہی ـ مذہبی
لطف انگیز تقریرین نہایت متانت سے ادا کی گئی ہین ـ

"سول اینڈ ملیٹری نیوز" نہایت ہی دلچسپ قصہ ہی مسلمانون کو قصہ کے پیرایہ مین دینی مسائل
کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہین سکتا ـ انصاف کی بات یہ ہی کہ ایسا دلچسپ اور نتیجہ خیز ناول
آج کل کی تصانیف مین ہماری نظر سے نہین گزرا مصنف نے بڑے ادق مسائل کو کہانیون
مین حل کیا ہی ـ

"صدائے ہند" اگر مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنی کتابون مین مذہبی مسائل کو ناول
کے پیرایہ مین بیان کرنے کا کمال دکھایا ہی تو زاہدہ کے مصنف نے بھی دو ہاتھ بڑھکر بازی لی ہی
اور اس خوبصورتی سے کتاب ختم کی ہی جیسا کہ ایک مشاق اور قابل مصنف سے امید ہو سکتی ہی
کوئی شک نہین کہ یہ کتاب جادو کی پوڑیہ ہی پڑھنے والے پر اثر کیے بغیر نہین رہسکتی ـ فسانے
کی دلچسپی کتاب ختم کیے بغیر چھوڑنے نہین دیتی ـ

"اخبار وکیل" قومی معاملات کی اصلاح کو ایسے دلچسپ طور پر بیان کیا ہی کہ جو اثر ایک فصیح البیان لکچرار کی تقریرون سے بڑی جانکاہی کے بعد بیہودہ باتون مین اس قصہ کے دیکھنے سے ناظرین کے طبایع پر ہو جائیگا۔

"شحنۂ ہند" ہم اس ناول کی جسقدر تعریف کرین بجا ہی۔ نہایت سیدھا سادا استین سلیس اور مہذب ناول ہی اور باہمہ اسقدر دلکش ہی کہ جسقدر مطالعہ کرتے جائیے گا اُسی قدر مطالعہ کا شوق بڑھے گا۔

"گیا پنچ" یہ کتاب ناول کے پیرایہ مین لکھی گئی ہی تا کہ مذہب اسلام کی خوبیان نوجوان مسلمانون کے دلون مین متاثر ہون۔ مذہب اور اخلاق کی باتین اس خوبی سے بیان کیگئی ہین کہ ضرور دل اسکو قبول کرلے۔

"مفید عام" کتاب کی عمدگی عبارت کی شستگی۔ مضامین کی دلبستگی کی تعریف مین صرف اسقدر بیان کردینا کافی ہی کہ نادر الوجود ناول ہی بلکہ اُسکو درستگی خصائص و آراستگی اخلاق کے لیے ایک مفید و کار آمد رسالہ تصور کرنا چاہیے۔

"اخبار اسلام" کوئی متنفس ایسا نہ ہوگا جو اس کتاب کی خوبیان معلوم ہونے پر اپنے دل کو بے اختیارانہ مشتاق نہ بنائے۔

"انڈیا گزٹ" زاہدہ کو ہم دل سے پسند کرتے ہین اور اُسکی خوبیون کے معترف ہو کر نوجوانان اور نو تعلیم یافتہ مسلمانون کو اسکی خریداری کی طرف توجہ دلاتے ہین۔

"کارنامہ" یہ کتاب زمانہ موجودہ کی روش کے مطابق لکھی گئی ہی۔ مذہبی رعایت سے اخلاق و تمدن کا ذکر کیا گیا ہی۔

"مشیر ہند" ایک طرف حسن و عشق کے راز و نیاز اور دوسری طرف تمام اہم اصلاحی مسائل اس خوبصورتی سے بیان کردیے ہین کہ بایدو شاید۔ مولوی احسان اللہ جیسے چند ناولسٹ اگر ہندوستان مین اور خصوصاً مسلمانون مین پیدا ہوجائین تو اسکو فال نیک سمجھنا چاہیے۔

"ہمدرد" ایک فرضی قصّہ کے پیرایہ مین مذہبی مسائل کی عمدگی ظاہر کی گئی ہی اور بہت کافی طور پر مہذبانہ الفاظ اور معقول خیالات اور شائستہ فقرے استعمال کیے گئے ہین۔ باانہمہ نفس قصّہ بجاے خود ایک نہایت پُراثر اور دلکش ناول ہی۔

قیمت سابق ۸؍ قیمت حال ۱۰ار

المجاہد

یہ کتاب بھی باثر قصّہ کے پیرایہ مین ہی۔ زوال سلطنت کے بعد مسلمانون مین جو پست حوصلگیان پیدا ہوئین اور جسکے ذریعہ سے عورتون کے حقوق جائز پر انھون نے دست اندازیان شروع کین اُسکا نقشہ نہایت صحیح اور دردناک صورت مین دکھایا گیا ہی

معززرائین

"مولوی سمیع اللہ خان صاحب سی۔ ایم جی پنشنر سشن جج" آپ کا المجاہد تو زاہدہ سے بھی عمدہ ہی

"مولوی محمد اصغر صاحب سابق سشن جج ریاست رامپور پنشنر پراونشیل سروس اودھ" مین نے المجاہد کو اول سے آخر تک بغور پڑھا مین اُسکے روشن دماغ مصنف کو مبارکباد دیتا ہون کہ اُنھون نے بے زبان لڑکیون کے حقوق کی طرف جو خلاف کتاب اللہ اور کتاب الرسولﷺ تلف ہو رہے ہین۔ ایک نہایت باثر اور دلکش پیرایہ مین قوم کو توجہ دلاکر اُنکی پوری وکالت کی ہی۔ اللھم اجعل سعیہ مشکورا۔

"مولوی محمد فصیح الدین صاحب بی اے پراونشیل سروس ممالک متحدہ" ایک خوشحال مسلمان کی خاندانی پیچیدگیون کا دلکش فوٹو ہی۔ المجاہد محض ناول ہی نہین ہی بلکہ بے زبان لڑکیون کے حقوق پر ایک پُرزور لکچر ہی۔ اے خدا تو اپنے سب بندون پر مجاہد ایسا فرشتہ خصلت محافظ تعنات کر۔ راستبازپاک طبیعت ستھرے سلجھے ہوئے خیالات یہی ناول کا جوہر ہی۔ زبان صاف شستہ۔

"ایلچی" المجاہد ایک نہایت قابل قدر اور نہایت ہی مفید کتاب ہی۔ قصہ کا قصہ ناول کا

ناول ہے۔ پھر اس پر دینیات کی تعلیم۔ سبحان اللہ۔ جزاک اللہ۔ قصہ کے پیرایہ مین عورتون کے حقوق جو وراثت سے متعلق ہین بہت اچھی طرح دکھائے گئے ہین اور پھر جا بجا آیات قرآنی اور احادیث کا انضمام سونے مین سوہاگہ ہے۔

"اخبار دار السلطنت" ایک نئی طرز کا ناول ہے۔ المجاہد ایسے ناول کی قوم کو اشد ضرورت تھی اور ہے اسلیے کہ مسلمانون مین ایک ایسا مرض پھیل پڑا ہے جو ہزارہا خرابیون کا موجد ہے یعنے نا دہندی ترکہ دختران۔ اسمین لڑکیون کا حق پورے طور پر اپنے والدین کی جائداد مین ثابت کر دیا گیا ہے اور نیز ترکہ نہ دینے کے نقصانات ظاہر کر دیے گئے ہین۔

"ڈاکٹر مظہر السبحان رئیس بردوان" واقعی المجاہد نہایت مفید کتاب ہے اور بہت ہی بااثر ہے جس غرض کے لیے ہے اکسیر ہے۔ اور مظلومین کے لیے پوری وکالت کرتی ہے۔ میرے وطن مین ایک رئیس نے اپنی جائداد عورتون کو محروم کرکے تقسیم کی تھی۔ یہ کتاب دیکھ کر وہ راہ راست پر آگئے اور لکھا ہوا قبالہ چاک کر ڈالا۔ اسوقت سے اس کتاب کا مین بیحد قائل ہون۔

"اخبار جام جمشید" المجاہد کی سلاست عبارت اور وسعت بیان دیکھنے کے قابل ہے۔ محمد مجاہد چھپروی الملقب المجاہد کے کارنامون کا تذکرہ بطرز ناول ہے۔ مصنف نے اس کتاب مین کمال خوبصورتی سے عورتون کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور دلچسپ قصہ کے پیرایہ مین بہت مفید باتین احادیث نبوی و آیات قرآنی کے ساتھ ظاہر فرمائی ہین۔ مصنف صاحب کی لیاقت اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے۔ اس زمانہ مین مصنف موصوف بڑے روشن خیال و عالی دماغ و طباع آدمی ہین جنھون نے اپنی تصانیف سے ملک و قوم کو ممنون کیا ہے۔

محسنتہ الارامل

ایک بڑا عیب مسلمانون مین یہ آگیا ہے (اور بظاہر مسلمانون کی نکبتون کے بڑے اسباب مین اسے سمجھنا چاہیے) کہ مسلمانون مین عقد بیوگان کو باعث ننگ سمجھتے ہین ایک موقع پر علامۂ عباسی نے ایک بہت بڑا لکچر دیا تھا جسمین اُنھون نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا

اذکر کیا اور پیغمبر کے افعال اور اقوال سے سند لیکر دکھایا کہ عقد بیوگان کس درجہ ضروری چیز ہی
یہ لکچر محسنۃ الارامل کے نام سے علیحدہ شایع کیا گیا ہی- دلون پر یہ سحر کا کام کرتا ہی- کتنا ہی
کوئی عقد بیوگان کے خلاف ہو لیکن اس لکچر کے پڑھنے سے اُسکے قلب کی حالت بالکل
بدلجاتی ہی- قیمت اسکی ڈیڑھ آنہ فی رسالہ ہی-

فسانۂ دلپذیر

زمانہ طالب علمی مین علامہ نے کئی کتابین لکھی تھین- چند کتابین علم ریاضی مین تھین
لیکن وہ کسی قدردان کے ہاتھ نہ پڑین اور ضایع ہوگئین اُسی زمانہ مین لیمس ٹلیس ایک انگریزی
کتاب کا ترجمہ علامہ نے اُردو مین کیا تھا اس ترجمہ پر منشی نولکشور کی نظر پڑی جو زبان اُردو کے بڑے
سر پرست تھے اُنھون نے علامہ سے حق تالیف خریدا اور اپنے طور پر اُسے شایع کیا کئی مرتبہ
اسکی اشاعت کی نوبت آچکی ہی- منشی نولکشور نے جب یہ ترجمہ شایع کیا تو علامۃ الدہر کا لفظ مولف
کے نام کے قبل بڑھایا اور پھر اسی کی پیروی دیگر مطابع نے بھی کی جس سے مولف کے نام
کے قبل لفظ علامہ اسقدر عام طور پر مشہور ہو گیا کہ گویا نام کا جزو ہوگیا- فسانہ دلپذیر کا مین شایع
کنندہ نہین ہون یہ کتاب مطبع نول کشور مین ملتی ہی- یہان تیمناً اسکا ذکر کیا گیا ہی اسی کتاب نے
ممدوح کا حوصلہ بڑھا کر ممدوح سے مختلف علوم و فنون اور مختلف زبانون مین متعدد کتابین لکھوائین
اور ممدوح کو فی الواقع علامہ بنا دیا-

نشتر سخن

یہ کتاب انتخاب کلام آتش[1] - اسیر[2] - انشا[3] - انیس[4] - حافظ[5] - داغ[6] - دبیر[7] - ذوق[8]
سعدی[9] - سودا[10] - صائب[11] - ظفر[12] - عمر خیام[13] - غالب[14] - غنی[15] - منیر[16] - مومن[17] - میر[18] - ناسخ[19]
ہی اور انتخاب ایسے لطف اور جدت کا ہی کہ قابل دید ہی- انتخاب در انتخاب ہوکر نشترون پر نمبر
لگائے گئے ہین- ہر ایک شاعر کے مختصر حالات اُسکے کلام کے قبل لکھے گئے ہین شروع کتاب
مین زبانِ فارسی اور اُردو اور اُنکی شاعری کے متعلق ایک نہایت دلچسپ مضمون کا دیباچہ ہی

جسکی سرخیان یہ ہین۔ وجہ تالیف۔ ایشیائی شاعری۔ ایشیائی شاعری کا یورپ سے مقابلہ
زبانِ اردو اور اُسکی شاعری۔ دلی اور لکھنؤ کے شعرا۔ زبانِ فارسی اور اُسکی شاعری۔ شاعری کی
بھلائیان اور برائیان۔ قیمت ۵ر تجویز کی گئی تھی لیکن نظر بحالات مبلغ ۶ر لگھی گئی

فکرِ دنیا

یہ کتاب بھی ناول کا پیرایہ رکھتی ہے۔ اسمین علامہ نے ہندوستان کے نوجوانون کو
یہ بتایا ہے کہ ہوش سنبھالنے پر جسے فکرِ دنیا لاحق ہو اُسے کیا کرنا چاہیے۔ معاملات مُلکی سے
بھی بحث کی گئی ہے صنعت۔ حرفت اور تجارت کی ترغیب دی گئی ہے کسبِ معاش
کے طریقے بتائے گئے ہین۔ کتاب زیرِ ترتیب ہے۔ قیمت ۸ر۔

تاریخ حکمائے یونان

یہ کتاب بھی علامہ کے زمانہ طالب العلمی کی یادگار ہے مشکل سے ایک نسخہ دستیاب ہے
جسکی طبع ثانی کا ارادہ ہے۔ قیمت سابق ۸ر حال ۴ر

زبانِ اُردو

علامہ نے زبانِ اُردو کی طرف سے قوم کے سامنے اپیل پیش کیا ہے۔ قیمت ۲ر

انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ۔ دی فیوچر آف انڈیا

پہلی کتاب خلفشار لکھنؤ اور دوسری خلفشار بنگالہ کے بعد معاملات ملکی پر بزبان انگریزی علامہ نے لکھی
یہ کتابین وہ لوگ ضرور پڑھین جو معاملات ملکی مین دخل دینا چاہتے ہین قیمت سابق فیجلد ۸ر حال ۴ر

شرح ایکٹہائے قبضۂ آراضی ومالگزاری (اُردو) عباسیز لا آف پرمشن (انگریزی) عباسیز ریونیو کورٹ مینول (انگریزی) عباسیز سول پروسیجر کورٹ (انگریزی)

یہ قانونی کتابین بھی علامہ عباسی کی تصانیف سے ہین قیمتین آئندہ صفحہ مین درج ہین
مختلف ہائیکورٹون کے اٹھارہ ججون کی رائین انکی بابت علیحدہ شایع ہوئی ہین۔

جملہ تالیفات و تصنیفات

علامۂ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفیت
۱	ترجمۂ قرآن مجید	عربی و اردو	مذہب اسلام	۲۶۶	عہ ر	۱۲ر	
۲	پارہ عم مترجم	عربی و اردو	مذہب اسلام	۲۶۸	۴ر	۴ر	
۳	تاریخ الاسلام	اردو	تاریخ اسلام	۶۸۰	ے ر	للعہ ر	مجلد طبع ثانی
۴	الاسلام	اردو	فلسفہ اسلام	۸۰۰	ے ر	عہ ر	مجلد طبع اول
۵	زاہرۃ	اردو	مذہب اسلام	۲۷۸	عہر	۱۰ر	طبع ثانی
۶	المجاہر	اردو	حقوق زنان	۱۸۰	عہ ر	عہ ر	
۷	محنۃ الارامل	اردو	عقد بیوگان	۲۰	۱ر	۱ر	
۸	فسانۂ دلپذیر	اردو	لٹریچر	۰	۰	۰	۰
۹	نشتر سخن	فارسی و اردو	شاعری	۵۰۸	صہ ر	عہ ر	
۱۰	مکر دنیا	اردو	پالیٹکس	۰	عہ ر	عہ ر	زیر ترتیب
۱۱	حکماے یونان	اردو	فلسفہ یونان	۰	۸ر	۴ر	طبع ثانی زیر طبع
۱۲	زبان اردو	اردو	پالیٹکس	۳۲	۲ر	۲ر	
۱۳	انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ	انگریزی	پالیٹکس	۱۸	۴ر	۲ر	
۱۴	دی فیوچر آف انڈیا	انگریزی	پالیٹکس	۳۴	۴ر	۲ر	
۱۵	شرح ایکٹہاے قبضۂ اراضی مالگزاری	اردو	قانون	۳۸۴	[illegible]	[illegible]	مجلد
۱۶	عباسیز لا آف پریمپشن	انگریزی	قانون	۵۴۰	عـــہ	[illegible]	مجلد
۱۷	عباسیز ریونیو کورٹ مینول	انگریزی	قانون	۳۸۴	ــے ر	[illegible]	مجلد
۱۸	عباسیز سول پروسیجر کوڈ	انگریزی	قانون	۹۵۲	عـــہ	عہ ر	مجلد

المشتہر سیتلا بخش شایق - محلہ گھاسی کٹرہ شہر گورکھپور ممالک متحدہ